لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

مؤلفہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

بیان الامراء

ترجمہ اردو

تاریخ الخلفاء

مترجمہ مولانا مولوی شبیر احمد صاحب

ناشر

محمد عبد المنان عفی عنہ

مکتبہ تھانوی دفتر رسالہ الابقاء متصل مسافر خانہ بندر روڈ کراچی

(انٹرنیشنل پریس کراچی)

قیمت

فہرست مضامین بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء

۷۸۶

پہلے سمجھے پھر دیکھئے

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد بندہ احقر شبیر احمد انصاری حنفی ولد قاضی محمد صدیق صاحب مرحوم ساکن بھوکرہیڑی ضلع مظفر نگر ثم راجوپوری ضلع سہارنپور تلمیذ حضرت قدوۃ العلماء مولانا مولوی محمد میاں صاحب بوڈھانوی بستی ضلع مظفر نگر ناظرین کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہے کہ یہ بالبداہت سب کو معلوم ہے کہ ترجمہ کا کام تصنیف و تالیف سے زیادہ مشکل اور اہم ہے۔ کیونکہ ایک زبان کے اصل مطالب کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنیکا نام ترجمہ ہے۔ اور یہ بغیر دونوں زبانوں پر حاوی ہوئے پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ مصنف کا مقصد ایک جگہ مثلاً رجولیت ہے تو مترجم کا فرض ہے کہ ترجمہ میں بھی ایسے الفاظ استعمال کرے جن سے مصنف کا مقصد فوت نہ ہو اصطلاح ملائمت۔ سیاست۔ مد و جزر۔ القاب آداب۔ بڑائی چھوٹائی۔ بہت سے مواقع ہیں جن میں مصنف کے مقاصد کو ملحوظ رکھنا اور اُن کے موافق الفاظ استعمال کرنا ضروری ہے خطوط میں آیا بڑوں کی طرف سے ہیں۔ یا چھوٹوں کی جانب سے۔ احکام اوامر ہیں یا دعا و عرض۔ غرض ہر بات کا لحاظ کرنا اور مرحوم مصنف کے مقصود سے تجاوز نہ کرنا مترجم کا اولین فرض ہے مصنف اگر بھاری بھرکم الفاظ استعمال کر رہا ہے تو مترجم کو بھی ضروری ہے۔ اگر کمزور اور ضعیف الفاظ ہیں تو ترجمہ میں بھی ایسے ہی الفاظ ہونے لابدی ہیں۔

اسکے علاوہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ترجمہ کا فن بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً عربی کے الفاظ بڑوں چھوٹوں۔ بزرگوں۔ معززوں نبیوں اور ولیوں کے لئے یکساں استعمال کئے جاتے ہیں مگر اردو میں اسکے خلاف ہے اس لئے مترجم کو اسکا خیال ضروری ہوگا۔ اور چونکہ ان تمام باتوں کا لحاظ کرنا ایک نہایت فاضل۔ ادیب فصیح بلیغ اور کہنہ مشق مترجم کا کام ہے اور میں ایک نو آموز مترجم ہوں اسلئے اگر اسمیں کسی جگہ غلطی پائیں تو اصلاح فرمادیں اور طعن و تشنیع سے احتراز کریں

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ   اے اسیران قفس میں نو گرفتار دل میں ہوں

میں نے اس ترجمہ میں علاوہ اور باتوں کے ایک نئی بات کی ہے جو میرے ذوق کے بہت زیادہ مناسب ہے اور مجھے کیا منحصر ہے ہر صاحب ذوق اور اہل دل اسکو پسند کریگا تمام اُمت کا مسلک ہے کہ جس جگہ سردار دو جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آتا ہے تو نہایت شان و شوکت کے ساتھ آپ کا ذکر مبارک کیا جاتا ہے تعظیم کے ساتھ نام لیا جاتا ہے۔ مگر جس جگہ مالک حقیقی معبود برحق اور اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا نام نامی و اسم گرامی آتا ہے تو نہ وہ شان و شوکت نہ وہ القاب و آداب و تعظیم و تکریم بلکہ سب کچھ مفقود ہوتا ہے اور بعض یہ الفاظ ہو جاتے ہیں اللہ کہتا ہے۔ اللہ کرتا ہے۔ آہ یہ کتنی گستاخی۔ کتنی بے ادبی۔ کتنی بے حیائی ہے جسے ایک مومن کا دل کبھی گوارا نہیں کرسکتا میں نے متقدمین کا یہ مسلک اور عوام کا یہ طریقہ بالکل ترک کر دیا ہے۔ اور خداوند جل جلالہ کی شان والا کیلئے شان عظمت کے موافق الفاظ استعمال کئے ہیں مجھے امید ہے کہ اللہ صاحب تبارک و تعالیٰ میری یہ تجدید قبول فرماکر اپنے رسول مقبول ہمارے آقا اور سردار محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کے اور وسیلے سے مجھے اس دنیا کے دنی سے با ایمان اٹھا کر قیامت کے دن میری سرخروئی فرمائیں گے اور میری گستاخیوں بے ادبیوں نافرمانیوں۔ اور خطاؤں سے درگذر کریں گے۔ اور مجھ جلدی نشہ کو میرے آقا کے مدینہ طیبہ میں پہنچا کر رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) کے گنبد خضرٰی کی جاروب کشی کے لئے منتخب فرمائیں گے۔ آمین آمین یارب العالمین بطفیل سید المرسلین و آخر دعوانا الحمد للہ رب العلمین۔

عـــہ اور محمد عبد المنان غفرلہ کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اللہ الذی وعد فوفی اوا وعد فعفی ۔ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد سید الشرفاء مسود الخلفاء وعلی آلہ واصحابہ اھل الکرم والوفاء

حمد و صلوٰۃ کے بعد اس کتاب لطیف میں میں نے خلفاء کی تاریخ یعنی امراء المومنین کے حالات کہ جن سے تنظیم امت قائم ہے بیان کی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مسعود سے لیکر اپنے زمانہ کے خلیفہ تک کے حالات علی الترتیب قلم بند کئے ہیں اس ضمن میں انکے زمانہ کے عجیب و غریب واقعات اور ان علماء کرام و ائمہ عظام کے حالات بھی تحریر کئے ہیں جو جا بجا عہد خلافت میں موجود تھے۔ اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ ہو کہ ان باتوں کے معلوم کرنیکا شوق ہر خاص و عام میں پایا جاتا ہے۔ اکثر حضرات نے اس مضمون پر کتابیں لکھی تھیں لیکن چونکہ اُنہوں نے اسمیں تفصیل سے کام لیا تھا جو موجب ملال ہے خصوصاً اس لئے کہ مختلف طبقہ کے شخصوں کا ذکر ایک کتاب میں بیان کیا گیا تھا۔ لہٰذا میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنی کتاب میں ہر فرقہ اور ہر طائفہ کی علٰحدہ علٰحدہ تاریخ لکھدوں تاکہ اس سبب سے لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچے نیز یاد کرنے میں بھی آسانی پیدا ہو۔ علیٰ ہٰذا میں نے ایک کتاب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات میں لکھی ہے اور ایک کتاب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات میں شیخ الاسلام ابی الفضل ابن حجر کی کتاب اصابہ سے خلاصہ کر کے لکھی ہے۔ نیز ایک کتاب مفسرین علیہم الرحمۃ کے احوال میں اور ایک کتاب طبقات ذہبی سے ملخص کر کے حافظین احادیث کی سوانح میں تالیف کی ہے۔ اور ایک کتاب نحویوں اور لغویوں کے حالات میں بھی کہ جنکے بارے میں اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں لکھی تھی لکھی ہو۔ اسی طرح ایک کتاب اصولیوں اور ایک کتاب اولیاء اللہ ایک کتاب فرضیین اور ایک کتاب علماء علم بیان اور ایک کتاب منشیوں اور ایک کتاب خوشخطوں کے حالات میں بھی تحریر کی ہے۔ نیز ایک شعراء عرب کہ جن سے عربی میں سندیں لیتے ہیں کے حالات میں بھی لکھی ہے یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کو اعیان اُمت بولتے ہیں۔ رہے فقہاء اُن کے بارے میں بہت سے علماء نے کتابیں لکھی ہیں جو کافی ہیں۔ اسیطرح طبقات الذہبی اہل قرأت کے متعلق کافی ہے۔ انہیں لوگوں میں قاضی بھی داخل ہیں جنپر میں کتابیں لکھ چکا

ہوں۔ اب بادشاہوں کے سوا کوئی ایسا طبقہ یا گروہ باقی نہیں رہا۔ نیز ان کے اخباروں اور حالات معلوم کرنیکا لوگوں میں شوق بھی پایا جاتا ہے۔ بس میں نے انکے لئے اس کتاب کا لکھنا شروع کر دیا۔

میں نے اس کتاب میں کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں کیا جس نے فتنہ و فساد پیدا کر کے خلافت کا دعوے کیا ہو اور ناکام رہا ہو۔ جیسے اکثر علویین اور بہت کم عباسیین میں گذرے ہیں۔ نہ میں نے عبیدیین کا ذکر کیا ہے کیونکہ ان کی امامت ہی چند وجوہ سے غیر صحیح تھی۔ اول یہ کہ وہ قریشی نہیں تھے۔ عوام جاہلو نے ان کا فاطمیین نام رکھدیا تھا۔ ورنہ ان کا دادا جو موسف تھا وہ مجوسی تھا۔ دیکھو قاضی عبدالجبار بصری کہتے ہیں کہ خلفاء مصر کے دادا کا نام سعید تھا۔ اس کا باپ مذہب کا یہودی اور ذات کا لوہار در تیر گر تھا اور قاضی ابو بکر باقلانی فرماتے ہیں کہ عبداللہ الملقب بہ مہدی کا دادا جس کا نام قدح تھا وہ مجوسی تھا عبیداللہ مغرب میں آیا اور یہاں آکر اس نے دعوی کیا کہ میں علوی ہوں مگر علماء نسب میں سے کسی نے بھی اسکے اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا ہاں جاہلوں نے اسکو فاطمیین کا خطاب دیدیا ابن خلکان لکھتے ہیں کہ خلفاء مصر کے مورث اعلیٰ المہدی عبیداللہ کے نسب کو اکثر اہل علم نے صحیح نہیں مانا یہاں تک کہ ایک روز عزیز باللہ بن معز اپنی تخت نشینی کے چند روز بعد جبوقت جمعہ کے روز ممبر پر چڑھا تو اس نے ان اشعار کو ایک کاغذ پر لکھا ہوا ممبر پر پڑے دیکھا۔ ترجمہ اشعار

ہم نے سنا ہے کہ ایک مکروہ النسب شخص جامع مسجد کے ممبر پر چڑھکر خطبہ پڑھتا ہے اگر اپنے دعوے میں تو سچا ہے تو بتلا کہ ساتویں پشت میں تیرا باپ کون تھا۔ اور اگر تو ہمارے کہنے کو رد کرے تو تو اپنا حسب و نسب بیان کر۔ ورنہ تو اپنے اس چھپے ہوئے نسب کو چھوڑ دے اور کشادہ نسب میں داخل ہو جا اس واسطے کہ انساب بنی ہاشم تو ایسے ہیں کہ بڑے بڑے طامعین کا ہاتھ کوتاہ ہی رہا۔

اسی عزیز باللہ نے ایک اندلس کے اموی خلیفہ کے نام ایک خط بھیجا تھا جسمیں اسکو گالیاں دی گئیں اور ہجو کی گئی تھی۔ اموی خلیفہ نے اسکا جواب لکھا تھا کہ حمد و صلوۃ کے بعد واضح ہو کہ تو نے ہمارے نسب کو پہچان لیا لہذا ہجو کی۔ اگر ہمیں بھی تیرا نسب معلوم ہوتا تو ہم ترکی بہ ترکی جواب دیتے (یہ بھی ہجو بلیغ ہے کہ تو گمنام خاندان سے ہے) عزیز کو اگرچہ یہ جواب برا معلوم ہوا مگر اس کا جواب کچھ نہ دے سکا ذہبی کہتے ہیں کہ محققین اس بات پر متفق ہیں کہ عبیداللہ المہدی علوی خاندان سے نہیں تھا ابن طباطباء العلوی نے عبیداللہ سے اس کا حسب و نسب دریافت کیا تو کیا اچھا جواب ملا کہ اس نے اپنی نصف تلوار میان سے باہر کر کے کہا یہ میرا نسب ہے اور حاضرین دربار پر

اشرفیاں پھینک کر کہا کہ یہ میرا حسب ہے۔

اُن کی امامت اور خلافت کے صحیح نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اُنہیں سے اکثر زندیق اور خارج اسلام بھی تھے۔ بعض نے انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کا بھی (العیاذ باللہ) اظہار ہوا۔ بعض نے شراب کو مباح کر دیا بعض نے اپنے لئے سجدہ کا حکم کیا۔ ان میں کا جو اچھا بادشاہ تھا وہ مذہب کا شیعہ اور نہایت خبیث اور لئیم تھا جس نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالیاں دینے کا حکم نافذ کر دیا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں سے نہ بیعت صحیح ہے نہ ان لوگوں کی امامت صحیح۔

قاضی ابوبکر باقلانی فرماتے ہیں کہ المہدی عبید اللہ فرقہ باطنی میں اور ایسا خبیث کہ ملت اسلام کے زوال اور علماء اور فقہاء کے مٹانے اور ان کے قتل کرنے میں بہت زیادہ حریص تھا اُسکی اولاد بھی اسی طریقہ پر چلی۔ اسکی اولاد نے شراب کو مباح کیا۔ زنا کو جائز قرار دیا شیعوں کے مذہب کو ترقی دی۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ قائم بن مہدی اپنے باپ سے بھی زیادہ شریر۔ زندیق اور ملعون تھا اُس سے بھی انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کا اظہار ہوا۔ عبیدیین کا زمانہ اسلام کے لئے اہل تاتار سے بھی زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا۔

ابوالحسن قابسی کہتے ہیں کہ جن علماء اور عابدین کو محض اس جرم میں کہ وہ صحابہؓ سے محبت کیوں رکھتے ہیں عبید اللہ اور اُسکی اولاد نے قتل کیا ہے اُن کی تعداد چار ہزار ہے مگر یہ لوگ بھی عجیب ایمان دار تھے کہ موت کو ترجیح دی۔ کاش عبید اللہ فقط رافضی ہی ہوتا مگر افسوس وہ تو پورا پورا زندیق تھا۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ابو محمد قیروانی الکیزانی مالکی مذہب کے عالم سے کسی نے دریافت کیا کہ خلفاء مصر کے عقائد قبول کرنے پر اگر کوئی شخص مجبور کیا جائے تو وہ قتل ہونا پسند کرے یا عقائد کو قبول کر لے آپ نے جواب دیا کہ قتل ہونے کو اختیار کیا جائے اور اس امر میں کوئی عذر نہ سنا جائے جو عقائد معلوم ہونے سے پہلے ان کے ملک میں آ گیا ہو۔ لیکن ان کے عقائد معلوم ہو جانیکے بعد انکے ملک سے فوراً نکل جانا چاہئے۔ اور اگر کسی نے معلوم ہو جانے کے باوجود وہیں سکونت اختیار کر لی تو پھر خوف کا عذر سننے کے قابل نہیں ہو اس واسطے کہ جہاں شرع شریف کی بے حرمتی کی جاتی ہو وہاں رہنا ہی جائز نہیں ہے۔ جو اشخاص فقہاء میں سے ان کی سلطنت میں قیام پذیر ہوئے وہ پہلے تو اس خیال سے رہے کہ ان کی حدود سے مسلمانوں کو نکال دیں اور ان کے عقائد سے بچائیں۔ مگر بعد میں خود ہی ان کے دام تزویر میں آ گئے اور ان سے بیعت کر لی۔

یوسف اعلینی کہتے ہیں کہ قیروان کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بنی عبید کا حال مرتدوں اور زندیقوں جیسا ہے کیونکہ ان سے خلاف شریعت امور ظاہر ہوتے ہیں۔

ابن خلکان کے قول کے موافق یہ لوگ علم غیب کا دعویٰ کرتے تھے یہ ان کی باتیں بہت مشہور ہیں یہاں تک کہ ایک دفعہ عزیز منبر پر چڑھا تو اسکو منبر پر ایک کاغذ ملا جس میں یہ اشعار لکھے تھے ترجمہ اشعار ہم ظلم و جور کی وجہ سے تیری سلطنت اور بادشاہت سے راضی ہو گئے نہ کفر و حماقت کی وجہ سے اگر تجھے علم غیب عطا ہوا ہے تو بتلا کہ ان اشعار کا لکھنے والا کون ہے۔

ایک عورت نے اس کی طرف ایک قصہ لکھ کر بھیجا جس میں اُس نے یہ بھی لکھا تھا تجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے میشا کی بدولت یہودیوں کو اور ابن نسطور کی ذات سے نصرانیوں کو عزت دی اور مسلمانوں کو تیری ذات سے ذلیل کیا۔ میشا یہودی شام کا حاکم تھا اور ابن ناطور عیسائی مصر کا، ان کی خلافت صحیح نہ ہونے کا سبب ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے وقت میں لوگوں سے بیعت لی جبکہ ایک عباسی خلیفہ جس سے پہلے بیعت کی جاچکی تھی موجود تھا اور یہ ظاہر ہے کہ وقت واحد میں دو اماموں کی بیعت جائز نہیں بلکہ جس سے پہلے بیعت ہو چکی ہو وہ جائز خلیفہ سمجھا جاتا ہے۔

انہیں میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس بارے میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ جب خلافت بنی عباس تک پہنچ جاوے گی تو پھر اس سے نہ نکلے گی حتےٰ کہ بنو عباس عیسٰی بن مریم اور مہدی علیہما السلام کو سپرد کر دینگے پس معلوم ہو گیا کہ بنو عباس کے سامنے خلافت کا دعویٰ کرنیوالا خارج اور باغی ہے۔

ان وجوہات کے ہوتے ہوئے میں نے عبیدین یا اور کسی خارجی کی خلافت یا بادشاہت کا ذکر نہیں کیا بلکہ انہیں خلفاء کا حال کہ جن کی امامت کی صحت اور خلافت و بیعت پر علماء کا اتفاق ہے۔ لکھا ہے۔

اس کتاب کے شروع میں میں نے چند فصلیں لکھی ہیں کہ اُن میں مہتم بالشان فوائد ہیں اور جو وقائع غریبہ اور حادثات عجیبہ میں نے انہیں ذکر کئے ہیں ان کو تاریخ حافظ ذہبی سے اقتباس اور ملخص کر کے لکھا ہے۔ واللہ المستعان

فصل

اس بیان میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اور اس نہ بنانے میں کیا بھید ہے

بزار اپنی مسند میں حضرت حذیفہؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر فرماتے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم پر کسی کو خلیفہ مقرر کروں اور تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب الہٰی نازل ہو جائیگا (روایت کیا اسکو حاکم نے مستدرک میں)

شیخین یعنی امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسکے قاتل نے نیزہ مارا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ جو شخص مجھ سے اچھا تھا یعنی ابوبکر صدیقؓ اس نے خلیفہ مقرر کیا تھا مگر میں تم کو یوں ہی چھوڑے جاتا ہوں کیونکہ تمکو اس شخص نے بھی تو یوں ہی چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہت اچھا تھا یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دلائل النبوت میں عمرو بن سفیان سے احمد و بیہقی نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ جنگ جمل میں لڑائی کے بعد خطبہ فرمانے لگے تو آپ نے فرمایا۔

اے لوگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امارت کے بارے میں ہم سے کچھ عہد نہیں لیا تھا بلکہ خود ہم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ مقرر کر لیا تھا۔ آپ نے اچھی طرح خلافت کو انجام دیا تھا یہاں تک کہ اس دار فنا سے دار البقا تشریف لے گئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے نزدیک بہتر رائی اور مناسب سمجھکر حضرت عمرؓ کو اس کام کے لیے منتخب فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے اس کام کو بھی بہت اچھی طرح خلافت کو استقامت بخشی اور دین اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا۔ پھر قوموں نے دنیا طلبی کی تو اللہ نے جو کچھ چاہا کیا۔ مستدرک میں حاکم نے بیان کیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں اسکی تائید کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ بھی کسی کو خلیفہ مقرر کرینگے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا تو میں کیسے مقرر کروں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی بہتری مقصود ہے تو لوگ خود اپنے میں سے میرے بعد کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں گے جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین اُمت کا انتخاب ہو گیا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ شیعوں میں جو مشہور ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے عہد خلافت لیا تھا وہ غلط ہے ہذیل بن شرجیل نے کہا ہے کہ کیا ہو سکتا ہے کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے عہد لیتے اور حضرت ابوبکرؓ اس عہد کے خلاف کرتے (بیہقی)، ابن سعد حضرت حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم نے غور کر کے یہ بات سوچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے بجائے امام بنایا تھا۔ پس وہ شخص جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے اختیار کیا تھا دنیا کے لئے بھی کافی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے حق میں فرمایا ہے کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہیں۔ مگر حضرت امام بخاریؒ ہی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ نے خود کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا اور حدیث مذکور ابن حبان نے بروایت سفینہ اس طرح روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی بنیاد رکھی تو پہلا پتھر دست مبارک سے رکھا پھر ابابکر صدیقؓ سے فرمایا کہ تم اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ پھر حضرت عمرؓ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پتھر کے پہلو میں رکھنے کو فرمایا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے حضرت عمرؓ کے پتھر کے پہلو میں رکھنے کو فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اسناد میں کچھ حرج نہیں۔ نیز اسی کو حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں صحیح کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث اور قول حضرت عمرؓ وغیرہ میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ان حضرات کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے متعلق اپنے وصال کے وقت کوئی حکم صراحتاً نہیں بیان فرمایا تھا اور یہ اشارات قبل از وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے تھے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر چلو (حاکم)، اور جیسے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرنا علاوہ ان کے اور بھی وہ حدیثیں ہیں جن سے خلافت کا اشارہ نکلتا ہے۔

فصل

اس بیان میں کہ خلافت اور امامت قریش کے لئے ہے

ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں ابی برزہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امامت قریش کو سزاوار ہے۔ جب حکومت کرتے ہیں عدل کرتے ہیں۔ وعدہ کو وفا کرتے ہیں

رحم اگر چاہو رحم کرتے ہیں (روایت کیا اسکو طبرانی نے) ترمذی ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکومت قریش کے لئے. قضا انصار کے لئے اور اذان حبشیوں کے واسطے ہے. امام احمد اپنی مسند میں بروایت عقبہ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلافت قریش میں. حکم انصار میں اور دعوت حبشہ میں رہے گی. بزار نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ خلفاء قریش میں ہوں گے. دیندار تو دینداروں کے امیر ہوں گے اور بدکار بدکاروں کے.

فصل

امام احمد فرماتے ہیں کہ سفینہ نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آپ فرماتے تھے کہ خلافت فقط تیس سال تک رہیگی اسکے بعد سلطنت ہو جاوے گی (روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے) علماء کہتے ہیں کہ خلفاء اربعہؓ اور امام حسنؓ کے زمانہ تک یہ تیس سال پورے ہو گئے. نیز بزار بسند عبیدہ بن جراح بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے دین اسلام کی ابتداء نبوت و رحمت سے ہوئی پھر خلافت و رحمت ہو جائے گی اور اسکے بعد بادشاہت اور جبر آجائے گا. عبداللہ احمد کہتے ہیں کہ جابر بن سمرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ہمیشہ اسلام غالب رہیگا جب تک کہ قریش میں بارہ خلیفہ نہ گذریں (اس کو شیخین نے روایت کیا ہے) اور اس حدیث کے بہت سے طریقے ہیں جنکے الفاظ اس طرح ہیں. یہ نیک امر ہمیشہ رہیگا. یہ امر ہوتا رہے گا (ان دونوں کو احمد نے روایت کیا) امام مسلم کے نزدیک یہ الفاظ ہیں. ہمیشہ لوگ گذرتے رہیں گے یہاں تک کہ بارہ حاکم ان پر ہوں گے انہوں نے اس طرح بھی روایت کیا ہے یہ امر نہیں منقضی ہوگا حتیٰ کہ اس میں بارہ خلیفہ نہ ہو چکیں. نیز ہمیشہ رہیگا اسلام بارہ خلفاء کے گذرنے تک. بزار اس طرح روایت کرتے ہیں. میری امت کی حالت ہمیشہ قائم رہے گی تا وقتیکہ اس پر بارہ خلفاء نہ گذر جائیں اور وہ سب قریشی ہونگے. ابو داؤد نے اتنا اسپر زیادہ کیا ہے. جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مکان پر تشریف لے آئے تو قریش آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ پھر کیا ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر قتل اور فساد ہوگا. ایک روایت میں اس طرح ہے. ہمیشہ رہیگا یہ دین قائم یہاں تک کہ ہوں گے تم پر بارہ خلیفہ کہ جنپر تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہوگا. نزدیک احمد اور بزار کے بسند حسنؓ اس طرح ہے کہ ابن مسعودؓ سے دریافت کیا گیا

کہ اس اُمت پر کتنے خلفاء حکمراں ہوں گے۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ ہم نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ بارہ ہوں گے جتنے بنی اسرائیل میں نقیب تھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ان احادیث یا ان کے ہم معنی احادیث میں بارہ خلفاء سے شائد یہ مراد ہو کہ وہ بارہ خلیفہ خلافت کے غلبہ اور قوت واستقامت اسلام کے زمانہ میں ہوں گے اور اجتماع واتفاق ایک شخص واحد کی خلافت کے لئے لوگوں میں پایا بھی جاتا ہے۔ کیونکہ اضطراب زمانہ خلافت بنوامیہ میں ولید بن یزید کے وقت سے پیدا ہوا ہے اور یہ اضطراب بنی عباس کے قیام خلافت تک رہا اور بنی عباس کے قیام کے بعد بنوامیہ کا استیصال ہی ہو گیا شیخ اسلام ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں قاضی عیاض کے قول کی نسبت لکھا ہے کہ قاضی عیاض کا قول اس حدیث کے متعلق بہت اچھا ہے۔ کیونکہ بعض صحیح حدیث کے طریق اسکی تائید کرتے ہیں کہ کل لوگوں کا ان پر اتفاق ہو گیا اسکی توضیح یوں ہے کہ مراد اجتماع اور اتفاق سے یہ ہے کہ لوگ ان کی بیعت میں مطیع ہو گئے اور کسی نے حیل وحجت نہیں کیا جیسے کہ خود حضرت ابوبکرؓ عمرؓ۔ عثمانؓ علیؓ کے زمانہ تک ہوا اور قضیہ صفین واقع ہوا۔ پھر معاویہؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور لوگوں نے پھر حضرت امام حسنؓ سے خلع بیعت کے بعد امیر معاویہؓ پر اجتماع کر لیا۔ پھر یزید پر اجتماع ہوا اور امام حسینؓ پر نہیں ہوا بلکہ آپ شہید کر دیئے گئے۔ پھر یزید کے مرنے کے بعد اختلاف پیدا ہو گیا حتیٰ کہ ابن زبیر کے قتل کے بعد عبدالملک بن مروان پر پھر اجتماع ہو گیا۔ اور عبدالملک بن مروان کے بعد اسکی چاروں اولادوں یعنی ولید سلیمان۔ یزید۔ ہشام پر ہوا اور سلیمان اور یزید کے درمیان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز پر بھی اجتماع ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس حساب سے خلفاء راشدین کے علاوہ یہ سات خلیفہ ہوئے اور بارہواں ولید بن یزید بن عبدالملک ہے کہ لوگوں نے اسکے چچا ہشام کے انتقال کے بعد اس پر اجتماع کر لیا تھا۔ پھر چار برس کے بعد لوگ اس سے پھر گئے اور اسکو قتل کر ڈالا اور فتنہ وفساد پیدا ہو گیا اور اس وقت سے زمانہ ہی پلٹ گیا اور اسکے بعد پھر کسی خلیفہ کے واسطے اجتماع نہیں ہوا کیونکہ یزید بن ولید اپنے چچا کے بیٹے ولید بن یزید کے خلاف کھڑا ہو گیا مگر یہ بھی دیر تک زندہ نہیں رہا بلکہ اس کے باپ کے چچا کا بیٹا مروان ابن محمد بن مروان غالب آ گیا اور جب یزید مرا تو اسکے بھائی ابراہیم نے سلطنت ہاتھ میں لی مگر اسی مروان نے ابراہیم کو بھی قتل کر ڈالا۔ پھر مروان پر بنو عباس غالب آ گئے اور اسکو قتل کر ڈالا اور بنو عباس میں سب سے پہلا خلیفہ سفاح ہوا مگر اس کا بھی زمانہ نے دیر تک ساتھ نہ دیا اسکے بعد اس کا بھائی منصور خلافت پر بیٹھا اگرچہ اس نے کچھ مدت

تک سلطنت کی مگر اس کے ہاتھ سے مغرب اقصیٰ نکل گیا کیونکہ اندلس (اسپین) پر بنو امیہ غلبہ کر گئے اور مدتوں قابض رہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنی سلطنت کو خلافت کا لقب دیدیا اور بہت سی خرابیاں واقع ہوگئیں اور خلافت کا نام ہی نام باقی رہ گیا۔ حالانکہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں مسلمانوں نے مشرق سے مغرب تک غلبہ پالیا تھا اور شرقاً و غرباً خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور تمام شہروں میں بغیر حکم خلیفہ کے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اندلس کا جدا ہونا اور وہاں برائے نام چند نام نہاد خلفاء کا حکومت کرنا اور انہیں کے ساتھ مصر میں عبیدیوں کا دعویٰ خلافت کرنا زوال خلافت بغداد کے اسباب ہیں۔ نیز علویوں اور خوارج کا اقطار زمین میں دعویٰ خلافت کرنا بھی زوال بغداد میں شامل ہے اس تاویل سے غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ پھر فتنہ و فساد ہوگا یہ ہو سکتی ہے کہ ناحق قتل واقع ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے۔ بلکہ زیادہ ہوتے جائیں گے اور ایسا ہی ہوا یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بارہ خلیفہ شروع اسلام سے لیکر قیامت تک ہوں گے اور حق پر عمل کریں گے یہ ضروری نہیں کہ وہ یکے بعد دیگرے ہی ہوں۔ اس تاویل کی تائید مسدد کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو وہ اپنی مسند کبیر میں ابوالخلد انہ سے لائے ہیں کہ نہیں ہلاک ہونے کی یہ امت تاوقتیکہ اسمیں سے ایسے بارہ خلفاء دگذریں جو دین حق اور راہ ہدایت پر چلنے والے ہوں گے اور انہیں میں سے دو آدمی اہل بیت میں سے ہوں گے۔ اس تاویل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی کہ پھر فتنہ و فساد ہوگا یہ معنی ہوں گے کہ وہ فتنے خروج دجال سے لیکر زمانہ مابعد تک ہوں گے اور قرب قیامت کی خبر دینے والے ہوں گے انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ وہ بارہ خلفاء یہ ہیں۔ خلفاء اربعہؓ۔ امام حسنؓ۔ امیر معاویہؓ۔ ابن زبیرؓ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ۔ آٹھ تو یہ ہوئے ملویں مہتدی کو بھی شامل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خلیفہ عباسیوں میں ایسا عادل ہوا ہے جیسے کہ بنی امیہ میں عمر بن عبدالعزیز۔ ایسے ہی طاہر کو بھی شامل کرنا چاہیئے اس لئے کہ وہ بھی بہت ہی بڑا عادل خلیفہ ہوا ہے۔ دو ابھی باقی ہیں ایک ان دونوں میں سے مہدی ہوں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہوں گے۔

فصل

ان احادیث میں جو بنی امیہ کی خلافت بتلانیوالی ہیں

ترمذی کہتے ہیں یوسف بن سعد سے مروی ہے کہ جس وقت امام حسنؓ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے

بیعت کر لی تو ایک آدمی کھڑا ہو کر امام حسنؓ سے کہنے لگا کہ تو نے مسلمانوں کا منہ سیاہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تجھ پر رحم فرمائے مجھے بُرا نہ کہہ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب خواب میں بنو امیہ کو منبر پر دیکھا تھا تو آپ کو بہت ناگوار معلوم ہوا تھا۔ اُسی وقت انا اعطینٰک الکوثر اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر نازل ہوئیں۔ یعنی نازل کیا ہم نے قرآن کو قدر کی رات میں اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہے رات قدر کی رات قدر کی بہتر ہے ہزار مہینے سے۔ آپ کے انتقال کے ہزار مہینے کے بعد اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنو امیہ مالک ہو جائیں گے۔ قاسم کہتے ہیں کہ ہم نے حساب لگایا تو امیر معاویہؓ کی بیعت بالکل ہزار ہی مہینہ کے بعد واقع ہوئی نہ کم و بیش۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ یہ حدیث قاسم ہی سے مروی ہے اگرچہ وہ ثقہ ہیں مگر اُن کے اُستاد مجہول تھے۔ اسی حدیث کو حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ حافظ ابو الحجاج کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور ابن کثیر بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر اپنی تفسیر میں جد عباس ابن سہل سے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی حکم بن عاص کو (خواب میں) دیکھا کہ بندر کی طرح منبر پر کودتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بُرا معلوم ہوا۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات شریف تک کبھی نہیں ہنسے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ اسکا شانِ نزول یہی خواب ہے۔ اس حدیث کے اسناد ضعیف ہیں لیکن احادیث عبد اللہ بن عمر و یعلی بن مرہ اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم اس حدیث کے شواہد ہیں۔ اس حدیث کو میں نے دیگر طریقوں کے ساتھ کتاب التفسیر والمسند میں نقل کیا ہے۔ نیز کتاب اسباب النزول میں بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہے

فصل

اُن احادیث میں جو بنی عباس کی خلافت کی بشارت دینے والی ہیں

بزار نے بسند ابو ہریرہؓ لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ تم لوگوں میں نبوت اور بادشاہت دونوں ہیں (اس حدیث کی سند میں عامری ضعیف ہے مگر اسکو ابو نعیم دلائل النبوت میں اور ابن عدی کامل میں اور ابن عساکر اپنی کتاب میں متعدد طریقوں سے لائے ہیں)۔ امام ترمذی بروایت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے ارشاد فرمایا کہ کل صبح اپنے بیٹے کو لیکر آپ میرے پاس آئیے تاکہ میں اُنکے لئے دعا کروں کہ خداوند تعالیٰ آپ اور آپکی اولاد کو نفع بخشے۔ حضرت عباسؓ صبح اپنے بیٹے کو کپڑے پہنا کر حضور صلی اللہ کی خدمت میں لے گئے حضور

صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہ العالمین عباس اور اسکے بیٹے کی ظاہر اور باطن میں مغفرت کر اور کسی گناہ میں نہ پکڑ۔ اے اللہ اسی اور اسکے بیٹے کی حفاظت فرما ترمذی اپنی جامع میں اتنا ہی لکھتے ہیں مگر زرین العبیدی نے اسکے آخر میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ اسکے بعد اس کی خلافت کو باقی رکھ میرے نزدیک یہ اور اس سے پہلی حدیث اصلح ہیں۔

طبری نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو مروان کو میں نے اپنے منبر پر پے در پے چڑھتے دیکھا تو مجھ کو بُرا معلوم ہوا لیکن جب بنو عباس کو دیکھا تو مجھے اچھا معلوم ہوا۔ ابو نعیم حضرت ابو ہریرہؓ کی سند سے حلیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو حضرت عباسؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو الفضل کیا میں تم کو نہ بشارت دوں۔ کہا کہ ضرور دیجئے فرمایا کہ اللہ نے اس امر کو مجھ سے شروع کیا ہے اور تیری اولاد کے ساتھ اسکو ختم کرے گا (اسکے اسناد ضعیف ہیں) حضرت علیؓ کی حدیث میں بھی اسی طرح وارد ہوا ہے لیکن خطیب نے تاریخ میں ابن عباسؓ سے اس طرح روایت کی ہو کہ تم ہی سے یہ امر شروع ہوا اور تم ہی پر ختم ہو گا۔ میں عنقریب ہی اس حدیث پر مع اسکی اسناد کے مہتدی باللہ کے بیان میں بحث کرونگا۔

نیز ایک اور حدیث خطیب نے بسند جابر بن عبداللہ عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عباسؓ کی اولاد بادشاہ ہوگی۔ میری امت کے امیروں کی وجہ سے اللہ صاحب دین کو غلبہ دینگے۔

بروایت ابن عباسؓ ابو نعیم نے دلائل میں لکھا ہے کہ ام الفضل نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ میں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے بطن میں لڑکا ہے۔ جب پیدا ہو تو اُس کو لیکر میرے پاس آنا جب پیدا ہوا تو میں اُسے خدمت اقدس میں لیکر حاضر ہوئی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس لڑکے کے داھنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر فرمائی اور لعاب مُبارک اُسکے منہ میں ڈالا اور عبداللہ نام رکھا۔ اور فرمایا کہ خلفاء کے باپ کو لیجا میں نے اس وقوعہ کا ذکر حضرت عباسؓ سے کیا اُنہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں جو کچھ میں نے کہا ہے سچ ہے وہ خلفاء کا باپ ہی ہے اُسی کی اولاد میں سفاح اور مہدی ہوں گے۔ حتےٰ کہ وہ شخص بھی ہوگا جو حضرت عیسٰی بن مریم کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ دیلمی بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ

مسند الفردوس میں مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ قریب ہو کہ بنی عباس کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا اور انکے ہاتھ سے نہیں نکلنے کا تاوقتیکہ حق نہ قائم ہو جائے۔

دارقطنی نے افراد میں بسند ابن عباس لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا جب تیری اولاد سیاہ کپڑے پہننے لگے گی اور اہل خراسان اُن کے مددگار ہوں گے تو ہمیشہ انہیں میں حکومت رہیگی یہاں تک کہ وہ عیسٰی علیہ السلام کو سپرد کردینگے (یہ حدیث ضعیف ہے حتٰی کہ ابن جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے مگر اسکے لئے شواہد ہیں) طبرانی نے کبیر میں بروایت ام سلمہؓ مرفوعاً لکھا ہے کہ خلافت میرے چچا کے بیٹوں اور میرے باپ کے ہم جدوں میں رہیگی حتٰی کہ وہ اس کو مسیح علیہ السلام کو سپرد کردینگے۔ عقیلی کتاب الضعفاء میں بسند ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ بنی عباس وہ کام ایک دن میں کردینگے جس کو بنو امیہ دو دن میں کرینگے اور وہ کام ایک مہینہ میں انجام دینگے جس کو بنو امیہ دو مہینہ میں کرسکیں گے۔ ابن جوزی نے اسکو موضوعات میں بیان کیا ہے کیونکہ اس میں ایک راوی بکار بھی ہے جس کو وہ متہم کہتے ہیں۔ حالانکہ بکار کبھی بھی جھوٹ بولنے یا وضع حدیث میں متہم نہیں ہوئے۔ البتہ ابن عدی نے اُن کو ضعفاء میں شمار کیا ہے پھر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ چنداں حرج نہیں ہے اور نہ اس حدیث کے معنی کچھ بعید از قیاس ہیں کیونکہ دولت بنی عباس کا زمانہ عروج جبکہ ان کی حکومت ماسوائے مغرب اقصٰے کے چار دانگ عالم میں مشرق سے مغرب تک تھی سنہ ۱۳۰ھ کے قریب سے شروع کر ۲۹۰ھ تک کے قریب ہی یہانتک کہ خلافت مقتدر کے سپرد ہوئی اور سلطنت کے انتظام میں خلل پڑگیا اور مغرب کا تمام ملک اسکے ہاتھ سے نکل گیا اور اسکی دولت میں اسکے بعد فساد و اختلال پیدا ہوگیا جیسا کہ آگے آئے گا اس حساب سے ان کی دولت اور مملکت کا عروج ایک سو ساٹھ سال (یا کچھ کم و بیش) رہا اور یہ زمانہ بنو امیہ کے عروج کے زمانہ سے دوچند ہے کیونکہ ان کے عروج کا زمانہ بانوے ۹۲ برس ہے ان میں سے نو برس ابن زبیر کی خلافت کے منہا کرنے کے بعد تراسی سال باقی رہتے ہیں جو دولت عباسیہ کے زمانہ عروج سے نصف ہے اسکے علاوہ اس کی شاہد وہ حدیث بھی ہے جس کو زبیر بن بکار نے موفقیات میں بروایت ابن عباس نقل کیا ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ اگر تم ایک روز حکومت کروگے تو ہم دو روز کرینگے۔ اور اگر تم ایک مہینہ کروگے تو ہم دو مہینے کریں گے اور اگر تم ایک سال کروگے تو ہم دو سال کرینگے۔ ابن زبیر موفقیات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سیاہ جھنڈے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کے واسطے ہیں اور

ان کا زوال مغرب کی طرف سے ہوگا۔ تاریخ دمشق میں ابن عساکر لکھتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ حضرت عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی کہ اے الٰہ العالمین عباس اور اسکی اولاد کی مدد فرما۔ پھر حضرت عباسؓ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے چچا جان کیا آپ اس بات کو نہیں جانتے کہ آپ کی اولاد میں سے مہدی موفق ہوگا ذکریں جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہے وضاع ہے۔ ابن سعد بروایت ابن عباسؓ طبقات میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت عباسؓ نے عبد المطلب کی اولاد کو جمع کیا چونکہ حضرت عباسؓ کو حضرت علیؓ سے کمال محبت تھی اس لئے آپ نے اُن سے فرمایا کہ میں تم سے آج ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں جاکر عرض کرو کہ اگر خلافت ہمارے ہی واسطے ہے تو جب تک ہم میں سے ایک بھی زندہ ہے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینگے اور اگر ہمارے واسطے نہیں ہے تو ہم آج ہی سے اسکی کچھ پرواہ نہ کریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ اے چچا جان بے شک خلافت آپ ہی کے لئے ہے کسی کی بھی مجال نہیں کہ اسمیں منازعت کرے۔

فصل

دیلمی مسند الفردوس میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ جب کسی قوم کو بادشاہت کے واسطے پیدا کرتے ہیں تو اپنا دست قدرت اُسکی پیشانی پر پھیر دیتے ہیں (اسکے راویوں پر میسرہ متروک ہے) اسکو دیلمی نے تین طریقوں سے بیان کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

فصل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کے بیان میں جو خلفاء میں آخر وقت تک چلی آئی ہے

سلفی طیوریات میں لکھتے ہیں کہ جب کعب بن زہیر نے اپنا وہ قصیدہ جس کا نام بانت سعاد تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر جو اُس وقت اوڑھے ہوئے تھے کعب بن زہیر کی طرف پھینک دی۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانۂ حکومت میں کعب کو لکھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک دس ہزار درہم کی عوض میں ہمیں ہدیہ کردو مگر اُنہوں نے اسکو منظور نہ کیا۔ جس وقت کعب نے وصال کیا تو حضرت

معاویہؓ نے ان کی اولاد سے اُسکو بیس ہزار درہم میں خریدی پھر وہ چادر خلفاء بنی عباسؓ کی طرف منتقل ہوگئی۔ علاوہ سلفی کے اور لوگ بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ مگر ذہبی اپنی تاریخ میں یوں لکھتے ہیں کہ یہ چادر چادر نہیں تھی جسکو حضرت معاویہؓ نے خریدا تھا بلکہ وہ تھی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں اہل ایلہ کو بطور نشان امان کے اپنے خط کے ساتھ مرحمت کی تھی پھر اُسکو تیس ہزار درہم میں سفاح نے خرید لی تھی۔ میرے نزدیک جو چادر معاویہؓ نے خریدی تھی وہ دولت عباسیہ کے زوال کے وقت گم ہوگئی امام حنبلؒ (زہد میں) لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چادر ایک وفد کے آنے کے وقت اوڑھکر نکلے تھے وہ حضرموتی تھی۔ اس کا طول چار گز کا اور عرض دو گز ایک بالشت کا تھا یہی چادر خلفاء کے پاس پہنچی اور بوجہ بوسیدہ ہونے کے کپڑوں میں لپٹی رہتی تھی۔ خلفاء عیدین میں پہنا کرتے تھے۔ اسی طرح بطور وراثت کے نسلاً بعد نسل خلفاء میں چلی آتی تھی۔ خلفاء بڑے بڑے جلوسوں میں بطور تبرک کے اسکو کاندھے پر ڈال لیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب مقتدر فتنۂ تاریں مقتول ہوا تو یہ چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اُسکے خون میں آلودہ ہوئی اور اُسی جگہ ضائع ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فصل

بعض مختلف فوائد ہیں جنکا ذکر یہاں مناسب ہے

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ صولی نے کہا ہے کہ ہر چھٹے خلیفہ نے خلع کیا ہے۔ میں نے جو غور کیا تو فی الواقع عجیب بات معلوم ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل خلیفہ ہیں آپ کے بعد ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ پھر حسنؓ ہیں۔ جنہوں نے خلع کیا۔ پھر معاویہؓ۔ یزیدؒ بن معاویہ۔ معاویہؒ بن یزید۔ مروانؒ عبدالملک بن مروان۔ ابن زبیرؓ انہوں نے بھی خلع کیا۔ پھر ولیدؒ۔ سلیمانؒ۔ عمرؒ بن عبدالعزیز۔ یزیدؒ۔ ہشامؒ۔ ولیدؒ۔ اسنے بھی خلع کیا اور بنی امیہ کی سلطنت ہی جاتی رہی۔ اس کے بعد سفاحؒ۔ پھر منصورؒ۔ مہدیؒ۔ ہادیؒ۔ رشیدؒ۔ امینؒ اس نے خلع کیا۔ پھر مامونؒ۔ معتصمؒ۔ واثقؒ۔ متوکلؒ۔ منتصرؒ۔ مستعینؒ نے خلع کیا۔ پھر معتزؒ۔ مہتدیؒ۔ معتمدؒ۔ معتضدؒ۔ مکتفیؒ۔ مقتدرؒ جس نے دو مرتبہ خلع کیا۔ آخر قتل ہوئے۔ پھر قاہرؒ۔ راضیؒ۔ متقیؒ۔ مستکفیؒ۔ مطیعؒ۔ طائعؒ اس نے بھی خلع کیا۔ پھر قادرؒ۔ قائمؒ۔ مقتدیؒ۔ مستظہرؒ۔ مسترشدؒ۔ راشدؒ۔ اس نے بھی خلع کیا۔

(ابن جوزی کا آخری کلام یہی ہے)

ذہبی کہتے ہیں کہ چند وجہ ایسی ہیں جن سے بپایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ کیونکہ عبدالملک کے بعد

ابن زبیر کو بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ابن زبیر پانچویں خلیفہ ہیں۔ اور ان کے بعد عبدالملک خلیفہ ہوئے یا یوں کہنا چاہیئے کہ دونوں مل کر پانچویں خلیفہ تھے۔ یا ایک خلیفہ تھا اور دوسرا خارج کیونکہ ابن زبیر سابق البیعت تھے۔ لہٰذا عبدالملک کی خلافت ابن زبیر کے قتل کے بعد صحیح ہوئی۔ دوسرے یزید الناقص اور اس کے بھائی ابراہیم کو بھی شمار نہیں کیا حالانکہ ابراہیم نے خلع کیا ہے۔ نیز مروان بھی شمار نہیں کیا گیا۔ پس اس حساب سے امین نواں خلیفہ ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات پہلے جو گذر چکی ہے کہ مروان کا شمار نہیں کیا گیا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ باغی تھا۔ نیز معاویہ بن یزید بھی باغی تھا کیونکہ ابن زبیر سے لوگوں نے یزید کی موت کے بعد بیعت کی تھی اور معاویہؓ نے شام میں ان کے خلاف ہتیار اُٹھائے تھے۔ پس اس حساب سے ان دونوں کو ایک شمار کیا گیا ہے اور یزید ناقص کے بعد جو ابراہیم تخت پر بیٹھا تھا اُسکی خلافت تامہ نہ تھی کیونکہ ایک قوم نے اُسکی بیعت کی اور ایک نے نہیں کی تھی۔ بعض اسکو خلیفہ ہی نہیں کہتے بلکہ اس کو امیر کا خطاب دیتے ہیں۔ نیز اسکی مدت سلطنت ہی کل چالیس یا ستر روز ہیں۔ پس اس حساب سے مروالحمار چھٹا ہوا کیونکہ وہ معاویہ کے بعد بارھواں خلیفہ تھا۔ اور امین اسکے بعد چھٹا۔ اصل یہ ہے کہ خلع چھٹے پر ہی موقوف نہیں ہے۔ بلکہ معتز اور قاہر اور متقی اور مستکفی نے بھی خلع کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسمیں کچھ حرج نہیں کہ قائل کا مقصود یہ ہے کہ ہر چھٹے خلیفہ نے ضرور بالضرور خلع کیا ہے یہ اس بات کا منافی نہیں ہے کہ درمیان میں کسی نے خلع نہیں کیا ہے۔ یہ بھی اعتراض ہے کہ راشد کے بعد متقی اور پھر مستنجد مستضی۔ ناصر۔ ظاہر۔ مستنصر ہوئے اور مستنصر جو چھٹا تھا اسنے خلع نہیں کیا پھر مستعصم خلیفہ ہوا۔ اُسکو تاتاریوں نے شہید کر کے خلافت کا خاتمہ کر دیا اسکے بعد ساڑھے تین سال تک کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ پھر مستنصر خلیفہ ہوا مگر وہ دارالخلافت میں نہیں تھا بلکہ اُسکی بیعت مصر میں واقع ہوئی تھی۔ مصر سے وہ عراق پہنچکر تاتاریوں سے لڑکر شہید ہوا اور پھر ایک سال تک تخت خلافت خالی رہا۔ اب خلافت مصر میں منتقل ہو گئی۔ یہاں سب سے پہلا خلیفہ حاکم ہوا اسکے بعد مستکفی۔ واثق۔ حاکم معتضد متوکل ہوئے اور چھٹے خلیفہ متوکل نے خلع کیا۔ اسکے بعد مستعصم ہوا اور پندرہ روز خلیفہ رہ کر ہی خلع کر دیا۔ اسکے بجائے پھر دوبارہ متوکل خلیفہ ہوا۔ اور پھر خلع کیا اور انکے بعد محمد ذکریا مستعصم خلیفہ ہوا اور خلع کیا پھر سہ بارہ متوکل ہی ہوا اور مرتے دم تک خلیفہ رہا۔ پھر مستعین معتضد مستکفی۔ قائم ہوئے اور قائم نے جو مستعصم اول و دوم سے چھٹا تھا خلع کیا۔ اسکے بعد مستنجد جو اسوقت خلیفہ ہے تخت خلافت پر متمکن ہوا اور یہ بنی عباس کا اکیاونواں بادشاہ ہے۔

دیگر مختلف فوائد

بیان کیا جاتا ہے کہ خلفاء بنی عباس میں ایک شروع کرنیوالا ہے دوسرا درمیانی ہے تیسرا آخری ہے۔ چنانچہ منصور شروع کرنیوالا اور مامون درمیانی اور معتضد آخری ہے۔ خلفاء بنی عباس سفاح مہدی اور امین کے علاوہ سب کنیزکوں کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب اور امینؓ بن رشید کے سوا کوئی ہاشمی خلیفہ ہاشمیہ کے بطن سے نہیں تھا۔ (اسکو صولی نے روایت کیا)

علاوہ حضرت علیؓ بن ابی طالب اور علی المکتفی کے کسی خلیفہ کا نام علی نہیں تھا (ذہبی)

میں کہتا ہوں کہ اکثر خلفائے کے نام مفرد ہیں اور مثنی بہت کم البتہ ایک جیسے نام بہت ہیں۔ عبداللہ احمد۔ محمد۔

خلفاء کے نام مستعصم تک جو آخر خلیفہ عراق ہے مفرد ہیں۔ پھر خلفاء مصرین میں مکرر رکھے گئے۔ جیسے مستنصر مستکفی۔ واثق۔ حاکم معتضد متوکل مستعصم مستعین۔ قائم مستنجد۔ ان میں سے مستکفی۔ اور معتضد تین نام کے رکھے گئے اور باقی دو دو کے۔

بنی عباس کے خلفاء میں سے کوئی شخص خلفاء بنی عبید کا ہم نام نہیں ہوا۔ بجز قائم۔ حاکم۔ طاہر اور مستنصر کے۔ مہدی اور منصور قبل از وجود بنی عبید کے بنی عباس میں رکھے جاچکے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ اگر کسی خلیفہ یا بادشاہ کا لقب قاہر ہو تو وہ فلاح کو نہیں پہنچتا اور نہ کبھی پھولتا پھلتا ہے۔ میرے نزدیک یہی حال مستکفی اور مستعین کے لقب والوں کا بھی ہے۔ دیکھئے بنی عباس میں دو خلیفہ اس نام کے ہوئے دونوں نے خلع کیا اور قتل ہوئے ہاں معتضد بابرکت اور سب سے اچھا لقب ہے اپنے بھتیجے کی جگہ سوائے مقتفی اور مستنصر کے کوئی تخت خلافت پر نہیں بیٹھا مقتفی راشد کے بعد اور مستنصر معتصم کے بعد خلیفہ ہوئے (ذہبی)

ایک باپ کے تین بیٹے یکے بعد دیگرے سوائے امین۔ مامون اور معتصم کے اولاد ہارون رشید میں اور مستنصر معتز اور معتمد اولاد متوکل میں اور راضی مقتفی مطیع اولاد مقتدر میں خلافت پر نہیں بیٹھے۔

کہتے ہیں کہ اولاد عبدالملک میں چار بیٹے تخت پر بیٹھے جس کی نظیر خلفاء میں نہیں ملتی البتہ بادشاہوں میں ملتی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ نظیر خلفاء میں بھی ملتی ہے۔ دیکھئے متوکل کی اولاد سے چار نہیں بلکہ پانچ ہوئے مستعین۔ معتضد مستکفی۔ قائم مستنجد۔

اپنے والد کی حیات میں سوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ابوبکر الطائع بن مطیع کے کوئی خلیفہ نہیں ہوا چونکہ ابوبکر الطائع کے باپ کو فالج پڑ گیا تھا اسلئے اُسنے طوعاً وکرہاً اپنے بیٹے کو خلیفہ کیا علماء کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے باپ کی زندگی میں خلیفہ ہوا اور خلافت کا متولی ہوا وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

جس نے سب سے اوّل بیت المال بنایا اور قرآن شریف کو مصحف کا خطاب دیا وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

وہ شخص جو سب سے اول امیر المومنین کہلایا اور درہ ایجاد کیا سنہ ہجری جاری کیا تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ دیوان خانہ تعمیر کرایا۔ حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔

جس نے سب سے پہلے چراگاہیں مقرر کیں۔ جاگیریں دیں۔ جمعہ میں اذان ثانی پڑھوائی مؤذن کی تنخواہیں مقرر کیں خطبہ پر لکنت سے قادر نہ ہوسکے۔ پولیس مقرر کی وہ حضرت عثمان غنیؓ ہیں۔

جس نے سب سے پہلے اپنی زندگی میں ولیعہد مقرر کیا اور اپنی خدمت کے لئے خواجہ سرا رکھے وہ حضرت معاویہؓ ہیں۔

جس کے دربار میں سب سے پہلے دشمن کا سر کٹ کے آیا۔ عبداللہ ابن زبیر ہیں۔

جس نے سب سے پہلے اپنا نام سکہ پر ضرب کرایا۔ عبدالملک بن مروان ہے۔

جس شخص نے سب سے پہلے اپنا نام لیکر پکارنے کو منع کیا۔ ولید بن عبدالملک ہے۔

جنہوں نے سب سے اول القاب کا اختراع کیا۔ خلفاء بنی عباس ہیں۔

ابن فضل اللہ کہتے ہیں کہ بعض کا گمان ہے کہ بنی عباس کی طرح بنو اُمیہ نے بھی القاب مقرر کر رکھے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ معاویہؓ کا لقب الناصر الدین اللہ اور یزید کا المستنصر اور معاویہ بن یزید کا الراجع الی الحق اور مروان کا المؤتمن باللہ تھا۔ اسی طرح عبدالملک کا الموفق الامر اللہ۔ اس کے بیٹے ولید کا المنتقم باللہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا المعصوم باللہ۔ یزید بن عبدالملک کا القادر بصنع اللہ اور یزید ناقص کا الشاکر لانعم اللہ تھا۔

جس کے عہد میں زبانیں مختلف ہوئیں وہ سفاح ہے۔

جس نے سب سے پہلے نجومیوں کو بلایا اور ان کے کہنے پر عمل کیا اور اپنے غلاموں کو حاکم بنایا عرب کا گورنر کیا وہ منصور ہے۔

جس نے سب سے اول غیر مذاہب کے رد میں کتابیں لکھوائیں وہ مہدی ہے۔

جس نے سب سے اول جلو میں تلواریں اور نیزے لیکر سپاہیوں کو چلایا ہادی ہے۔
جس نے سب سے اول گیند بلا یعنی چوگان کھیلا رشید ہے۔
جس کو سب سے پہلے اُس کے لقب کے ساتھ پکارا گیا اور جو سب سے پہلے لقب کے ساتھ لکھا گیا۔ امین ہے۔
جس نے سب سے پہلے ترکوں کو دیوان میں جگہ دی معتصم ہے۔
جس نے سب سے اوّل ذمی کا لباس خاص مقرر کیا۔ متوکل ہے۔
جس کو سب سے پہلے ترکوں نے شہید کیا متوکل ہے اور اسی واقعہ سے ظاہر ہو گئی تصدیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی جسکو طبرانی نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم ترکوں کو اس سے پہلے چھوڑ دو کہ وہ تم کو چھوڑیں کیونکہ سب سے اوّل وہی لوگ ہوں گے جو میری اُمت کے ایک بادشاہ کو ان سے جدا کر دینگے۔
جس نے سب سے اول چوڑی آستین اور چھوٹی ٹوپیاں استعمال کیں وہ مستعین ہے۔
جس نے سب سے اول گھوڑوں کو چاندی کا زیور پہنایا وہ معتز ہے۔
جس پر سب سے اول جبر و قہر کیا گیا معتمد ہے۔
جو سب سے پہلے بچپن میں خلیفہ بنایا گیا۔ مقتدر ہے۔
سب سے آخر خلیفہ جو تدبیر لشکر اور اموال سے الگ کیا گیا۔ راضی ہے۔ یہی وہ خلیفہ ہے جس نے سب سے آخر میں شعر کہا خطبہ پڑھا اور ہمیشہ لوگوں کو نماز پڑھاتا رہا اور یہی وہ خلیفہ ہے جس نے اپنے ہم نشینوں۔ ندیموں کو اپنے سامنے بٹھایا اور یہی وہ آخر خلیفہ ہے جس کا وظیفہ۔ جاگیر۔ خدام۔ کنیزیں۔ خزانہ۔ مطبخ۔ مجلس۔ نگہبان۔ پہلے خلفاء کی طرح الگ تھا۔ یہی وہ خلیفہ ہے کہ جس کے بعد پھر کسی خلیفہ نے لباس خلافت پہن کر سفر نہیں کیا۔
جس کے نام سے القاب مکرر ہوئے وہ سب سے اوّل مستنصر ہے جو معتصم کے بعد خلیفہ ہوا (عسکری)
جو شخص سب سے اول اپنی والدہ مکرمہ کی حیات میں خلیفہ ہوا وہ حضرت عثمان غنیؓ ہیں۔ پھر ہادی رشید۔ امین۔ متوکل۔ مستنصر۔ مستعین۔ معتز۔ معتضد مطیع ہیں۔
صولی کہتے ہیں کہ کوئی عورت سوائے والدہ ولید و سلیمان۔ ابنان۔ عبد الملک کے اور شاہین والدہ یزید ناقص و ابراہیم کے اور خیزران والدہ ہادی و رشید کے ایسی نہیں

ہوئی جسکے بطن سے دو خلیفہ پیدا ہوئے ہوں مگر میں کہتا ہوں کہ اسی میں والدہ عباس وحمزہ اور والدہ داؤد وسلیمان کو بھی شامل کرنا چاہئے وہ داؤد وسلیمان جو متوکل اخیر کی اولاد سے تھے۔

فا عبیدیوں میں خلافت سے ملقب چودہ اشخاص ہوئے ہیں۔ ان میں سے تین آدمی یعنی مہدی۔ قائم اور منصور مغرب میں اور گیارہ آدمی یعنی معز۔ عزیز۔ حاکم۔ طاہر۔ مستنصر۔ مستعلی۔ آمر۔ حافظ۔ ظافر۔ فائز۔ عاضد مصر میں۔ ابتداء سلطنت ان کی سنہ ۲۹۹ھ کے کچھ بعد ہوئی اور زوال سلطنت ۵۶۷ھ میں ہو گیا **ف۲** ذہبی کہتے ہیں کہ اُن کی سلطنت گویا مجوسیوں اور یہودیوں جیسی سلطنت تھی نہ علویوں جیسی اور باطنیہ چونکہ فاطمیہ نہ تھے اس لئے ان کی سلطنت کو بھی خلافت نہیں کہہ سکتے **ف۳** مغرب میں بنوامیہ میں سے جنہوں نے خلافت کی وہ عبیدین سے شریعت وسنت عدل وفضل وعلم وجہاد میں بدرجہا بہتر تھے ان میں سے چھ شخص اندلس میں خلیفہ کے لقب سے مخاطب ہوئے۔ اکثر علماء نے خلفاء کی تاریخیں لکھیں ہیں منجملہ ان کے نفطویہ نحوی نے دو جلدوں میں ایک تاریخ لکھی ہے اور اسمیں اُنہوں نے قاہرہ کے زمانہ تک کا حال بیان کیا ہے۔ صولی نے بھی ایک تاریخ لکھی ہے جو محض عباسیوں کی تاریخ ہے وہ میں نے دیکھی ہے اور اس سے اس کتاب میں مدد لی ہے۔ جوزی نے بھی صرف عباسیوں کی ہی تاریخ لکھی ہے۔ اسمیں ناصر کے زمانہ تک کا حال ہے۔ اسے بھی میں نے دیکھا ہے۔ ابوالفضل احمد بن ابو طاہر المروزی جن کی وفات سنہ ۲۸۰ھ میں ہوئی اُنہوں نے بھی ایک تاریخ لکھی ہے۔ نیز ایک بنی العباس امیر ابی موسئے ہارون بن محمد العباسی نے بھی لکھی ہے۔ **ف۴** خلیب لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان اور مامون کے سوا کوئی خلیفہ حافظ قرآن نہیں ہوا لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے بلکہ ابوبکر صدیق بھی حافظ قرآن تھے اس کی تصریح ایک جماعت مورخین نے کی ہے اور نووی نے اپنی تہذیب میں لکھا ہے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی بعد از وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ **ف۵** ابن الساعی کہتے ہیں کہ خلیفہ طاہر کے بیعت لینے کے وقت میں موجود تھا۔ طاہر ایک سفید کپڑے کے قبہ دار چنبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اُسنے اپنی چادر نواوڑھ رکھی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر شانوں پر ڈال رکھی تھی۔ وزیر سامنے اور داروغہ تخت کے زینہ پر کھڑے تھے لوگوں سے ان الفظوں پر بیعت لے رہا تھا کہ میں اپنے سردار مولا امام جسکی اطاعت اور فرمانبرداری تمام دنیا پر فرض ہے جسکا نام نامی ابوالنصر محمد طاہر بامر اللہ ہے کے ہاتھ پر قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رواج ارشاد امیرالمؤمنین کے لئے بیعت کرتا ہوں نیز یہ کہ اسکے سوا اور کوئی خلیفہ نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کا نام نامی عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی تیمی۔ آپ نسب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرہ بن کعب سے ملتے ہیں۔ نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم مبارک عبداللہ مشہور تھا اور یہی صحیح ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا۔ لیکن تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آپ کا لقب تھا نام نہیں تھا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ آتش دوزخ سے عتیق یعنی آزاد ہیں۔ (روایت کیا اسکو ترمذی نے) بعض کہتے ہیں کہ آپ حسن و جمال کی وجہ سے عتیق کے لقب سے ملقب ہوئے (عتیق کے معنی حسن و جمال کے ہیں) بعض قائل ہیں کہ چونکہ آپ کے نسب میں کوئی بات قابل عیب نہیں تھی اس واسطے آپ کو عتیق کہتے تھے مصعب بن زبیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ اس پر تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ آپ کا لقب صدیق ہے کیونکہ آپ نے بے خوف اور نڈر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی۔ آپ سے کبھی بھی کسی امر میں ترش روئی سرزد نہیں ہوئی۔ اسلام میں جناب کا درجہ سب سے اعلیٰ اور بلند ہے۔ صدیق کے لقب ملنے میں معراج کا قصہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے کافروں کے جواب میں ثابت قدمی دکھلائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق فرمائی ہے۔

آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا ہجرت کرنا اہل وعیال کو چھوڑنا۔ غار اور تمام راستہ میں اپنے آقا کی خدمت بجالانا بلکہ اپنے اوپر لازم کر لینا۔ جنگ بدر میں کلام کرنا حدیبیہ میں جو بوجہ مکہ شریف میں نہ داخل ہونے کے لوگوں میں شبہ پڑ گیا تھا اُسکو دور کرنا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کہ اللہ صاحب نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دُنیا و آخرت میں جسے چاہے پسند کرلے پھر رو پڑنا۔ وفات حسرت آیات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ثابت قدم رہنا۔ لوگوں میں خطبہ کے ذریعہ اسوقت تسکین پیدا کرنا۔ مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے خلافت کے لئے تیار ہو جانا۔ پھر اسامہ بن زید کو لشکر دیکر شام کی طرف بھیجنا اور اس سے نہ ہٹنا۔ مرتدوں سے ایسے نازک وقت میں لڑائی کے لئے کھڑے ہو جانا۔ صحابہ کو قائل کر دینا۔ صحابہ کا شرح صدر کر کے ان کو حق دکھلا دینا۔ شام کو فتح کرنا۔ لشکر شام کو مدد پہنچانا۔

آپ کے احسن مناقب اور اجل فضائل میں سے ہیں۔ نیز جناب کا حضرت عمر فاروق رضؓ کو خلیفہ بنانا بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے سچ تو یہ ہے کہ جناب کے فضائل اور مناقب لاتعداد ہیں جو اس مختصر میں نہیں سما سکتے (یہ نووی کا کلام ہے) میرا ارادہ ہے کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے حالات اپنی معلومات کے موافق ذرا تفصیل سے لکھوں۔ اس لئے اس باب میں کئی فصلیں کرتا ہوں۔

فصل

آپ کے اسم و لقب میں جس کا اشارہ اوپر کیا جا چکا ہے

ابن کثیر کہتے ہیں اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کا نام عبداللہ بن عثمان ہے مگر ابن سعد ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا اسم شریف عتیق تھا۔ صحیح یہ ہے کہ آپکا عتیق لقب تھا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کا یہ لقب کب اور کس وجہ سے ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے یہ لقب ہوا (اس کو لیث بن سعد اور احمد بن حنبل وغیرہ نے روایت کیا ہے) ابو نعیم لکھتے ہیں یہ لقب اس وجہ سے ہوا کہ نیک کام میں آپ سب سے پیش رہتے تھے۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ یہ لقب اس وجہ سے پڑا کہ آپ کے نسب میں ایسا شخص کوئی نہیں گذرا جس پر کوئی عیب لگا یا گیا ہو بعض کا قول ہے کہ اول آپ کا نام عتیق رکھا گیا تھا پھر عبداللہ نام ہو گیا۔

طبرانی قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق کا اسم مبارک حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ عبداللہ۔ عرض کیا کہ لوگ تو عتیق کہتے ہیں فرمایا کہ ابو قحافہ کی تین اولاد تھیں۔ عتیق۔ معتق۔ معتیق۔ ابن مندہ اور ابن عساکر موسیٰ بن طلحہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو طلحہ سے دریافت کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق کا نام عتیق کیوں رکھا گیا۔ آپنے جواب دیا کہ ان کی والدہ ماجدہ کی اولاد چونکہ زندہ نہیں رہتی تھی جس وقت آپ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ آپکو لیکر خانہ کعبہ میں گئیں اور عرض کیا۔ الٰہی! یہ ننھا بچہ موت سے عتیق (آزاد) ہے مجھے عطا کرے۔

طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ کا نام بوجہ آپ کی حسن صورت کے عتیق رکھا گیا ابن عساکر حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کا نام انکے گھر والوں نے تو عبداللہ ہی رکھا تھا مگر عتیق بہت زیادہ مشہور ہو گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عتیق رکھدیا تھا۔

ابو یعلی اپنی مسند میں اور ابن سعد اور حاکم حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز

اپنے مکان میں تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ صحن مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں ایک پردہ حائل تھا کہ اچانک حضرت ابو بکرؓ تشریف لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دوزخ کی آگ سے آزاد شخص کو دیکھنا چاہے وہ ابو بکرؓ کو دیکھ لے ان کا نام ان کے خاندان والوں نے تو عبداللہ ہی رکھا تھا مگر عتیق مشہور ہو گیا۔ ترمذی اور حاکم حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر تم نار دوزخ سے خدا کے فضل سے، آزاد کئے ہوئے ہو۔ اسی روز آپ کا نام عتیق ہو گیا۔ عبداللہ ابن زبیر کی سند سے بزار اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ صدیق اکبر کا نام عبداللہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم آتش دوزخ سے آزاد کئے ہوئے ہو اسی روز سے اُن کا نام عتیق پڑ گیا۔ باقی صدیق جو آپ کا لقب ہے سو زمانہ جاہلیت میں ہی یہ لقب پڑ گیا تھا۔ کیونکہ آپ ہمیشہ سچ ہی بولا کرتے تھے (اسکو مسدی نے لکھا ہے) یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبروں کی تصدیق میں پہل کیا کرتے تھے۔ ابن اسحق بروایت حسن بصری کہتے ہیں کہ شب معراج کے دوسرے دن سے آپ کا یہ لقب ہوا۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ آپ کے دوست کو یہ زعم ہوا ہے کہ میں رات کو بیت المقدس پہنچایا گیا۔ آپ نے کہا کیا وہ ایسا فرماتے ہیں مشرکین نے کہا ہاں حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی زیادہ آسمانوں کی خبر دیتے تو میں اُسکی بھی تصدیق کرتا۔ اسی وجہ سے آپکا لقب صدیق ہو گیا۔ یہی حدیث حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ابن عساکر نے بیان کی ہے۔ (روایت کیا ہے اسکو طبرانی نے) سعید بن منصور اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ شب معراج میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذی طوی کے مقام پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل میری قوم میری تصدیق نہیں کرنے کی حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپ کی تصدیق ابو بکرؓ کرینگے وہ صدیق ہیں طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ ابن اسرہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا یا امیر المومنین کچھ حضرت ابو بکرؓ کے حال کی خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ وہ ہستی ہے جس کا نام اللہ نے جبرئیل اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صدیق رکھا۔ نماز میں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دینی معاملات میں خوش ہوئے ہم اپنی دنیا کے لئے بھی اُس سے

راضی ہو گئے۔ دار قطنی اور حاکم نے ابو یحییٰ سے روایت کی ہے۔ میں نے لاتعداد مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برسر منبر کہتے ہوئے سُنا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے حضرت ابو بکرؓ کا نام صدیق رکھا ہے۔ طبرانی حکیم بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک دفعہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کا نام اللہ نے آسمان سے نازل کیا ہے۔ حدیث احد میں موجود ہے کہ تم تسکین رکھو تم میں نبی صدیق شہید ہیں حضرت صدیق اکبر کی والدہ ماجدہ آپ کے والد بزرگوار کی چچا کی بیٹی تھیں جنکا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب اور کنیت ام الخیر تھی (زہری کہتے ہیں کہ اسکو ابن عساکر نے روایت کیا ہے)

فصل

آپ کے مولد و منشا میں

جناب حضرت ابو بکر صدیقؓ بعد از تولد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دو برس دو مہینے پہلے پیدا ہوئے اور جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر ترسٹھ سال کی تھی۔ خلیفہ بن خیاط یزید بن اصم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ تم بڑے ہو یا میں۔ ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ بڑے تو آپ ہی ہیں مگر عمر میری ہی زیادہ ہے (یہ حدیث بہت غریب ہے) آپ نے مکہ معظمہ میں ہی پرورش پائی اور سوائے ضرورت تجارت کے آپ کبھی مکہ معظمہ سے باہر نہیں نکلے اپنی قوم میں آپ مالدار تھے۔ آپ میں مروت اور احسان کا مادہ بہت زیادہ تھا قوم میں معزز سمجھے جاتے چنانچہ ابن الدغنہ کہتے ہیں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور احادیث کی تصدیق۔ گم شدہ کی تلاش سختی کا مقابلہ۔ مہمانوں کی ضیافت فرماتے ہیں نووی لکھتے ہیں کہ آپ ایام جاہلیت میں قریش کے رؤسا میں شمار ہوتے تھے اور قریش آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ آپ سے وہ لوگ بیحد محبت رکھتے تھے۔ اور آپ بھی اُن کے معاملات کی خوب خبر رکھتے تھے۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو گویا بالکل اسلام ہی کے ہو گئے۔ ابن زبیر لکھتے ہیں کہ آپ قریش کے اُن گیارہ اشخاص میں سے ہیں جنکو زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں میں شرف حاصل رہا ہے۔ آپ زمانۂ جاہلیت میں خون بہا اور جرمانہ کے مقدمات فیصل فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ قریش میں کوئی بادشاہ نہیں تھا جو سب کاموں کی باگ ڈور اُسکے ہاتھ میں ہو۔ بلکہ ہر قبیلہ کے رئیس کے ذمہ ایک مقررہ کام ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ بنی ہاشم کے متعلق حاجیوں کو پانی پلانا اور خورد و نوش میں امداد کرنا تھا۔ یعنی کوئی شخص حاجیوں کو انکے سوا

کھانا پینا نہیں دے سکتا تھا۔ اگر کوئی دے تو انہیں کے کھانے اور پانی میں سے دے سکتا تھا۔ عبدالدار کے ذمہ حجابت علمبرداری اور مجلس شوریٰ کا کام تھا اور بغیر ان کے حکم کے کبی دوسرے کے گھر کوئی نہیں جا سکتا تھا اور تاوقتیکہ بنی عبدالدار نہ علم اٹھاویں جنگ نہیں ہو سکتی تھی اور مجلس شوریٰ انہیں کے یہاں ہوتی تھی۔

فصل

حضرت ابو بکرؓ ایام جاہلیت میں بھی بہت بڑے متقی تھے

ابن عساکر حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جاہلیت یا اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا اور آپ نے اور حضرت عثمانؓ نے زمانہ جاہلیت میں ہی شراب ترک کر دی تھی ابو نعیم حضرت عائشہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے جاہلیت ہی میں اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔ ابن عساکر عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیقؓ نے کبھی شعر نہیں کہے۔ ابن عساکر ہی کہتے ہیں کہ صحابہ کے ایک مجمع میں کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ بھلا کبھی آپ نے شراب پی ہے آپ نے اللہ سے پناہ مانگ کر فرمایا کبھی نہیں۔ اسنے پھر کہا کہ کیوں۔ آپ نے جواب دیا تاکہ بدن میں سے بو نہ آئے اور مروت زائل نہ ہو۔ کیونکہ شراب پینے سے بدبو آیا کرتی ہے اور مروت جاتی رہتی ہے۔ یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ابو بکر سچ کہتے ہیں

فصل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ شریف

ابن سعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا رنگ گورا چھریرا بدن اور رخسار مبارک ذرا پچکے ہوئے تھے۔ آپ کا پائجامہ نیچے کو کھسک جاتا تھا۔ پیشانی پر اکثر پسینہ آیا رہتا تھا۔ آنکھیں نیچی رکھتے تھے۔ بلند پیشانی تھی۔ انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں۔ آپ مہندی یا کسم (کسنبہ) کا خضاب کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کی ڈاڑھی کھچڑی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ مہندی یا کسم سے خضاب کرنے لگے۔

فصل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے میں

ترمذی ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے بوقت تصفیۂ خلافت ارشاد فرمایا کہ میں تم سب سے خلافت کا زیادہ حقدار نہیں۔ کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق اسلام لائے روایت کیا اسکو ابن عساکر نے۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے عرض کیا کہ سب سے پہلے کون مسلمان ہوا آپ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ اور کیا تو نے حسان کے یہ اشعار نہیں سنے (ترجمہ) جب تو کسی کا رنج والم یاد کرے تو حضرت ابوبکرؓ کو بھی یاد کرنا۔ آپ دنیا میں سب سے زیادہ نیک عادل وفادار تھے۔ آپ لوگوں کو پاک کر گئے۔ آپ بارگاہ خداوندی کی طرف قصد کرنیوالے اور غار حرا میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے اور آپ ہی سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنیوالے تھے (انتہیٰ) (طبرانی) فرات بن سائب نے میمون بن مہران سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک حضرت علیؓ افضل ہیں یا حضرت ابوبکرؓ آپ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں ایسے وقت تک زندہ رہوں گا کہ جس میں ان دونوں کے موازنہ کرنے کا وقت آئے دونوں اچھے اور دونوں اسلام کے لئے بمنزلہ سر کے تھے۔ پھر دریافت کیا حضرت ابوبکرؓ پہلے مسلمان ہوئے تھے یا حضرت علیؓ آپ نے جواب دیا ابوبکرؓ بحیرہ راہب کے زمانہ میں اسلام لا چکے تھے حالانکہ حضرت علیؓ اس وقت تک پیدا بھی نہیں ہوئے تھے (ابونعیم) بعضوں نے کہا ہے کہ آپ کل صحابہ اور تابعین وغیرہم سے پہلے ایمان لائے تھے بلکہ بعضوں نے دعویٰ کیا ہے کہ آپکی سبقت اسلام پر اجماع ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے حضرت علی ایمان لائے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پہلے ایمان لائیں۔ ان اقوال کی تطبیق اس طرح ہے کہ مردوں میں اول حضرت ابوبکرؓ لڑکوں میں حضرت علیؓ عورتوں میں حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ ایمان لائیں۔ یہ توجیہ سب سے اول حضرت مولانا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ سالم بن جعد نے حضرت محمد بن حنیفہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا تو پھر یہ کیوں مشہور ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جس وقت سے حضرت ابوبکرؓ مسلمان ہوئے۔ مرتے دم تک

تمام مسلمانوں میں افضل رہے (روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے) سعد نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ کیا تم سب میں پہلے حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے تھے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ حضرت ابوبکرؓ کا اسلام ہم سب میں اچھا تھا اور اُن سے پہلے پانچ آدمی مسلمان ہو چکے تھے (ابن عساکر) ابن کثیر کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ سب سے اول ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے اہل بیت لائے تھے یعنی ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ۔ آپ کے غلام زید اور زید کی بیوی ام ایمن اور حضرت علیؓ اور ورقہ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کعبۃ اللہ کے قریب بیٹھا تھا اور زید بن عمرو کھڑا ہوا تھا۔ اتنے میں اُمیہ بن ابی الصلت آیا اور مزاج پرسی کے بعد کہنے لگا جس نبی کا انتظار ہے وہ ہم میں پیدا ہوگا یا تم میں۔ میں نے اس سے پہلے نبی موعود کا ذکر چونکہ کبھی نہیں سنا تھا اس لئے میں ورقہ بن نوفل کے پاس آیا۔ یہ شخص اکثر آسمان کی طرف دیکھتا رہتا تھا۔ اور اسکے سینہ میں سے ایک طرح کی آواز آیا کرتی تھی۔ میں نے ان کے پاس بیٹھ کے یہ قصہ بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں اکثر کتب سماویہ دیکھتا رہتا ہوں اس لئے مجھے معلوم ہے کہ نبی موعود وسط خاندان عرب میں سے ہوگا اور چونکہ تم بھی وسط عرب میں سے ہو اس لئے وہ تم میں ہی پیدا ہوگا۔ میں نے کہا ان کی کیا تعلیم ہوگی۔ آپ نے جواب دیا یہی کہ نہ ایک دوسرے پر ظلم کرو نہ کسی غیر پر ظلم کرو۔ نہ خود مظلوم بنو۔ میں یہ سُنکر چلا آیا پس جب وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے میں فوراً ایمان لے آیا اور آپ کی تصدیق کی (ابن عساکر) محمد بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے کسی کو دعوت اسلام کی تو سب کے دل میں تردد اور شک آیا۔ مگر ابوبکر صدیقؓ پر جب میں نے اسلام پیش کیا تو انہوں نے بلا فکر و تردد کے اسلام قبول کر لیا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ آپ نے سبقت اسواسطے کی کہ آپکے دلائل اور آثار قبل دعوت اسلام کے معلوم کر چکے اور سن چکے تھے لہٰذا فوراً ہی دعوت اسلام کے وقت لبیک کہی اور مسلمان ہو گئے اور ربیع تو یہ ہو کہ ہر ایک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گریز کیا مگر حضرت صدیق زمانہ جاہلیت میں بھی صدیق ہی تھے جیسے کہ اسلام میں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جس سے بھی مسلمان ہونیکو کہا میرے کلام کو پلٹتا رہا اور حجتیں کرتا رہا مگر ابن قحافہ کہ جب میں نے ان سے اسلام لانیکو کہا فوراً قبول کر لیا اور اسپر مستقل رہے۔ بخاری ابو الدرداء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے دوست کو چھوڑنا چاہتے ہو وہ ایسا شخص ہو کہ جب میں نے کہا کہ میں ایک اللہ کا رسول ہوں مجھے خداوند تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کیلئے بھیجا ہو تو تم نے مجھے جھٹلا دیا اُسوقت ابوبکرؓ نے ہی میری تصدیق کی۔

فصل

صحبت اور حضوری بخدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علماء کہتے ہیں کہ جس وقت سے آپ ایمان لائے اور انتقال فرمایا کبھی سفر و حضر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا مگر حج اور غزوہ کے لئے ضرور آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے صحبت مبارک سے علیحدہ ہوتے ہیں اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اہل وعیال کو چھوڑا غار ثور میں ساتھ رہے اکثر لڑائیوں میں مدد کی اور بہت سی ایسی باتیں ہیں خصوصاً جنگ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب چھوڑ کر بھاگ گئے تو ایسے وقت میں بھی آپ ہی ساتھ رہے۔ ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں فرشتوں نے آپس میں کہا کہ وہ دیکھئے حضرت ابو بکرؓ سائبان کے نیچے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہیں (ابن عساکر) ابو یعلی روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک کی مدد جبرئیل کرتے ہیں اور دوسرے کی میکائیل۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن بکر مشرکین کے ہمراہ ہو کر جنگ بدر میں لڑ رہے تھے۔ جب عبدالرحمن مسلمان ہوئے تو انہوں نے اپنے والد کرم حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا کہ آپ بدر کے روز چند مرتبہ میرے تیر کے زد میں آئے مگر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر تو میرے نشانہ میں آجاتا تو میں کبھی نشانہ خطا نہ کرتا (ابن عساکر)

فصل

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت میں

آپ تمام صحابہ میں زیادہ شجاع تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اے لوگو مجھے خبر دو کہ سب سے بہادر اور شجاع کون شخص ہے لوگوں نے کہا کہ آپ ہیں فرمایا کہ میں ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ کے ساتھ لڑتا ہوں یہ کوئی بہادری نہیں ہے تم سب سے بہادر شخص کو بتلاؤ۔ عرض کیا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے آپ نے فرمایا سب سے شجاع اور بہادر حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہم نے ایک سائبان بنایا تھا۔ ہم نے آپس میں صلاح کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپکی حفاظت کے لئے کون شخص رہیگا۔ اللہ کی قسم ہم میں سے کسی کو بھی ہمت نہ ہوئی مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ ننگی تلوار

ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو گئے اور کسی کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پھٹکنے دیا۔ اگر کوئی آپ پر حملہ آور ہوا تو آپ فوراً اُسپر جھپٹ پڑے اور حملہ کر دیا لہٰذا آپ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ حضرت علیؓ ہی فرماتے ہیں کہ مشرکین نے ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر گھسیٹنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ تو ہی ایک خدا بتلاتا ہے۔ خدا کی قسم کسی کو مشرکین سے مقابلہ کرنیکی جرأت نہ ہوئی مگر ابو بکر صدیقؓ آگے بڑھے اور مشرکین کو بار بار کر ہٹانے اور دھکا دے دیکر گرانے لگے اور فرماتے جاتے تھے افسوس اور سخت افسوس تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار ایک ہے۔ پھر حضرت علیؓ چادر اُٹھا کر رونے لگے حتےٰ کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ خدا تمہیں ہدایت کرے یہ تو بتلاؤ کہ مومن آل فرعون اچھے تھے یا ابو بکرؓ اچھے ہیں۔ لوگ خاموش رہے مگر خود آپ نے ہی جواب دیا کہ تم کیوں نہیں جواب دیتے اللہ کی قسم حضرت ابو بکرؓ کی ایک گھڑی اُن کی ہزار گھنٹوں سے بہتر ہے کیونکہ وہ اپنے ایمان کو چھپاتے تھے اور اس شخص نے اپنے ایمان کا علی الاعلان اظہار کیا (بزاز) عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے سوال کیا کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ سختی کونسی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عقبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھتے ہوؤں کے پیچھے سے آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر گلا گھونٹنے لگا۔ اُس نے بہت زور سے گلا گھونٹا۔ اتفاق وقت سے حضرت ابو بکر صدیقؓ آگئے عقبہ کو ہٹا کر آپ فرمانے لگے کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو خدا کو ایک کہتا ہے اور خداوند تعالیٰ کے پاس سے دلائل لیکر آیا ہے (بخاری) ابن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر سب بھاگ گئے پس میں ہی تھا کہ میں سب سے اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسے وقت میں حفاظت کی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس وقت اسلام میں اُڑتیس آدمی داخل ہو چکے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ لجاجت عرض کیا کہ آپ اسلام کو ظاہر فرمائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر ہماری جمعیت بہت تھوڑی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اصرار فرماتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین برحق کے ظاہر ہونیکا اعلان فرمایا۔ لوگ نواحی مسجد میں اِدھر اُدھر متفرق ہو گئے حضرت ابو بکرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ مشرکین نے حضرت ابو بکر صدیق پر حملہ کیا اور لوگوں کو بہت اذیت پہنچائی۔ (ابن عساکر) ہم اس حدیث کو آگے بیان کرینگے؛ ابن عساکر حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو بکر صدیق اسلام لائے

آپ نے اسلام کو ظاہر فرمایا اور لوگوں کو بھی اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی۔

فصل

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تصدق کرنا

آپ کل صحابہ میں سب سے زیادہ سخی تھے اللہ تعالیٰ نے وسیجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی آپ ہی کی شان میں نازل کی ہے علماء کا اتفاق ہے کہ آیت آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے ابن ابوحیٰ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جتنا نفع مجھے ابوبکرؓ کے مال نے دیا ہے اتنا کسی کے مال نے نہیں دیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رو کر عرض کیا حضور میں اور میرا مال سب حضور ہی کا ہے (احمد) ایک اور حدیث حضرت عائشہؓ سے بھی اسی طرح کی آئی ہے بلکہ ایک حدیث میں اتنا اور زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال ہی کی طرح اپنا مال سمجھ کر حضرت ابوبکر کے مال کو خرچ کیا کرتے تھے (خطیب) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر مشرف باسلام ہوئے آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم موجود تھے، آپ نے تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیئے (ابن عساکر) ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس روز حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے آپ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ جب آپ ہجرت کے لئے نکلے تو پانچ ہزار سے زیادہ نہیں رہے تھے اسلام کی مدد اور مسلمان غلاموں کی رہائی میں خرچ کر دئے تھے (ابوسعید ابن عساکر) حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے سات غلاموں کو جنکو ان کے مولا تکلیفیں دیتے تھے آزاد کرائے ہیں (ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت ابوبکرؓ بھی تشریف رکھتے تھے اور آپ نے ایک عبا جس میں کانٹا لگا کر اپنا سینہ ڈھکتے ہیں پہن رکھی تھی اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج میں خلاف معمول یہ کیا دیکھ رہا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق عبا میں کانٹا لگائے تشریف رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل آج انہوں نے مجھ پر اپنا کل مال خرچ کر دیا ہے۔ حضرت جبرئیل نے کہا کہ خداوند تعالیٰ ابوبکر صدیق پر سلام بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے ابوبکرؓ تم جو تیری وجہ سے فقیری ہو گئی ہے تم اس بارے میں مجھ سے خوش ہو یا ناراض۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں اور اپنے مولا اور مربی سے ناراض۔ میں اپنے رب سے بالکل خوش ہوں۔ میں اپنے رب سے بہت راضی ہوں اور بہت خوش ہوں (ابن عساکر) (اس حدیث کی سند ضعیف ہے) اور بہت سی روایتیں اسی کے مثل آئی ہیں۔ ایک روایت

یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک جبہ اس طرح کا کہ اسمیں کانٹا لگاتے ہیں پہنکر نازل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل یہ کیا ڈھنگ ہیں عرض کیا کہ اللہ صاحب نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اُسی لباس میں ہو جائیں جس میں کہ ابو بکرؓ زمین میں ہے۔ اسکی سند بالکل ہی ضعیف ہے اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو اس سے پہلے بھی لوگ اسکو روایت کرتے۔ اس روایت سے اعراض کرنا بہتر ہے۔ (خطیب) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم کچھ مال تصدق کریں۔ میں نے دل میں یہ پکا ارادہ کر لیا کہ میں آج ابو بکر سے بڑھکر تصدق کروں گا۔ پس میں اپنا نصف مال لے آیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کے واسطے کتنا چھوڑا عرض کیا کہ نصف چھوڑ آیا ہوں۔ اتنے میں ابو بکر صدیق اپنا کل مال لئے ہوئے تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ اہل وعیال کے لئے بھی چھوڑ آئے کہا کہ انکے پاس خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں تب میں نے سوچا کہ میں کسی بات میں آپ سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ (ابوداود۔ ترمذی) حسن بصری فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ جب ایک مرتبہ صدقہ لائے تو اُسکی مالیت چُھپا کر عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا صدقہ ہے واللہ مجھے اب اللہ صاحب کا ہی سہارا کافی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی اپنا صدقہ لائے اور مالیت ظاہر کرکے کہنے لگے کہ مجھے اب خدا کا ہی سہارا کافی ہے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں کے صدقوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے الفاظوں میں فرق ہے (ابونعیم) اسکی اسناد جید ہے) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اوپر کسی کا احسان نہیں رہا سب کا اُتار دیا مگر ابو بکر صدیقؓ کا البتہ احسان میرے ذمہ باقی ہوا اسلئے اسکا احسان اتنا بڑا ہے کہ اُسکا عوض قیامت کے روز اللہ ہی دینگے مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پُہنچایا جتنا ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے (اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے) حضرت ابو بکر صدیق خود فرماتے ہیں کہ میں ایک روز جناب والد ماجد مدظلہ کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے بوڑھاپے میں ان کو کیوں تکلیف دی میں خود آجاتا۔ میں نے عرض کیا آپکے تکلیف دینے سے تو انکا ہی آنا بہتر ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اوپر تمہارے اتنے احسان ہیں کہ تمہارے والد کو تکلیف دینا میں گوارا نہیں کر سکتا (بزار۔ ابن عساکر) ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اوپر ابو بکرؓ سے بڑھکر کسی کے احسان نہیں ہیں انہوں نے اپنی جان سے بھی میری غمخواری کی اور مال سے بھی مدد کی اور اپنی بیٹی سے میرا نکاح کر دیا

فصل

آپ کے علم میں

آپ صحابہ میں سب سے بڑے عالم اور ذکی تھے۔ تہذیب میں نووی کہتے ہیں کہ علماء نے آپکے وفور علم پر صحیحین کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا تھا کہ قسم ہے اللہ کی اگر کوئی شخص نماز و زکوٰۃ میں کچھ بھی فرق بتلائے گا تو میں اسکو قتل کر دوں گا۔ کیا اُنہوں نے مجھے بیوقوف سمجھ رکھا ہے جو کچھ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ادا کیا کرتے تھے اگر وہ اُس میں ذرہ برابر بھی کمی کرینگے تو میں اُن سے مقاتلہ کے لئے تیار ہوں۔ شیخ ابو اسحاق نے اس سے استدلال پکڑا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ عالم تھے۔ کیونکہ صحابہ کو جب کبھی کسی مسئلہ میں توقف ہوتا تھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کرتے تھے جو کچھ آپ کی رائے ہوتی تھی مباحثہ کے بعد وہی جواب ہوتا تھا اور صحابہ اُسی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابن عمر سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کون شخص فتویٰ دیا کرتا تھا۔ آپنے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے کوئی زیادہ عالم نہیں تھا۔ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کو اختیار دیا کہ وہ خواہ دنیا میں رہے یا عاقبت اختیار کرے سو اس بندہ نے عاقبت کو پسند کر لیا ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر صدیقؓ رو پڑے اور کہا کاش ہم اپنے ماں باپ آپ پر قربان کر دیں۔ ہمیں اس آپ کے رونے نے سخت تعجب میں ڈال دیا کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سرسری طور پر ایک شخص کا ذکر کر رہے تھے مگر اس میں جو کچھ رمز تھا کہ وہ عبد خیر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اس کو فقط ابوبکر صدیقؓ کا ہی علم پا سکتا تھا اسی واسطے وہ ہم سب میں بڑے عالم تھے (بخاری و مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ مجھ پر ایمان لائے ہیں اُن سب میں ابوبکر صدیقؓ کا مال اور صحبت مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اگر میں اپنے اللہ کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اُن کی اخوت اسلامی اور سچی محبت میرے دل میں ہمیشہ رہیگی (نووی) ابن کثیر کہتے ہیں کہ کلام اللہ کا علم آپ کو سب سے زیادہ تھا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز میں صحابہ کا امام بنایا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا ہے کہ قوم کا امام قرآن شریف کا سب سے زیادہ جاننے والا ہونا چاہئے۔ نیز حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس قوم میں ابوبکرؓ موجود ہوں وہاں

کوئی شخص سوائے آپ کے امامت نہیں کر سکتا (ترمذی) ایسی ہی سنت کا بھی علم آپ کو کامل تھا جیسا کہ اکثر مرتبہ صحابہؓ نے آپکی طرف رجوع کیا ہے آپ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اُن پر پیش کر دیا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ نے احادیث کو یاد کر رکھا تھا۔ اور حاجت کے وقت آپ انہیں پیش کر دیتے تھے۔ آپ سے زیادہ اور کون حافظ حدیث ہو سکتا تھا۔ اوّل رسالت سے لگاکر آخر وفات تک آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے اور باوجود اسکے آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا اور حد درجہ تیز طبیعت او رذکی واقع ہوئے تھے۔

آپ تعجب کرینگے کہ باوجود ان باتوں کے حضرت ابوبکرؓ سے بہت کم احادیث مروی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ بعد از وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عمر نے بھی بہت کم وفا کی۔ اگر آپ کچھ مدت زندہ رہتے تو آپ کی روایات تمام صحابہ سے بڑھ جاتیں اور کوئی حدیث ایسی نہ ہوتی جس کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سند نہ ہوتی۔ دوسرے صحابہ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کرنیکی اسلئے بھی ضرورت نہیں پڑی کہ وہ حضرات بھی اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے اور احادیث سُنا کرتے تھے۔ پس جسکو وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کیوں نقل کرینگے۔ ہاں وہی کر سکتے ہیں جو خود انہوں نے نہ سُنی ہو سو وہ بھی کرتے ہیں۔

میمون بن مہران کہتے ہیں جب آپ کے پاس کوئی مقدمہ آتا تو آپ اُس مسئلہ کو قرآن شریف میں تلاش فرماتے اور قرآن شریف کے موافق فیصلہ دیتے اور اگر قرآن شریف میں نہ ملتا تو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق فیصلہ کرتے۔ اگر اس قسم کی کوئی حدیث آپ کو یاد نہ ہوتی تو آپ باہر نکل کر لوگوں سے دریافت کرتے کہ میرے پاس ایک ایسا مقدمہ آیا ہے کیا تم میں سے کوئی شخص جانتا ہے کہ ایسے مقدمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فیصلہ فرمایا ہے پس آپکے پاس تمام صحابہ جمع ہو جاتے اگر کوئی شخص کوئی حدیث اس قسم کی بیان کرتا تو آپ اُسی کے موافق تصفیہ کرتے اور خوش ہو کر خدا کا شکر بجا لاتے کہ الحمد للہ کہ ہم میں ایسے اشخاص موجود ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو یاد رکھتے ہیں اگر اس طرح کی کوئی حدیث بھی نہ ملتی تو آپ بڑے بڑے صحابہؓ کو جمع کر کے اُن سے مشورہ کرتے اور کثرت رائے کے موافق فیصلہ سنا دیتے اور حضرت عمر فاروقؓ بھی اسی طرح کرتے کہ اوّل آپ قرآن و حدیث پر نظر کرتے اگر وہاں مسئلہ کا پتہ نہ چلتا تو حضرت صدیق اکبرؓ کے فیصلہ کے موافق کرتے اور اگر حضرت ابوبکرؓ کا کوئی

اس قسم کا فیصلہ نہ پاتے تو جلیل القدر صحابہ کی کثرت رائے سے فیصلہ کرتے۔

جناب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے بالعموم اور قریش کے بالخصوص نسب ناموں سے بھی خوب واقف تھے یہاں تک کہ جبیر بن معطم جو نسب قریش اور نسب عرب کے بہت بڑے ماہر تھے فرماتے ہیں کہ میں نے علم نسب حضرت ابوبکرؓ سے سیکھا ہے جو عرب کے سب سے بڑے نساب ہیں آپ باوجود اس کے علم تعبیر بھی خوب جانتے تھے اور زمانہ نبی صلی اللہ علیہ میں ہی تعبیر خواب بتلایا کرتے تھے۔ محمد بن سیرین جو خود بھی علم تعبیر میں بہت بڑا پایہ رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے بڑے معبر ہیں۔ حضرت سمرہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے خداوند تعالے کا حکم ہوا ہے کہ میں خواب کی تعبیریں حضرت ابوبکر صدیق رضی تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا کروں (دیلمی)

ابن کثیر کہتے ہیں کہ آپ سب سے زیادہ فصیح مقرر تھے اور اچھی تقریر کرتے تھے۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ میں نے علماء سے سنا ہے کہ سب سے زیادہ فصیح حضرت ابوبکرؓ و حضرت علیؓ تھے حضرت عمرؓ کا قول مبارک حدیث سقیفہ عنقریب آئے گا۔ آپ سب سے بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ خوف خدا بھی سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ آپ کا علم تعبیر خوف خدا۔ فصاحت ایک علیحدہ مستقل فصل میں بیان کیا جائے گا۔ آپ کے اعلم الصحابہ ہونے پر حدیث صلح حدیبیہ بھی دلالت کرتی ہے یعنی حضرت عمرؓ نے صلح حدیبیہ کے متعلق جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا جو کچھ جواب دیا تھا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہی سوالات حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کئے تو آپ نے بھی وہ جوابات بعینہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے دئے (بخاری) اور اسی واسطے آپ سب صحابہؓ میں عاقل کامل اور صائب الرائے مانے جاتے تھے ابن عاص وغیرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت جبرئیل نے مجھ سے کہا ہے کہ خداوند تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ سے مشورہ کیا کیجئے (تمام الرازی)

معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس شوریٰ قائم کی جس میں علاوہ دیگر صحابہ کے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ طلحہؓ زبیرؓ اسیدؓ بن حضیرؓ بھی موجود تھے تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہی رائے سے اتفاق کیا۔ مجھ سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری کیا رائے

ہے میں نے بھی حضرت صدیق کی رائے سے موافقت کا اظہار کیا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ صاحب کو یہ گوارا نہیں کہ ابوبکرؓ غلطی کریں (طبرانی)۔

ابن اسامہ کے یہ الفاظ ہیں کہ اللہ صاحب کو آسمان پر یہ گوارا نہیں کہ ابوبکر صدیق زمین پر غلطی کریں۔ طبرانی کے بھی یہی الفاظ ہیں۔

فصل

امام نووی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی منجملہ دیگر صحابہ کے حافظ قرآن تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں از ہمارے چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ ابن داؤد جو فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال تک پورا قرآن شریف جمع نہیں ہوا یا تو یہ قول مردود ہو یا اسکی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اُس ترتیب کے موافق جو حضرت عثمانؓ کی ہے جمع نہیں ہوا تھا

فصل

حضرت صدیق اکبرؓ تمام صحابہ میں افضل ہیں

علماء اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ تمام اُمت سے افضل ہیں۔ آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ علی الترتیب پھر عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل احد پھر اہل بیعت پھر باقی تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ابوالمنصور بغدادی نے اجماع اسی طرح نقل کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو افضل الصحابہ شمار کیا کرتے تھے پھر عمرؓ کو پھر عثمانؓ کو بتلایا کرتے تھے۔ طبرانی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ شدہ شدہ اس بات کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوگئی مگر آپ کو یہ بات ناگوار نہیں معلوم ہوئی۔ ابن عساکر نے ابن عمر سے اسطرح روایت کی ہے کہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور ہم ابوبکرؓ کو زیادہ افضل جانتے تھے پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ کو۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم بہت سے صحابہ آپس کہا کرتے تھے کہ اس اُمت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر ہم چپ ہو جاتے تھے (ابن عساکر) جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہکر پکارا آپ نے فرمایا کہ اپنے

آپ کو کیوں چھوڑ دیا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ عمرؓ سے بہتر شخص پر آفتاب نے کبھی طلوع نہیں کیا (ترمذی) محمد بن علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون افضل ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ میں نے کہا کہ ان کے بعد فرمایا کہ عمرؓ میں ان کے بعد حضرت عثمانؓ کا نام لیتے ہوئے ڈرا اور عرض کیا کہ پھر آپ افضل ہیں آپ نے فرمایا میری کیا ہستی ہے میں تو ایک معمولی مسلمان ہوں (بخاری) احمد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے متواتر چند مرتبہ منقول ہے کہ اس اُمت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ سب سے افضل ہیں، روافض پر خدا لعنت کرے کہ وہ جہل مرکب میں پھنس گئے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں سب سے زیادہ افضل ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں سے سب سے زیادہ محبوب ہیں (ترمذی) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ منبر پر تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا کہ اس اُمت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الصحابہ ابوبکر صدیقؓ ہیں جو شخص اسکے خلاف کہیگا وہ افترا پرداز ہے اسپر مفتری کی حد لگاؤں گا (ابن عساکر) ابوالدرداء کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے نبی کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا ہو اور وہ حضرت ابوبکر سے افضل ہو ایک روایت میں اسطرح ہے کہ بعد نبی و مرسل کے۔ جابرؓ کی حدیث اس طرح ہے کہ نہیں طلوع ہوا شمس کسی پر کہ حضرت ابوبکرؓ سے افضل ہو (طبرانی) اسکی صحت پر بہت سے شواہد ہیں، سلمہ بن اکوع روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق افضل الناس ہیں مگر بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ سعد بن زرارہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میری اُمت میں تیرے بعد ابوبکرؓ افضل ہیں۔ عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ محبوب آدمیوں میں کون ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ صدیقہ۔ میں نے عرض کیا کہ مردوں میں فرمایا اُن کے والد حضرت ابوبکرؓ میں نے کہا ان کے بعد فرمایا حضرت عمرؓ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں حضرت عمرؓ کا نام نہیں آیا (ترمذی وغیرہ) عبداللہ بن شقیق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز کون تھا۔ آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیقؓ پھر میں نے پوچھا کہ اُن کے بعد فرمایا عمرؓ پھر میں نے عرض کیا کہ پھر کون فرمایا ابو عبیدہ بن جراح۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمرؓ کی شان

میں فرمایا کہ یہ دونوں انبیاء مرسلین کے علاوہ تمام اولین و آخرین سن رسیدہ شخصوں کے جنت میں سردار ہوں گے (ترمذی)

حضرت علیؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے بلکہ ابن عباس ابن عمر ابی سعید خدری جابر بن عبداللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ابوبکرؓ و عمرؓ پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو فضیلت دے تو وہ مہاجرین و انصار پر ظلم کرتا اور عیب لگاتا ہے (طبرانی) زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حسان بن ثابت سے فرمایا کیا تم نے ابوبکرؓ کی شان میں کچھ اشعار کہے ہیں عرض کیا کہ ہاں فرمایا میں سننا چاہتا ہوں سناؤ۔ انہوں نے یہ اشعار پیش کئے (ترجمہ) ابوبکرؓ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ہیں۔ دشمن بھاگ جاتے ہیں جب آپ پہاڑ پر چڑھتے ہیں۔ دنیا جہان جانتا ہے جتنی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت ہے دنیا میں آپ کو کسی سے بھی اتنی محبت نہیں ہوئی۔ ان اشعار کو سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہنسے حتی کہ آپکی ڈاڑھ مبارک دکھنے لگی۔ پھر فرمایا حسان تم نے سچ کہا (ابن سعد)

فصل

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ رحیم ابوبکر صدیق ہیں اور اللہ کے معاملہ میں عمرؓ سخت ہیں اور سخت حیادار عثمانؓ ہیں اور حرام و حلال کے جاننے والے سب سے زیادہ معاذ بن جبل ہیں۔ اور سب سے زیادہ فرائض جاننے والے زید بن ثابت ہیں اور سب سے اچھے قاری ابی بن کعبؓ ہیں اور ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے۔ میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ (احمد و ترمذی) ابن عمر اتنا اور زیادہ کرتے ہیں کہ سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں (ابو یعلی) شداد بن اوس اتنا اور بھی زیادہ کرتے ہیں کہ سب سے زیادہ زاہد ابوذر ہیں اور سب سے زیادہ عابد و متقی ابوالدرداء ہیں اور سب سے زیادہ حلیم الطبع معاویہ ہیں (دیلمی) میرے سوال کرنے پر حضرت شیخ علامہ کافیجی نے فرمایا کہ ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

فصل

وہ آیات قرآن جو حضرت ابوبکرؓ کی مدح یا تصدیق یا شان میں وارد ہوئیں

میں نے اس عنوان پر چند کتابیں دیکھی ہیں مگر وہ ناکافی ہیں میں نے بھی اس عنوان پر ایک کتاب لکھی ہے اسمیں سے بطریق اختصار کچھ بیان کرتا ہوں۔

اللہ صاحب فرماتے ہیں ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ مسلمانوں کا اسپر اتفاق ہے کہ اس آیت میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو سکینہ کبھی الگ نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہاں حضرت ابوبکر صدیق مراد ہیں۔ (ابن حاتم) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے اُمیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے حضرت بلالؓ کو ایک چادر اور چند پیمانہ غلّہ کے عوض میں خرید کر آزاد کر دیا تو آپ کی شان اور ابی بن خلف وغیرہ کے بارے میں وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی سے اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی تک نازل ہوئی (ابن ابی حاتم) عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکہ معظمہ میں دستور تھا کہ آپ ضعیف اور بڑھی عورتوں کو جب وہ اسلام لے آتی تھیں خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ کے والد نے فرمایا اے صدیق میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف لوگوں کو خرید کر آزاد کر رہے ہو اگر ان کے بجائے قوی اور جوان لوگوں کو خرید کر آزاد کرو تو لڑے وقت میں وہ تمہارے ساتھ ہو کر مدد کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ابا جان میرا مقصد محض خوشنودی اور رضائے مولا ہے دنیاوی فائدہ حاصل کرنا نہیں ہے اسپر فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی الخ نازل ہوئی (ابن جریر) حضرت عروہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سات ان آدمیوں کو جن کو محض مسلمان ہونے کے جرم میں تکالیف دیجاتی تھیں آزاد کیا اسپر وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی تک نازل ہوئی (طبرانی) عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی نازل ہوئی (بزار) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب تک آیت قسم کے کفارہ کی نازل نہیں ہوئی تھی تب تک حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی قسم کے کبھی خلاف نہیں کیا (بخاری) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ اس طرح قسم کھائی تھی قسم ہے اُس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ابوبکرؓ سے اُسکی تصدیق کرائی تو یہ آیت اُتری وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے

بارے میں نازل ہوئی تھی (حاکم) ابن حاتم ابن شوذب سے روایت کرتے ہیں کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔ حضرت ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اسباب نزول جو میری کتاب ہے اُس میں میں نے اسکی بہت شرح کی ہے۔ ابن عمرؓ و ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مراد ہیں (طبرانی اوسط)

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ جب آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی نیک بات آپ کے لئے نازل نہیں ہوئی تھی کہ جس میں خداوند تعالیٰ نے ہم کو نہ شامل نہ کیا ہو مگر اس آیت میں ہم کو نہیں کیا اسی وقت هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ نازل ہوئی۔ ابن عساکر نے علی بن حسین سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ اور ابن عساکر حضرت عباس سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا سے وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ تک حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہو نیز ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عتاب فرمایا ہے مگر حضرت ابوبکرؓ اس سے مستثنٰی رہے جیسے یہ آیت اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اسپر دلالت کرتی ہے (ابن عساکر)

فصل

وہ احادیث جو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ دونوں کی شان میں نازل ہوئیں

شیخین ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ ایک جگہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا اتفاقاً ایک بھیڑیئے نے بکریوں پر حملہ کیا اور اُن میں سے ایک بکری پکڑلی۔ چرواہے نے بھیڑیئے کا پیچھا کر کے اُسکو چھڑا لیا۔ اُسوقت بھیڑیئے نے کہا کہ اس دن کیا ہوگا جب بکریوں میں تو نہیں ہونے کا بلکہ میں ہی ہوں گا آپ یہ فرما ہی رہے تھے جو ایک شخص ایک بیل کو لئے ہوئے جس پر کچھ لدا ہوا تھا گذرا بیل نے ادہر دیکھکر کہا کہ میں لدنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں بلکہ میں کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ حاضرین نے یہ سُنکر حیرت سے کہا کہ تعجب ہے کہ بیل بولنے لگا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی تصدیق

میرے ساتھ ابو بکرؓ و عمرؓ بھی کرینگے حالانکہ یہ دونوں حضرات اس وقت یہاں موجود نہیں تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کی تکمیل ایمان کی وجہ سے اور ایمان کامل کے بھروسہ پر یہ فرمادیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ یہ حضرات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرور ہی تصدیق کرینگے۔

ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا کوئی نبی نہیں ہوا جسکے دو وزیر آسمان کے رہنے والوں اور دو وزیر زمین کے باشندوں میں سے نہ ہوں لہٰذا میرے وزیر آسمانی جبرئیل و میکائیل اور وزیر ارضی ابو بکرؓ و عمر فاروقؓ ہیں اصحاب سنن وغیرہ نے سعید بن زید سے روایت کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکرؓ جنتی ہیں عمرؓ جنتی ہیں عثمانؓ جنتی ہیں علیؓ جنتی ہیں۔ تمام عشرہ مبشرہ کو ذکر کیا۔ ترمذی ابو سعید خدری سے مروی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے مرتبہ والے لوگ اسطرح دکھلائی دیتے ہیں جیسے ستارے افق آسمان پر نظر آتے ہیں اور ابو بکرؓ و عمرؓ انہیں میں ہیں (اسکو طبرانی نے جابر بن سمرہ و ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے) ترمذی حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہاجرین و انصار پر جن میں حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ بھی ہوتے گذرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف بوجہ ادب کے کوئی شخص آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ آپ کی طرف دیکھتے اور تبسم کرتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان حضرات کی طرف دیکھکر تبسم فرماتے۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور آپکے دائیں بائیں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ہم قیامت میں اسی طرح اٹھیں گے (طبرانی نے اسکو اوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے) نیز ترمذی اور حاکم نے ابن عمرؓ سے ہی روایت کیا ہے کہ میں سب سے پہلے قیامت میں اٹھوں گا پھر ابو بکرؓ پھر عمرؓ اٹھیں گے۔ ترمذی اور حاکم نے یہ بھی لکھا ہے اور عبد اللہ بن حنظلہ نے اسکی تصحیح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو دیکھکر فرمایا کہ یہ دونوں میرے کان اور آنکھ ہیں (اسکو طبرانی نے ابن عمرؓ اور ابن عمروؓ سے بیان کیا ہے) بزار حاکم نے ابو اروی الدوسی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ فاروق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اس خدا کا شکر ہے جسنے تمکو میرا مددگار کیا

یہی حدیث براء ابن عاذب سے بھی مروی ہے (طبرانی) ابو یعلی نے عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت جبرئیل میرے پاس آئے تو میں نے حضرت عمر بن خطاب کے فضائل اُن سے دریافت کئے اُنہوں نے کہا کہ اگر عمر نوح تک بھی عمر بن خطاب کے فضائل بیان کروں تو پورے نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ عمر فاروق رضی کے فضائل حضرت ابو بکر رضی کے فضائل کے ایک جزو ہیں۔

عبدالرحمٰن بن غنم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی و حضرت عمر فاروق کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ جس بات پر تم دونوں متفق و متحد ہو جاؤ تو میں اسمیں کبھی اختلاف نہیں کر سکتا (اسکو احمد نے روایت کیا ہے) براء بن عاذب سے طبرانی نے نقل کیا اور ابن سعد نے ابن عمر سے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کون شخص فتویٰ دیا کرتا تھا۔ براء بن عاذب اور ابن عمر نے جواب دیا کہ حضرت ابو بکر و عمر فاروق کے سوا ہم کسی کو نہیں جانتے۔ ابو القاسم بن محمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف لوگ رجوع کرتے تھے۔ طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی اُمت میں کچھ خاص لوگ ہوا کرتے ہیں میری امت کے خاص خاص حضرت ابو بکر و عمر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائیں کہ اُنہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا اور دار ہجرت یعنی مدینہ تک پہنچا دیا۔ نیز بلال رضی کو آزاد کیا۔ خداوند تعالیٰ عمر پر بھی رحم کریں کہ وہ حق کہنے میں کبھی نہیں چوکتے اگرچہ کتنی ہی کڑوی بات ہو۔ خداوند کریم عثمان رضی پر رحم کریں کہ اُن سے فرشتے تک حیا کرتے ہیں۔ اللہ صاحب علی رضی پر رحم کریں۔ الٰہی حق علی رضی کے ساتھ رکھ جہاں علی رضی ہوں (ابن عساکر) حضرت سہیل کہتے ہیں کہ جب سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو منبر پر تشریف فرما ہو حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو! ابو بکر نے مجھے کبھی رنج نہیں پہنچایا اسکو یاد رکھو۔ اے لوگو میں اُس سے راضی ہوں۔ نیز عمر رضی۔ عثمان رضی۔ علی رضی۔ طلحہ رضی۔ زبیر رضی۔ سعد رضی۔ عبدالرحمٰن رضی بن عوف اور مہاجرین اولین سے بھی یاد رکھو خوش ہوں (طبرانی) زوائد الزہد میں عبداللہ بن احمد بن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی بن حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت ابو بکر رضی و حضرت عمر رضی کا مرتبہ درگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنا تھا آپ نے فرمایا جتنا ان کا مرتبہ حضور صلی اللہ وسلم کے ساتھ قیامت میں ہو گا۔ ابن سعد بسطام بن سلم سے

لائے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو مخاطب کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تم پر کوئی شخص حکمران نہیں ہوگا ابن عساکر حضرت انسؓ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ نیز ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ محبت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اور ان دونوں کی معرفت طریقۂ سنت سے ہے اور حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مجھے اپنی امت سے توقع ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے محبت رکھے گی اور کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے نہ پھرے گی۔

فصل

اُن احادیث میں جو احادیث بالا کے علاوہ حضرت ابوبکر کی شان میں وارد ہوئی ہیں

بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی آپ فرماتے تھے جو شخص کسی چیز کا ایک جوڑا اللہ کے راستہ میں خرچ کرے گا وہ جنت کے دروازوں سے پکارا جائیگا۔ اے خدا کے بندے ادہر سے آ یہ دروازہ اچھا ہے۔ پس جو شخص نمازی ہے نماز کے دروازہ سے جو شخص اہل جہاد ہے جہاد کے دروازہ سے اہل صدقہ صدقہ کے دروازہ سے روزہ دار روزہ کے دروازہ سے جس کا نام ریان ہے پکارا جائیگا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا نہ ہے قسمت اس شخص کی کہ ان تمام دروازوں سے پکارا جائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی شخص ان تمام دروازوں سے بھی پکارا جائے گا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں امید کرتا ہوں کہ جو شخص ان تمام سے پکارا جائے گا اُن میں سے تم ہوگے۔

ابن داؤد اور حاکم نے ابوہریرہؓ سے تصحیح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکرؓ سب سے پہلے جنت میں میری امت سے تم داخل ہوگے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مجھ پر اپنی صحبت اور مال سے سب میں زیادہ احسان کئے ہیں وہ ابوبکرؓ ہیں اگر میں خدا کے سوا اور کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اخوۃ اسلام اب موجود ہے۔ (یہی حدیث ابن عباس ابن زبیر ابن مسعود جندب بن عبداللہ براء کعب بن مالک جابر بن عبداللہ انس ابی بن کعب واقد اللیثی ابی المعلی عائشہ ابوہریرہ ابن عمر نے بھی بیان کی ہے) ابوالدرداء سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ میں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق آئے اور سلام کے بعد عرض کی کہ میرے اور عمرؓ بن خطاب کے

درمیان باتوں باتوں میں کچھ رنج ہوگیا میں انکی طرف بڑھا پھر مجھے ندامت ہوئی اور میں نے اُن سے
معافی چاہی مگر اُنہوں نے معافی سے انکار کردیا۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا خدا تجھے معاف کرے گا اے ابوبکرؓ۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ بھی
نادم ہوکر حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے مگر حضرت ابوبکرؓ کو مکان پر نہ پاکر حضور صلے اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے
تمتما اُٹھا حتے کہ حضرت عمر فاروقؓ پر حضرت ابوبکرؓ کو بھی رحم آگیا۔ آپنے گھٹنوں کے بل گر کر عرض کیا یارسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم میں ان سے زیادہ قصوروار ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خداوند
تعالیٰ نے مجھے تم پر مبعوث فرمایا تو تم سب لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا۔ مگر ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی
اور اپنی جان ومال سے مدد کی کیا آج تم اس میرے دوست کو چھوڑے دیتے ہو (یہ آپنے دو مرتبہ
فرمایا) یہ معاملہ پھر کبھی نہیں ہوا۔ ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح نقل
کیا ہے مگر اتنا اسمیں اور زیادہ کیا ہے کہ میرے دوست کی وجہ سے مجھے اذیت مت پہنچاؤ جسوقت
خداوند تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق پر مجھے مبعوث کیا تو تم سب نے میری تکذیب کی اور ابوبکرؓ نے
میری تصدیق کی۔ اگر خداوند تعالیٰ ان کو میرے صاحب کا خطاب نہ دیتا تو میں ان کو خلیل کہہ کر
پکارتا مگر اب تو اخوۃ اسلام ہے۔ ابن عساکر نے مقدام سے روایت کی ہے کہ حضرت عقیلؓ بن ابوطالب
اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان کچھ جھگڑا ہوگیا چونکہ حضرت ابوبکرؓ زیادہ سمجھدار اور عقیل تھے نیز عقیل بن
ابی طالب کی قرابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی اسلئے آپ خاموش ہوگئے اور یہ شکایت عقیل بن ابی طالب
کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا تم لوگ میرے دوست کو
میرے لئے چھوڑ دو اور اپنی حیثیت اور اسکی شان پر غور کرو واللہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جسکے دروازہ پر اندھیرا نہ ہوا اور یہ ابوبکرؓ کا
ہی دروازہ ہے جسپر نور ہے قسم ہے خدا کی تم سب نے مجھے جھوٹا کہا اور ابوبکر نے میری تصدیق کی تم نے میرے ساتھ بخل کیا لیکن ابوبکرؓ
نے مجھ پر خرچ کیا تم نے مجھے بدنام کیا اور ابوبکرؓ نے مجھے آرام دیا اور تابعداری کی۔ بخاری نے ابن عمرؓ
رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص از روئے تکبر اپنا
کپڑا زمین پر لٹکائے گا اللہ صاحب اُسکو بنظر عنایت قیامت میں نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابوبکر
صدیقؓ نے عرض کیا اگر کوئی شخص میرا کپڑا لٹکتا دیکھے تو میں عہد کرتا ہوں کہ وہ شخص اسکو فوراً پھاڑ
ڈالے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہ کام از روئے تکبر کے نہیں کرتے ہو مسلم شریف میں
ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تم میں سے کون شخص

روزہ لیکر اٹھا ہے حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تم میں سے کون شخص جنازہ کے ساتھ چلا حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ آج مسکین کو کھانا کس نے کھلایا حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ آج کس شخص نے مریض کی عیادت کی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں یہ تمام باتیں جمع ہوں وہ ضرور جنتی ہے۔ اس حدیث کو حضرت انسؓ اور عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ نے بھی بیان کیا ہے اور ان کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ تیرے واسطے جنت واجب ہو گئی۔

بزار نے عبدالرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھکر صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ آج تم میں سے کس نے روزہ کا منہ لیکر صبح کی حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ میں تو اپنی نسبت نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں تو آج روزے سے نہیں ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ رات میں نے روزہ کی نیت کی تھی اور بحمد اللہ میں روزہ لیکر اٹھا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آج کسی نے مریض کی عیادت کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی میں ابتک گھر سے ہی نہیں نکلا چہ جائیکہ مریض کی عیادت کروں حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی تھی کہ عبدالرحمٰن کی طبیعت کچھ خراب ہے میں مسجد میں آتی دفعہ اُن کے پاس ہو کر آیا ہوں کہ ان کی طبیعت کیسی رہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ ہمیں تو ابھی آپ نے نماز پڑھائی ہے ہم ابھی تک کہیں نہیں گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مسجد میں داخل ہوا ہی تھا کہ اچانک ایک سائل آ گیا میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں ایک ٹکڑا جو کی روٹی کا دیکھا اور اُن سے لیکر اُس سائل کو دیدیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کلمات بھی فرمائے کہ جن سے حضرت عمرؓ بھی راضی ہو گئے اور حضرت عمر فاروقؓ نے یقین کر لیا کہ ایسا کوئی نیک کام نہیں جسمیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سبقت نہ کی ہو۔

ابو یعلیٰ میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں ایک روز مسجد میں نماز پڑھکر دعا مانگ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے مسجد میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا جو مانگو گے پاؤ گے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ میں قرآن شریف ترتیل اور اچھائی کے ساتھ پڑھوں تو چاہئے کہ وہ امام عبد کی قرأت اختیار کرے۔ اسکے بعد میں اپنے گھر چلا آیا۔

ذرا دیر کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی مجھے مبارکباد دیتے تشریف لائے اور آپ تشریف لئے ہی جاتے تھے کہ اتنے میں حضرت عمر رضی بھی تشریف لائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی کو دیکھکر فرمانے لگے کہ آپ ہمیشہ نیک کام میں آگے ہی رہتے ہیں۔ ربیعہ سلمی روایت کرتے ہیں کہ مجھ میں اور حضرت ابوبکر رضی میں کچھ بات سی بڑھ گئی اور حضرت ابوبکر رضی نے غصے میں ایسی بات کہدی جو مجھے ناگوار گذری۔ معاً آپ نادم ہوکر فرمانے لگے۔ ربیعہ تم بھی مجھے یہی بات کہہ لو کہ بدلہ ہوجائے میں نے کہا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا تمہیں کہنا ہوگا ورنہ تمہارے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہونگے۔ میں نے کہا میں کبھی نہیں کہہ سکتا۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر رضی تشریف لے گئے اور میرے پاس بنی اسلم کے کچھ لوگ آکر کہنے کہ بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ناراض ہونے لگے حالانکہ زیادتی انھیں کی طرف سے تھی اور ابوبکر رضی کس وجہ سے تم پر زیادتی کرتے ہیں اور ایسا ایسا کہتے ہیں میں نے کہا کہ کیا تم ابوبکر صدیق رضی کی شان نہیں جانتے ہو وہ آیت ثانی اثنین کے مورد ہیں وہ مسلمانوں کے بزرگ اور بڑے ہیں تم اپنی خیر مانو وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں کہ تم ان کے مقابلہ میں میری مدد کر رہے ہو وہ غصہ ہوجائیں گے اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاوینگے تو انکے غصے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی غصے ہوجائینگے اور ان دونوں کے غصے کیوجہ سے خداوند جل وعلی بھی غصے اور ناراض ہونگے اور ربیعہ اسوقت بالکل ہلاک ہوجائیگا۔ بہرحال میں حضرت ابوبکر رضی کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا حضرت ابوبکر صدیق رضی نے ہو بہو سارا قصہ بیان فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھاکر مجھ سے اشارہ کیا کہ ربیعہ کیا قصہ ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہوا اور مجھے انہوں نے ایسی بات کہی جو مجھے ناگوار گذری اور پھر مجھ سے یہ بھی فرمایا کہ اسکے مثل تو بھی مجھے کہہ لے تاکہ بدلہ اتر جائے مگر حضور میں نے انکار کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار وہ کلمہ زبان پر نہ لانا بلکہ یہ کہو کہ اے ابوبکر رضی خداوند تعالی تمہیں معاف کریں میں نے یہی کہا (احمد) ترمذی ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی صدیق سے فرمایا تم غار میں میرے صاحب اور ساتھی رہے ہو کوثر پر بھی ساتھ رہو گے۔ عبداللہ بن احمد نے اس طرح روایت کیا ہے کہ ابوبکر غار میں میرے صاحب اور مونس تھے (اس حدیث کے اسناد صحیح ہیں) بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اشارہ فرمایا کہ جنت میں ایک پرندہ مثل خراسان کے اونٹ کے ہوگا حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ چرنے والا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ کھانیوالا ہے اور تم بھی کھانیوالے ہو۔

ابو یعلی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں جب میں آسمانوں پر گیا تو میں نے آسمانوں میں جگہ جگہ اپنا نام اور اپنے نام کے نیچے ابوبکرؓ کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ اس حدیث کے اسناد ضعیف ہیں لیکن ابن عباس ابن عمر انس۔ ابی سعید ابو الدرداء کے اسناد کے ساتھ یہ حدیث بھی آئی ہے مگر وہ بھی سب ضعیف اسناد ہیں۔ مگر البتہ ایک اسناد دوسرے اسناد میں تقویت ضرور کرتا ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ تلاوت کی تو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے فرمایا کیا اچھے الفاظ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے موت کے وقت تم سے اسی طرح خطاب کرینگے ابن ابی حاتم عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ جسوقت آیت وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے حکم فرماتے کہ میں اپنے کو ہلاک کر لوں تو میں ضرور ہلاک کر ڈالتا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ ابو القاسم بغوی ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے صحاب کے ایک حوض پر تشریف لائے اور فرمایا ہر ایک آدمی اپنے صاحب اور دوست کی طرف پیرے (تیرے) یہ سنکر ہر شخص اپنے اپنے دوست کی طرف حوض میں تیرا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق باقی رہ گئے ان سب کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کی طرف پیر (تیرا) کر تشریف لے گئے حتے کہ آپ نے اُن سے معانقہ کر لیا اور فرمایا اگر میں کسی کو اپنا دوست اختتام زندگی تک کا بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن یہ میرے صاحب ہیں (ابن عساکر)

ابن عساکر نے سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں جب خداوند تعالیٰ ارادہ کرتے ہیں کہ اس بندہ کو جنت دیں ان میں سے ایک اسکے اندر ڈال دیتا ہے حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ انمیں سے کوئی خصلت مجھ میں بھی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب خصلتوں کے جامع ہو۔ ابن عساکر نے

اسکو دوسرے طریقے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے مجھ میں بھی کوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں مبارک ہوں تم میں تمام خصلتیں ہیں۔ ابن عساکر یعقوب انصاری کے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں لوگ زیادتی اور ہجوم کی وجہ سے اسنیچ پچ بیجکر بیٹھتے تھے کہ مثل دیوار قلعہ کے حلقہ ہو جاتا تھا مگر ابنہمہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نشست کی جگہ بافراغت اور کشادہ پڑی رہتی تھی کوئی شخص طمع نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کی جگہ آکر بیٹھ جائے جس وقت آپ تشریف لائے تو اپنی جگہ بیٹھ جاتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ اور روئے سخن آپ کی طرف پھیر لیتے اور لوگ سنا کرتے۔

ابن عساکر نے حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابو بکرؓ کی محبت اور ان کا شکر میری تمام امت پر واجب ہے۔ سہل بن سعد نے بھی ایک حدیث اسی طرح کی بیان کی ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ تمام آدمیوں سے محاسبہ کیا جائیگا مگر ابو بکرؓ سے نہیں کیا جائے گا۔

فصل

صحابہ کرام اور سلف صالحین کے کلام حضرت ابو بکرؓ کی ثنا میں

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سید یعنی سردار ہیں (اسکو بخاری نے روایت کیا)، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ایمان اور تمام اہل زمین کے ایمان کو وزن کیا جائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کا پلہ غالب رہیگا۔ ابن خثیمہ اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر بات میں سبقت لیجانے والے اور سب سے بزرگ ہیں نیز حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سینہ کا ایک بال ہوتا (اسکو مسدد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے)، نیز آپ نے فرمایا ہے کہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ جس طرح کی جنت حضرت ابو بکرؓ کی ہے

میری بھی ہو اسکو ابن عساکر اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہی اور آپ نے فرمایا ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق کے بدن کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بہت زیادہ اچھی ہی اس کو ابو نعیم نے روایت کیا ہی ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ (علیؓ) ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گذرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، چونکہ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو دیکھکر فرمایا کہ کوئی صحیفہ آسمانی والا اجو اللہ سے ملاقات کریگا میرے نزدیک اس کپڑا اوڑھے ہوئے شخص سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ سے عمرؓ بن خطاب نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مجھ سے ہر کام میں سبقت کی ہی۔ طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے مجھے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ہم نے کبھی نیک کام میں سبقت کی ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام میں اس سے پہلے پایا ہی طبرانی نے اوسط میں حجیفہ کی معرفت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ہی ہیں۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت اور حضرت ابوبکر صدیق و عمرؓ فاروق کا بغض کبھی جمع نہیں ہو سکتا۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی قریش میں بلحاظ صورت و سیرت بے نظیر اور دل کے عجیب بہادر ہیں۔ اگر وہ تجھ سے باتیں کریں تو وہ تجھے جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح اگر تو ان سے باتیں کریں تو وہ تجھے کبھی جھوٹا نہیں سمجھ سکتے۔ اور وہ حضرت ابوبکر صدیق ابوعبیدہ بن جراح اور عثمانؓ بن عفان ہیں۔

ابن سعد نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا لقب انکے رحم دل اور رافت قلب ہونے کی وجہ سے اَوّاہ یعنی بہت رحم دل والے مشہور ہو گیا تھا۔ ابن عساکر نے ربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ کتب اولیٰ میں حضرت ابوبکر صدیق کی مثال قطرۂ آب باراں سے دی گئی ہے کہ جہاں گرتا ہی نفع دیتا ہے۔ نیز ربیع بن انس سے ابن عساکر نے ہی بیان کیا ہے کہ ہم نے انبیاء سابقہ کے صحابہ میں جو نظر دوڑائی تو ہم نے کوئی نبی ایسا نہیں پایا کہ جس کا ایک صحابی حضرت ابوبکرؓ جیسا ہو۔ زہری نے کہا ہے کہ ابوبکر صدیق کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے اللہ کے بارے میں کبھی شک نہیں کیا ابن عساکر زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب حضرت ابوبکر صدیق

اور حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔ ابو حصین نے روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں انبیاء و مرسلین کے بعد کوئی شخص حضرت ابو بکر صدیق سے افضل نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدوں پر فوج کشی کرنے میں آپ نے ایک نبی کا سا فعل کیا ہے۔

فصل

دینوری نے اپنی کتاب مجالست میں اور ابن عساکر نے شعبی سے روایت کی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق میں چار خصلتیں ایسی پیدا کی ہیں کہ آجتک کسی میں پیدا نہیں کی تھیں۔ اول یہ کہ آپ صدیق ہیں اور کسی کا نام صدیق نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ آپ صاحب غار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ تیسرے ہجرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ چوتھے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ہونے کا حکم فرمایا اور باقی مسلمانوں کو مقتدی ہونے کا۔ کتاب مصاحف میں ابن ابی داؤد نے لکھا ہے کہ حضرت ابو جعفر کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مناجات اور سرگوشی سنتے تھے مگر حضرت جبرئیل کو دیکھتے نہیں تھے۔

ابن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر خاص کی جگہ تھے۔ بادشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے ہر بات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام میں۔ غار میں۔ یوم بدر کے سائبان میں رہنے کہ قبر میں ساتھی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر کسی کو تقدم اور ترجیح نہیں دیتے تھے۔

فصل

اُن احادیث و آیات و کلمات ائمہ میں جو آپ کی خلافت کیطرف اشارہ کرتی ہیں

ترمذی اور حاکم نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنا۔ اسکو طبرانی نے ابو الدرداء سے اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔ ابو القاسم بغوی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے بعد بہت کم دُنیا میں رہینگے (یہ حدیث چند طریق پر وارد ہوئی ہے اور اسکے متعلق شروع کتاب میں بحث کر چکا ہوں) بخاری و مسلم شریف کی وہ حدیث جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قرب وفات میں خطبہ فرمایا تھا اور کہا تھا کہ ایک بندہ کو خدا نے اختیار دیا ہے الخ اُس میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کوئی دروازہ بند ہونے سے باقی نہیں رہا مگر ابوبکر صدیق کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور ایک روایت میں اسطرح ہے کہ مسجد کی تمام کھڑکیاں سوائے ابوبکرؓ کی کھڑکی کے بند ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ اشارہ آپ کی خلافت کی طرف ہے کیونکہ آپ مسجد میں کھڑکی ہی سے نماز پڑھانے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے حضرت انس رضؓ کے یہ الفاظ ہیں کہ مسجد کی آمد و رفت کے دروازے بند ہو گئے مگر ابوبکرؓ کا دروازہ نہیں بند ہوا اسکو ابن عدی نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے اور زوائد المسند نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور معاویہ بن سفیان سے طبرانی نے اور انس بزار نے روایت کیا ہے) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جبیر بن مطعم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی آپ نے اسے حکم دیا کہ تو پھر آنا اُس نے عرض کیا کہ اگر میں پھر حاضر خدمت ہوئی اور جناب کو نہ پایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی آپ نے فرمایا کہ پھر ابوبکر صدیقؓ کے پاس آنا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بنی مصطلق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ آپکے بعد ہم اپنے صدقات کس کے پاس بھیجیں۔ آپ نے فرمایا ابوبکر صدیقؓ کے پاس (حاکم) ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک عورت حاضر ہوئی جو آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی آپ نے اسکو فرمایا کہ پھر آنا اُسنے کہا اگر میں آؤں اور جناب کو نہ پاؤں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جائے آپ نے فرمایا کہ اگر تو آوے اور میں نہ ہوں تو ابوبکرؓ کے پاس آنا کیونکہ وہ میرے بعد خلیفہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلا لا تاکہ میں اُنہیں ایک دستاویز لکھدوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد کوئی متمنی خلافت کھڑا ہو جائے اور کہنے لگے کہ خلافت کیلئے میں بہتر ہوں مگر اللہ تعالیٰ اور مومنین نہیں مانیں گے مگر ابوبکرؓ کو ہی (مسلم شریف) احمد وغیرہ

نے اور طریقوں سے بھی بیان کیا ہے ان میں ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مرض الموت میں مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کو بلاؤ تاکہ میں ابوبکرؓ کے لئے ایک دستاویز لکھدوں تاکہ میرے بعد لوگوں میں اختلاف اس بارے میں نہ پڑ جائے پھر خود ہی فرمایا کہ خیر چھوڑ دو خدا نہ کرے کہ مسلمانوں میں ابوبکرؓ کے لئے اختلاف پڑ جائے۔

مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ کرتے تو کس کو کرتے آپ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق کو اس نے سوال کیا کہ ان کے بعد آپ نے فرمایا کہ عمر فاروق کو اس نے پوچھا ان کے بعد کسکو کرتے آپ نے جواب دیا کہ ابو عبیدہ بن جراح کو۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت موسےٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو شدت مرض ہوئی تو آپ نے فرمایا لوگو! ابوبکرؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ تمہیں نماز پڑھائیں حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ بہت رقیق القلب آدمی ہیں جس وقت وہ مصلے پر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے آپ نے فرمایا کہ انہیں سے کہہ کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہؓ نے پھر یہی کہا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ابوبکرؓ سے ہی کہہ نماز پڑھائیں یہ عورتیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی سی عورتیں ہیں۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آدمی آیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی یہ حدیث متواتر ہے۔ اسی حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ ابن مسعود۔ ابن عباس۔ ابن عمر۔ عبداللہ بن زمعہ علیؓ بن ابی طالب۔ حضرت حنیفہ نے علیحدہ علیحدہ روایت کیا ہے۔ اور اسکے طریقے حدیث متواتر کے طریقوں میں سے ہیں۔ بعض طریقوں میں حضرت عائشہ صدیقہ سے اس طرح ہے کہ میں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے اصرار کیا کہ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین سے لوگ محبت نہیں کرینگے کیونکہ میں یہ سمجھ رہی تھی کہ جو شخص آپ کے قائم مقام ہوگا اسکو لوگ منحوس سمجھیں گے لہٰذا میں چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجائے حضرت ابوبکرؓ کے کسی اور کو کہدیں۔ ابن زمعہ کہتے ہیں کہ جسوقت لوگوں کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے حکم فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ صدیق چونکہ تشریف نہیں رکھتے تھے اس لئے حضرت عمر فاروقؓ آگے بڑھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا نہیں نہیں (تین بار) ابو بکرؓ نماز پڑھائیں گے۔ ابن عمر کی حدیث میں اس طرح ہے کہ حضرت عمر نے تکبیر تحریمہ کہی تو آپ نے غصہ سے سر اٹھا کر فرمایا ابو قحافہ کے بیٹے کہاں ہیں (یعنی ابو بکر صدیقؓ) اس حدیث کے متعلق علماء کا قول ہے کہ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابو بکر صدیق تمام صحابہ میں علی الاطلاق افضل ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں اور امامت میں سب سے بہتر ہیں۔

امام اشعری فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور وہاں مہاجرین اور انصار بھی تھے اور آپ ہی کا یہ قول بھی ہے کہ قوم کی امامت وہی شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم ہو تو لامحالہ اور بالبداہتہ یہ حدیث اس پر دال ہو کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ تمام قوم یعنی مہاجرین و انصار سے زیادہ عالم قرآن تھے۔ انتہیٰ۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہی نتیجہ نکالا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق ہی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں ان ہی حضرات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنکا قول ہم مبایعہ کی فصل میں نقل کرینگے) اور حضرت علیؓ ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نماز پڑھانیکا حکم دیا تو اُسوقت وہاں میں بھی حاضر تھا اور میرے ہوش و حواس بجا تھے اس واسطے ہم اپنی دُنیا کے لئے بھی اسی شخص سے راضی ہو گئے جس سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کیلئے راضی ہو گئے تھے علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں امامت کے اہل مشہور ہو گئے تھے چنانچہ احمد اور ابوداؤد نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ بن عمرو بن عوف میں کچھ قضیہ اور مار پیٹ ہو گئی اور یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچی آپ ظہر کے بعد مصالحت کرانیکی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے بلالؓ اگر نماز کا وقت آ جائے اور میں نہ آ سکوں تو حضرت ابو بکر صدیق سے کہنا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت بلالؓ نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور حضرت ابو بکرؓ نے اُن کے کہنے سے نماز پڑھائی۔ ابو بکر شافعی نے غیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا آپ نے اپنی بیماری میں ابو بکرؓ کو امام بنایا تھا آپ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ اللہ نے اُنکو امام بنایا تھا دار قطنی نے افراد میں اور خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں نے جناب باری میں تین مرتبہ تیرے متعلق دریافت کیا کہ تجھے امام بناؤں مگر وہاں سے انکار ہوا اور ابوبکر ہی کو امامت کا حکم ملا حسن سے ابن سعد نے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں اپنے آپ کو اکثر لوگوں کی گندگی پر گذرتے دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا تمہیں لوگ نرم مزاج دیکھکر بہرطرح روندینگے آپ نے عرض کی کہ میں نے اپنے سینہ میں دو نشان دیکھے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری مدت خلافت دو سال ہے ابن عساکر نے ابوبکر سے روایت کی ہو کہ میں ایک روز حضرت عمرؓ فاروق کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے پاس کچھ لوگ کھانا کھا رہے تھے آپ نے پچھلی جماعت کے ایک آدمی پر نظر ڈال کر فرمایا کہ تم نے انبیاء سابقین کی کتابوں میں کیا پڑھا ہے اس شخص نے عرض کیا کہ ان میں لکھا ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اس کا صدیق ہوگا۔ ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے نقل کیا ہو کہ مجھے عمر بن عبدالعزیزؒ نے امام حسن بصری کی خدمت میں چند باتیں دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا میں نے اُنسے عرض کیا کہ لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق اختلاف ہوگیا ہے۔ آپ مجھے اس کا شافی جواب دیجئے کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفہ بنایا تھا۔ آپ غصہ میں بیٹھ گئے اور فرمایا افسوس کیا تجھے بھی اسمیں شک ہو اللہ کی قسم خدا ہی نے ان کو خلیفہ بنایا تھا اور کیونکہ اللہ صاحب انکو خلیفہ نہ بناتے وہ سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ متقی تھے وہ خلیفہ بنائے جاتے یا نہ بنائے جاتے وہ مرتے دم تک اسی طرح رہتے۔ ابن عدی نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی ہو کہ مجھ سے ہارون رشید نے کہا کہ لوگوں نے ابوبکر صدیق کو خلیفہ کس طرح بنالیا میں نے کہا یا امیر المؤمنین اس معاملہ میں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان خاموش اور ساکت رہے خلیفہ ہارون رشید نے کہا تو الٹکر بیان کیجئے میں نے کہا یا امیر المؤمنین نبی صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز تک بیمار رہے اس اثنا میں حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز کون پڑھائے آپنے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آٹھ روز تک نماز پڑھائی اور ان ایام میں وحی برابر آتی رہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خداوند تعالیٰ کے سکوت کی وجہ سے ساکت رہے اور تمام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی کی وجہ سے خاموش رہے۔ ہارون رشید کو یہ بات بہت پسند آئی اور کہا کہ بارک اللہ فیک۔ علماء ایک گروہ نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا ثبوت اس آیت سے استنباط کیا ہو یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو

جو شخص تم میں سے اپنے دین میں سے پھر جائے پس قریب ہی کہ اللہ صاحب ایک ایسی قوم کولاوینگے کہ اللہ صاحب اُن سے اور وہ اللہ صاحب سے محبت کرینگے۔ علماء نے کہا ہے کہ وہ ابوبکرؓ اور انکے اصحاب ہی تھے۔ جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ اور انکے صحابہ ہی نے جہاد کر کے اُن کو پھر مسلمان بنایا۔ یوسف بن بکیر نے قتادہ سے لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہوگئی تو بعض عرب قوم مرتد ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن سے جہاد اور قتال کیا حتی کہ ہم آپس میں کہتے تھے کہ یہ آیت فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ الخ حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے اصحاب ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے ابن ابی حاتم نے جویبر سے روایت کی ہے کہ آیت قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ میں مخلفین سے مراد بنو حنیفہ کا قبیلہ ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر حجت اور دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق ہی نے لوگوں کو اُن کے قتال کیطرف دعوت دی ہے شیخ ابوالحسن اشعری کہتے ہیں کہ میں نے ابو عباس بن شریح سے سنا ہے آپ کہتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت قرآن شریف کی اس آیت سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ اہل علم کا پیر اتفاق ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مرتدین سے سوائے ابوبکر صدیق کے کسی نے قتال نہیں کیا۔ آپ فرماتے تھے پس یہ آیت ابوبکر صدیق کی خلافت کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور آپ کی تابعداری فرض بتلاتی ہے جو شخص اسکو نہ مانے وہ ضرور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ بعض نے اس آیت کی تفسیر جنگ روم وشام سے کی ہے مگر وہ بھی حضرت ابوبکر صدیق پر ہی پورے طور سے چسپاں ہوتی ہے کیونکہ آپ ہی نے اول ان کی طرف لشکر تیار کر کے روانہ فرمایا تھا اگرچہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں ختم کو پہونچی لیکن وہ دونوں حضرات بھی حضرت ابوبکر صدیق کے ہی فروعات تھے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الآیہ بالکل آپ ہی کی خلافت پر منطبق ہوتی ہے۔

ابن ابی خاتم اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید المہدی سے روایت کرتے ہیں کہ خلافت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الخ

خطیب نے ابوبکر بن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

خلیفہ ہیں اور قرآن شریف سے یہ خلافت ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ تا قول أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ صادقون سے مراد اصحاب ہیں اور جس کسی کو خداوند تعالیٰ صدیق کہیں وہ کبھی کاذب نہیں ہو سکتا اور صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق کو یا خلیفہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کہکر ہمیشہ مخاطب کیا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ استنباط نہایت احسن ہے زعفرانی کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ خلافت ابوبکر صدیق پر اجماع ہے جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت پریشان ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی سے بہتر اُن کو دُنیا کے پردہ پر کوئی شخص نہیں معلوم ہوا تو لامحالہ تمام نے آپ سے بیعت کی بیہقی اسدالسنہ نے فضائل میں معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے۔ کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کبھی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں شک نہیں ہوا آپ کو وہ ہمیشہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے رہے اور نہ کبھی صحابہ کا اجماع خطا اور ضلال پر ہو سکتا تھا حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جس چیز کو مسلمانوں نے اچھا سمجھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو مسلمانوں نے بُرا خیال کیا وہ اللہ کے نزدیک بھی بُرا ہے اور تمام مسلمانوں نے چونکہ خلافت ابوبکر صدیق کو حسن سمجھا ہے اس لئے وہ خلافت اللہ کے نزدیک بھی احسن ہے۔ حاکم اور ذہبی نے لکھا ہے کہ ایک روز خلافت ابوبکر صدیق کے بعد ابوسفیان بن حرب حضرت علیؓ کے پاس آکر کہنے لگے لوگوں کی بات دیکھو کہ قریش کے ایک اذلٰی اور ذلیل آدمی سے (معاذ اللہ) بیعت کر لی اگر آپ چاہتے تو آپ کو آسانی سے یہ بات حاصل ہو جاتی حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے ابوسفیان تو اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہے۔ مجھے ابوبکرؓ کی خلافت میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا کیونکہ وہ ہر طرح اسکے مستحق اور لائق ہیں۔

فصل

حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت میں

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج سے تشریف لائے تو اپنے خطبہ میں فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ فلاں شخص کہتا ہے۔ جب عمر مر جاویگا تو میں فلاں سے بیعت کر لوں گا۔۔۔ کوئی شخص یہ افترا پردازی نہ کرے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت تھوڑے سے آدمیوں نے اول بلا سوچے سمجھے کر لی تھی اگرچہ بات اسی طرح ہے

مگر اسمیں بھی شک نہیں کہ لوگوں کو خداوند تعالیٰ نے خلافت کے متعلق فتنہ وفساد سے بچالیا اور تمہارے اندر آج کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ جس کو حضرت ابو بکر صدیق کی طرح لوگ اپنا حاکم بنالیں۔ ابو بکر صدیق ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم سب میں بہتر ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی اور زبیر اور انکے ساتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ٹھہر گئے اور تمام انصار بھی ہم سے جدا ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہو گئے۔ مہاجرین حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئے میں نے حضرت ابو بکر صدیق سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی انصار کے پاس چلئے آپ ہمارے ساتھ چلے راستہ میں دو مرد صالح ہمکو ملے انہوں نے ہم سے کہا کہ تم انصار کے پاس مت جاؤ اور تم خود مہاجر ہی آپسمیں کچھ طے کر کر الو میں نے کہا واللہ ہم وہیں جائینگے ہم جب سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے تو دیکھا کہ سب وہیں جمع ہیں اور درمیان میں ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے بیٹھا ہے میں نے کہا یہ کون ہے اور اسے کیا ہوا لوگوں نے کہا یہ سعد بن عبادہ ہیں اور انکے درد ہے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان کا خطیب کھڑا ہوا اور حمد وثنا کے بعد کہنے لگا کہ ہم انصار خدا کے لشکر ہیں اور اے مہاجرین تم چند آدمی ہو باوجود اسکے تمہارا ارادہ ہے کہ تم ہماری جڑ کاٹ دو اور ہم کو نکال باہر کرو اور ہمارا خلافت سے واسطہ ہی نہ رکھو۔ جب وہ تقریر کر کے چپ ہوا تو میرا ارادہ تھا کہ میں کچھ کہوں کیونکہ میں نے پہلے ہی سے ایک مضمون نہایت عمدہ سوچ رکھا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے مجھے کہنے سے روک دیا چونکہ میں انکا زیر بار احسان تھا نیز آپ مجھ سے زیادہ حلیم اور معزز تھے اس لئے میں چپ رہا اور میں نے انکو ناخوش کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ آپ مجھ سے زیادہ عالم بھی تھے واللہ جو میں کہنا چاہتا تھا اور سوچ کر مضمون بنایا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فی البدیہہ وہی تقریر کرنی شروع کی بلکہ اس سے بہتر آپ نے فرمایا۔

اما بعد جو کچھ تم نے اپنے اچھائی اور بہترائی کے متعلق ذکر کیا سو تم واقعی ایسے ہی ہو۔ میں تمام عرب سے زیادہ جانتا ہوں اور اس بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ قریش نسب میں اوسط العرب اور سکونت کے لحاظ سے وسط عرب کے باشندہ ہیں لہٰذا خلافت خاص قریش ہی کا حق ہو سکتا ہے۔ میرا اور ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر آپ نے فرمایا کہ میں تم سے خوش ہوں کہ ان میں سے جس سے چاہو تم بیعت کر سکتے ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق نے جو کچھ کہا میں اس سے متفق تھا مگر جس وقت بیعت کے لئے آپ نے میرا نام پیش کیا تو مجھے برا معلوم ہوا واللہ اگر میری گردن مار دی جاتی تو مجھے یہ

ناگوار نہ معلوم ہوتا بہ نسبت اسکے کہ میں اُس قوم پر حکمراں ہوتا کہ جس میں ابوبکرؓ ہوں۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم بھی بہادر اور جری لوگ ہیں بہتر ہو کہ ایک شخص ہم میں سے اور ایک تم میں سے امیر مقرر ہو اس پر بہت غوغا اٹھا اور شور چاہتے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں فساد نہ پیدا ہو جائے۔ میں نے حضرت ابوبکر صدیق سے کہا کہ آپ ہاتھ لائیے آپ نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے سب سے پہلے بیعت کر لی پھر مہاجرین نے پھر انصار نے بھی بیعت کر لی۔ اللہ اللہ کیسا نازک و عجیب وقت تھا کہ اس کام سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق سے کوئی بھی نہیں تھا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں مسلمانوں میں تفرقہ نہ پیدا ہو جائے اگر وہ اپنی بیعت علیحدہ کرتے تو پھر ہمیں بھی اُسی شخص سے کہ جس سے ہماری مرضی نہ ہوتی بیعت کرنی پڑتی اور اگر ہم مخالفت کرتے تو فساد بڑھتا۔

نسائی اور حاکم اور ابویعلی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہو گئی تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہونا چاہئے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب اُن کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا اے معاشر الانصار کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو حکم فرمایا تھا کہ تم لوگوں کی امامت کرو۔ اب تم ہی انصاف سے کہو کہ تم میں حضرت ابوبکرؓ صدیق سے بہتر کون شخص ہے۔ انصار نے کہا نعوذ باللہ ہم حضرت ابوبکر صدیق سے کبھی بہتر نہیں ہو سکتے۔ ابن سعد۔ حاکم اور بیہقی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو لوگ سعد بن عبادہ کے مکان پر مجتمع ہوئے انہیں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ بھی تھے انصار کے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے مہاجرین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے واسطے کسی شخص کو کہیں بھیجتے تھے تو اُسکے ساتھ دوسرا آدمی بھی کر دیتے تھے لہٰذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک امیر تم میں سے ہو جائے اور ایک ہم میں سے۔ اسکے بعد انصار کے چند آدمیوں نے اسی طرح بیان کیا۔ حضرت زید بن ثابت کھڑے ہوئے اور آپ نے بیان فرمایا کہ کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے لہٰذا ان کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہئے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار اور مددگار تھے لہٰذا ان کے خلیفہ کے بھی یار و مددگار ہونے چاہئیں۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ تمہارے سردار اور حاکم ہیں پھر آپنے بیعت کر لی اور آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور پھر دیگر مہاجرین اور انصار رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین نے بیعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے حاضرین پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ زبیرؓ نظر نہیں آتے انکو بلاؤ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی کے بیٹے ہو اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری بنکر مسلمانوں کی کمر توڑنا چاہتے ہو اور مسلمانوں کو کمزور کرنا چاہتے ہو حضرت زبیرؓ نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ فکر نہ کیجئے پھر آپ کھڑے ہوئے اور بیعت کر لی اسکے بعد پھر آپ نے قوم پر نظر دوڑائی اور فرمایا میں حضرت علیؓ کو بھی نہیں دیکھتا انہیں بھی بلا لاؤ۔ جس وقت آپ آئے تو آپ نے فرمایا۔ علیؓ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور داماد نبی ہو کر اسلام کو کمزور کرنا چاہتے ہو انہوں نے بھی کہا فکر نہ کیجئے اور بیعت کر لی۔

ابن اسحٰق نے سیرۃ میں لکھا ہے کہ انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب بیعت سقیفہ ہو چکی تو اگلے روز حضرت ابوبکر صدیق منبر پر تشریف لے گئے مگر آپ کے خطبہ سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی کھڑے ہوئے اور آپ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا لوگو! خداوند تعالیٰ نے تمہیں ایسے شخص پر جمع کر دیا ہے جو سب میں بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب اور غار میں ساتھی تھا تم کھڑے ہو جاؤ اور ان سے بیعت کر لو۔ لوگوں نے آپ سے بیعت عامہ کی جو بیعت سقیفہ کے بعد واقع ہوئی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا آپ لوگوں نے مجھے امیر بنایا ہے اگرچہ میں اس قابل نہیں تھا۔ اگر میں بھلائی کروں تو تم میری مدد کرنا اور اگر برائی کروں تو مجھے سرزنش کرنا۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے تم میں سے ضعیف لوگ میرے نزدیک اُس وقت تک قوی ہیں جبتک میں اُنکا حق نہ دلوا دوں ان شاء اللہ اور تمہارے قوی ضعیف ہیں جب تک کہ اُن سے دوسروں کا حق نہ دلوا دوں ان شاء اللہ جس قوم نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا وہ ذلیل ہو گئی جس قوم میں بدکاری پھیل گئی اللہ تعالیٰ نے اُن کو بلا میں گرفتار کر دیا۔ جب تک میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کروں تم میری اطاعت کرنا اور جب میں اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں (العیاذ باللہ) تو میری اطاعت تم پر واجب نہ رہیگی بس چلو نماز پڑھو خداوند تعالیٰ تم پر رحم فرمادیں موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ خطبہ فرمایا۔ واللہ مجھے دن رات میں کبھی امارت کا شوق نہیں ہوا۔ نہ میں نے اس کی حرص کی نہ میں نے اللہ سے اسکی ظاہر و باطن میں دعا مانگی اصل یہ ہے کہ مجھے ڈر تھا

کہ کہیں فتنہ نہ پیدا ہو جائے نہ مجھے خلافت میں کوئی راحت ہی مجھے ایک بہت بڑا کام سپرد کر دیا گیا ہے اور میری گردن میں طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ مگر مجھے اللہ کی طاقت اور قوت پر پورا بھروسہ ہے۔ یہ سنکر حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے کہا ہمیں بہت زیادہ ندامت ہی کہ ہم مشورۂ خلافت میں کیوں شریک نہیں تھے حالانکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہمیں آپ کی فضیلت بھی معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں آپ کو امامت کے لئے فرمایا تھا۔

ابن سعد ابراہیم تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو عبیدہ بن جراح کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا کہ لائیے میں آپکے ہاتھ پر بیعت کر لوں کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس امت کا امین کہا ہے۔ ابو عبیدہؓ نے جواب دیا کہ میں تمہیں بڑا عقلمند سمجھتا تھا آج تم ضعیف الرائے کیوں ہو تم مجھ سے بیعت کرتے ہو حالانکہ تم میں صدیق ثانی اثنین فی الغار موجود ہیں۔ ابن سعد نے محمد سے بھی روایت کی ہو کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ فاروق سے فرمایا لاؤ ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرنا چاہتا ہوں حضرت عمر فاروقؓ نے کہا آپ مجھ سے زیادہ بزرگ ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو اسی طرح رد و بدل رہا آخر حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ بزرگ ہیں اور میری قوت بھی آپ ہی کے لئے ہے۔ پھر آپ نے بیعت کر لی۔

حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ مدینہ میں کسی دوسری جگہ تشریف رکھتے تھے۔ آپ یہ خبر جانکاہ سنکر آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ منور کھولکر آپنے اسکو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ جیسے عالم حیات میں خوبصورت تھے بعد از وفات بھی اب آپ ویسے ویسے ہی خوبصورت ہیں قسم ہے رب کعبہ کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا۔

عبدالرحمٰنؓ بن عوف ذکر کرتے ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ انصار کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہاں پہنچکر ایک تقریر کی۔ دوران تقریر میں آپ نے کل وہ آیات و احادیث جو انصار کی شان میں وارد ہوئی ہیں بیان فرمائیں اور

فرمایا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر لوگ کسی جنگل میں جائیں اور انصار دوسرے جنگل میں تو میں انصار کیساتھ جاؤنگا اور اے سعد کیا تمہیں یاد نہیں ہے کہ ایک دفعہ تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خلافت قریش کیلئے ہے۔ نیک لوگ انکے نیکوں کی تابعداری کرینگے اور برے لوگ ان کے بروں کی تابعداری کرینگے۔ سعد نے جواب دیا آپ نے سچ فرمایا ہم وزیر ہیں اور آپ لوگ امراء ہیں (احمد)

ابن عساکر نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیعت ہو چکی تو آپنے قیافہ سے معلوم کیا کہ بعض لوگوں کو کچھ انقباض ہے آپنے فرمایا لوگو تمہیں کون چیز مانع ہے کیا میں سب سے اول مسلمان نہیں ہوا۔ کیا نہیں ہوا۔ کیا نہیں ہوا۔ آپنے اپنی چند فضیلتیں بیان کر کے کہا کہ کیا میں تم سب سے زیادہ خلافت کا مستحق نہیں ہوں۔ احمد نے لکھا ہے کہ رافع طائی نے بیان کہ مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کا تمام قصہ بیان فرمایا اور جو کچھ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا وہ بیان کر کے آپ نے فرمایا کہ پھر مجھ سے حضرت عمرؓ نے بیعت کر لی اور میں نے خلافت کو اس لئے قبول کر لیا کہ کہیں فتنہ نہ ہو جائے اور فتنہ کے بعد کہیں لوگ مرتد ہو جائیں۔ ابن اسحٰق نے اور ابن عابد نے اپنے مغازی میں رافع طائی سے اس طرح بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا کہ آپ تو مجھے دو آمیوں کی امارت سے بھی منع فرمایا کرتے تھے آپ نے یہ خلافت کیسے قبول فرمائی۔ آپنے فرمایا کہ میں نے اسکو ضروری سمجھا اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تفرقہ نہ پڑ جائے۔ قیس ابن ابی حازم کہتے ہیں کہ ایک روز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک ماہ بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بیعت کا تمام قصہ بیان فرمایا ذرا دیر میں جمعہ کی اذان ہو گئی تو نمازی اکھٹے ہو گئے آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا حاضرین اگر تم چاہو تو دوسرے شخص کو خلیفہ بنا سکتے ہو مجھے بخوشی منظور ہے۔ مجھ سے یہ بار نہیں اُٹھایا جاتا مجھ پر بھی شیطان مسلط ہے میں معصوم نہیں ہوں۔ ابن سعد نے حسنؓ بصری سے اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ سے بیعت ہو چکی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا۔ حضرات اب میں اگرچہ خلیفہ ہو گیا ہوں مگر میں خوش نہیں ہوں واللہ اگر کوئی تم میں سے اس اہم کام کو انجام

دے سکے تو اسکو اپنے ہاتھ میں لیلیے اب جبکہ تم نے یہ تکلیف بالاتفاق مجھے دی ہے تو تم میری تابعداری اُسوقت تک کرنا جبتک میں طریقہ سُنت پر چلوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی لیکن میں تمہارے ہی مثل ایک آدمی ہوں کسی سے بہتر نہیں ہوں جبتک مجھے راہ راست پر دیکھو میری تابعداری کرو اور جب سرمو بھی فرق پاؤ تو مجھے ملامت کرو۔ یاد رکھو شیطان میرے ساتھ بھی لگا ہوا ہے جب مجھے غصہ آجائے تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ مجھے تم پر کوئی ترجیح نہیں ہے۔

ابن سعد اور خطیب نے مالک بن عروہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو آپ نے خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ میں اگرچہ تمہارا امیر ہو گیا ہوں مگر میں تم سے بہتر نہیں ہوں لیکن قرآن شریف نازل ہو چکا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ سنت بتلا دیا اور ہم نے اچھی طرح جان بوجھ لیا۔ لوگو اب تم جان لو عقلمند وہی شخص ہے جو متقی ہے اور سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تمہارے قوی میرے نزدیک جب تک ضعیف ہیں جب تک میں ان سے لوگوں کا حق نہ دلوادوں اور تمہارے ضعیف میری نظروں میں جبتک قوی ہیں تب تک میں انکا حق نہ دلوادوں۔ حاضرین! میں متبع سنت ہوں بدعتی نہیں ہوں جب میں نیکی کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں ڈگمگا جاؤں تو مجھے متنبہ کرنا میں بس یہی چاہتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تم سب کیلئے مغفرت مانگتا ہوں۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بلا ان شرائط بالا کے سوا امام نہیں ہو سکتا۔ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تو مدینہ شریف میں ایک کھل بلی اور کہرام سا مچ گیا جس وقت حضرت ابو قحافہ نے شور سا سُنا تو پوچھا کیا ہے۔ عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ کہا افسوس بہت بڑا امر واقع ہوا پھر پوچھا کہ آپ کے بعد آپ کی جگہ کون ہوا کہا آپ کا بیٹا کہا کیا بنی عبد مناف اور بنی مغیرہ اس پر راضی ہو گئے۔ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا سچ ہے خدا جسے بڑھاتا ہے اُسکو کون گھٹا سکتا ہے اور جسے گھٹاتا ہے اُسکو کون بڑھا سکتا ہے۔

واقدی نے چند طریقوں سے حضرت عائشہ صدیقہ اور ابن عمرؓ اور سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن ۱۲ ربیع الاول سلسھ بروز دوشنبہ بیعت کی گئی طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کبھی منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نہیں بیٹھے یہاں تک کہ آپ واصل بحق ہوئے اسی طرح حضرت عمر فاروق حضرت ابوبکر صدیق کی جگہ اور حضرت عثمان غنی حضرت عمرؓ کی جگہ کبھی

تا اختتام زندگی نہیں بیٹھے رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

فصل

جو زمانہ خلافت حضرت ابوبکر صدیق میں واقع ہوا

تنفیذ جیش اسامہ۔ مرتدین اور مانعین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب سے جنگ

جمع قرآن

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو عرب کے بعض لوگ مرتد ہو گئے اور کہنے لگے ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دینگے۔ میں نے حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کی تالیف قلوب کیجئے اور ان سے نرمی برتئے۔ یہ تو وحشی قوم ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تو تم سے مدد کی امید کر رہا تھا۔ برخلاف اسکے تمہیں میری ہی تباہی کا فکر ہے زمانہ جاہلیت میں تو تم بڑے متشدد تھے۔ اسلام میں تم سست پڑ گئے۔ کس ذریعہ سے میں اُن کی تالیف قلوب کروں معاذ اللہ باتیں بناؤں یا جادو کر دوں۔ افسوس صد افسوس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے وحی بند ہو گئی۔ واللہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے میں اُن سے جہاد کروں گا اگرچہ مجھے کوئی منع کرے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو اس امر میں اپنے سے زیادہ سخت اور مستعد پایا۔

ابو القاسم بغوی اور ابوبکر شافعی اپنے فوائد میں اور ابن عساکر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب انتقال ہو چکا تو نفاق نے سر اٹھایا عرب مرتد ہو گئے اور انصار نے علیحدگی اختیار کی اگر اتنی مشکلات پہاڑ پر پڑتیں تو وہ بھی نہ اٹھا سکتا۔ لیکن میرے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق نے عجب استقلال سے ہر ایک مشکل کا مقابلہ کیا اور اپنے ناخن تدبیر سے ہر مسئلہ کی عقدہ کشائی کی۔ سب سے پہلا اختلاف یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں مدفون ہوں اسکے متعلق سب خاموش تھے اور کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر ایک نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اُس کا انتقال ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ دوسرا قضیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی میراث کا واقع ہوا اس میں بھی کسی کو کچھ علم نہ تھا حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا اختلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے متعلق ہوا بعض کہتے تھے کہ چونکہ مکہ معظمہ آپ کا مولد ہے آپ وہاں دفن ہونے چاہئیں۔ بعض کہتے تھے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض بقیع میں بعض بیت المقدس کی رائے دیتے تھے۔ اور اسی کو مدفن انبیاء بتلاتے تھے حتیٰ کہ ابوبکر صدیق کو اسکی خبر ہوئی اور آپکے فرمان پر باحسن وجوہ اس مسئلہ کی عقدہ کشائی ہو گئی۔ ابن زنجویہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابوبکرؓ کی ہی شان تھی۔ اگر کسی مسئلہ میں آپ کی ایک طرف رائے ہوتی تو تمام مہاجرین وانصار کو آپکی طرف آپکے وفور علم کے باعث رجوع کرنا پڑتا بیہقی اور ابن عساکر حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قسم ہے وحدہ لاشریک لہ کی اگر حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا۔ اسی طرح آپ نے تین مرتبہ کہا۔ لوگوں نے کہا اے ابوہریرہؓ ایسا کیوں کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ بن زید کو لشکر دے کر شام کی طرف روانہ کیا تھا ابھی اسامہؓ نے ذی خشب میں ہی پڑاؤ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور حوالی مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے صحابہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ اس لشکر کو واپس بلا لیجئے کیونکہ خود مدینہ میں لوگ مرتد ہو گئے ممکن ہے کہ یہاں ضرورت لاحق ہو ہر ایک نے مختلف رائے دی۔ آخر میں آپ نے فرمایا قسم ہے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاؤں کتے گھسیٹیں تو جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے ہرگز نہ لوٹاؤں گا اور جس جھنڈے کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے اُسکو کبھی نہ کھولوں گا۔ پس آپ نے اُسامہؓ کو بھیج دیا۔ اُسامہؓ رستہ میں جس قبیلہ پر گذرتے تھے اور وہ قبیلہ ارتداد کا ارادہ رکھتا تھا تو اُس قبیلہ کو دہشت ہو جاتی تھی اور وہ قبیلہ آپس میں کہتا تھا کہ اگر ان میں طاقت نہ ہوتی تو یہ ایسے وقت میں دوسروں پر لشکر کشی نہ کرتے۔ جب یہ لشکر سلطنت روم کی حدود میں پہنچا تو طرفین کا مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کا لشکر فتح حاصل کرکے سالم وغانم واپس ہوا۔

حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت مرض میں اُسامہؓ کے

لشکر کو چلنے کا حکم دیا۔ جس وقت اسامہؓ جرف میں پہنچا تو میں نے انکی بیوی فاطمہ بنت قیس کو اُنکے پاس بھیجکر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت غیر ہے ابھی تم جلدی نہ کرو وہ وہیں ٹھیرے رہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اسامہؓ بن زید نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف جانے کا حکم دیا تھا لیکن اس وقت حالت نازک ہے مجھے خوف ہے کہ عرب مرتد نہ ہو جائیں اگر وہ مرتد ہو گئے تو سب سے پہلے اُن سے مقابلہ کے لئے میں تیار رہوں۔ اگر مرتد نہوں تو میں چلا جاؤں۔ میرے ساتھ چونکہ اچھے نوجوان سپاہی ہیں اس لئے عرض کیا گیا حضرت ابو بکر صدیق نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اللہ کی قسم اگرچہ میری جان پر کچھ بنجائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں کچھ ترمیم و تنسیخ نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت اُسامہؓ کو روانہ کر دیا (ابن عساکر)

ذہبی کہتے ہیں کہ جب اطراف مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہو گئی تو عرب کے بہت سے طائفے اسلام سے پھر گئے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا حضرت صدیق اکبر نے ان پر فوج کشی کا حکم نافذ فرمایا مگر حضرت عمرؓ نے وغیرہ نے آپ کو روکا آپ نے فرمایا واللہ اگر وہ ایک سال کا بھی صدقہ حتیٰ کہ بکری کا بچہ جو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادا کیا کرتے تھے روکیں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ ان سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں حکم دیا گیا ہوں کہ میں لوگوں سے یہانتک جنگ کروں کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے لگیں جس نے یہ کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو اُن کا مال اور خون مجھ پر منع ہو گیا مگر بوجہ ادا حق کے اور اسکا حساب اللہ پر ہے۔ پھر آپ کس طرح لڑ سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا واللہ میں اُن سے نماز اور زکوٰۃ کے فرق سمجھنے میں لڑوں گا کیونکہ زکوٰۃ بھی تو بیت المال کا حق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے مگر بوجہ ادائے حق کے حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ واللہ خداوند تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق کو شرح صدر کر دیا تھا۔ میں نے بھی پہچان لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق مہاجرین اور انصار کے ساتھ نکلے اور نجد کے قریب پہونچکر مرتدین عرب کو شکست فاش دی لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ مکان واپس جائیے اور لشکر پر کسی کو امیر بنا کر ساتھ بھیجدیجئے۔ جب لوگوں نے زیادہ اصرار سے کہا تو آپ لوٹ

اور آپ نے حضرت خالدؓ ابن ولید کو امیر مقرر فرما کر یہ کہدیا کہ اگر اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ ادا کر دیں تو تم میں سے جو شخص چاہے وہ بھی آسکتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت جناب حضرت ابو بکر صدیق گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد کے لئے تشریف لیجانے لگے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ میں آپ سے وہی کہتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ آپ سے فرمایا تھا کہ آپ اپنی تلوار میان میں کیجئے اور ہمیں کسی ناگہانی بلا میں نہ پھنسایئے اور مدینہ کو لوٹ چلئے واللہ اگر خدانخواستہ آپکی ذات ستودہ صفات پر کچھ بن آگئی تو یہاں کوئی ایسا بھی نہیں ہے کہ نظام اسلام کو قائم رکھ سکے (دارقطنی)

حنظلہ بن علی اللیثی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت خالدؓ ابن ولید کو روانہ کیا اور یہ نصیحت فرمائی کہ پانچ ارکان پر ان سے مقابلہ کرنا اگر ان پانچوں میں سے وہ ایک کا بھی انکار کریں تو ان سے اسی طرح لڑنا جس طرح پانچوں کے لئے لڑتے وہ پانچ ارکان یہ ہیں، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرنا۔ نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ روزہ رکھنا۔ خالد ابن ولید اور آپ کے ہمراہی جمادی الآخر میں چلے۔ بنی اسد اور غطفان سے مقابلہ ہوا بہت سے مرتدین قتل ہوئے۔ بہت سے گرفتار۔ باقی پھر مسلمان ہو گئے اس واقعہ میں صحابہ میں سے عکاشہ بن محصن اور ثابتؓ بن اقرم آپ کے ساتھ تھے اور اسی سال رمضان شریف میں بعمر چوبیس سال حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمام دنیا کی عورتوں کی سردار تھیں انتقال فرمایا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب انہیں سے جاری ہوا زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک مہینہ پہلے حضرت ام ایمنؓ کا انتقال ہو چکا تھا اور شوال میں عبداللہ بن ابو بکر صدیق کی وفات ہو گئی تھی بہرحال حضرت خالد بن ولید معہ لشکر آخر سال میں مسیلمہ کذاب سے قتل کے واسطے یمامہ پہنچے دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور چند دنوں قلعہ بند رہنے کے بعد مسیلمہ کذاب علیہ اللعنۃ کو وحشی قاتل امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔ اس واقعہ میں جو صحابہ شہادت کے طلبگار ہو کر تشریف لے گئے تھے ان میں سے ابو حذیفہ بن عتبہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ شجاع بن وہب زید بن خطاب۔ عبداللہ بن سہل۔ مالک بن عمرو۔ طفیل بن عمرو الدوسی۔ یزید بن قیس۔ عامر بن کبیر۔ عبداللہ بن مخرمہ سائب عثمان مظعون۔ عبادہ بن بشر معن بن عدی۔

ثابت بن قیس بن شماس۔ ابودجانہ سماک بن حرب وغیرہ بھی شامل تھے۔

مسیلمہ کذاب کی عمر اس وقت ڈیڑھ سو سال کی تھی۔ عبداللہ والد ماجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عمر میں بڑا تھا۔

(سنہ ۱۲ھ میں حضرت ابوبکر صدیق نے علاء بن حضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا کیونکہ وہاں بھی ارتداد ہوگیا تھا جوائی کے مقام پر لڑائی ہوئی اور بالآخر مسلمان مظفر و منصور رہے اور چونکہ فتنہ ارتداد عمان میں بھی ہو رہا تھا اس لئے عکرمہ بن ابی جہل کو انکی سرکوبی کیلئے آدھر روانہ کردیا اور مہاجرین ابی امیہ کو اہل نجیر کیطرف اسی فتنہ کی روک تھام کیلئے بھیجا۔ نیز زیاد بن لبید انصاری کو بھی ایک گروہ مرتد کی سرکوبی کیواسطے روانہ فرمایا۔ اسی سال حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاوند حضرت ابوالعاص بن ربیع کا بھی انتقال ہوگیا اور صعب بن جثام لیثی اور ابو مرثد غنوی کی بھی وفات واقع ہوئی۔

بعد از فراغت فتنہ ارتداد حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت خالد بن ولید کو بصرہ کیطرف روانہ کیا اور لڑائی کے بعد شہر ایلہ فتح ہوا پھر کچھ صلح اور کچھ جنگ کے بعد ائن کسریٰ جو عراق میں ہے وہ بھی فتح ہوگیا۔ پھر اسی سنہ ۱۲ھ میں جناب نے حج بیت اللہ ادا فرمایا واپسی کے بعد عمرو بن عاص کو لشکر دیکر شام کی طرف بھیجا۔ شام میں جنگ اجنادین سنہ ۱۳ھ میں واقع ہوئی اور اسمیں بھی فتح کا سہرا مسلمانوں کے سر رہا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق کو اسکی خوشخبری اسوقت ملی جبکہ آپ حالت نزع میں تھے اس جنگ میں عکرمہ بن ابوجہل اور ہشام بن عاص اور دیگر لوگ شامل تھے۔ اسی سال جنگ مرج الصفر ہوئی اور مشرکین نے شکست کھائی۔ اس لڑائی میں دوسرے لوگوں کے ساتھ فضل بن عباس بھی موجود تھے۔

ذکر جمع قرآن شریف

بخاری شریف میں بروایت زید بن ثابت مروی ہے کہ جنگ مسیلمہ کذاب کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے مجھے بلا بھیجا جس وقت میں گیا آپ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف رکھتے تھے حضرت ابوبکر صدیق نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ مجھ سے یہ کہتے تھے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے مسلمان کام آگئے ہیں مجھے خوف ہے کہ کہیں اگر اسی طرح مسلمان شہید ہوتے رہے تو قرآن شریف بھی حافظوں کے ساتھ نہ اٹھ جائے۔ لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں

کہ قرآن شریف کو جمع کر لیا جائے۔ میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے یہ کہا تھا کہ بھلا میں ایسے فعل کو کس طرح کر سکتا ہوں جسکو جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت عمرؓ جواب دیا کہ واللہ یہ نیک کام ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ اسپر یہ برابر مصر رہے حتیٰ کہ مجھے شرح صدر ہوا اور میں اس کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ گیا۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خاموش ہو کر سن رہے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پھر مجھ سے یہ کہا کہ تم جوان اور عقلمند آدمی ہو اور تم کسی بات میں متہم بھی نہیں نیز حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہ چکے ہو لہٰذا تم تتبع اور تلاش کر کے قرآن شریف کو ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ مجھے واللہ یہ بہت شاق گذرا اگر مجھے پہاڑ بھی اٹھانے حکم دیتے تو میں اس کا بھی بوجھ اس کام سے ہلکا سمجھتا۔ میں نے عرض کیا آپ دونوں صاحب وہ کام کس طرح کر سکتے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے میرے جواب میں وہی فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے مگر مجھے تامل ہی رہا اور میں نے بہت اصرار کیا آخر خداوند تعالیٰ نے میرا بھی شرح صدر کیا اور میں اس مسئلہ کی اہمیت کو پوری طرح سمجھ گیا۔ میں نے تتبع شروع کیا اور میں نے کاغذ کے پرچوں اور اونٹ بکریوں کے شانوں کی ہڈیوں درختوں کے پتوں اور حافظوں کے سینوں سے قرآن شریف کو جمع کیا حتیٰ کہ سورۂ توبہ کی دو آیتوں لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ کو خزیمہ بن ثابت کے سوا کسی سے نہیں پایا اور جمع کر کے جناب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کیا جو آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہا۔ پھر آپ کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس اور آپ کی وفات کے بعد حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہا۔

ابو یعلی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ سب سے زیادہ اجر قرآن شریف کے متعلق حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ملیگا کیونکہ اول آپ ہی وہ شخص ہیں جس نے قرآن شریف کو کتابی صورت میں کیا۔

فصل

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اولیات میں

آپ ہی سب سے پہلے اسلام لائے۔ آپ ہی نے سب سے اول قرآن شریف جمع کیا آپ ہی نے

قرآن شریف کا نام سب سے اول مصحف رکھا۔ آپ ہی کو سب سے اول خلیفہ کہا گیا۔ احمد نے ابوبکر بن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب یا خلیفۃ اللہ کہکر پکارا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ مجھے اتنا ہی فخر کافی ہے۔ آپ ہی سب سے اول اپنے والد ماجد کی حیات میں خلیفہ ہوئے۔ آپ ہی اول خلیفہ ہیں کہ جنکی رعیت نے اُنکے لئے وظیفہ مقرر کیا۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ قوم جانتی ہے کہ میں امر خلافت میں مشغول ہوں اور مجھ سے اس وقت صنعت وحرفت نہیں ہو سکنے کی لہٰذا میں اپنے اہل وعیال کو بیت المال سے کھانے کو دونگا۔ ابن سعد عطار بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق بیعت کے دوسرے روز کچھ چادرے لئے ہوئے بازار کو جارہے تھے حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ کہاں تشریف لیجارہے ہیں۔ فرمایا کہ بازار حضرت عمرؓ نے کہا آپ ایسے کام چھوڑ دیجئے۔ اب آپ لوگوں کے خلیفہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر میرے اہل وعیال کہاں سے کھائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ چلئے یہ کام آپ کے واسطے ابو عبیدہ کیا کرینگے۔ یہ دونوں حضرات ابو عبیدہؓ کے پاس تشریف لائے اور اُن سے کہا کہ تم ان کے اور ان کے کنبہ کے واسطے ایک اوسط درجہ کے مہاجر کی خوراک کے اندازہ سے گذارہ کے اتنی مہیا کر دیا کرو۔ نہ اس سے فضل اور نہ کم درجہ پر ہو۔ اسکے علاوہ گرمی جاڑوں کا کپڑا بھی ہو مگر جس وقت پھٹ جایا کرے اسکو واپس لیکر اسکے بجائے نیا دیدیا کرو۔ آپ کے لئے ان حضرات نے ہر روز کے لئے آدھی بکری کا گوشت تن ڈھانکنے کا کپڑا اور پیٹ بھرائی روٹی کا ناج مقرر کر دیا۔ ابن سعد میمون سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ کی دو ہزار درہم سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی۔ آپ نے فرمایا میرا کنبہ زیادہ ہے اسمیں گذر اوقات نہیں ہو سکتا اور مجھے تم نے تجارت کرنے سے بھی بوجہ اشتغال خلافت کے روک دیا ہے کچھ زیادہ مقرر کرنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ کی تنخواہ پر پانچسو درہم کا اضافہ کیا گیا۔ طبرانی نے اپنی مسند میں حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات کے وقت بی بی عائشہ صدیقہ سے کہا کہ دیکھو یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور یہ بڑا پیالا جسمیں کھاتے پیتے تھے اور یہ چادر جو ہم پہنتے اوڑھتے تھے ہم ان سے جب ہی تک نفع اُٹھا سکتے تھے جب تک مسلمانوں کا کام کرتے تھے جس وقت میں مرجاؤں تو ان کو حضرت عمرؓ کو دیدینا کیونکہ یہ بیت المال میں سے لیا تھا۔ جس وقت آپ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ نے انکو

حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا حضرت عمرؓ نے فرمایا خداوند تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ پر رحم فرمائیں کہ انہوں نے یہ سب تکالیف میری وجہ سے اٹھائیں۔ ابن ابی الدنیا ابوبکر بن حفص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انتقال کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا۔ بیٹی! میں اگرچہ مسلمانوں کا خلیفہ تھا مگر میں نے کبھی روپیہ پیسہ کا فائدہ حاصل نہیں کیا البتہ معمولی کھا پہن لیا۔ اب میرے پاس سوائے اس حبشی غلام اور اس اونٹنی پانی کھینچنے والی اور اس پرانی چادر کے بیت المال کا کچھ بھی تھوڑا بہت نہیں ہے۔ جس وقت میں مرجاؤں تو ان سب کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا۔

آپ ہی اول وہ شخص ہیں کہ جس نے بیت المال قائم کیا۔ ابن سعد نے سہل بن خیثمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں بیت المال پر کوئی چوکیدار مقرر نہیں تھا لوگوں نے کہا کہ آپ بیت المال پر چوکیدار کیوں نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ جب قفل لگا رہتا ہے تو چوکیدار کی کیا ضرورت ہے حالانکہ کیفیت یہ تھی کہ جو مال آتا تھا سب مسلمانوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور بیت المال خالی ہو جاتا تھا۔ ایک سال کے بعد آپنے بیت المال اپنے مکان پر منتقل کر لیا جس وقت مال آتا تھا تو آپ فقراء و مساکین پر بحصہ مساوی تقسیم کر دیا کرتے تھے اور کبھی اونٹ گھوڑے ہتھیار خرید کر فی سبیل اللہ دیدیتے ایک دفعہ آپنے کچھ چادریں خریدیں اور مدینہ شریف کی بیواؤں پر تقسیم کر دیں جس وقت آپ کا انتقال ہوا اور آپ مدفون ہو چکے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے چند معززین صحابہ کو جن میں عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور عثمانؓ بن عفان بھی تھے بلایا اور انکے ساتھ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیت المال میں تشریف لیجاکر اس کا جائزہ لیا تو اس میں سوائے خدا کے نام کے کچھ نہ تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اسی قول کی بناء پر اوائل میں عسکری کا قول یہ ہے کہ اول وہ شخص جس نے بیت المال مقرر کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ کیونکہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نیز حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں بیت المال نہیں تھا۔ لیکن میں نے اس کی اپنی ایک کتاب میں تردید کی ہے۔ پھر میں نے عسکری کا ہی ایک قول اس کی ایک دوسری تصنیف میں دیکھا ہے کہ اول وہ شخص جو حضرت ابوبکر صدیق کے بیت المال کے مہتمم مقرر ہوئے حضرت ابوعبیدہ ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ اول اسلام میں عتیق کے لقب سے حضرت ابوبکر صدیق ہی ملقب ہوئے۔

فصل

بخاری شریف اور مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر بحرین سے مال غنیمت آیا تو میں تجھے اتنا اتنا دونگا۔ پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اعلان فرمایا کوئی شخص ہے جس کا قرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چاہتا ہو یا کسی سے کچھ وعدہ کیا ہو۔ میں نے حاضر ہو کر آپ کو اسکی خبر دی آپ نے فرمایا اس میں سے لے لو۔ میں نے اُس میں سے لیلیا اور گنا تو وہ پانچسو روپیہ تھے مگر آپ نے مجھے ڈیڑھ ہزار عنایت فرمائے۔

فصل

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حلم اور تواضع میں

ابن عساکر نے انیسہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہمارے پاس قبل از خلافت تین سال اور بعد از خلافت ایک سال ٹھیرے جس وقت محلہ کی لڑکیاں آپکے پاس بکریاں لاتیں تو آپ ان کا دودھ دوہ دیتے تھے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا السلام علیک یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا ان تمام مسلمانوں پر احسن ابن عساکر نے ابو صالح غفاری سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ ایک بوڑھیا اندھی اپاہج کی جو مدینہ کے اطراف میں رہتی تھی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ اسکو روٹی پانی اور اسکے دوسرے کام کر دیا کرتے تھے ایک روز جو اُسکے پاس آپ تشریف لے گئے تو بلا توقع اس کا تمام کاروبار ہوا پایا اور اب ہمیشہ ہی کوئی آپسے پہلے کر جانے لگا۔ آپ کو بہت حیرت ہوئی۔ آپ نے اسکی جستجو کی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نکلے۔ حالانکہ حضرت ابو صدیقؓ اس زمانہ میں خلیفہ تھے۔ آپ کو دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا واللہ آپ کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔

ابو نعیم وغیرہ نے عبد الرحمٰن اصبہانی سے بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیقؓ منبر پر تشریف رکھتے تھے اتنے میں حضرت امام حسن بن علیؓ آ گئے۔ بچے تو تھے ہی کہنے لگے میرے باپ کے منبر پر سے اُتر جی۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا یہ منبر تمہارے ابا جان کا ہی ہے

یہ کہکر آپ نے اُن کو گود میں اُٹھالیا اور رو پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ میں نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ آپ نے فرمایا نہیں تم نے سچ کہا میں تمہیں متہم نہیں کرتا۔

فصل

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو حج اسلام میں سب سے اول ہوا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو بھی روانہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بعد حج ادا کیا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو آپ نے اول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور پھر آپ نے حج کیا جب حضرت ابوبکر صدیق کا انتقال ہوا اور حضرت عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو آپنے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو اول حج کے لئے روانہ کیا اور سال آئندہ سے وفات تک خود حج کرتے رہے اور جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی عبدالرحمٰن بن عوف ہی کو حج کے لئے روانہ فرمایا۔

فصل

حضرت ابوبکر صدیق کے مرض اور وفات اور وصیت اور حضرت عمرؓ کے خلیفہ بنانے میں

سیف اور حاکم ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کی موت کا سبب دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہے یہ صدمہ جانکاہ آپکو اس قدر رہوا تھا کہ آپ ہمیشہ لاغر اور نحیف ہی ہوتے چلے گئے حتےٰ کہ آپ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ابن سعد اور حاکم ابن شہاب سے بسند صحیح لکھتے ہیں کہ کہیں سے حضرت ابوبکر صدیق کے پاس ہدیہ میں گوشت آیا تھا اُسکو آپ حارث بن کلدہ کے ساتھ تناول فرما رہے تھے کہ حارث نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اِسے نہ کھائیے واللہ اس میں مجھے زہر معلوم ہوتا ہے آپ دیکھ لیجئے گا کہ میں اور آپ اسی سال میں ایک ہی روز اسکے زہر سے مرجائیں گے آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اس روز سے یہ دونوں حضرات ہمیشہ بیمار ہی رہے حتےٰ کہ ایک سال گذرنے کے بعد ہی دونوں صاحبوں کا ایک ہی روز انتقال ہوگیا۔ شعبی کہتے ہیں کہ اس دنیار دنی سے بھلا ہم کیا توقع رکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زہر دیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق کو بھی۔

واقدی اور حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق کی بیماری اسطرح شروع ہوئی کہ آپ نے ۷ جمادی الآخر پیر کے روز غسل فرمایا اس روز چونکہ سردی ہو رہی تھی آپکو بخار ہو گیا۔ پندرہ روز آپ بیمار رہے اور ان تمام ایام میں آپ نماز کے لئے بھی باہر تشریف نہ لاسکے بالآخر سہ شنبہ کی رات کو ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ بعمر ترسٹھ سال آپ نے انتقال فرمایا
ابن سعد اور ابن ابی الدنیا ابو السفر سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اگر آنجناب فرمائیں تو ہم کسی طبیب کو بلا کر آپ کو دکھلائیں آپ نے فرمایا مجھے طبیب نے دیکھا ہے عرض کیا کہ طبیب نے کیا کہا آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے اِنِّی فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں) واقدی نے دوسرے طریقوں سے بیان کیا ہے کہ جب آپ کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو آپ نے عبدالرحمن بن عوف کو بلا کر فرمایا تم عمر فاروق کو کیسا سمجھتے ہو۔ عرض کیا آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر بھی جو کچھ تمہاری رائے ہو بتلاؤ عرض کیا میرے نزدیک تو وہ اس سے بھی زیادہ افضل ہیں جتنی آپ اُن کی نسبت رائے قائم کریں۔ پھر حضرت عثمان غنی کو بلا کر آپ نے یہی دریافت کیا انہوں نے بھی یہی کہا آپ مجھ سے زیادہ عالم ہیں۔ آپ نے فرمایا کچھ تو بتلاؤ انہوں نے کہا کہ اللہ جانتے ہیں کہ انکا ظاہر و باطن یکساں ہے اور ہمارے اندر توان کا مثل کوئی معلوم نہیں ہوتا۔ آپ نے سعید بن زید اور اسید بن حضیر سے بھی یہی مشورہ کیا۔ اسید نے کہا اللہ خوب جانتے ہیں میں تو آپ کے بعد انہیں کو اچھا سمجھتا ہوں وہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بُرے ہیں۔ اُن کا باطن ظاہر سے بھی اچھا ہے اس کام کے لئے تو اُن سے بہتر کوئی آدمی بھی قوی اور مستعد نظر نہیں آتا۔ اسکے بعد اور صحابہ آئے اور ایک نے اُن میں سے سوال کیا کہ تم نے خدا کو مانتے ہوئے ایک سخت گیر آدمی کو ہم پر خلیفہ مقرر کر دیا خدا کو بھلا اسکا کیا جواب دو گے۔ آپ نے فرمایا واللہ تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔ مگر مجھ سے سوال ہوا تو میں جناب باری میں عرض کروں گا۔ الٰہ العالمین میں نے مسلمانوں پر انمیں کا سب سے بہتر آدمی خلیفہ مقرر کیا ہے بلکہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں وہ اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ اسکے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی کو بلا کر فرمایا لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وصیت نامہ جو ابوبکر بن قحافہ نے اپنے آخر عہد دنیا میں دُنیا سے جاتے اور شروع عہد آخرت میں عالم بالا میں داخل ہونے وقت لکھایا ہے جبکہ کافر ایمان لاتیوالا اور فاجر یقین کرنیوالا اور کاذب سچ بولنے والا ہوتا ہے۔ لوگو!

میں نے تمہارے اوپر اپنے بعد عمرؓ بن خطاب کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اسکی سننا اور اطاعت کرنا۔ میں نے حتی المقدور خدا اور رسول اور دین اسلام اور اپنے نفس اور تمہاری خدمت میں کوئی قصور نہیں کیا۔ اگر حضرت عمر عدل کرینگے تو میرے ظن اور رائے کے موافق ہے اور اگر بدل جائیں تو ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہے۔ البتہ میں نے تمہارے لئے نیکی کا ارادہ کیا ہے۔ میں عالم الغیب نہیں ہوں۔ ظالم عنقریب معلوم کر لینگے کہ وہ کس طرف رجوع کرنے والے ہیں وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ
پھر آپ نے اسکو سربمہر کرا کر حضرت عثمانؓ غنی کے حوالہ کر دیا اور حضرت عثمانؓ اسکو لیکر چلے آئے اور لوگوں نے حضرت عمرؓ سے برضا و رغبت بیعت کر لی اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو خلوت میں بلا کر جو کچھ وصیت کرنا تھی وہ کیں جسوقت حضرت عمر فاروقؓ آپکے پاس سے چلے آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب باری میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی الہٰی! جو کام میں نے کیا ہے اس سے میرا مقصود صرف مسلمانوں کی اصلاح ہے میں نے فتنہ سے ڈر کر جو کچھ کیا اسکو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں نے اس امر میں اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے اور میں اپنے نزدیک اسی بات پر پہنچا ہوں۔ لہٰذا میں نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو ان میں سب سے بہتر اور قوی اور نیکی پر حریص ہو۔ میں آپ کے حکم سے اس دنیا فانی کو چھوڑتا ہوں۔ آپ اپنے بندوں کے مالک ہیں۔ الہٰی! مسلمانوں کے حاکموں میں صلاحیت دو اور عمرؓ کو اپنے خلفاء راشدین میں داخل کر دو۔ اور اسکی رعایا کی اصلاح فرماؤ۔

ابن سعد اور حاکم ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عقلمند دنیا میں سب سے زیادہ تین ہوئے ہیں اول ابوبکر صدیقؓ کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا دوسرے موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کہ انہوں نے کہا تھا اِسْتَاجِرْهُ تیسرے عزیز مصر کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق رائے قائم کر کے بیوی سے کہا۔ اَکْرِمِیْ مَثْوَاهُ۔

ابن عساکر نے یسار بن حمزہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تکلیف بڑھی تو آپ گھر سے نکل کر لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور کہا۔ اے لوگو! میں نے تمہارے اوپر ایسے شخص کو مقرر کر دیا ہے کہ تم اس سے راضی ہو۔ لوگوں نے بالاتفاق

کہا یا خلیفہ رسول اللہ ہم بالکل راضی ہیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر فرمایا کہ اگر وہ شخص عمر نہیں ہے تو ہم اُس سے راضی نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں عمر ہی ہیں۔ احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ روایت کی ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق نے جس روز آپ کی وفات ہوئی دریافت کیا کہ آج کیا دن ہے لوگوں نے کہا پیر ہے آپ نے فرمایا اگر میں آج رات تک مرجاؤں تو میرے دفن میں کل کا انتظار نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جتنا جلدی پہنچ جاؤں اتنا ہی بہتر ہے۔

مالک نے عائشہ صدیقہ رض سے روایت کی ہے کہ ایک کھجور کا درخت جس پر سے بیس وثق کھجوریں سال بھر میں اُترتی تھیں مجھے ہبہ کر دیا تھا۔ آپ نے مرض الموت میں فرمایا بیٹی! واللہ میں تمہیں ہر حال میں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم سے زیادہ غنی میں کسی کو محبوب نہیں رکھتا۔ تیری غربت سے مجھے رنج ہوتا ہے اور خوشحالی سے راحت۔ میں نے تجھے جو درخت دیا تھا اب تک تو نے اُس سے نفع اُٹھایا اور وہ تیرا تھا۔ لیکن میرے مرنے کے بعد وہ ترکہ ہو جائے گا۔ تیرے دوسرے بہن بھائی ہیں۔ ان سب پر قرآن شریف کی رو سے تقسیم کرنا۔ میں نے عرض کیا ابا جان! ایسا ہی ہوگا۔ مگر آپ نے تو محض ایک بہن میری اسماء ہی چھوڑی ہے اور آپ دو بہن بتلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری سوتیلی ماں حبیبہ بنت خارجہ حاملہ ہیں مجھے اندازہ معلوم ہوتا ہے کہ انکے پیٹ میں لڑکی ہے اسی روایت کو ابن سعد نے بھی روایت کیا ہے مگر اُس میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رض سے فرمایا کہ بنت خارجہ حاملہ ہیں اور مجھے القا ہوا ہے کہ بطن میں لڑکی ہے پس میں اسکی بھی تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ ابن سعد نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے مال کے پانچویں حصے کے متعلق فرمایا کہ جس طرح مسلمانوں کے مال کا پانچواں حصہ راہِ خدا میں لیا کرتے ہیں اسی طرح اسے بھی لے لیا جاوے۔ ابن سعد اس طرح بھی روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا وصیت کرنا ساتھ خمس کے مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ربع کی وصیت کروں اور ربع کی وصیت کرنا ثلث کی وصیت کرنے سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں اور جو شخص ثلث کی وصیت کرے تو پھر اُسنے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا۔

سعید بن منصور نے اپنے سنن میں ضحاک سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض

وحضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے مال کے خمس حصہ میں وصیت کی تھی کہ اس میں ہمارا کوئی رشتہ دار شریک نہ ہو یہ فی سبیل اللہ ہی عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہی کہ وہ کہتی ہیں۔ واللہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک بھی درہم یا دینار نہیں چھوڑا جس پر کہ خدا کا نام نہ ضرب ہو۔ ابن سعد وغیرہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق کو زیادہ تکلیف ہوئی تو میں نے یہ شعر پڑھا (ترجمہ) قسم ہے مجھے اپنی عمر کی جب موت کی ہچکی لگ جاتی ہی اور سینہ تنگ ہو جاتا ہی تو کوئی مال فائدہ نہیں دیتا۔ آپ نے چادر سے منہ کھول کر فرمایا یہ نہیں ہے بلکہ اس طرح کہو کہ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَالِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْد۔ دیکھو یہ میرے دو کپڑے ہیں مجھے غسل دیکر ان ہی دونوں مستعمل کپڑوں میں کفنا دینا کیونکہ زندہ کو بہ نسبت مردے کے نئے کپڑوں کی زیادہ حاجت ہی ابو یعلی نے حضرت عائشہ صدیقہ کا قول نقل کیا ہی۔ آپ فرماتی ہیں میں جب اپنے باپ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس گئی تو آپ حالت نزع میں تھے میں نے یہ شعر پڑھا (ترجمہ) آج آپ کو سخت مرض لاحق ہو گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کی روح کو توفیق بخشیں۔ آپ نے فرمایا یہ مت کہو بلکہ یہ کہو کہ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَالِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْد۔ (موت کی بیہوشی ضرور آکر رہیگی یہی وہ حالت ہو جس سے تو بھاگتا تھا) پھر آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس روز ہوئی تھی۔ عرض کیا پیر کے روز آپ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ میں اسی رات انتقال کرونگا۔ پس آپ منگل کی رات کو انتقال فرما گئے اور صبح سے پہلے مدفون ہوئے۔

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت کیا ہے جو وقت حضرت ابوبکر صدیق کے انتقال کا وقت ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ آپ کے سرہانے بیٹھکر یہ شعر پڑھنے لگیں (ترجمہ) ہر سوار کی ایک منزل ہوتی ہے اور ہر کپڑا پہننے والے کا ایک کپڑا ہوتا ہے۔ آپ فوراً اٹھ گئے اور فرمایا بیٹی اس طرح نہیں ہے بلکہ جس طرح اللہ صاحب جل مجدہ نے فرمایا ہے اسطرح ہو وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَالِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْد۔ احمد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے یہ شعر پڑھا (ترجمہ) بہت سے سفید چہرہ ہیں کہ ان کے روئے مبارک سے ابر پانی حاصل کرتے ہیں اور وہ یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کے پشت پناہ ہیں۔ آپ نے یہ شعر سنکر فرمایا یہ صفت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہے۔ عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں عبادہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی موت کے وقت فرمایا اے عائشہؓ میرے ان دونوں مستعملہ کپڑوں کو دھو کر مجھے ان ہی میں کفنا دینا۔ یہ ضرور ہے کہ میں تمہارا باپ ہوں۔ اگر مجھے نئے کپڑوں میں کفنایا تو کچھ بڑھ نہ جاؤں گا اور اگر پرانے بوسیدہ کپڑوں میں کفنایا تو کچھ گھٹ نہ جاؤں گا۔

ابن ابی الدنیا ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ وصیت فرمائی کہ آپ کو آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس غسل دیں اور عبدالرحمن بن ابو بکر ان کی اس کام میں مدد کریں۔ ابن سعد سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حضرت ابوبکر صدیق کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔ عروہ اور قاسم بن محمد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عائشہ صدیقہ کو وصیت کی کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دفن کرنا چنانچہ جب آپکا انتقال ہوا تو آپکی قبر شریف اس طرح کھودی گئی کہ آپ کا سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے شریف کے پاس رہا اور آپکی قبر شریف کا تعویذ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک تعویذ برابر رہا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کو قبر میں حضرت عمرؓ۔ طلحہؓ۔ عثمانؓ۔ عبدالرحمنؓ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اتارا اور چند طریقوں سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ رات ہی کو دفن کئے گئے۔ ابن مسیب روایت کرتے ہیں کہ جسوقت حضرت ابوبکر صدیق کا انتقال ہوا تو مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا۔ آپکے والد ماجد حضرت ابو قحافہ نے کہا کیا ہوا۔ لوگوں نے کہا آپ کے صاحبزادہ کا انتقال ہو گیا۔ آپنے فرمایا اللہ اللہ کیسی مصیبت ہے۔ پھر کہا انکی جگہ کون مقرر ہوا۔ جواب دیا کہ حضرت عمرؓ آپ نے فرمایا اچھا مرحوم کے دوست۔ مجاہد سے روایت ہے کہ ابو قحافہ کو جو حصہ شرعی حضرت ابوبکر صدیق کے مال سے ملا تھا انہوں نے وہ اپنے پوتوں کو واپس کر دیا اور خود بھی حضرت ابوبکر صدیق کے چھ ماہ کچھ دن بعد محرم ۱۴ھ میں بعمر ستانوے (۹۷) سال اس دار فانی سے کوچ کر دیا۔

علماء کا قول ہے کہ اپنے باپ کی زندگی میں کوئی شخص سوائے حضرت ابوبکر صدیق کے تخت خلافت پر نہیں بیٹھا اور نہ کسی خلیفہ کے والد نے سوائے ابوبکر صدیقؓ کے اپنے بیٹے کا ترکہ پایا۔ حاکم ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے دو سال سات ماہ خلافت کی۔

تاریخ ابن عساکر میں بسند صحیح مروی ہے کہ خفاف بن ندبہ سلمی نے آپ کی وفات پر یہ مرثیہ پڑھا (ترجمہ) میں اچھی طرح جان گیا ہوں کہ زندگی کے لئے بقا نہیں ہے۔ دنیا محض فانی ہے اقوام میں یہ ملک مستعار ہے۔ اسمیں شرط ادا کرنا ہی ہے۔ آدمی اگرچہ کوشش کرتا ہے مگر اسکے واسطے محض امید ہی امید ہے۔ آنکھیں روتی ہیں اور جانور صدا لگاتا ہے بوڑھا ہو کر مرے یا قتل ہو یا بیمار ہو کر مرے مگر سب مرض ہی کی شکایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک ابر رحمت تھے جو سوکھی کھیتیوں پر ہمیشہ برستے تھے الخ

فصل

اُن احادیث صحیحہ میں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہیں

امام نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو بیالیس حدیثیں روایت کی ہیں اور سبب قلت روایت کا یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت کم زندہ رہے اور اس وقت تک احادیث کا چرچا زیادہ نہیں ہوا احادیث کی سماعت اور تحصیل وحفظ میں تابعین نے زیادہ کوشش کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پیچھے آپ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے قضیۂ بیعت کے وقت یہ فرمایا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وہ تمام احادیث جو انصار کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں بیان کیں اور قرآن پاک میں جو کچھ انصار کے متعلق نازل ہوا ہے بیان فرمایا یہ اس امر کی بین اور صاف اور واضح دلیل ہے کہ آپ سنت کے سب سے زیادہ جاننے والے اور قرآن شریف کے وسعت معلومات کے لحاظ سے سب سے زیادہ عالم تھے۔

آپ سے ان حضرات نے روایت کی ہے عمرؓ عثمانؓ۔ علیؓ۔ ابن عوفؓ۔ ابن مسعودؓ۔ حذیفہؓ۔ ابن عمرؓ۔ ابن زبیرؓ۔ ابن عمروؓ۔ ابن عباسؓ۔ انسؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ براء بن عازبؓ۔ ابو ہریرہؓ۔ عقبہ بن حارثؓ۔ عبد الرحمٰن بن ابوبکرؓ۔ زید بن ارقمؓ۔ عبد اللہ بن مغفلؓ۔ عقبہ بن عامر جہنیؓ۔ عمران بن حصینؓ۔ ابو برزہ اسلمیؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ ابو موسیٰ اشعریؓ۔ ابو الطفیل لیثیؓ۔ جابر بن عبد اللہؓ۔ بلالؓ۔ عائشہ بنت ابو بکرؓ۔ اسماء بنت ابو بکر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ تابعین میں سے اسلم مولیٰ عمر۔ واسط البجلی۔ اور بہت آدمیوں نے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ بیں مختصر طور پر یہاں ان احادیث کو نقل کر دوں اور انکے پیچھے
راویوں کے نام بھی لکھدوں۔ میں مفصل طور پر انشاء اللہ العزیز اپنی مسند میں لکھونگا (۱) احادیث
ہجرت شیخین وغیرہ (۲) حدیث البحر یعنی دریا کا پانی پاک ہے اور اس میں مری ہوئی شے حلال ہے
دار قطنی (۳) مسواک منہ کی صاف کرنیوالی ہے اور رب کی خوشنودی کا باعث ہے۔ احمد
(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔
بزار و ابو یعلی (۵) کوئی آدمی کھانا کھانے کے بعد وضو نہ کرے کھانا کھانا اسکو حلال ہے۔ بزار۔
(۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔ ابو یعلی و بزار (۷) نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے سب سے آخر میں جو میرے پیچھے نماز پڑھی تو اسمیں آپ ایک ہی کپڑا پہنے ہوئے
تھے۔ ابو یعلی (۸) جو شخص چاہے کہ میں قرآن شریف کو اسی قراءت میں پڑھوں جس میں وہ نازل ہوا ہے
تو چاہیئے کہ ابن ام عبد کی قرأت اختیار کرے۔ احمد (۹) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کیا کہ آپ مجھے ایک ایسی دعا بتلا دیجئے جسکو میں نماز میں پڑھا کروں آپ نے فرمایا یہ پڑھا
کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً
مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ بخاری و مسلم (۱۰) جس نے صبح کی نماز
پڑھی وہ اللہ کی پناہ میں آگیا تم خدا کے عہد میں دست اندازی ست کرو جس شخص نے اسے قتل
کر دیا خدا اس سے ناراض ہوا اور اسکو دوزخ میں ڈالیگا۔ ابن ماجہ (۱۱) کسی نبی کا جب تک انتقال
نہیں ہوتا تب تک کہ وہ اپنی امت کے کسی شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھ لے۔ بزار (۱۲) اگر کوئی آدمی
کوئی گناہ کرے پھر اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے اور خدا سے مغفرت مانگے تو خدا
تعالیٰ اسکے گناہ کو معاف کر دیتے ہیں۔ احمد۔ اصحاب سنن اربعہ ابن حبان (۱۳) ہر نبی کی وفات
اسی جگہ ہوتی ہے جہاں اسکو دفن ہونا ہوتا ہے۔ ترمذی (۱۴) اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ پر
لعنت کی ہے کیونکہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ ابو یعلی (۱۵)
میت کو اسکے پسماندگان کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ ابو یعلی (۱۶) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے
ٹکڑے کی برابر خیرات کرو کیونکہ وہ ٹیڑھے کو سیدھا کرتی ہے مردے کے عذاب کو علیحدہ کرتی ہے
(۱۷) حدیث فرائض صدقات بخاری وغیرہ (۱۸) بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ آپ کا کوڑا جب آپ
اونٹ پر سوار ہوتے تھے گر جاتا تھا آپ اونٹنی کو بٹھا کر نیچے آتے اور اسکو اٹھاتے تھے لوگوں
نے عرض کیا کہ آپ ہم سے کیوں نہیں اٹھانے کو فرمایا کرتے آپ نے فرمایا کہ میرے محبوب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں سے سوال نہ کروں۔ احمد (۱۹) جب اسماء بنت عمیس کے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا کہ حالت نفاس میں غسل کر کے حج وعمرہ میں تکبیر کہیں۔ بزار (۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حج کونسا افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تکبیریں زیادہ کہی جائیں اور قربانی زیادہ ہوں۔ ترمذی ابن ماجہ (۲۱) آپ نے جس وقت حجر اسود کو بوسہ دیا تو اُسکو مخاطب کر کے فرمایا۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ دارقطنی (۲۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ براۃ کو مکہ شریف بھیجکر اہل مکہ کو کہا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص برہنہ ہو کر طواف کرے۔ احمد (۲۳) میرے مکان اور منبر کے درمیان کا ٹکڑا جنت کے باغوں کا ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے ایک ٹکڑے پر ہے۔ (۲۴) حدیث طلاق جو ابوالہیثم کے مکان پر فرمائی ابویعلی (۲۵) چاندی سونا مثل بمثل ہے اگر کوئی زیادہ لے تو دوزخی ہے ابویعلی بزار (۲۶) جس نے کسی مومن کو اذیت دی یا اسکے ساتھ مکر کیا وہ ملعون ہے۔ ترمذی (۲۷) جو شخص بخیل ہو وہ جنت میں نہیں جانے کا اور نہ بدخواہ نہ خائن اور نہ ظالم بادشاہ اور اول وہ غلام جنت میں داخل ہونگے جو اللہ اور اپنے آقا کی اطاعت کریں احمد (۲۸) غلام کا ترکہ اسکے لئے ہے جو اسے آزاد کرے ضیاء المقدسی (۲۹) ہم صدقہ کے وارث نہیں ہوتے۔ بخاری (۳۰) نبی کا وارث اس کا جانشین خلیفہ ہوتا ہے (۳۱) حدیث نسب کے تبرا کے متعلق (۳۲) تو اور تیرا مال تیرے باپ کے واسطے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نفقہ ہے (۳۳) جس نے قدم اپنے خدا کی راہ میں اُٹھائے اللہ تعالی اسپر آتش دوزخ حرام کرتے ہیں۔ بزار (۳۴) میں حکم دیا گیا ہوں کہ لوگوں سے مقاتلہ کروں الخ بخاری مسلم (۳۵) خالد بن ولید کی تعریف اور یہ فرمانا کہ وہ اللہ کی تلوار ہیں خدا تعالی نے اُن کو کفار اور منافقین پر مسلط فرمایا ہے احمد (۳۶) آفتاب کسی آدمی پر جو عمر سے بہتر ہو نہیں طلوع ہوا۔ ترمذی (۳۷) جو شخص مسلمانوں کے امور کا والی ہو اور مسلمانوں پر فرو گذاشت کا حکم دیا تو اسپر اللہ کی لعنت ہے۔ اللہ صاحب اسکے نفل وفرض قبول نہ کرینگے الخ (۳۸) قصہ ماعز اور اُسکا سنگسار کیا جانا۔ احمد (۳۹) نہیں اصرار کیا اُس شخص نے جس نے استغفار کیا اگرچہ پھر اسی فعل کو ایک دن میں ۷۰ مرتبہ کیا۔ ترمذی (۴۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حرب کے متعلق مشورہ

کرنا۔ طبرانی (۴۱) جب آیت وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءً یُّجْزَ بِهٖ الخ ترمذی ابن حبان (۴۲) تم یہ آیت پڑھتے ہو۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ احمد اربعہ ابن حبان (۴۳) جہاں دو آدمی موجود ہوتے ہیں تیسرے خداوند تعالیٰ بھی وہاں ہوتے ہیں بخاری و مسلم (۴۴) حدیث اَللّٰهُمَّ طَعْنًا وَطَاعُوْنًا ابو یعلی (۴۵) مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کردیا۔ دارقطنی (۴۶) میری امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہے ابو یعلی (۴۷) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ تعلیم کیجئے تاکہ میں اس دعا کو صبح و شام پڑھا کروں الخ الہیثم بن کلیب ترمذی (۴۸) تم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَسْتَغْفَارُ کو لازم پکڑو کیونکہ ابلیس لعین کہتا ہے کہ لوگ گناہوں کے سبب ہلاک ہوتے ہیں اور مجھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَسْتَغْفَار سے ہلاک کرتے ہیں الخ ابو یعلی (۴۹) جس وقت لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے اب اس طرح بات کیا کرونگا جس طرح پیر فرتوت کلام کرتے ہیں (کہ انکی آواز بوجہ کبر سنی نہیں نکلتی) بزار (۵۰) حدیث کُلٌّ مُّیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ احمد (جو مجھ سے دانستہ جھوٹ بولا مجھپر کوئی شے روکی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ ابو یعلی (۵۱) حدیث مَا نَجَاةُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ الخ احمد (۵۲) مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ تم جاکر کہدو کہ جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اسکے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے جب میں چلا تو راستہ میں حضرت عمر مل گئے الخ ابو یعلی (یہ حدیث ابو ہریرہ کی روایت سے محفوظ ہے نہ ابو بکر سے (۵۳) میری امت کے دو گروہ جنت میں داخل نہیں ہونگے مرجیہ و قدریہ۔ دارقطنی (۵۴) اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔ احمد نسائی ابن ماجہ (۵۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے کرنیکا ارادہ فرماتے تو یہ دعا فرماتے الٰہی اس کام کو میرے لئے پسند کرو اور اختیار فرماؤ۔ ترمذی (۵۶) دعاء دین اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ الخ بزار حاکم (۵۷) جو جسم حرام سے پرورش پائے تو اُسکے لئے آگ ہی بہتر ہے۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ جس جسم کی حرام غذا ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہونے کا۔ ابو یعلی (۵۸) جسم کا ہر ایک حصہ تیری زبان سے شکایت کریگا۔ ابو یعلی (۵۹) نصف شعبان کی شب کو اللہ تعالیٰ نیچے تشریف لاتے ہیں اور ہر شخص کو اس رات سوائے کافر اور کینہ ور آدمی کے سب کو بخشتے ہیں۔ دارقطنی (۶۰) دجال مشرق میں خراسان سے ظاہر ہوگا اور اُسکے ساتھ دوسری قومیں بھی ہونگی جنکا منہ اُن ڈھالوں کی طرح ہوگا جو بیچ میں سے بلند اور کنارے

پر سے پست ہوں۔ ترمذی ابن ماجہ (۶۱) مجھپر خدا کا اتنا بڑا احسان ہے کہ
میں قیامت میں ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے داخل کراؤں گا۔ (۶۲) حدیث شفاعت اور
انبیاء علیہم السلام کا میدان قیامت میں تردد۔ احمد (۶۳) اگر لوگ ایک میدان کی طرف جائیں
اور انصار دوسرے میدان کی طرف تو میں انصار کے ساتھ رہوں گا۔ (۶۴) قریش اس
اُمت کے امیر ہیں انکے نیک نیکیوں کے تابع ہیں اور فاجر فاجروں کے احمد (۶۵) حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے متعلق وصیت فرمائی ہے کہ اُنکے نیک آدمیونکو قبول
کرو اور بروں سے درگذر کرو۔ بزار طبرانی (۶۶) عمان کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ
فرمایا ہے کہ وہاں عرب کے لوگوں میں سے ایک قبیلہ رہتا ہے۔ جب امیر ایلچی وہاں گیا
تو عمان والوں نے اسکے تیر مارے نہ پتھر۔ احمد۔ ابو یعلی (۶۷) ایک دن جناب ابوبکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی جگہ گذرے جہاں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے بچوں کے ساتھ
کھیل رہے تھے آپ نے اُن کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر فرمایا کہ ان کی صورت بہ نسبت حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ملتی ہے۔ بخاری ابن کثیر کہتے
ہیں کہ یہ مرفوع کے حکم میں ہے (۶۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام امین کی زیارت کو تشریف
لیجایا کرتے تھے مسلم (۶۹) پانچویں مرتبہ میں چور قتل کیا جاوے۔ ابو یعلی۔ دیلمی (۷۰) حدیث عقہ
احد طیالسی طبرانی (۷۱) ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے
کہ ہم نے اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز ہٹاتے ہوئے دیکھا حالانکہ وہاں کوئی چیز معلوم
نہیں ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا تھی الخ بزار ابن کثیر۔ دوسری
احادیث اسی کی تکملہ ہیں (۷۲) اہل قدر کو جبتک قتل کرو جبتک انہیں کا ایک آدمی بھی باقی ہو طبرانی
(۷۳) جو گھر بناؤ اُسکو دیکھ لو جس زمین میں رہتے ہو اور جس راستہ سے چلتے ہو اسکا بھی معائنہ
کر لو۔ دیلمی (۷۴) مجھپر بیحد درود بھیجا کرو کیونکہ میری قبر پر خداوند تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہی
جب کوئی شخص میری اُمت کا مجھپر درود بھیجتا ہے تو مجھ سے وہ فرشتہ کہتا ہے کہ اس وقت فلاں
بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ دیلمی (۷۵) ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کفارہ ہو جاتا ہے اور
غسل بھی جمعہ کے دن کفارہ ہی الخ عقیلی (۷۶) جہنم کی گرمی میری امت پر حمام کی گرمی جیسی ہی طبرانی
(۷۷) اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کیونکہ جھوٹ ایمان سے دور کرنیوالا ہے ابن لال (۷۸)
جو شخص جنگ بدر میں حاضر ہوا ہو اُسکو جنت کی بشارت دیدو۔ دار قطنی (۷۹) دین خداوند تعالیٰ

کا ایک بہت بڑا بھاری جھنڈا ہے ایک شخص میں طاقت ہو کہ اُسکو اُٹھا سکے۔ دیلمی (۸۰) حدیث فضیلت سورۂ یٰسین۔ دیلمی (۸۱) عادل سُلطان جو متواضع بھی ہو زمین میں اللہ کا سایہ ہے اور اس کا نیزہ ہے اسکو دن رات میں ستر صدیقوں کا ثواب ملتا ہے۔ ابوالشیخ عقیلی۔ ابن حبان (۸۲) موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اس شخص کو کیا جزا ملیگی جو مصیبت زدہ عورت کی تسلی کرتا ہے۔ حکم ہوا کہ میں اُسکو اپنے سایہ میں رکھوں گا۔ ابن شاہین دیلمی۔ (۸۳) الہٰی اسلام کو عمر بن خطاب سے تقویت بخش۔ طبرانی (۸۴) کوئی جانور شکار نہیں ہوتا نہ کوئی خاردار درخت کٹتا ہے نہ کسی درخت کی جڑ کٹتی ہے مگر قلت تسبیح سے (۸۵) اگر میں تم میں نبی ہو کر نہ آتا تو عمر نبی ہوتے۔ دیلمی (۸۶) اگر جنتی کسی چیز کی تجارت کرتے تو کپڑے کی کرتے۔ ابو یعلی (۸۷) جو شخص باوجود اپنے امام کے موجود ہونیکے اپنے لئے یا کسی دوسرے کے واسطے خشنج کرے اس پر خدا کی اور اسکے فرشتوں کی اور آدمیوں کی لعنت ہو اُسکو قتل کر ڈالو۔ دیلمی (۸۸) جو شخص مجھ سے علم یا حدیث لکھے جبتک وہ علم یا حدیث اسکے پاس محفوظ ہے جب ہی تک اُسکو اُسکا ثواب ملتا رہیگا۔ حاکم (۸۹) جو شخص خداوند تعالی کے راستہ میں برہنہ پا نکلے گا خداوند تعالی قیامت کے روز اُس سے مفروضات کے متعلق سوال نہ فرمائینگے۔ طبرانی (۹۰) جو شخص جہنم سے بچنا اور خداوند تعالی کے سایہ میں آنا چاہے اُسے چاہیئے کہ مسلمانوں پر سختی نہ کرے بلکہ رحم کرے۔ ابن لال ابن حبان۔ ابوالشیخ (۹۱) جو شخص فی سبیل اللہ کسی کی حاجت پوری کر دے اگرچہ اُس روز کوئی گناہ بھی کرے مگر خداوند تعالی اُسکو اس کا اجر ضرور دینگے۔ دیلمی (۹۲) جس قوم نے جہاد ترک کیا وہ قوم عذاب میں پھنس گئی۔ طبرانی (۹۳) افترا کرنیوالا جنت میں داخل نہیں ہونے کا (۹۴) کسی مسلمان کی حقارت مت کرو کیونکہ ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی خداوند تعالی کے نزدیک بڑا رتبہ رکھتا ہے (۹۵) اللہ صاحب فرماتے ہیں اگر تم میری رحمت کی اُمید رکھتے ہو تو میری مخلوقت پر رحم کرو۔ ابوالشیخ ابن حبان دیلمی (۹۶) حدیث نار ابو نعیم (۹۷) کفی وکفی علی انا آخر شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت نہ کرو کیونکہ تم اگرچہ اُسکو نہیں دیکھتے مگر وہ تم سے غافل نہیں ہے۔ دیلمی (۹۹) جس شخص نے محض خداوند تعالی کے لئے مسجد تعمیر کرائی۔ خداوند تعالی اُسکے واسطے جنت میں گھر بنائیں گے۔ طبرانی (۱۰۰) جو شخص ان خبیث ترکاریوں پیاز۔ لہسن کو کھائے وہ مسجد میں نہ آئے۔ طبرانی (۱۰۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افتتاح صلوٰۃ رکوع سجود میں رفع یدین فرمایا۔ بیہقی (۱۰۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کا ایک اونٹ ہدیہ کیا۔ [illegible] (۱۰۳) حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ ابن عساکر۔

فصل

قرآن شریف کی تفسیر

ابوالقاسم بغوی نے ابوملیکہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کسی آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں کونسی زمین میں بسوں گا اور کون سے آسمان تلے رہونگا اگر میں کتاب اللہ کے معنی خلاف منشاء خداوندی کر دونگا۔ ابوعبیدہ نے ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فَاكِهَةً وَّاَبًّا کے معنی دریافت کیئے گئے تو آپ نے فرمایا مجھے کونسی زمین اپنے میں رہنے دیگی اور کونسا آسمان اپنے نیچے بسنے دیگا۔ اگر میں قرآن شریف کے وہ معنی بیان کروں جو میں نہیں جانتا۔ بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایکدفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کلالہ کے معنی دریافت کیئے گئے تو آپ نے فرمایا میں جو کچھ اسکے معنی بیان کرونگا وہ میری رائے ہوگی اگر وہ رائے ٹھیک اور صائب ہو تو اللہ کا احسان سمجھنا چاہیئے اور اگر وہ رائے خطا ہو تو میرا اور شیطان کا فعل خیال کرنا چاہیئے میرے نزدیک تو اس سے ولد اور والد مراد ہے جس وقت حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ جس بات کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا ہے میں اسکی تردید کروں۔ ابونعیم نے حلیہ میں اسود بن ہلال سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے دریافت کیا کہ تم ان دو آیتوں کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ صحابہ نے کہا کہ یہ معنی ہیں کہ انہوں نے استقامت کی اور کوئی گناہ نہیں کیا اور اپنے ایمان کو گناہ کیساتھ نہیں ملایا آپ نے فرمایا کہ تم نے انکو بے محل سمجھا بلکہ یہ معنی ہیں کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب کہا پھر اس پر قائم رہے اور کسی دوسرے خدا کی طرف مائل ہوئے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ ملبوس کیا۔

ابن جریر عامر بن سعد بجلی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ خدا کے منہ کی طرف نظر کی۔ ابن جریر نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کے یہ معنی فرمائے ہیں کہ جب آدمی نے یہ کہا اور اسی عقیدہ پر مر گیا تو اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس نے استقامت کی۔

فصل

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اقوال کے فیصلے خطبے اور دعائیں

لالکائی نے سنتہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہو کہ ایک شخص حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ زنا بھی خداوند تعالیٰ کے علم سے ہوتا ہو۔ آپنے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اول تو اسکو میرے لئے مقرر کیا پھر مجھے عذاب بھی ہوگا۔ آپنے فرمایا سچ ہو۔ واللہ اگر میرے پاس اسوقت کوئی آدمی ہوتا تو میں حکم دیتا کہ وہ تیری ناک کاٹ لے ابن ابی مشیبہ نے اپنی تصنیف میں حضرت زبیر سے روایت کی ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا حاضرین! اللہ تعالیٰ سے شرم کیا کرو خدا کی قسم جب کبھی میں میدان میں قضائے حاجت کرتا ہوں تو خداوند تعالیٰ سے شرما کر اپنا سر ڈھک لیتا ہوں۔ عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں عمر بن دینار سے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا خدا سے شرماؤ واللہ جب میں پیخانہ میں جاتا ہوں تو اپنی کمر پیخانہ کی دیوار سے خدا سے شرما کر لگا لیتا ہوں۔

ابو داؤد نے اپنی سنن میں ابو عبد اللہ الصنابحی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے ایکبار مغرب کی نماز پڑھی تو آپ نے پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف اور قصار مفصل میں سے ایک سورۃ پڑھی اور تیسری رکعت میں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا الخ پڑھی۔

ابن ابی خیثمہ اور ابن عساکر نے ابن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کسی کی تعزیت کرتے تھے تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ صبر میں کوئی مصیبت نہیں اور رونے سے نہ کچھ فائدہ ہے۔ موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے زیادہ سخت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھ جانے کو یاد کرو۔ تمہیں تمہاری مصیبت کم معلوم ہوگی اور خداوند تعالیٰ تمہیں زیادہ اجر دینگے۔ ابن ابی شیبہ دار قطنی سالم بن عبید صحابی سے روایت کرتے ہیں جناب حضرت ابو بکر صدیقؓ مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ آؤ صبح تک اقامت کریں اور نمازیں پڑھ پڑھ کر رات گذاریں۔ ابی قلابہ ابو السفر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اکثر فرمایا کرتے تھے میرا دروازہ بند کر دو حتیٰ کہ میں صبح کر دوں۔ بیہقی اور ابو بکر بن زیاد نیشاپوری نے کتاب الزوایات میں حضرت حذیفہؓ بن اسید سے نقل کیا ہو کہ میں نے حضرت

ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو کبھی ذبح کے واسطے کوئی جانور رکھ چھوڑتے نہیں دیکھا ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ جو مچھلی دریا میں مرکر اوپر آجاوے تو اسکا کھالینا جائز ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نے اعم میں روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق گوشت کی بیع زندہ حیوان کے بدلے میں مکروہ سمجھتے تھے۔ نیز بخاری شریف میں امام شافعی سے روایت ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق نے دادا کو بمنزلہ باپ کے میراث میں قرار دیا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دادا کو بمنزلہ باپ کے اسوقت قرار دیا ہی جب باپ نہ ہو اور پوتے کو بھی بمنزلہ بیٹے کے قرار دیا ہو مگر اُسی وقت جبکہ بیٹا نہ ہو۔ قاسم کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنے باپ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا اِسے مارو اسکے سر میں شیطان گھس گیا ہے۔ ابن دابی، مالک کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب کسی جنازہ کی نماز پڑھاتے تو فرمایا کرتے تھے اے اللہ تیرے اس بندہ کو اسکے اہل اور مال اور کنبہ والوں نے تجھے سپرد کیا ہی یہ گنہگار ہے اور آپ بخشنے والے اور رحم فرمانے والے ہیں۔

سعید بن منصور نے اپنے سنن میں حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عاصم بن عمرؓ بن خطاب کا اپنی والدہ سے کچھ جھگڑا ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فیصلہ دینے کے بعد عاصم کو مخاطب کیکے فرمایا عاصم! یہ اچھی طرح جان لو کہ تمہاری والدہ کا پسینہ اور اسکی بو اور انکی تمہارے ساتھ مہربانی تم سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ بیہقی نے قیس بن ابی حازم سے نقل کیا ہو کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرا باپ مجھ سے کچھ مال چھین کر مجھے محتاج بنانا چاہتا ہے۔ آپ نے اُسکے باپ سے فرمایا تو اپنے لڑکے سے اُتنا لیلے جتنا تجھے ضرورت ہے اُس نے کہا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں فرمایا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس سے نفقہ مراد ہے۔ عمرو بن شعیب کے دادا روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ آزاد کو غلام کے قصاص میں قتل نہیں کرتے تھے (احمد) بخاری شریف میں ابن ابی ملیکہ کے دادے سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ میں کاٹ کھایا جسوقت اُس شخص نے اپنا ہاتھ اُسکے منہ سے زور سے کھینچا تو اُسکے دونوں اگلے دانت نکل گئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایسی صورت میں دیت اور قصاص کچھ جاری نہیں کیا۔ ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کان کے

قصاص میں پندرہ اونٹ دلوائے اور یہ فرمایا کہ کن کٹا اپنا عیب بالوں اور پگڑی میں چھپالیگا۔ بیہقی وغیرہ ابن عمران جونی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو فوج شام پر روانہ کی تھی اسپر یزید بن سفیان کو سپہ سالار مقرر فرما کر ان سے یہ فرمایا کہ میں تم کو چند نصیحتیں کرتا ہوں ان پر کاربند رہنا۔ کسی عورت یا بچہ یا اپاہج بڈھے کو قتل نہ کرنا کسی درخت پھلدار کو نہ کاٹنا۔ بستیوں کو خراب نہ کرنا۔ بکری اونٹ کو نہ مارنا کھا لینے کے لئے کچھ مضائقہ نہیں۔ کھیتوں کو برباد نہ کرنا نہ اُنکو جلانا۔ فضولخرچی سے بچنا بخل سے بھی احتراز کرنا۔

احمد داؤد نسائی نے ابو برزہ اسلمی سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو ایک دفعہ ایک شخص پر بے انتہا غصہ آیا میں نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اسے قتل کر دیجئے آپ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو بھی جائز نہیں۔ سیف نے اپنے مشائخ سے کتاب الفتوح میں بیان کیا ہے کہ کچھ آدمی مہاجرین امیہ حاکم یمامہ کے پاس دو عورتوں کو جن میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک اور دوسری مسلمانوں کے ہجو آمیز گیت گایا کرتی تھی پکڑ لائے حاکم یمامہ نے دونوں کو یہ سزا دی کہ اُن کے ہاتھ کٹوا دئے اور دانت نکلوا ڈالے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم نے دو عورتوں کو ایسی ایسی سزا دی ہے اگر تم نے انکے سزا دینے میں جلدی نہ کی ہوتی تو میں اس عورت کے متعلق کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کی ہے قتل کی سزا تجویز کرتا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان تمام سے اعلیٰ وارفع ہے۔ خصوصاً اگر ایسی گستاخی کسی مسلمان سے سرزد ہو تو وہ مرتد ہے یا غدار محارب اور اس عورت کے متعلق جو مسلمانوں کی ہجو کرتی تھی اگر وہ مسلمانی کا دعویٰ کرتی ہے تو اسکو ادب دینا اور شرم دلانا چاہیے تھا ہاتھ پیر نہ کاٹنے چاہیے تھے۔ اور اگر ذمیہ ہے تو یہ شرک سے زیادہ برا فعل نہ تھا۔ جب اسکے شرک پر صبر کیا جاتا ہے اس فعل پر بھی کرنا چاہیے تھا۔ ہاتھ پیر سوائے قصاص کے کٹوا دینے کو میں مکروہ سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس میں سزا پانیوالے کو ہمیشہ شرم دامنگیر رہتی ہے۔

مالک او دار قطنی نے صفیہ بنت ابو عبید سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے ایک باکرہ لڑکی سے زنا کیا اور اسکا اقرار کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسکے دُرّے لگوائے اور

فدک کی طرف جلا وطن کر دیا۔ ابو یعلی نے محمد بن حاطب سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس ایک چور پکڑا ہوا آیا جسکے ہاتھ پہلی چوری میں کٹے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا میں تیرے متعلق سوائے اس حکم کے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا کوئی بہتر تجویز نہیں کر سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے واسطے قتل کا حکم دیا تھا۔ اور آپ زیادہ جاننے والے تھے۔ پھر آپ نے اُسکے قتل کا حکم دیا۔ مالک نے قاسم بن محمد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص یمن کا رہنے والا جسکے ہاتھ پیر کٹے ہوئے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر حاضر ہوا اور یہ شکایت کی کہ یمن کے عامل نے مجھ پر ظلم کیا ہے وہ شخص تمام رات نماز پڑھتا رہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکو قائم اللیل دیکھکر فرمایا کہ افسوس ابو بکر تیری رات اس چور کی رات سے بھی بدتر گذرتی ہے۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق کی حرم محترم اسماء عمیس کا کوئی زیور گم ہو گیا ہے اور وہ شخص حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے اشخاص کے ساتھ برابر پھرتا رہا اور دعا خیر اپنے میزبان یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے لئے مانگتا رہا آخر تلاش کرنے پر وہ زیور ایک سُنار کے پاس ملا۔ معلوم ہوا کہ یہی شخص سُنار کے پاس چرا کر لایا تھا۔ اس شخص نے خود چوری کا اقرار کیا یا کسی نے گواہی دی کہ اس نے چرایا تھا۔ آپ نے اسکے بائیں ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ واللہ اسکی دعا مجھ پر اسکی چوری سے بھی شاق تھی۔ دارقطنی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک ڈھال کی چوری میں جسکی قیمت پانچ درم تھی آپ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ ابو صالح سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں کچھ لوگ یمن سے آئے اور قرآن شریف کو سُنکر بہت روئے آپ نے فرمایا ہمارا بھی یہی حال تھا مگر پھر دل سخت ہو گئے (دل سخت ہونے کے معنی ابو نعیم نے یہ بیان کئے ہیں کہ معرفت الہٰی میں قوی مطمئن ہو گئے۔ روایت کیا اسکو نعیم نے اپنے حلیہ میں۔ ابو عبیدہ نے غریب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ جو شخص ابتداء اسلام میں مر گیا وہ خوش قسمت تھا جھگڑوں سے پاک رہا۔ اربعہ اور مالک نے قبیصہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں ایک میت کی دادی آئی جو اپنا حصہ میت کے ترکے میں سے دریافت کر کے لینا چاہتی تھی آپ نے فرمایا تیرے حصہ کے متعلق قرآن شریف میں کچھ نہیں آیا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ مجھے اس قسم کا یاد ہے تو پھر آنا میں لوگوں سے اسکے متعلق دریافت کروں گا آپ نے لوگوں سے دریافت کیا

کو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا آپ نے فرمایا کہ تیرے ساتھ کسی اور کو بھی یہ یاد ہے محمد بن سلمہ نے کھڑے ہو کر اسکی تصدیق کی لہٰذا آپ نے اسکو چھٹا حصہ دلا دیا مالک اور دارقطنی نے قاسم بن محمد سے روایت کی ہے کہ دو عورتیں یعنی میت کی دادی اور نانی نے حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہو کر حصہ میراث کا دعویٰ کیا آپ نے میت کی نانی کو میراث دلوا دی عبد الرحمن سہل انصاری جو بدر کی لڑائی میں شامل تھے انہوں نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس رشتہ دار کو حصہ دلا دیا جو اگر وہ مرجاتی تو اسکی وراثت ہی نہ پہنچتی آپ نے اس حصہ کو دادی اور نانی دونوں پر تقسیم کر دیا عبد الرزاق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رفاعہ کے قبیلہ کی ایک عورت نے اپنے خاوند سے طلاق لیکر عبد الرحمن بن زبیر سے نکاح کر لیا لیکن عبد الرحمن بن زبیر سے بھی کسی پوشیدہ راز کی وجہ سے اَن بن ہو گئی اور ان سے بھی طلاق لیکر پہلے خاوند کے نکاح میں جانا چاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبتک تو اس خاوند سے ہمبستر نہ ہولے تب تک طلاق نہیں ہو سکتی یہانتک تو یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے مگر عبد الرزاق نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ وہ عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ عبد الرحمن نے مجھ سے مساس کیا ہے۔ آپ نے پھر بھی رجوع سے انکار فرمایا اور دعا کی الہ العالمین اگر یہ عورت رفاعہ میں رجوع کرنا چاہے تو اس کا نکاح ثانی پورا نہ ہونے دو۔ یہ عورت حضرت ابو بکر و حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت میں بھی حاضر ہوئی مگر ان دونوں حضرات نے بھی انکار فرمایا۔

بیہقی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ عمرو بن عاص اور شرجیل بن حسنہ نے برید کے ہاتھ بطریق شام کا سر حضرت ابو بکر صدیق کے پاس بھیجا جب آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس فعل سے منع کیا۔ عقبہ نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی تو ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا عمرو بن عاص اور شرجیل فارس اور روم کی اقتدا کرتے ہیں۔ کسی کا سر نہ کاٹ کر روانہ کیا جائے ہمیں اقتدا کے لئے قرآن اور حدیث کافی ہیں۔ بخاری شریف میں قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے ایک عورت جس کا نام زینب تھا دیکھا کہ بولتی نہیں، آپ نے فرمایا اسے کیا ہوا جو یہ کلام نہیں کرتی۔ لوگوں نے کہا کہ اس نے خاموشی کا حج کیا ہے؟ آپ نے اس سے فرمایا کہ بات چیت کر یہ جاہلیت کا فعل ہے۔ اسلام میں ایسا کرنا ناجائز ہے۔

یہ سُنکر وہ بولنے لگی اور پوچھا آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مہاجرین میں سے ہوں۔ عرض کیا کس مہاجرین میں سے۔ جواب دیا قریش میں سے۔ اس نے کہا قریش کے کون سے قبیلہ سے آپنے فرمایا تو بڑی بولنے والی نکلی۔ میں ابوبکر ہوں۔ اُسنے کہا کہ جاہلیت کے بعد جو خدا نے یہ دین بھیجا ہے کون شخص ہم کو اسپر قائم رکھے گا۔ آپ نے فرمایا اس دین پر تمہاری استقامت تمہارے امام سے ہو گی۔ اُسنے کہا امام کون ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تیری قوم میں سردار اور رئیس نہیں ہوتے جو حکمرانی کرتے ہیں کہا کہ ہاں آپنے فرمایا وہی امام ہوتے ہیں۔

بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جسکی مزدوری میں سے آپ نے کچھ مقرر کر رکھا تھا اور اس میں سے آپ کھایا کرتے تھے۔ ایک روز وہ کوئی چیز لایا اور آپ نے اُس میں سے کچھ کھالی اُسنے کہا آپ جانتے ہیں یہ کہاں سے آئی تھی۔ آپ نے اُس سے دریافت کیا تو اُس نے قصہ بیان کیا کہ میں جاہلیت میں کہانت کیا کرتا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ کہانت جھوٹی سچی باتیں ہوتی ہیں۔ میں نے ایک شخص کو پیشین گوئی کا فریب دیا تھا۔ آج وہ مجھ سے ملا تو اُسنے اسکے بدلے میں یہ چیز دی تھی جو آپ نے تناول فرمائی آپنے فوراً حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ احمد نے زہد میں روایت کی ہے کہ ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوا میں نے کسی کو نہیں سُنا کہ مشتبہ کھانا کھا کر قے کر دی ہو۔ نسائی نے اسلم سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان پکڑے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں یہی ہے وہ جس نے مجھے مصیبت میں پھنسا رکھا ہے۔ ابوعبیدہ سے غریب میں مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے پاس سے ایک روز گذرے تو عبدالرحمٰنؓ اپنے ہمسایہ سے لڑ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا پڑوسی سے مت لڑو وہ باقی رہے گا اور لوگ تمہاری باتیں کرتے پھریں گے۔

ابن عساکر نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ یہ خطبہ فرمایا۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ میں اسی کی حمد کرتا ہوں اور اُسی سے مدد مانگتا ہوں۔ اور موت کے بعد اُسی سے کرامت کی التجا کرتا ہوں میری اور تمہاری موت قریب آچکی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ کسی اور کام میں کوئی اُسکا شریک ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اُسکے رسول ہیں صلے اللہ علیہ وسلم

جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانیوالا اور روشن چراغ کر کے بھیجا ہے تاکہ زندہ آدمیوں کو ڈرائیں اور کافروں پر پوری حجت قائم کر دیں جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی انہوں نے ہدایت پائی اور جنہوں نے نافرمانی کی وہ بین گمراہی میں پھنس گئے۔ تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں راستہ دکھلایا ہے اور ہدایت کی ہے اُسپر مستقل ہو جاؤ۔ کلمہ اخلاص کے بعد ہدایت اسلام کا یہ مطلب ہی کہ اپنے امیر کی سنو اور اسکی اطاعت کرو کیونکہ جس شخص نے خداوند تعالیٰ اپنے امیر کی امر معروف اور نہی عن المنکر پر اطاعت کی اُس نے فلاح پائی اور جو حق اسپر تھا وہ ادا کر دیا اپنے آپ کو اتباع نفس سے بچاؤ جو شخص اتباع نفس اور طمع اور غصہ سے بچا وہ فلاح کو پہنچ گیا تیز فخر نہ کرنا۔ غور کرو کہیں وہ شخص بھی فخر کر سکتا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہو اور مٹی میں ملنے والا ہو اور اسکو چیونٹیاں کھا جائیں۔ آج اگرچہ زندہ ہے مگر کل ضرور اُسکو موت آئے گی۔ ہر روز بلکہ ہر گھڑی نیک عمل میں کوشش کرو مظلوم کی بددعا سے بھی ڈرو۔ اپنے نفسوں کو مردہ شمار کرو۔ صبر کرو کیونکہ صبر ہی ایسی چیز ہے جو نیک عمل کراتا ہے پرہیز کرو کیونکہ پرہیز بہت نفع دیتا ہے۔ عمل کرو کیونکہ عمل قبول کیا جاتا ہے۔ جو چیز تمہیں اللہ کے عذاب کی طرف لیجائے اُس سے پرہیز کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے کرنے میں اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے اُسکے کرنے میں جلدی کرو۔ سمجھو اور سمجھاؤ ڈرو اور ڈراؤ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے کھلے طور پر بیان کر دیا ہے کہ تم سے پہلے کون لوگ کن امور کے کرنے سے ہلاک ہوئے اور کون سے کام کرنے سے نجات پائی۔ اُس نے اپنی پاک کتاب میں حلال و حرام۔ مکروہ و محبوب چیزیں بیان کر دی ہیں۔ میں تمہیں اور اپنے نفس کو نصیحت کرنے میں دیر نہیں کرتا۔ خداوند تعالیٰ مددگار ہیں ان کے سوا کسی میں قوت نہیں ہے۔ تم جان لو کہ خداوند تعالیٰ بغیر اعمال کے سزا دئے کبھی نہیں چھوڑینگے۔ تم خداوند تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اپنے حصہ کی حفاظت کرو۔ تم دین کی آرزو کرو دین کو ہاتھ سے نہ دو۔ تم حسب استطاعت نوافل پڑھو تاکہ تمہارے فرائض میں جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہو۔ تم حاجت کے وقت جزا دئے جاؤ گے۔ اے اللہ کے بندو! اپنے ان بھائیوں اور دوستوں کے اندر جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں غور کرو انہیں جو کچھ پیش آنا تھا آچکا۔ وہ اسپر قائم ہو گئے۔ موت کے بعد جو کچھ بدبختی یا سعادتمندی ملنی تھی مل چکی۔ خداوند تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ مخلوق اور

اُسکی ذات میں کوئی نسب کا تعلق ہے جس اپنی مہربانی سے مخلوق پر بخشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰے مخلوق پر سے کبھی مصیبت اور بُرائی نہیں ہٹاتے تاوقتیکہ مخلوق عبادت کی طرف نہ جھک جائے۔ وہ بھلائی بھلائی نہیں ہے جس کا انجام دوزخ ہو اور وہ بُرائی بُرائی نہیں ہے جس کا نتیجہ جنت ہو۔ بس میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ میں اللہ تعالےٰ سے تمہارے اور اپنے لئے بخشش مانگتا ہوں اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہوں۔ السلام علیہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حاکم اور بیہقی نے عبداللہ بن حکیم سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی نے ایک دفعہ ہمارے سامنے خطبہ پڑھا۔ اوّل آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف اور ثناء کہ جس کے وہ اہل ہیں کی۔ اسکے بعد فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرو اور جس تعریف کے وہ اہل ہیں انکی تعریف کیا کرو تم رغبت کو اہمیت کے ساتھ ملاؤ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے خاندان کی اس طرح تعریف فرمائی ہے اِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ۔ اللہ کے بندو! یہ بات بھی یاد رکھو کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے نفسوں کو اپنے حق کے عوض رہن رکھ لیا ہے اور اسپر تم سے عہد لے لئے ہیں اور تم سے قلیل فانی (دنیا) کو کثیر باقی (عقبیٰ) کے بدلے میں خرید لیا ہے یہ جو تمہارے پاس خدا کی کتاب ہے اُسکا نور کبھی نہیں بجھے گا نہ اسکے عجائبات کبھی کم ہوں گے تم اسکے نور سے منور ہو جاؤ اور اس کتاب سے نصیحت پکڑو اور اس دن کے لئے جس دن کوئی نور نہ ہوگا۔ اس کتاب کے نور کو ذخیرہ کر رکھو کیونکہ خداوند تعالیٰ نے تم کو اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے اور تم پر کراماً کاتبین کو مقرر کر دیا ہے جو تمہارے ہر کام کو جانتے ہیں۔ خدا کے بندو! پھر یہ بات بھی جاننے کے قابل ہے کہ تمہارا ہر قدم موت کی طرف جا رہا ہے جس کام کا علم تم سے چھپا ہوا ہے اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو کہ جس وقت تمہارے پاس موت آوے تو تم عمل صالح میں ہو یہ بات تم کو سوائے خدا کے فضل کے کبھی میسر نہیں ہو سکتی مہلت کی حالت میں اور موت آنے سے پہلے نیکی کی طرف بڑھو ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت تم بُرے کام میں ہو۔ بہت قومیں ایسی گذری ہیں کہ اُنہوں نے اپنی موتیں اپنے غیروں کے لئے کر دی تھیں اور اپنے نفسوں کو بھول گئے تھے میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ تم ان کی مثل نہ ہو جاؤ۔ پس جلدی کرو جلدی کرو۔ دوڑو۔ دوڑو۔ موت نہایت قریب ہے

اور مہلت بہت کم ہے۔

ابن ابی الدنیا اور احمد نے زہد میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں یحیٰی بن ابی کثیر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے ایک روز خطبہ میں فرمایا کہاں ہیں وہ چمکتے ہوئے چہرے کہ جن کے شباب کو دیکھ دیکھ کر لوگ ششدر اور حیران رہ جاتے تھے اور کہاں ہیں وہ بادشاہ کہ جنہوں نے مدائن کو بنایا اور اس میں قلعے تعمیر کئے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو لڑائیوں میں فتح پاتے تھے۔ اُنکے قویٰ آج پست ہو گئے۔ کیونکہ زمانہ نے ان سے بیوفائی کی اور اندھیری قبر میں جا پڑے۔ عمل خیر میں جلدی کرو جلدی کرو نیکی کی طرف دوڑو۔ دوڑو۔

احمد نے زہد میں سلمان سے روایت کی ہے کہ سلمان نے ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا اے سلمان خدا سے ڈرا کرو اور جانو کہ وقت قریب ہو کہ ہر چھپا ہوا کھل جائے گا اور لوگ جان لیں گے کہ ہر چیز میں تیرا کتنا حصہ ہے تو نے کیا کھایا اور کیا چھوڑا۔ یاد رکھ جس نے پانچوں وقت کی نماز پڑھی وہ صبح سے شام تک اللہ کی حفاظت میں آگیا۔ اور جو اللہ کے ذمہ اور اُسکی حفاظت میں آگیا اُسکو کون مار سکتا ہے۔ جس نے خداوند تعالیٰ سے عہد شکنی کی اُسکو خداوند تعالیٰ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالیں گے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ صالحین کے بعد دیگرے اُٹھا لئے جائیں گے۔ حتے کہ ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جو آٹے کی بھوسی کی طرح بالکل بیکار ہوں گے اور جن سے خداوند تعالیٰ کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اپنی دعا میں اکثر یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے۔ الٰہ العالمین میری آخری عمر اچھی کر و نیک عمل پر میرا خاتمہ فرماؤ۔ اور اپنی ملاقات کا دن سب دنوں سے بہتر کرو۔ احمد نے زہد میں حسن سے روایت کی ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ الٰہی میں آپ سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو مجھے عاقبت میں کام آئے الٰہی مجھے اپنی رضامندی اور بلند مرتبہ جنات نعیم سے عطا کرنا۔ عرفجہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق یہ فرماتے تھے کہ جو شخص خوف خدا سے رو سکے وہ خود روئے ورنہ ایک دن وہ رلایا جاوے گا۔

علاقہ نے حضرت ابو بکر صدیق سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کو دو سرخیوں یعنی سونے کی سرخی اور زعفران کی زردی میں ملی ہوئی سرخی نے ہلاک کر دیا مسلم بن یسار حضرت

ابوبکر صدیقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان کو ہر چیز کا اجر ملتا ہے حتے کہ ذرا سے رنج اور جوتی کے تسمہ ٹوٹنے تک کا بھی اور اس مال کا بھی جو گم ہو گیا تھا اور مایوسی کے بعد اسی کی آستین سے مل گیا۔

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ راستہ میں آپ کو ایک بڑے بڑے پروں کا مرا ہوا کوا نظر پڑا آپ نے فرمایا خواہ کوئی جانور مارا جاوے یا کوئی درخت کاٹا جاوے اللہ کی تسبیح سے رک جاتا ہے۔ بخاریؒ نے ادب میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں صنابحی سے روایت کی ہو کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ایک بھائی کی دعا دوسرے بھائی کے حق میں جو محض خدا کی راہ پر دعا کرے ضرور قبول ہوتی ہے۔ عبداللہ نے زوائد الزہد میں عبید بن عمیر سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ لبید شاعر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ مصرعہ پڑھا۔

(یاد رکھو ہر چیز خدا کے سوا باطل ہے) آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ اُسنے دوسرا مصرعہ پڑھا۔ (ہر نعمت ضرور زائل ہونیوالی ہے) آپنے فرمایا تم نے جھوٹ کہا اللہ کے پاس ایسی ایسی نعمتیں ہیں جو کبھی زائل نہیں ہونگی جب وہ شاعر چلا گیا تو آپنے فرمایا کبھی شاعر حکمت کے کلمہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔

فصل

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ان کلمات میں جن سے شدت خوف ظاہر ہوتی ہو

ابواحمد حاکم نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہو کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ ایک باغ میں داخل ہوئے اور اچانک آپ کو درخت کے سایہ میں ایک چڑیا نظر پڑی آپنے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر فرمایا اے چڑیا تو بڑی خوش قسمت ہو۔ درختوں کا پھل کھاتی ہے۔ درختوں کے سایہ میں رہتی ہے اور جہاں چاہتی ہو بے حساب اڑتی پھرتی ہے۔ کاش ابوبکر بھی تیرے ہی جیسا ہوتا۔ ابن عساکر نے اصمعی سے روایت کی ہے کہ جب آپ کی کوئی تعریف کرتا۔ تو آپ فرماتے۔ الٰہی! آپ میرے نفس کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اور میں اپنے نفس کو ان لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ الٰہی مجھے جیسا یہ لوگ نیک خیال کرتے ہیں ایسا ہی کر دیجئے۔ میرے جن گناہوں کو یہ لوگ نہیں جانتے اُن کو آپ معاف کر دیجئے جو یہ لوگ میرے متعلق کہتے

ہیں مجھ سے اسکا مواخذہ نہ فرماتا۔ احمد نے زہد میں روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے یہ محبوب تھا کہ میں مومن کے سینہ کا ایک بال ہوتا۔

احمد نے زہد میں مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن زبیر جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو خشوع وخضوع سے لکڑی کی طرح ہو جاتے تھے اور یہی حال جناب حضرت ابوبکر صدیق کا ہوتا تھا حسن کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا واللہ مجھے محبوب تھا اگر میں یہ درخت ہوتا کھا لیا جاتا اور کاٹ دیا جاتا۔ قتادہ کہتے کہ مجھے اس طرح روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کاش میں سبزہ ہوتا کہ مجھے چوپائے چرتے۔ ضمرہ بن حبیب سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق کے لڑکے کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اُسنے بار بار مسند کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ انتقال کے بعد لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اس قصہ کو عرض کیا آپ نے مسند اُٹھوا کر جو دیکھا تو اسکے نیچے سے پانچ یا چھ دینار نکلے حضرت ابوبکر صدیق نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر افسوس کے ساتھ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ پڑھ کر فرمایا۔ اے فلانے میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارا دشمن تمہارے ساتھ اس طرح رہتا

ابن سعد نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق سے زیادہ زمانہ خلافت میں کوئی شخص رعب وداب کا نہیں ہوا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرؓ سے زیادہ کسی کا رعب نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے اگر کوئی قضیہ ایسا پیش آتا کہ اُسکے متعلق قرآن شریف میں کوئی آیت اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی اثر نہ ہوتا تو آپ فیصلہ دیتے وقت فرماتے اگر میں صحت پر ہوں تو خدا کی طرف سے سمجھنا اور اگر غلطی پر ہوں تو میری طرف سے سمجھنا میں خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔

فصل

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تعبیر رویا میں

سعید بن منصور نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گویا میرے گھر میں تین چاند اترے ہیں۔ اُنہوں نے یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیان کیا کیونکہ تعبیر دینے میں آپ سب سے زیادہ بہتر تھے۔ آپنے فرمایا تمہارا خواب بہت سچا ہے تمہارے گھر میں دنیا کے سب سے بہتر تین آدمی مدفون ہونگے۔ جسوقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا

تو آپ نے فرمایا اے عائشہؓ تمہارے تین چاندوں میں کا یہ سب سے بہتر چاند ہے۔ سعید بن منصور عمر بن شرجیل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں سیاہ بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ سفید بکریوں کے پیچھے جا رہا ہوں اور سیاہ بکریاں سفید بکریوں میں ہی جذب ہو گئی ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سیاہ بکریاں عرب کے مسلمان ہیں اور سفید بکریاں عجم کے مسلمان جو اپنی کثرت کے سبب عرب کے مسلمانوں سے بڑھ جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ ہے۔ اسی طرح مجھے صبح فرشتہ نے بھی تعبیر دی تھی۔ ابن ابی لیلے سے سعید بن منصور ایک روایت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک کنوئیں سے پانی کھینچ رہا ہوں اور میرے پاس کالی بکریاں آئی ہیں پھر ان کے پیچھے ایسی بکریاں آئیں کہ جنکی پشم کی سفیدی پر سرخی غالب تھی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسکی تعبیر عرض کروں۔ پھر آپ نے وہی تعبیر جو ابھی بیان ہو چکی بیان کی۔

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیقؓ سب سے بہتر تعبیر خواب بتلانیوالے تھے ابن سعد ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اس طرح بیان کیا کہ گویا میں اور تم دونوں ایک ساتھ بھاگے ہیں اور میں تم سے ڈھائی ہاتھ آگے نکل گیا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مغفرت اور رحمت میں بلا لینگے اور میں آپ کے ڈھائی سال بعد تک زندہ رہونگا۔ عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں ابو قلابہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں خون کا پیشاب کر رہا ہوں آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی عورت کے پاس حالت حیض میں بھی جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے توبہ کر اور پھر ایسا نہ کیجیو۔

فائدہ۔ بیہقی نے دلائل میں عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن عاص کو سردار لشکر مقرر کر کے ایک لڑائی کے لئے روانہ کیا اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی تھے جس وقت موقعہ جنگ پر پہنچے تو عمرو بن عاصؓ

نے حکم دیا کہ لشکر میں آگ نہ جلائی جاوے۔ اسپر حضرت عمر فاروقؓ کو سخت غصہ آیا یہاں تک کہ آپ آگے بڑھے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ کو روکا اور منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تم پر اسی لئے کا ماہر ہی سمجھ کر حاکم بنایا ہی۔ ان کا اتباع کرو۔ بیہقی نے ایک دوسرے طریقہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں قوم پر اُسی شخص کو حاکم مقرر کرتا ہوں جو اُن میں سب سے بہتر ہو اور جسکی آنکھیں کھلی ہوئی ہوں اور جنگ میں سب سے زیادہ ماہر ہو۔

فصل

خلیفہ بن خیاط اور احمد بن حنبل اور ابن عساکر یزید بن اصم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے دریافت کیا کہ میں بڑا ہوں یا تم بڑے ہو آپ نے کہا کہ بڑے اور مکرم تو آپ ہی ہیں مگر عمر البتہ میری بڑی ہے یہ روایت بہت زیادہ مرسل اور غریب ہے اور اگر اسکو صحیح مان لیا جائے تو اس سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ذکاوت اور ادب کا ثبوت ملتا ہے یہ بھی مشہور ہے کہ یہ جواب حضرت عباس رضی اللہ تعالے عنہٗ نے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا اور سعید بن یربوع کی نسبت بھی طبرانی میں آیا ہے جسکے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید بن یربوع سے دریافت کیا کہ ہم میں کون بڑا ہے اُنہوں نے کہا کہ بڑے اور بہتر تو مجھ سے آپ ہی ہیں مگر دنیا میں پہلے میں آیا تھا۔

ابو نعیم نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا گیا کہ آپ اہل بدر کو کیوں کچھ نہیں دیتے آپنے فرمایا کہ میں اہل بدر کے درجات جانتا ہوں مگر اُنکو دنیا میں پھنسانا مکروہ سمجھتا ہوں احمد نے زہد میں اسماعیل بن محمد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بحصہ مساوی لوگوں پر کچھ تقسیم کیا حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ آپ نے اہل بدر کو عام لوگوں کے ساتھ کر دیا آپنے فرمایا کہ دنیا میں اتنا ہی کافی ہے انکی فضیلت البتہ اجر عاقبت میں زیادہ ہی۔

فصل

ابو بکر بن حفص سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ گرمیوں میں روزہ رکھا کرتے اور جاڑوں میں افطار کیا کرتے تھے۔

ابن سعد حبان بن بائغ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی یہ مہر تھی نِعْمَ الْقَادِرُ اللّٰہُ۔
فائدہ۔ طبرانی نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ ایسا کوئی شخص نہیں ہوا کہ جسکی چار پشتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو مگر ان چار شخصوں نے ابوقحافہ اور آپ کے بیٹے ابوبکر صدیقؓ اور انکے بیٹے عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوعتیق کہ جنکا نام محمد ہے ابن منذ اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ مہاجرین میں سے کسی کا باپ ایمان نہیں لایا مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ماجد ایمان لائے۔
فائدہ۔ ابن سعد اور بزار حسن سے اور یہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور سہیل بن عمرو بن بیضاء سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے۔
فائدہ۔ بیہقی نے دلائل میں اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے کہ سال فتح مکہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہمشیرہ باہر نکلیں اُدھر سے کچھ سوار آرہے تھے کسی نے اُن میں سے آپ کی ہمشیرہ کے گلے میں جو چاندی کا ہار تھا نکال لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آکر تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اللہ اور اُسکے اسلام کا واسطہ دیکر اپنی بہن کا ہار مانگتا ہوں مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ یہی کہا مگر جب پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا تو آپ نے کہا اے بہن اپنے ہار سے ہاتھ اٹھاؤ اور صبر کرو قسم ہے اللہ کی آجکل لوگوں میں امانت بہت کم ہے۔
میں نے حافظ ذہبی کی ایک تحریر میں دیکھا ہے کہ اُنہوں نے اپنے اپنے فن کے زمانہ کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا ہے اور وہ درج ذیل ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ علم نسب میں حضرت عمر فاروقؓ قوت امر اللہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان حیا میں حضرت علیؓ قضا میں۔ اُبیؓ بن کعب قرأت میں۔ زیدؓ بن ثابت فرائض میں۔ ابوعبیدہ بن جراح امانت میں ابن عباسؓ تفسیر میں ابوذرؓ صدق لہجہ میں۔ خالدؓ بن ولید شجاعت میں حسن بصری وعظ میں۔ وہب ابن منبہ قصص میں۔ ابن سیرین تعبیر میں۔ نافعؒ قرأت میں۔ ابوحنیفہ فقہ میں ابن اسحاق مغازی میں۔ مقاتل تاویل میں۔ کلبی قصص قرآن شریف میں۔ خلیل عروض میں۔ فضیل بن عیاض عبادت میں۔ سیبویہ نحو میں۔ مالک علم شافعی میں۔ فقہ حدیث میں ابوعبید غریب میں۔ علی بن مدینی علل میں۔ یحییٰ بن معین رجال میں۔ ابوتمام شعر میں۔ احمد بن حنبل سنت میں

بخاری نقد حدیث میں۔ جنید تصوف میں۔ محمد بن نصر المروزی اختلاف میں۔ جبائی اعتزال میں۔ اشعری کلام میں۔ محمد بن ذکریا رازی طب میں۔ ابو معشر نجوم میں۔ ابراہیم کرمانی تعبیر میں۔ ابن نباتہ خطب میں۔ ابو الفرج اصفہانی سوال و جواب میں۔ ابو القاسم طبرانی عوالی میں۔ ابن حزم ظاہر میں۔ ابن حسن بکری جھوٹ میں۔ حریری مقامات میں متنبی شعر میں۔ موصلی گانے میں۔ صولی شطرنج میں خطیب بغدادی تیز پڑھنے میں۔ علی بن ہلال لکھنے میں۔ عطار سلیمی خوف میں۔ قاضی الفاضل انشاء میں۔ اصمعی نوادر میں۔ اشعب طمع میں۔ معبد گانے میں۔ ابن سینا فلسفہ میں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی امیر المومنین ابو حفص القرشی العدوی الفاروق ۶ نبوی میں جبکہ آپکی عمر شریف ستائیس سال کی تھی ایمان لائے (ذہبی) اور نووی لکھتے ہیں کہ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ اشراف قریش میں سے تھے۔ اور جاہلیت کے زمانہ میں آپکے خاندان کے ساتھ سفارت متعلق تھی یعنی جب قریش کی آپس میں لڑائی ہوتی تھی یا کسی دوسرے ملک سے جنگ ہوتی تھی تو قریش آپکے بزرگوں کو ہی سفیر بنا کر بھیجا کرتے تھے یا کبھی اگر تفاخر نسب کے اظہار کی ضرورت لاحق ہوتی تھی تو آپ کے بزرگ اس کام کے لئے روانہ کئے جاتے تھے آپ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد مسلمان ہوئے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ انتالیس مردوں اور تیئیس عورتوں کے بعد اور بعض نے لکھا ہے پینتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد ایمان لائے۔ آپ کی وہ ہستی ہے کہ آپ کے اسلام لانیکے بعد ہی اسلام مکہ میں ظاہر ہوا اور مسلمان نہایت خوش ہوئے۔ آپ سابقین اولین میں سے ہیں۔ آپ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ خلفاء راشدین میں سے آپ شمار ہوتے ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر ہونیکا فخر رکھتے ہیں۔ آپ علماء اور زہاد صحابہ میں سے ہیں آپ سے ۵۳۹ احادیث مروی ہیں۔ آپ سے روایت کرنیوالے حضرت عثمانؓ بن عفان۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ۔ ابن عوف۔ ابن مسعودؓ۔ ابوذرؓ۔ عمروؓ بن عنبسہ۔ آپ کے بیٹے عبد اللہ۔ ابن عباس۔ ابن زبیر۔ انس۔ ابو ہریرہ۔ عمرو بن عاص۔ ابو موسیٰ اشعری۔ براء بن عازب۔ ابو سعید خدری۔ اور

دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔
میں آپ کے بیان میں چند فصلیں ملخص کرتا ہوں جو فوائد سے خالی نہ ہونگی۔

فصل

ان احادیث میں جو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے میں وارد ہوئی ہیں

ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی الٰہی! اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے جسکو آپ چاہیں مسلمان کر کے غلبہ عطا فرمائیے۔ اسی کو طبرانی نے ابن مسعودؓ اور انسؓ سے روایت کیا ہے۔ حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی۔ الٰہا العالمین! عمر بن خطاب سے اسلام کو غلبہ پہنچا اس روایت میں کسی دوسرے کا نام نہیں ہے اسکو طبرانی نے اوسط میں ابوبکر صدیقؓ سے اور کبیر میں ثوبان سے روایت کیا ہے۔

احمد نے حضرت عمرؓ سے اس طرح روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض کرنے کے لئے چلا تو میں نے آپکو مسجد میں پایا۔ میں کسی قدر پیچھے ٹھہر گیا۔ آپ نے سورہ الحاقہ پڑھنا شروع کی۔ میں تالیف قرآن پر سنکر تعجب کرتا رہا میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں لیکن آپ اس آیت پر پہنچے اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ الخ تو میرے دل میں اسلام گھر کر گیا اور مجھے اسکی عظمت معلوم ہوگئی۔ ابن ابی شیبہ نے جابر سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسلام لانیکا اس طرح قصہ بیان کیا کہ میری ہمشیرہ کو درد زہ لاحق ہوا تو میں گھر سے نکلکر کعبہ شریف کے پردوں میں چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجر کی طرف تشریف لائے جبہ صوف وغیرہ کا کپڑا پہنا ہوا تھا آپ نے وہاں کچھ نماز پڑھی اور پھر تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے کچھ ایسا کلام سنا جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا جب آپ چلے تو میں آپ کے پیچھے چلا آپ نے فرمایا کون ہے میں نے کہا عمر ہوں۔ آپ نے فرمایا عمر تم میرا رات دن میں پیچھا کبھی نہیں چھوڑتے۔ میں ڈرا کہ کہیں اب بددعا نہ کردیں اور فوراً میں نے کلمہ شہادت پڑھا آپ نے فرمایا کہ عمر اسکو پوشیدہ رکھو میں نے عرض کیا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے آپکو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں اسکو ضرور ظاہر کرونگا جیسا کہ میں نے شرک ظاہر کیا ہے۔

ابن سعد اور ابو یعلی اور حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے نکلے آپکو راستہ میں قبیلہ بنی زہرہ کا ایک شخص ملا اور اُسنے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے آپ نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنیکا ارادہ ہے۔ اُسنے کہا کہ بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح امن سے رہوگے۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہی کہ تو بھی بے دین ہوگیا۔ اُسنے کہا میں اس سے بھی تعجب خیز بات بتلاتا ہوں کہ تمہارے بہنوئی اور بہن دونو تمہارے دین سے بے دین ہوگئے۔ حضرت عمرؓ اپنے بہنوئی کے مکان کو چلے وہاں حضرت خباب بھی تشریف رکھتے تھے آپ کی آہٹ پاکر حضرت خباب چھپ گئے چونکہ تینوں صاحب آہستہ آہستہ سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے اور آپ کے آجانے پر خاموش ہو گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ چپکے چپکے کیا پڑھا جا رہا تھا۔ آپ کی بہن بہنوئی نے کہا کچھ نہیں۔ آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے کہا معلوم ہوا کہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو۔ آپ کے بہنوئی نے کہا کہ جب تمہارے دین میں حق ہی نہ ہو اسپر آپ کو غصہ آیا اور زور سے ایک طمانچہ کھینچ مارا آپ کی بہن نے اُنہیں مجھڑانا چاہا تو آپ نے اپنی بہن کو دھکا دیا جس سے اُنکے بھی چوٹ آئی اور مُنہ خون سے تر بتر ہو گیا۔ آپ کی بہن نے نہایت غصہ سے کہا کہ جب تمہارا دین ہی سچا نہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے ایک معبود کے کوئی دوسرا خدا نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپنے فرمایا کہ اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں اُسے پڑھوں۔ آپ کی بہن نے کہا تم نجس ہو اس مقدس کتاب کو پاک ہی لوگ چھو سکتے ہیں۔ اول غسل کیجئے یا کم از کم وضو کر لیجئے۔ آپ نے وضو کیا اور کتاب لیکر پڑھی۔ اسمیں سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ آپ جس وقت اس آیت پر پہونچے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جلدی ملاؤ جس وقت حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُنا آپ باہر آئے اور کہا عمر میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ جمعرات کی رات کو ہمارے آقا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو دعا مانگی تھی کہ الٰہی اسلام کو عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب یا عمر بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غلبہ عطا فرما۔ میری رائے میں یہ اسی کا اثر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت صفا کے

قریب مکان میں تھے۔ حضرت خباب آپ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چلے جس مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اسکے دروازے پر حضرت حمزہ حضرت طلحہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بیٹھے ہوئے تھے حضرت حمزہؓ نے انہیں دیکھکر کہا کہ عمر آرہے ہیں اگر اللہ ان کے ساتھ نیکی کا ارادہ رکھتے ہیں تو یہ میرے ہاتھ سے بچ جاوینگے اور اگر ان کا ارادہ کچھ اور ہے تو انکا قتل کرنا ہمیں بہت آسان ہے۔ اس اثناء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان تمام حالات کی وحی آچکی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان سے نکلکر حضرت عمر کا دامن اور تلوار پکڑکر فرمایا عمر یہ فسادات کیا ولید بن مغیرہ جیسا حشر ہونے تک باقی رہیں گے آپ نے کہا اشهد ان لا اله الا الله وانك عبد الله ورسوله اور مسلمان ہو گئے۔

بزار اور طبرانی اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے دلائل میں اسلم سے روایت کی ہے کہ ہم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ جانی دشمن تھا ایک دن بڑی کڑی گرمی میں مکہ کی کسی گلی میں جارہا تھا کہ ایک شخص ملا اور اُسنے مجھ سے کہا کہ اے عمر بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم اپنے کو کچھ سمجھتے ہو اور تمہارے گھر میں وہ کام ہو جاتے ہیں کہ تمہیں خبر تک نہیں ہوتی میں نے کہا کہ کیا ہوا اس نے کہا کہ تمہاری بہن مسلمان ہو گئی ہیں غصہ میں پیچھے لوٹا اور بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے پوچھا کون ہے میں نے کہا عمر ہوں۔ اندر کے تمام آدمی گھبرائے اور مجھ سے ڈرے۔ ایک کتاب جو وہ پڑھ رہے تھے اسے رکھدی اور جلدی میں اُٹھانا بھول گئے میری بہن نے دروازہ کھولا میں نے کہا اے جان کی دشمن تو بے دین ہو گئی یہ کہکر جو میرے ہاتھ میں تھا اُسکے سر پر کھینچ مارا سر میں خون نکل آیا بہن نے رو کر کہا عمر میں بے دین ہو گئی یا جو کچھ میری سمجھ میں آیا کر لیا یہ سُنکر میں اندر گیا اور تخت پر جا کر بیٹھ گیا میں نے دیکھا کہ ایک کتاب رکھی ہوئی ہے میں نے کہا یہ کیا ہے میرے پاس لاؤ۔ بہن نے جواب دیا کہ تم اسکے اہل نہیں ہو کیونکہ تم پاک نہیں ہو اور اسکو پاک ہی ہاتھ میں لیتے ہیں۔ میں نے اصرار کیا حتیٰ کہ وہ لائی میں نے جو کھولا تو شروع میں بسم الله الرحمن الرحيم لکھا ہوا تھا میں یہ اللہ کے نام دیکھ کر سینہ سے کانپ گیا اور کتاب ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جب ذرا میرے اوسان بجا ہوئے تو میں نے پھر اٹھا کر

پڑھا اسمیں لکھا تھا سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں پھر کانپ اٹھا۔ سہ بارہ پڑھنے پر جب میں آیت اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (یعنی اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ) تک پڑھا تو میں نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ سُنکر تمام آدمی جو گھر میں موجود تھے میری طرف دوڑے اور زور سے تکبیر کہی اور یہ کہا تمہیں مبارک ہو پیر کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی دعا فرما چکے تھے کہ الٰہا العالمین اپنے دین کو ان دو شخصوں ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے جسے آپ چاہیں اُسکے ساتھ غلبہ فرمایئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت صفا پہاڑ کے نیچے کے مکان میں تشریف رکھتے تھے یہ لوگ وہاں مجھے لے گئے۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا کون ہے میں نے عرض کیا عمر ہوں۔ چونکہ لوگ میری دشمنی سے واقف تھے میرا نام سُنکر کسی کو دروازہ کھولنے کی جرأت نہ ہوئی حتے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ دروازہ کھول دو لوگوں نے دروازہ کھول دیا اور دو آدمیوں نے میرے بازو پکڑ لئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ پھر آپ نے میرا دامن پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور فرمایا عمر مسلمان ہو جاؤ۔ اے اللہ اسے ہدایت دے۔ میں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مکہ کی گلیوں میں آواز سُنائی دی لوگ ڈر گئے اور کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ مجھ سے سر پھٹول کرے لیکن پھر بھی دھکا مکا ہوا مگر مجھے کچھ چوٹ نہیں آئی۔ میں اپنے ماموں ابوجہل بن ہشام کے پاس پہنچا وہ قریش میں شریف اور با اثر سمجھا جاتا تھا میں نے دروازہ پر دستک دی پوچھا کون ہے میں نے کہا میں عمر ہوں اور تمہارا دین میں نے چھوڑ دیا ہے اس نے کہا ایسا مت کرنا اور پھر اندر سے دروازہ بند کر لیا اور میں باہر کھڑا رہ گیا۔ میں نے کہا اِن باتوں سے کیا فائدہ پھر میں عظمائے قریش میں سے ایک شخص کے پاس پہنچا اور اُسکو آواز دی جب وہ باہر آیا تو اُس سے بھی وہی گفتگو ہوئی اور اُس نے بھی جواب وہی دیا جو میرے ماموں ابوجہل نے دیا تھا اور دروازہ بند کر لیا میں نے کہا ان حرکتوں سے کیا فائدہ ہے تم دوسرے مسلمانوں کو تو مار تے پیٹتے تھے مگر مجھ سے آنکھ بھی نہیں ملاتے ایک شخص نے کہا کیا تم اپنا اسلام ان باتوں سے ظاہر کرنا چاہتے ہو میں نے کہا ہاں اس نے کہا دیکھو فلاں حجر کے پاس کچھ آدمی بیٹھے ہیں اُسمیں فلاں شخص پیٹ کا

بہت ہلکا ہے پیٹ میں بات نہیں پچتی اُس سے کہو وہ سب جگہ ظاہر کر دیگا۔ میں آیا اور اُس سے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ اُسنے کہا کیا ہو چکے میں نے کہا ہاں اُسنے زور سے چلا کر کہا لوگو عمر بن خطاب ہمارے دین سے بے دین ہو گیا۔ یہ سنتے ہی مشرکین ایک دم مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ میں اُنہیں مارتا تھا اور وہ مجھے۔ میرے ماموں ابوجہل نے پوچھا یہ کیسا شور و غل ہے کہا کہ عمر مسلمان ہو گیا میرا ماموں حجر پر چڑھا اور اشارہ کیا اور کہا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دیدی۔ ہے یہ سنتے ہی مجھ سے سب الگ ہو گئے مگر مجھے یہ بُرا معلوم ہوا کہ دوسرے مسلمانوں سے مار پٹائی جاری رہے اور میں کھڑا دیکھوں چنانچہ میں ماموں کے پاس پھر گیا اور اس سے جا کر کہا میں تیری پناہ میں رہنا نہیں چاہتا۔ اسکے بعد مارتے پیٹتے رہے حتیٰ کہ خداوند تعالیٰ نے اسلام کو قوت بخشی۔

ابو نعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپ کا لقب فاروق کس طرح پڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت حمزہ مجھ سے تین روز پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ میں مسجد کی طرف جو گیا تو وہاں ابوجہل کو دیکھا (خاکش بدہن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا چلا آتا ہے حضرت حمزہ کو جس وقت اسکی اطلاع ہوئی تو آپ اپنی کمان لیکر مسجد کی طرف چلے اور قریش کے اس حلقہ کی طرف جس میں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا پہنچے اور اپنی کمان سے سہارا لگا کر ابوجہل کے عین مقابل بیٹھ گئے اور اُسکی طرف دیکھنے لگے۔ ابوجہل نے قیافہ سے معلوم کر لیا کہ آج ان کی نیت بخیر نہیں معلوم ہوتی۔ یہ معلوم کر کے کہنے لگا کہ ابوعمارہ تمہیں کیا ہو گیا۔ آپ نے یہ سنتے ہی اُسکی پیٹھ پر اس زور سے کمان ماری کہ کمر میں خون نکل آیا۔ قریش نے معاملہ بڑھ جانے کی وجہ سے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اُسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی الارقم مخزومی کے یہاں مقیم تھے حضرت حمزہ وہاں پہنچے اور اسلام لے آئے۔ اس واقعہ کے تیسرے دن جو میں باہر نکلا تو راستہ میں مجھے ایک مخزومی ملا میں نے اُس سے کہا کہ کیا تو اپنے آبائی دین سے پھر گیا اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر لیا۔ اُس نے کہا میں نے اگر ایسا کیا تو کیا تعجب ہے جبکہ ایک ایسے شخص نے کہ جس پر تمہارا مجھ سے زیادہ حق ہے ایسا کر لیا ہو۔ میں نے کہا وہ کون ہے کہا تمہارے بہن بہنوئی میں اپنی بہن کے گھر پہنچا تو مجھے کچھ پڑھنے کی بھن بھناہٹ معلوم ہوئی میں اندر چلا گیا اور

کہا گیا تھا اسمیں بات پڑھ لی گئی۔ میں نے بہنوئی کا سر پکڑ کر دبا یا تو خون نکل آیا میری بہن نے میرا سر پکڑ لیا اور کہا یہ تیری منشاء کے خلاف ہوا میں نے جو خون بہتے دیکھا تو مجھے شرم آئی اور میں بیٹھ گیا اور کہا کہ مجھے بھی ذرا یہ کتاب دکھلاؤ۔ میری بہن نے جواب دیا کہ اسے پاک لوگ چھو سکتے ہیں۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا انہوں نے وہ کتاب دی میں نے جو دیکھا تو اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا میں نے کہا کہ یہ نام تو بڑے طیب و طاہر ہیں۔ آگے لکھا تھا طٰہٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى تا لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى میرے دل میں اسکی بڑی عظمت پیدا ہوئی اور میں نے کہا کیا اسی سے قریش بھاگتے ہیں۔ میں وہیں مسلمان ہو گیا اور میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ میری بہن نے کہا کہ ارقم کے مکان میں تشریف فرما ہیں۔ میں وہیں گیا اور دروازہ پر ہاتھ مارا لوگ جمع ہو گئے اور اُن سے حضرت حمزہ نے یہ بات کہی کہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عمر ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا عمر ہیں دروازہ کھول دو اگر وہ اچھی طرح آویں تو ہم نہیں سر اور آنکھوں پر جگہ دینگے ورنہ ہم انہیں قتل کر دینگے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سُنا آپ باہر نکلے اور میں نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا۔ جتنے اُس گھر میں مسلمان تھے سب ہی نے اس زور سے تکبیر کہی کہ اُسکو تمام اہلِ مکہ نے سُنا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں ہم ضرور حق پر ہیں۔ میں نے عرض کیا تو پھر اخفا کیوں ہے۔ ہم دو صفیں بنا کر نکلے ایک میں حضرت حمزہ اور دوسری میں میں تھا حتیٰ کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ قریش نے مجھے اور حضرت حمزہ کو دیکھا اور اُس سے قریش کو بہت رنج و صدمہ پہنچا۔ اُس روز سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق کا خطاب بخشا کیونکہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق و باطل کے درمیان میں فرق پیدا ہو گیا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ذکوان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ حضرت عمرؓ کا نام فاروق کس نے رکھدیا آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ اسلام لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل آسمان حضرت عمرؓ کے اسلام کی مبارکباد دیتے ہیں۔

بزار اور حاکم نے لکھا ہے اور اسکی تصحیح ابن عباس سے کی ہو کہ جب حضرت عمر اسلام لائے

تو مشرکین نے کہا کہ مسلمانوں نے آج ہم سے سارا بدلہ لے لیا۔ اور اللہ تبارک و تعالےٰ نے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ نازل فرائی۔ بخاری شریف میں وارد ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت عمرؓ اسلام لائے اسلام ہمیشہ عزت ہی پاتا گیا۔

ابن سعد اور طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کا اسلام گویا اسلام کی فتح تھی اور آپ کی ہجرت گویا نصرت تھی اور آپکی امامت گویا رحمت تھی ہم میں طاقت نہیں تھی کہ ہم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ سکیں لیکن جب حضرت عمرؓ اسلام لے آئے تو آپ نے مشرکین سے اتنا جدال و قتال کیا کہ انہوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا اور ہم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے لگے۔ ابن سعد اور حاکم نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ جب سے حضرت عمرؓ اسلام لائے تب سے اسلام کی حالت ایسی ہو گئی جیسے کہ ایک اقبال مند آدمی ہوتا کہ اسکے ہر قدم پر ترقی ہوتی ہے اور جب سے شہید ہوئے اسلام کے عروج میں کمی آتی گئی اور ہر قدم پیچھے ہی کو پڑنے لگا۔

طبرانی میں ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جس نے اوّل اسلام کو ظاہر کیا وہ عمرؓ بن خطاب ہیں (اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہیں) ابن سعد نے صہیب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر اسلام لائے تب اسلام ظاہر ہوا۔ اسلام کی طرف اعلانیہ دعوت ہونے لگی اور ہم کعبہ کے گرد بیٹھنے طواف کرنے مشرکین سے بدلہ لینے اور انکو جواب دینے کے قابل ہو گئے۔

ابن سعد نے اسلم مولیٰ عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذی الحجہ ۶ھ میں بعمر ۲۶ سال مشرف باسلام ہوئے۔

فصل

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجرت

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم سوائے حضرت عمرؓ کے ایک شخص کو بھی نہیں بتلا سکتے کہ کسی نے اعلانیہ ہجرت کی ہو ہاں البتہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی تلوار حائل کی اور اپنے مونڈھے پر کمان لٹکائی ہاتھ میں ترکش سے تیر نکال رکھا اور کعبۃ اللہ میں تشریف لائے وہاں اشراف قریش بھی بیٹھے ہوئے

تھے آپ نے سات مرتبہ طواف کیا دو رکعتیں مقام ابراہیم پر پڑھیں پھر اشراف قریش کے حلقہ میں آکر ایک ایک آدمی سے علیحدہ علیحدہ کہا تمہارے منہ سیاہ ہو جیو جو شخص اپنی ماں کو بے فرزند بیٹے کو یتیم بیوی کو بیوہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس جنگل کے اُس طرف آکر مجھ سے مقابلہ کرلے مگر کسی کی تاب نہ تھی کہ آپ کا پیچھا کرتا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہجرت کر کے ہمارے پاس مصعب بن عمیر آئے پھر ابن ام مکتوم۔ انکے بعد عمر ابن الخطاب۔ ہم نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارادہ ہے آپ نے فرمایا کہ وہ پیچھے تشریف لا رہے ہیں۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مع حضرت ابو بکر صدیق کے تشریف لے آئے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام غزووں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور جنگ احد میں آپ ثابت قدم رہے تھے۔

فصل

وہ احادیث جو حضرت عمرؓ کی فضیلت میں وارد ہیں مگر انمیں وہ احادیث شامل نہیں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حالات میں مذکور ہو چکیں

بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں جنت کو دیکھا کہ اسمیں ایک عورت قصر کی طرف بیٹھی ہوئی وضو کر رہی ہے میں نے پوچھا یہ کس کا قصر ہے فرشتوں نے جواب دیا کہ عمرؓ کا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے عمر میں نے تیری غیرت یاد کر کے قصر میں قدم نہیں رکھا اور لوٹ آیا اسپر حضرت عمر رو پڑے اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے اور غیرت کروں۔

بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا ہے اور اسکی تر و تازگی اور خوشبو میرے ناخن تک سرایت کر گئی ہے پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر کو دیدیا ہے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسکی تعبیر کیا ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم۔

بخاری اور مسلم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جارہا ہے جو قمیصیں وہ پہن رہے ہیں بعضوں کے سینہ تک ہیں اور بعضوں کے اس سے زیادہ تک جس وقت عمرؓ پیش کئے گئے تو انکی قمیص زمین میں گھسٹتی جاتی تھی۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ قمیص کیا تھی آپنے فرمایا کہ دین۔ بخاری اور مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر قسم ہے مجھے اس ذات کی کہ جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس راستہ سے تم چلوگے اُس راستہ کو شیطان نہیں چلیگا بلکہ دوسرا راستہ اختیار کریگا۔

بخاری شریف میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں محدّث یعنی صاحب الہام ہوتے رہے ہیں اگر میری امت میں کوئی ہو سکتا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عمرؓ کی زبان اور قلب پر اللہ تعالیٰ نے حق کو جاری کردیا ہے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حکم لوگوں میں سے کسی کے موافق نازل نہیں ہوا مگر قرآن شریف اکثر حضرت عمرؓ کے قول کے موافق نازل ہوا ہے۔ ترمذی اور حاکم نے روایت کی جسکی تصحیح عقبہ بن عامر نے کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے (اسکو طبرانی نے ابو سعید خدریؓ کا اور عصمہ بن مالک سے روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں جن وانس اور شیاطین حضرت عمرؓ سے بھاگتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ ابن ماجہ اور حاکم نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ وہ شخص کہ خداوند تعالیٰ جس سے سب سے اوّل مصافحہ فرمائیں گے اور سلام کرینگے اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرینگے وہ عمرؓ ہیں۔

ابن ماجہ اور حاکم نے ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر حق کو وضع کردیا ہے کہ وہ حق ہی بولتے ہیں۔

ابن منیع نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسمیں بالکل شک و شبہ نہ تھا کہ سکینہ حضرت عمرؓ کی زبان سے بولتا ہے۔ بزار نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرؓ اہل جنت کے چراغ ہیں۔

بزار نے قدامہ بن مظعون سے روایت کی ہے وہ اپنے چچا عثمان بن مظعون سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کرکے) فرمایا کہ یہ شخص جب تک تمہارے درمیان ہے

تب تک فتنوں کا دروازہ بند رہے گا بلکہ جب تک یہ زندہ ہے فتنوں کا دروازہ بہت سخت بند رہے گا۔ طبرانی نے اوسط میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ عمرؓ سے سلام کہہ دیجئے اور انہیں اسکی خبر دیجئے کہ انکا غصہ غلبہ ہے اور ان کی رضا حکم ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمر سے شیطان ڈرتا ہے۔ احمد نے اسکو بریدہ کے طریقہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمر تم سے شیطان ڈرتا ہے ابن عساکر نے ابن عباس سے اِس طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کے تمام فرشتے عمرؓ کا وقار کرتے ہیں اور زمین کے تمام شیطان ان سے ڈرتے ہیں۔ طبرانی نے اوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل مجدہ نے تمام اہل عرفہ پر عموماً اور حضرت عمرؓ پر خصوصاً فخر کیا ہے۔ ایسی ہی ایک حدیث کبیر نے ابن عباس سے بیان کی ہے۔

طبرانی اور دیلمی نے فضل بن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ رہیگا خواہ وہ کہیں ہو۔

بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک ایسے کوئیں پر دیکھا جس پر ایک ڈول پڑا ہوا تھا۔ میں نے کچھ ڈول کھینچے میرے بعد ابو بکرؓ نے ڈول لیا اور ایک یا دو ڈول کھینچے مگر انکے کھینچنے میں کچھ ضعف تھا۔ خدا اُن کی مغفرت فرمادیں۔ پھر عمرؓ آئے اور اُنہوں نے ڈول کھینچے اور اس طرح کھینچے کہ کسی جوانمرد کو میں نے اِس طرح کھینچتے نہیں دیکھا حتیٰ کہ ہر چہار طرف سے پیاسے آئے اور خوب سیراب ہوئے۔

امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ علماء نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ اشارہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی خلافت کی طرف ہے کہ عمرؓ کے زمانہ خلافت میں کثرت فتوحات اور ظہور اسلام بہت زیادہ ہوگا۔

طبرانی نے سدیسہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت سے عمر اسلام لائے ہیں جب کبھی ان سے شیطان ملا ہے اُلٹے پاؤں

بھاگ گیا ہے۔ طبرانی نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل کہتے تھے کہ عمر کی موت پر اسلام روئے گا۔

طبرانی نے اوسط میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے عمرؓ سے بغض رکھا اُسنے مجھ سے رکھا اور جس نے عمرؓ سے محبت رکھی مجھ سے محبت رکھی۔ اللہ جل شانہٗ نے اہل عرفہ پر عموماً اور حضرت عمرؓ پر خصوصاً فخر کیا ہے جتنے انبیاء علیہ السلام مبعوث ہوئے ہیں اُن سب کی اُمت میں ایک محدث ضرور ہوا ہے اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محدث کون ہوتا ہے آپ نے فرمایا جس زبان سے ملائکہ گفتگو کریں (اسکے اسناد صحیح ہیں)

فصل

حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق صحابہ و سلف صالحین کے اقوال

حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر مجھے حضرت عمرؓ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے (ابن عساکر) حضرت ابوبکرؓ سے مرض موت میں کسی نے دریافت کیا کہ اگر جناب سے خداوند تعالیٰ دریافت فرمادیں کہ تم نے عمر کو کیوں خلیفہ مقرر کیا تو آپ کیا جواب دینگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں جواب دونگا کہ میں نے لوگوں میں سب سے بہتر آدمی کو انپر خلیفہ مقرر کیا تھا (ابن سعد)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم صالحین کا ذکر کرو تو حضرت عمر کو کبھی نہ بھولنا کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ سکینہ آپ کی زبان پر بولتا ہو (طبرانی فی الاوسط)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے کسی آدمی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ذکی اور ذہین نہیں پایا (ابن سعد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں اور تمام دنیا کا علم دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے تو حضرت عمر کا پلہ بھاری رہیگا۔ کیونکہ آپ کو علم کے دس حصوں میں نو حصے دئے گئے ہیں (طبرانی اور حاکم) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ تمام دنیا کا علم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں چھپا ہوا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ میں سوائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کو نہیں پہچانتا کہ جس نے جرأت کے ساتھ خدا کی راہ میں ملامت سُنی ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت سبک فہم تیز خاطر اور معاملہ فہم تھے
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کے پاس نہ دنیا آئی
اور نہ انہوں نے اسکی خواہش کی البتہ حضرت عمر فاروق کے پاس دنیا آئی مگر انہوں نے اُسے
دھکے دے کر نکال دیا۔ اور ہیں نے تو بالکل دنیا کو پیٹ میں بھر لیا (اسکو زبیر نے موفقیات
میں بیان کیا ہے)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز حضرت
عمر فاروق کے پاس آئے اُس وقت حضرت عمرؓ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی نے
دیکھکر فرمایا کہ مجھے اس کپڑا اوڑھنے والے سے کوئی زیادہ عزیز نہیں ہے (حاکم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صالحین کا ذکر کیا جائے تو ضروری
ہے کہ ان میں حضرت فاروق کا ذکر کیا جائے کیونکہ آپ ہم سب سے زیادہ کتاب اللہ کے عالم
اور دین خدا کے فقیہہ ہیں (طبرانی)

حضرت ابن عباس سے کسی نے حضرت ابو بکر صدیق کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا
کہ وہ سراپا خیر تھے۔ پھر اُس نے حضرت عمر فاروق کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ انکی
مثال اس چڑیا کی سی ہے کہ جس کو دیکھتے ہی آدمی کی طبیعت یہ چاہے کہ اسے کسی طرح
جال میں پھانس کر پکڑ لوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا
کہ ارادہ میں پختگی ہوشمندی علم دلیری اور مردانگی ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری گئی ہے
(طیوریات)

طبرانی نے عصر بن ربیعہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے کعب احبارؓ سے
روایت کی تم نے پچھلے صحیفوں میں میرا بھی ذکر دیکھا ہے یا نہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہاں
آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ قرنًا من حدید (فولاد کی تلوار یا لوہے کا پہاڑ) ہونگے۔ آپنے
پوچھا اسکا کیا مطلب انہوں نے کہا کہ ایک ایسے امیر شدید کہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنیوالے
کی ملامت کی پرواہ نہ کرینگے آپ نے فرمایا اور کیا لکھا ہے انہوں نے کہا کہ آپکے بعد جو خلیفہ
ہونگے ان کو ایک ظالم جماعت شہید کر ڈالیگی آپنے فرمایا اور کیا لکھا ہے کہا کہ پھر فتنہ و فساد
پھیل جاوے گا۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب کی فضیلت لوگوں پر ان

چار باتوں سے معلوم ہوتی ہے اول جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل کا حکم دیا اور آیت لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ الخ نازل ہوئی۔ دوئم آپ نے ازواج مطہرات کے پردہ کے متعلق فرمایا جس حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اے عمر بن خطاب تم ہم پر حکم نافذ کرتے ہو حالانکہ وحی ہمارے ہی گھر میں اُترتی ہے۔ چنانچہ ان کے پردہ کے متعلق آیت نازل ہوئی فَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا الخ سوئم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے متعلق دعا کرنا کہ الٰہا العالمین عمر کو مسلمان کر کے اسلام کی مدد کر۔ چہارم آپ کا حضرت ابوبکر صدیق سے سب سے اول بیعت کرنا۔ (احمد۔ بزار۔ طبرانی)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں ذکر کیا کرتے تھے کہ شیطان حضرت عمرؓ کی خلافت میں مقید رہے اور آپ کے بعد آزاد ہو کر ہر طرف پھیل گئے (ابن عساکر)

حضرت سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابو موسیٰ کو حضرت عمرؓ کی خیریت بہت دنوں تک نہ معلوم ہوئی۔ آپ کے پاس ایک عورت آئی جس کے سر پر شیطان آتا تھا۔ آپ نے اُس عورت سے حضرت عمرؓ کے متعلق دریافت کیا اُس نے کہا کہ جب مجھ پر شیطان آوے گا تب دریافت کر لینا چنانچہ جس وقت وہ آیا تو دریافت کرنے پر اُس شیطان نے جواب دیا کہ میں نے اُن کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ ایک کملی کا تہبند باندھے ہوئے ایک صدقہ میں آئے ہوئے اونٹ کے (جسکے خارش ہوگئی تھی) قطران مل رہے ہیں وہ ایسے آدمی ہیں کہ جب اُنہیں کوئی شیطان دیکھتا ہے (تو خوف کے سبب) ناک کے بل گر پڑتا ہے نیز ہر وقت اُن کی آنکھوں کے سامنے ہے اور روح القدس اُنکی زبان سے کلام کرتا ہے۔

فصل

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں جس شخص نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے تو اُسنے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ بلکہ کل مہاجرین وانصار کو خطا کار ٹھیرایا۔

حضرت شریک کہتے ہیں کہ جس میں شمہ برابر بھی نیکی ہے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔

حضرت ابو اُسامہ فرماتے ہیں۔ لوگو! تم جانتے ہو حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کون تھے وہ

اسلام کے لئے بمنزلہ ماں باپ کے تھے۔

حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں جو شخص حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کو بھلائی سے نہ یاد کرے میں اُس سے بیزار ہوں۔

فصل

جن باتوں میں قرآن شریف نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کیا ہے اور ہم منجملہ اکثر کے بیس موافقات کا ذکر کریں گے

ابن مردویہ نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جو کوئی رائے دیتے تھے قرآن شریف اُسی کے موافق نازل ہوتا تھا۔ ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں اکثر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائیں موجود ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اگر بعض امور میں لوگوں کی رائے کچھ اور تھی اور حضرت عمرؓ کی دوسری تو قرآن شریف حضرت عمرؓ کے قول کے موافق نازل ہوتا تھا۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے میری رائے سے تین موقعوں پر اتفاق فرمایا اوّل میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناتے۔ اسکے بعد ہی آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى۔ (اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ پکڑو) نازل ہوئی۔ دوسرے میں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد ہر طرح کے آدمی آتے جاتے ہیں آپ تو اُنہیں پردہ کا حکم دیدیتے۔ اسکے بعد ہی پردہ کی آیت نازل ہوگئی۔ تیسرے جب ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیرت دلانے میں سب شریک ہوگئیں تو آپ نے کہا عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ اسکے بعد بالکل ٹھیک یہی الفاظ قرآن شریف میں نازل ہوئے۔

حضرت مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے تین باتوں میں موافقت کی ہے۔ اول پردے کے بارے میں۔ دوم اسیران جنگ بدر کے معاملہ میں۔ تیسرے مقام ابراہیم میں۔ اسی حدیث سے چوتھی خصلت یعنی معاملۂ قیدیان جنگ بھی معلوم ہوگیا۔ اور نووی کی تہذیب میں اس طرح ہے کہ قرآن شریف

نے حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق چار جگہ کیا۔ معاملہ قیدیان بدر۔ پردہ۔ مقام ابراہیم تحریم شراب اور اس سے پانچویں بات تحریم شراب پائی گئی۔ اور تحریم شراب کے متعلق سنن اور مستدرک حاکم میں اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی۔ الٰہی شراب کے بارے میں ہمارے واسطے شافی بیان کیجئے۔ اسکے بعد شراب کے حرام ہونے پر آیت نازل ہوگئی۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے چار باتوں میں موافقت فرمائی ہو جب آیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ نازل ہوئی تو میری زبان سے فوراً نکلا فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ اسکے بعد یہی آیت نازل ہوگئی اس حدیث سے چھٹی بات معلوم ہوگئی اس حدیث کے دوسرے طرق بھی حضرت ابن عباس سے مروی ہیں جنکو میں نے اپنی تفسیر مسند میں ذکر کیا ہو اسکے بعد میں نے کتاب فضائل الامامین مصنفہ ابو عبد اللہ شیبانی میں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے فرمایا ہے کہ عمر سے اسکے رب نے اکیس جگہ موافقت فرمائی ہے۔ انہوں نے ان چھ مذکورہ بالا کو ذکر کر کے آگے لکھا ہے کہ جب عبد اللہ ابن ابی مرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جنازہ کے لئے لوگوں نے بلایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی کھڑا ہو اگر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کچھ سمجھ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی بڑا سخت دشمن تھا اور ایک روز تو وہ ایسا ایسا کہہ رہا تھا۔ واللہ تھوڑی ہی دیر گذری تھی جو آیت نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (اور نہ پڑھ نماز ان میں سے ایک پر جب کبھی مریں)

(۸) يَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ (وہ تجھ سے شراب کے متعلق سوال کرتے ہیں)۔

(۹) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ الخ (اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ قریب ہو نماز کے)۔

مگر میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں آیتیں ملکر حدیث سابق میں تیسری بات یہ سب ایک ہی خصلت ہیں (۱۰) جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے حق میں دعاء مغفرت زیادہ مانگنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ تو بھی آیت سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ الخ نازل ہوئی (میں کہتا ہوں کہ طبرانی نے اسکو ابن عباس سے روایت کیا ہے)

(۱۱) جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے جنگ بدر کے واسطے نکلنے کا مشورہ

لیا تو حضرت عمرؓ نے نکلنے کا مشورہ دیا تب ہی آیت لما اخرجک ربک من بیتک الخ (جیسے طرح نکالا تجھکو رب تیرے نے گھر تیرے سے) نازل ہوئی۔

(۱۲) قصہ افک عائشہؓ صدیقہ کے متعلق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ فرمایا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کس نے کیا تھا آپ نے فرمایا اللہ نے حضرت عمر نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپکو عیب دار چیز دی ہوگی سبحانک ھذا بہتان عظیم بس اسی طرح آیت نازل ہوگئی۔

(۱۳) شروع اسلام میں رمضان شریف کی رات کو بھی اپنی زوجہ سے ہمبستری حرام تھی۔ حضرت عمر نے اسکے متعلق کچھ کہا تو آیت احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الخ (حلال کی گئی واسطے تمہارے رات روزوں کی) نازل ہوئی (اسکو احمد نے اپنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے)

(۱۴) قول خداوندی من کان عدوا لجبریل الخ) میں کہتا ہوں کہ اسکو ابن جریر نے چند طریقوں سے بیان کیا ہے مگر اقرب بموافقت طریقہ وہ ہے جسکو ابن حاتم نے عبدالرحمن بن ابولیلی سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی حضرت عمر فاروقؓ سے ملا اور یہ کہا کہ جبریل فرشتہ جس کا ذکر تمہارے نبی کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے اُسپر آپ نے فرمایا من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین بس ٹھیک یہی الفاظ قرآن شریف میں نازل ہوگئے۔

(۱۵) قول اللہ تعالی کا فلا وربک لا یؤمنون الخ (قسم ہے رب تیرے کی نہیں ایمان لاوینگے وہ) ہے میں کہتا ہوں کہ اسکا قصہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابوالاسود سے اس طرح بیان کیا ہے کہ دو آدمی جھگڑکر انصاف کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے انکا فیصلہ کر دیا جسکے خلاف آپ نے فیصلہ دیا تھا اُس نے کہا چلو حضرت عمرؓ کے پاس چلیں چنانچہ یہ گئے اور جسکے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا تھا اُسنے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا فیصلہ اس طرح کیا تھا مگر اسے یہ کہا کہ حضرت عمرؓ کے پاس چلو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا اس طرح ہو اور ٹھیرو آتا ہوں آپ اندر سے تلوار لائے اور اس شخص کو جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار کیا تھا قتل کر ڈالا اور دوسرا بھاگا اور اُس نے اس واقعہ کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپ نے فرمایا مجھے تو عمر سے ایسی امید نہیں کہ کسی مومن کے قتل پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت کرسکے اس پر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ نازل فرمائی اُس آدمی کا خون رائگاں گیا اور حضرت عمرؓ کو بری کر دیا اسکے اور بھی طریقے ہیں جن کو میں نے تفسیر مسند میں بیان کیا ہے۔

(۱۶) گھر میں آنے کے لئے اذن چاہنا اس کا قصہ اس طرح ہے کہ آپ ایک روز سو رہے تھے اور آپ کا غلام بے دھڑک اندر چلا آیا۔ آپ نے دعا کی اے اللہ بغیر اجازت کے آنا حرام کر دو فوراً آیت استیذان نازل ہوئی۔

(۱۷) آپ کا یہ فرمانا کہ قوم یہود مبہوت قوم ہے اور اسکے موافق آیت کا نازل ہونا۔

(۱۸) قول خداوندی ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ۔ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا قصہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے اور وہ ہی قصہ اس آیت کا شان نزول ہے۔

(۱۹) آیت اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا الخ کا منسوخ التلاوت ہو جانا۔

(۲۰) جنگ احد میں ابوسفیان کے جواب میں جبکہ اُس نے أَفِي الْقَوْمِ فُلَانٌ کہا تھا فرمانا لَا نُجِيْبُهُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس پر موافقت فرمانا۔ میں کہتا ہوں کہ اس قصہ کو احمد نے اپنے مسند میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اسی کے ساتھ اس قصہ کو کہ جسکو عثمان بن سعید الدارمی نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے ضم کر لینا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ ایک روز کعبؓ احبار نے کہا کہ آسمان کا بادشاہ زمین کے بادشاہ پر افسوس کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مگر اُس بادشاہ پر نہیں جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا اس کو سُنکر کعبؓ احبار نے کہا واللہ توریت میں یہی الفاظ موجود ہیں یہ سُنکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدہ میں گر گئے۔

اِسکے علاوہ میں نے کامل ابن عدی میں عبداللہ ابن عمرؓ کے حوالہ سے یہ دیکھا ہے کہ اول جب حضرت بلالؓ اذان دیا کرتے تھے تو أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے بعد حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تم أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے بعد أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ کہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح عمر کہتے ہیں اُسی طرح کہو۔

فصل

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کرامات میں

بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں لکائی نے شرح السنۃ میں اور دارمی نے فوائد میں ابن اعرابی نے کرامات الاولیاء میں اور خطیب نے رواۃ مالک میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ساریہ نامی ایک شخص کو سردار لشکر بنا کر جنگ کے لئے بھیجا تھا۔ ایک روز آپ خطبہ فرمار ہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلَ (اے ساریہ پہاڑ کی طرف) تین دفعہ فرمایا۔ چند روز کے بعد اس لشکر کی طرف سے ایک ایلچی آیا۔ آپ نے اُس سے جنگ کے حالات دریافت فرمائے اُس نے عرض کیا یا امیر المومنین ہم کو ہزیمت ہو چکی تھی کہ اچانک ہم نے تین مرتبہ آواز سُنی کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہم نے فوراً پہاڑ کی طرف رُخ کیا۔ ہمارا رُخ کرنا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کو شکست دی۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ جب آپ نے خطبہ میں یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلَ فرمایا تھا تو لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ ساریہ تو نہاوند واقع ملک عجم میں ہے اور آپ یہاں چیخ رہے ہیں۔ (ابن حجر نے اصابہ میں اسکے اسناد کو صحیح کہا ہے)

ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریقے سے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے روز خطبہ فرمار ہے تھے کہ اچانک آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جا جس شخص نے بھیڑیئے کی حفاظت کی اُس نے ظلم کیا۔ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ مَنِ اسْتَرْعَی الذِّئْبَ ظَلَمَ۔ لوگ یہ سُنکر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے پتہ لگ جائیگا۔ چنانچہ جب آپ خطبے سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے سوال کیا آپ نے فرمایا اس وقت میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ مشرکین نے ہمارے بھائی مُسلمانوں کو شکست دیدی ہے اور اس وقت وہ پہاڑ کی طرف سے گذر رہے ہیں اگر وہ اس پہاڑ سے پھر ینگے تو ایک ایک قتل ہو جاوینگے اور اگر تجاوز کر گئے تو ہلاک ہو جاوینگے لہٰذا میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔ ایک مہینہ کے بعد جب ایک شخص فتح کی خوشخبری لیکر آیا تو اُسنے ذکر کیا کہ ہم نے لشکر میں حضرت عمرؓ کی آواز سُنی اور ہم پہاڑ کی طرف چلدئے خداوند تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔

ابونعیم نے دلائل میں عمرو بن حارث سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر دو یا تین مرتبہ فرمایا اے ساریہ پہاڑ کی طرف جا اور پھر خطبہ شروع کر دیا۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ آپ کو جنون ہو گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ذرا آپ سے بے تکلف تھے انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے آج ایسا کام کیا کہ لوگ آپ کی ذات پر طعن و تشنیع کرنے لگے۔ آپ خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک دم چیخنے لگے یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ۔ آخر یہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا واللہ میں لاچار تھا میں نے دیکھا کہ مسلمان پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور دشمن اُن کو آگے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہہ دیا کہ ساریہ پہاڑ کی طرف جا۔ اسکے بعد ساریہ کا خط لیکر ایک ایلچی آیا اُس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے روز ہم اپنے دشمن سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہزیمت ہو جائے کہ عین جمعہ کے وقت ہم نے کسی کی آواز سُنی کہ ساریہ پہاڑ کی طرف جا۔ چنانچہ ہم پہاڑ کی طرف گئے اور ہم نے دشمنوں پر فتح پائی اور انہیں قتل کر دیا۔ عمرو بن حارث کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آپ کو طعنہ دیا تھا اس شہادت پر بھی یہی کہا کہ یہ سب باتیں بناوٹی ہیں۔ (العیاذ باللہ مترجم)

ابوالقاسم بن بشران نے فوائد میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ اُسنے کہا جمرہ (چنگاری) آپ نے پوچھا باپ کا کیا نام ہے اُسنے کہا شہاب (شعلہ) آپ نے قبیلہ کا نام دریافت کیا اُس نے حرقہ (آگ)، آپ نے کہا کس جگہ رہتے ہو۔ اُسنے کہا حرہ (گرمی) میں۔ آپ نے پوچھا وہ کہاں واقع ہے اُسنے کہا لظی (شعلہ) میں آپ نے فرمایا اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کو وہ تو جل مرے وہ شخص اپنے گھر گیا تو واقعی دیکھا کہ آگ لگی ہے اور سب جل گئے (مالک نے مؤطا میں اسی طرح روایت کیا ہے)

ابوالشیخ کتاب العظمت میں قیس ابن حجاج سے روایت کرتے ہیں کہ جب مصر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تو ایک مقررہ دن جو اہل عجم کے یہاں تھا اُس روز لوگوں نے آکر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہماری کھیتی باڑی کا مدار دریائے نیل پر ہے اور دریائے نیل جب خشک ہو جاتا ہے تو ایک سنت قدیمہ کے بغیر جاری نہیں ہوتا۔ آپ نے پوچھا وہ سنت قدیمہ کیا ہے۔ عرض کیا کہ جب چاند کی گیارھویں تاریخ ہوتی ہے تو ہم ایک باکرہ لڑکی

کا انتخاب کرکے اُسکے والدین کو راضی کر لیتے ہیں اور اُسکو کپڑے اور زیور جو سب سے افضل ہوتا ہے پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص نے جواب دیا کہ اسلام میں یہ لغو باتیں نہیں ہیں اسلام تو ان اباطیل اور واہموں کو جو اسلام سے قبل ہوتے تھے مٹانے آیا ہے۔ چنانچہ یہ فعل نہ کیا گیا اور دریائے نیل بند ہو گیا۔ بعض اہل مصر نے ترک سکونت کا ارادہ کر لیا جس وقت حضرت عمرو بن عاص نے یہ دیکھا تو فوراً ایک خط امیر المومنین حضرت عمر فاروق کی خدمت بابرکت میں اس اطلاع کا روانہ کیا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ تم نے بہت اچھا جواب دیا اسلام ان لغو باتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے میں اس خط کے ساتھ ایک اور رقعہ بھی ملفوف کرتا ہوں اسکو دریائے نیل میں ڈال دینا جب عمرو بن عاص کے پاس وہ خط آیا تو آپ نے اس رقعہ کو کھول کر پڑھا اُس میں لکھا ہوا تھا خدا کے بندہ امیر المومنین عمر کی طرف سے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو اور اگر تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ جاری فرماتے ہیں تو میں اللہ واحد و قہار سے ہی سوال کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دیں فقط حضرت عمرو بن عاص نے اس رقعہ کو صلیب شارے کے طلوع ہونے سے ایک روز قبل دریائے نیل میں ڈلوا دیا جس وقت اہل مصر صبح کو سوتے ہوئے اُٹھے تو انہوں نے دیکھا کہ اُسکو اللہ جل شانہ نے ایک ہی رات میں اتنا جاری کر دیا ہے کہ معمول سے سولہ گز پانی زیادہ چڑھ آیا اور اسی روز سے اہل مصر کا یہ دستور بھی خداوند تعالیٰ نے منقطع کر دیا۔

ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ جھوٹی بات کہی آپ نے فرمایا چپ رہ۔ اُسنے پھر اور بات کہی آپ نے پھر فرمایا چپ رہ۔ اُس شخص نے عرض کیا میں جو آپ سے کہا کرتا ہوں وہ سچ ہوتی ہے مگر جس بات پر آپ نے مجھے چپ رہنے کا حکم فرمایا وہ فی الواقع غلط تھی۔

حسن فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جھوٹ کو پہچان جاتا تھا تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔

بیہقی نے دلائل میں ابو ہدیہ حمصی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر پہونچی کہ اہلِ عراق نے جو انپر امیر مقرر تھا اُسکو سنگسار کر دیا ہے آپ غصہ میں

بھرے ہوئے گھر سے نکلے اور نماز پڑھ کر یہ دعا کی۔ الہٰی! اگر ان لوگوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے تو آپ ان کو وبال میں گرفتار کیجئے اور ان پر قبیلۂ بنی ثقیف کا ایک لونڈا مسلط کر دیجئے جو ان پر زمانہ جاہلیت کی سی حکومت کرے اور نہ اُنکے نیک کو قبول کرے اور نہ بد سے خطا کو معاف کرے۔ میں کہتا ہوں کہ لونڈے سے آپ کا مقصود حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔ ابن لہیعہ کہتے ہیں کہ وہ لونڈا ابتک پیدا نہیں ہوا۔

فصل

حضرت عمرؓ کے بعض خصائل میں

ابن سعد نے احنف بن قیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز ہم حضرت عمرؓ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک جاریہ (لونڈی) گذری لوگوں نے کہا کہ یہ امیرالمؤمنین کی باندی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ امیرالمؤمنین کی باندی نہیں ہے اور کیسی باندی جبکہ امیرالمؤمنین کے لئے خداوند تعالیٰ کے مال میں سے باندی رکھنی حلال بھی نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا تو پھر کیا حلال ہے آپ نے فرمایا کہ عمر کے لئے سوائے ان چیزوں کے اللہ تعالیٰ کے مال سے کچھ حلال نہیں ہے۔ دو کپڑے جاڑوں کے دو کپڑے گرمیوں کے۔ حج اور عمرے کا خرچ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا کھانا اور یہ مثل ایک مرد قریش معمولی درجہ کے موافق کہ نہ امیر ہو نہ فقیر کیونکہ میری بھی وہی حیثیت ہے جو ایک معمولی مسلمان کی۔

خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ جب آپ کسی کو عامل بنا کر کہیں بھیجتے تھے تو یہ شرط کر دیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر نہ سوار ہو۔ اچھا عمدہ کھانا نہ کھائے۔ باریک کپڑے نہ پہنے۔ اہل حاجات کے لئے اپنے دروازہ کو بند نہ رکھے اور اگر ایسا کیا تو سزا کا مستوجب ہوگا۔

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ حفصہ اور عبداللہ وغیرہ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ اچھا کھانا کھایا کریں تو امر حق پر اور زیادہ قوی ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری نصیحت کا میں مشکور ہوں لیکن میں نے اپنے دونوں دوستوں کو اسی شاہ راہ پر چھوڑا ہے اگر خدانخواستہ میں ان کی شاہ راہ کو چھوڑ دوں تو اُن دونوں کو منزل میں نہیں پا سکتا۔ کہتے ہیں کہ ایک سال ذرا خشک سالی ہوئی تو آپ نے اُس سال گھی اور گوشت

کھانا چھوڑ دیا۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ عقبہ بن فرقد نے آپ سے اچھی غذا کھانے کیلئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ میں اس چند روزہ زندگی کو اچھا کھا کر اور دنیا کے مزے لے کر گذار دوں۔

حسن کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے عاصم کے پاس آئے اور انہیں گوشت کھاتے دیکھکر فرمایا یہ کیا کھا رہے ہو انہوں نے عرض کیا کہ میرا دل گوشت کو بہت چاہ رہا تھا آپ نے فرمایا اگر یہی جی چاہتا ہے تو آدمی اسراف کر کے وہ ہی کھا سکتا ہے جو اسکی طبیعت چاہے۔

اسلم کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا دل تازہ مچھلی کو چاہتا ہے۔ آپ کا غلام یفی نامی اونٹ پر سوار ہو کر مچھلی لینے گیا اور ایک مچھلی خریدی۔ راستے میں لوٹتی دفعہ اپنے اونٹ کو نہلا تا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ مچھلی ابھی رکھو میں اپنے اونٹ کو دیکھ لوں۔ چنانچہ آپ اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور آپنے اونٹ کے کان کے نیچے جو پسینہ لگا ہوا تھا اسے دیکھکر فرمایا کہ میری خواہش نے اس جانور کو بیجا تکلیف دی واللہ میں اس مچھلی کو چکھ بھی نہیں سکتا۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اکثر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالانکہ آپ خلیفہ تھے صوف کا پھٹا ہوا کپڑا جسمیں چمڑے کا پیوند لگا ہوتا تھا پہن لیتے تھے اور اسی طرح درہ لئے ہوئے بازار چلے جاتے تھے۔ اور اہل بازار کو ادب اور تنبیہ کرتے تھے۔ اگر آپکے سامنے ترکش کی پرانی رسی یا چھوارے کی گٹھلی آجاتی تھی تو اسکو اٹھا لیتے تھے اور اسکو لوگوں کے گھروں میں پھینک دیا کرتے تھے تاکہ لوگ پھر اس سے نفع اٹھائیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے کرتے میں مونڈھے کے پاس چار پیوند لگے ہوئے دیکھے۔

ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے پائجامہ میں چمڑے کا پیوند لگا دیکھا۔

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیا اثنائے سفر میں آپ منزل پر پہنچکر کوئی خیمہ یا تنبو نہ کھڑا کرتے تھے بلکہ یونہی کسی درخت پر کوئی کملی یا کپڑے وغیرہ کا سائبان ڈال لیا کرتے تھے اور اسکے سایہ میں بیٹھ جاتے تھے۔

عبداللہ بن عیسٰی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر روتے روتے دو سیاہ لکیریں پڑگئی تھیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک باغ میں گیا ابھی میں دیوار کے اس طرف تھا اور حضرت عمرؓ دوسری طرف کہ میں نے سنا کہ حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ اے عمر کہاں تو اور کہاں امیرالمومنین کا رتبہ۔ ذرا خدا سے ڈر ورنہ اللہ تعالیٰ تجھ کو سخت عذاب کریگے۔

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کاش میں بھی تنکا ہوتا اور مجھے میری ماں نہ جنتی۔

عبیداللہ بن عمر بن حفص کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ مشک کاندھے پر اٹھا کر لے چلے لوگوں نے کہا کہ یہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے نفس میں عُجب پیدا ہو گیا تھا اسکو میں نے ذلیل کیا ہے۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ آپ کے خسر آپ کے پاس آئے اور انہوں نے چاہا کہ مجھے کچھ بیت المال میں سے دیدیں۔ آپنے جھڑک دیا اور کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک میں خیانت کنندہ بادشاہ ہونیں شمار ہوں۔ پھر آپنے انکو اپنے مال میں سے دس ہزار درہم عطا کئے

نخعی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ زمانہ خلافت میں تجارت بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں عام الرمادہ (قحط کا سال) میں آپنے گھی کھانا چھوڑ دیا تھا۔ ایک روز آپنے روغن زیتون کھالیا۔ آپ کے شکم مبارک میں قرقر ہوا تو آپ نے انگلی ڈال کر تے کردی اور فرمایا ہمارے واسطے اسوقت تک کچھ نہیں ہے جب تک قحط سالی موجود ہے۔

سفیان بن عینیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب فرمایا کرتے تھے مجھے سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے جو میرے عیب مجھپر ظاہر کرتا رہے۔

اسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو دیکھا کہ ایک ہاتھ سے گھوڑے کا کان پکڑا اور ایک ہاتھ سے اپنا کان اور پھر گھوڑے کے تھان کی طرف جھکنے لگے۔

ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کو غصہ آیا ہو اور کسی نے اللہ کا ذکر کیا یا خوف خدا دلایا ہو یا قرآن شریف کی کوئی آیت تلاوت کی ہو اور آپ کا غصہ نہ اتر گیا ہو۔

حضرت بلالؓ نے حضرت اسلم سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دریافت کیا

تم نے حضرت عمرؓ کو کیسا پایا۔ انہوں نے کہا کہ وہ سب سے اچھے آدمی ہیں مگر جب وہ غصہ ہوتے ہیں تو پھر سنبھالنا مشکل ہے۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ جس وقت وہ غصے میں ہوتے ہیں تو تم کوئی آیت کیوں نہیں پڑھ دیا کرتے کہ ان کا سب غصہ اتر جائے۔

احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے سامنے گوشت پیش کیا گیا جس میں گھی پڑا ہوا تھا آپ نے اسکے کھانے سے انکار کر دیا کہ ہر ایک کا ان دونوں میں سے علیحدہ علیحدہ سالن ہے پھر دونوں کے ملا دینے کی کیا ضرورت ہے۔ (ابن سعید)

ابن سعد نے حسن سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ مجھے یہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک قوم کی اصلاح کر دوں اس بات سے کہ ایک امیر کو دوسرے امیر کی جگہ تبدیل کر دوں۔

فصل

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حلیہ شریف

ابن سعد اور حاکم نے حضرت زر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں مدینہ والوں کے ساتھ عید کے روز نکلا تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدل جاتے دیکھا۔ آپکا رنگ گندم گون تھا آپ کے سر کے بال خود کی وجہ سے جھڑے ہوئے تھے۔ قد کے لمبے تھے۔ تمام آدمیوں سے آپکا سر اونچا معلوم ہوتا تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کسی جانور پر سوار ہیں۔

واقدی لکھتے ہیں کہ جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گندم گون بتلاتے ہیں شائد انہوں نے آپکو قحط سالی میں دیکھا ہوگا کیونکہ آپکا رنگ روغن زیتون کھا کر متغیر ہو گیا تھا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر کی روایت سے آپکا حلیہ شریف یہ بیان کیا ہے کہ آپ کا رنگ مبارک سفید مائل بسرخی تھا۔ لمبا قد بال جھڑے ہوئے اور بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے۔

عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ آپ تمام آدمیوں میں اونچے معلوم ہوتے تھے۔

سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ آپ تمام کام بائیں ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔

ابن عساکر نے ابو رجاء عطاردی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ لمبے قد کے اور موٹے تازے آدمی تھے آپ کے بال بہت زیادہ جھڑے ہوئے تھے گورے چٹے تھے جس میں سرخی بہت زیادہ دمک رہی تھی۔ کلّے اور گال پچکے ہوئے اور

مونچھیں بہت بڑی تھیں اور ان کے اطراف میں سرخی موجود تھی۔ ابن عساکر کی تاریخ میں لکھا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ ختمہ بنت ہشام بن مغیرہ یعنی ابوجہل بن ہشام کی بہن تھیں۔ اس رشتہ سے ابوجہل آپ کا ماموں تھا۔

فصل

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت راشدہ میں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی ہی میں ولیعہد خلافت جمادی الآخر ۱۳ھ میں ہو گئے تھے۔ زہری کہتے ہیں کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا آپ اُسی روز خلیفہ مقرر ہو گئے تھے اور وہ منگل کا دن ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ تھا (حاکم) جس وقت آپ تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ کے زمانہ میں بہت فتوحات ہوئیں۔ چنانچہ ۱۴ھ میں دمشق صلح اور غلبہ سے اور حمص اور بعلبک صلح سے اور بصرہ اور ایلہ صلح اور غلبہ سے فتح ہوئے۔ اسی ۱۴ھ میں آپ نے لوگوں کو تراویح کی نماز کے لئے جمع کیا۔ (عسکری)

۱۵ھ میں اُرْدُن غلبہ سے اور طبریہ صلح سے فتح ہوا اسی سال واقعہ یرموک اور قادسیہ پیش آیا ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال حضرت سعد نے کوفہ آباد کیا۔ اسی میں حضرت عمرؓ نے جاگیریں مقرر کیں۔ دفتر کھولے اور عطیات عطا کیں۔

۱۶ھ میں اہواز اور مدائن فتح ہوئے حضرت سعد نے ایوان کسریٰ میں جمعہ پڑھا اور یہ پہلا جمعہ ہے جو عراق میں ادا کیا گیا (یہ صفر کا مہینہ تھا) اسی سال واقعہ جلولاء پیش آیا یزدجرد بن کسریٰ نے ہزیمت کھائی اور رے کی طرف بھاگ گیا۔ اسی سال تکریت فتح ہوا اور وہاں حضرت عمرؓ تشریف لے گئے اور بیت المقدس فتح ہوا اور آپ نے جابیہ میں جو آپ کا خطبہ مشہور ہے پڑھا۔ اسی سال قنسرین غلبہ سے اور حلب اور انطاکیہ اور منبج صلح سے اور سروج غلبہ سے فتح ہوئے اور اسی سال قرقیسیا صلح سے فتح ہوا اور ماہ ربیع الاول میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے تاریخ و سال ہجری مقرر ہوا۔

۱۷ھ میں آپ نے مسجد نبوی علیہ السلام کو وسعت دی اور حجاز میں قحط پڑا جسکا

نام عام الرمادہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس کے ساتھ نماز استسقاء ادا فرمائی۔ ابن سعد نے نیار ابن سلمی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت نماز استسقاء کے لئے تشریف لے گئے تو آپ حضور سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت ابن عون فرماتے ہیں، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اُسے اونچا کر کے دعا کی۔ یا رب العالمین ہم عاجز بندے آپ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بنا کر عرض کرتے ہیں کہ خشک سالی اور قحط کو اٹھا اور ہم پر باران رحمت نازل فرما۔ آپ یہ دعا کر کے واپس بھی نہیں پلٹے تھے کہ بارش شروع ہوئی اور کئی روز تک متواتر ہوتی رہی۔ اسی سال اہواز صلح سے فتح ہوا۔

۱۸ھ میں جند نیشاپور بطور صلح کے اور حلوان لڑائی سے فتح ہوئے اور انہی ایام میں حلوان میں طاعون پھیلا ہوا تھا جس کا نام اسلام میں طاعون عمواس ہے۔ اور اسی سال رہی۔ سمیساط غلبہ اور لڑائی سے اور حران اور نصیبین اور اکثر جزائر غلبہ سے اور اور بعضوں نے کہا ہے کہ صلح سے اور موصل اور اُسکے اطراف غلبہ سے فتح ہوئے۔

۱۹ھ میں قیساریہ غلبہ سے فتح ہوا۔

۲۰ھ میں مصر غلبہ سے فتح ہوا اور بقول بعض اسکندریہ کے علاوہ تمام ملک صلح سے حاصل ہوا۔ علی بن رباح کہتے ہیں کہ مغرب کل غلبہ سے فتح ہوا اور اسی سال تستر فتح ہوا اور قیصر روم مرا اور حضرت عمرؓ نے خیبر اور نجران سے یہود کو جلا وطن کیا اور خیبر اور وادی القریٰ کو تقسیم فرمایا۔

۲۱ھ میں اسکندریہ اور نہاوند غلبہ سے حاصل ہوئے اور اسکے بعد ملک عجم میں کوئی سرکش جماعت باقی نہیں رہی۔

۲۲ھ میں آذربائیجان غلبہ یا صلح سے اور دینور۔ ماسبذان۔ ہمدان غلبہ سے فتح ہوئے اور اسی سال طرابلس الغرب رہی۔ عسکر۔ قومس ہاتھ آئے۔

۲۳ھ میں کرمان۔ سجستان۔ مکران۔ بلاد جبل سے۔ اصبہان اور اسکے اطراف فتح ہوئے اور اسی سال کے آخر میں حج سے تشریف آوری کے بعد حضرت شہید کئے گئے۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منیٰ سے ابطح میں واپس آتے ہوئے اونٹ بٹھلایا تو آپ نے اُس سے تکیہ لگا کر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور دعاء کی۔ الٰہی! میں بڈھا ہو گیا ہوں۔ قوتوں میں ضعف آگیا ہے۔ رغبت منتشر ہوگئی ہے۔ اس سے پہلے کہ میں ناکارہ ہو جاؤں اور عقل میں فتور آجائے اپنے پاس بلالو چنانچہ ابھی ذوالحجہ بھی ختم نہ ہونے پایا تھا کہ آپ شہید ہو گئے (حاکم)

ابو صالح السمان کہتے ہیں کہ کعب بن احبار نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں توریت میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ شہید ہونگے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے کہ عرب میں رہتے ہوئے میں شہید ہو جاؤں۔ اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی الٰہی مجھے اپنے راستے میں شہادت دیجئے اور اپنے محبوب کے مدینہ میں موت دیجئے (بخاری شریف)

معدان بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرتؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے مرغ نے ایک یا دو ٹھونگیں ماریں۔ اسکی تعبیر سوائے اسکے اور کیا ہو سکتی ہے کہ میری موت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ مجھ سے قوم کہتی ہے کہ میں خلافت کیلئے ولیعہد کا تقرر کروں۔ یاد رکھو کہ خداوند تعالیٰ اپنے دین اور خلافت کو کبھی ضائع نہ کریگا۔ موت تو میرے ساتھ ہے نہ کہ دین اور خلافت کے۔ میرے بعد خلیفہ ان چھ شخصوں کے مشورے سے ہونا چاہئے کہ جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش جنت کو تشریف لے گئے (حاکم)

زہری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا کہ کسی نابالغ لڑکے کو مدینہ شریف میں داخل نہ ہونے دیتے تھے ایک دفعہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ سے (جو حاکم کوفہ تھے) لکھا کہ یہاں بہت ہوشیار اور کاریگر لڑکا ہے جسکو بہت سے کام آتے ہیں۔ لوہار اور بڑھئی کا کام خوب جانتا ہے نقاشی بہت عمدہ کرتا ہے آپ اگر اسکو مدینہ کے داخلہ کی اجازت بخشیں تو میں اسکو روانہ کردوں تاکہ وہاں وہ لوگوں کے بہت زیادہ کام آئے۔ آپنے اسے اجازت دیدی کہ بھیجدیا جائے یہاں کوفہ میں اسپر حضرت مغیرہ بن شعبہ نے سو درہم ماہوار کا ٹیکس قائم کر رکھا تھا اسنے آکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ شکایت کی کہ مجھپر مغیرہ بن شعبہ نے زیادہ ٹیکس لگا رکھا ہے۔ آپنے فرمایا کہ یہ ٹیکس زیادہ نہیں ہے۔ اس جواب سے اسکو بہت غصہ آیا اور وہ دانت پیستا چلا گیا۔ دو تین روز کے بعد حضرت عمرؓ نے اسکو پھر بلایا اور کہا کہ تو کہتا تھا کہ اگر آپ

کہیں گے تو میں ایک چکی ایسی تیار کرونگا جو ہوا سے چلے اُسنے ترشروئی سے جواب دیا کہ میں تمہارے لئے ایسی چکی تیار کروں گا کہ جس کا ہمیشہ لوگ ذکر کیا کرینگے۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا مجھے قتل کی دھمکی دے گیا ہے۔ یہ لڑکا ابولؤلؤہ ایک دودھارہ خنجر جس کا قبضہ بیچ میں تھا آستین میں چھپا کر مسجد کے کسی گوشہ میں آبیٹھا ابھی اندھیرا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ لوگوں کو نماز کے لئے جگاتے پھرتے تھے۔ جس وقت اس لڑکے کے قریب ہوئے تو اُسنے آپ کے جسم مبارک پر تین جگہ وہ خنجر بھونک دیا (ابن سعد)

عمرو بن میمون انصاری کہتے ہیں کہ ابولؤلؤ مغیرہ کے غلام نے حضرت عمر کو دودھارے خنجر سے شہید کیا اور آپکے ساتھ بارہ آدمیوں کو بھی زخمی کیا جنمیں سے چھ کا انتقال ہو گیا۔ اہل عراق سے ایک شخص نے اسپر کپڑا ڈالدیا جب وہ اُس میں پھنس اور لپٹ گیا تو اُس نے خودکشی کرلی۔

ابورافع کہتے ہیں کہ ابولؤلؤہ مغیرہ کا غلام چکیاں بنایا کرتا تھا اور حضرت مغیرہ اس سے چار درہم روزانہ وصول کیا کرتے تھے جس وقت وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملا تو اُسنے شکایت کی کہ یا امیر المومنین مغیرہ مجھ پر سختی کرتے ہیں آپ انکو تنبیہ کردیجئے آپنے فرمایا تجھے اپنے مولا کے ساتھ اچھی طرح سلوک کرنا چاہئیے۔ آپ کا منشا ر تھا کہ اسکے متعلق مغیرہ سے سفارش کرونگا مگر آپ کا یہ کہنا اُسکو سخت ناگوار گذرا اور غصہ میں بھر کر یہ کہا کہ امیر المومنین میرے سوا ہر ایک کا انصاف کرتے ہیں اُسنے آپکے قتل کا ارادہ کرلیا اور ایک خنجر پر آب رکھی اور زہر میں بجھا کر اپنے پاس رکھ لیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت شریف میں داخل تھا کہ آپ تکبیر سے پہلے یہ فرمایا کرتے تھے کہ صفیں سیدھی کرلو یہ ابولؤلؤہ صف میں آپ کے عین مقابل آکھڑا ہوا اور آپ کے مونڈھے اور کوکھ پر دو زخم لگائے جس سے آپ گر پڑے اسکے بعد اُسنے اوروں پر حملہ کیا اور تیرہ آدمیوں کو زخمی کردیا جن میں سے چھ آدمیوں کا انتقال ہو گیا۔ آفتاب چونکہ طلوع کے قریب تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھکر نماز ختم کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو آپ کے مکان پر لائے اور نبیذ پلائی لیکن وہ زخموں کے راستے سے نکل گئی پھر آپ کو دودھ پلایا مگر وہ بھی زخموں سے نکل گیا۔ لوگوں نے بطور تسلی کے آپ سے

کہا کچھ ہرج نہیں آپ فکر نہ کیجئے آپ نے فرمایا کہ اگر قتل میں حرج بھی ہے تو بھی میں قتل ہو چکا۔ لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے کہ آپ ایسے تھے آپ نے فرمایا واللہ میں چاہتا تھا کہ جس وقت میں دنیا سے رخصت ہوں تو نہ مجھپر کسی کا قرض ہو نہ میرا کسی پر اور شکر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے میرا ساتھ دیا اور مجھکو سلامت رکھا۔

اسپر حضرت ابن عباس پھر آپ کی تعریف کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اگر میرے پاس دنیا کا بھی سونا ہوتا تو میں قیامت کی دہشت اور آنے والے معاملات کے ہول کی وجہ سے تمام فدا کر دیتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے جسکے متعلق کثرت آراء ہو اسکو خلیفہ مقرر کر لینا حضرت صہیبؓ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا (حاکم)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ابو لولوہ مجوسی تھا عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس بات پر خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میری موت ایسے شخص کے ہاتھ نہیں بھیجی جو اسلام کا دعوی کرتا ہو پھر آپنے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا کہ عبداللہ حساب کرو مجھپر قرض کتنا ہے انہوں نے حساب لگا کر آپ کو چھیاسی ہزار یا اسکے قریب بتلایا آپنے فرمایا کہ اگر یہ قرض آل عمر کے مال سے ادا ہو سکے تو ادا کر دو ورنہ بنی عدی سے مانگو اگر کچھ بھی پورا نہو تو قریش سے لیلو اور دیکھو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ عمر یہ اجازت چاہتا ہے کہ اپنے دونوں دوستوں کے پاس دفن ہو۔ عبداللہ ابن عمر انکے پاس گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ فرمایا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے محفوظ رکھی تھی مگر میں آج حضرت عمرؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عبداللہ نے آکر عرض کیا کہ انہوں نے آپکو اجازت دیدی ہے۔ اسپر آپنے خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا لوگوں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپکو جو وصیتیں کرنا ہوں کر دیجئے اور کسی کو خلافت کیلئے بھی منتخب فرما دیجئے۔ آپنے فرمایا اس کام کے لئے سوائے ان چھ شخصوں کے کہ جن سے نبی صلی اللہ وسلم خوش دنیا سے تشریف لیگئے میں کسی کو حقدار نہیں سمجھتا۔ آپ نے ان چھ کا نام بتلا دیا اور کہا کہ عبداللہ میرے بیٹے اس معاملہ میں انکے ساتھ رہیں گے اور خلافت سے انہیں کوئی تعلق نہ ہوگا اور اگر سعد کو خلافت پہونچے تو وہ اسکے حقدار ہیں ورنہ جس کو تم چاہو منتخب کر لو۔ میں نے سعد کو کسی عجز یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں

اپنے بعد کے خلیفہ کو جو بھی مقرر ہو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا سے ڈرتا رہے اور مہاجرین وانصار اور تمام رعایا کے ساتھ نیکی کا برتاؤ رکھے اور اسی قسم کی بہت سی وصیتیں غرضیکہ اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (مترجم)

جس وقت جنازہ تیار ہو گیا تو ہم آپ کا جنازہ لیکر چلے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عائشہ عنہا کو سلام کیا اور کہا کہ دفن کی اجازت دیجئے آپ نے اجازت دیدی اور ہم نے آپ کو انکے دونوں دوستوں کے پاس سپرد خاک کر دیا۔

آپ کے دفن سے فراغت پاکر لوگ انتخاب خلیفہ کے لئے جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے فرمایا کہ مشورہ کے لئے اپنی طرف سے اول تین آدمی منتخب کر لینے چاہئیں۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے اپنی طرف سے حضرت علیؓ کو اور حضرت سعدؓ نے عبدالرحمٰنؓ کو اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا اور یہ تینوں حضرات علیحدہ چلے گئے وہاں پہنچکر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے فرمایا کہ میں تو خلیفہ ہونا نہیں چاہتا لہذا جو تم لوگوں میں سے خلافت سے بری ہو وہ مجھ سے کہے۔ امر خلافت اسی کے سپرد کیا جائے گا۔ اور جو کوئی بھی ہو یہ ضروری ہے کہ افضل امت ہو اور اصلاح امت کی حرص رکھتا ہو۔ یہ سنکر دونوں حضرات خاموش رہے اور پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہی نے فرمایا کہ اچھا یہ انتخاب کا کام تم میرے ہی سپرد کر دو تاکہ میں افضل آدمی کو منتخب کر لوں۔ دونوں نے کہا کہ بہت اچھا آپ حضرت علیؓ کو علیحدہ لے گئے اور ان سے یہ کہا کہ آپ پہلے اسلام لائے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی قریبی عزیزداری بھی ہے اس لئے آپ اسکے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر میں آپ کو خلیفہ مقرر کر دوں تو آپ عدل کریں اور اگر میں آپ پر کسی دوسرے کو خلیفہ بنادوں تو آپ اسکی اطاعت کریں۔ آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا۔ پھر حضرت عثمانؓ کو آپ علیحدہ لے گئے اور آپ سے بھی یہی اقرار لیا۔ جب آپ دونوں سے میثاق لے چکے تو آپ نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کرلی اور آپ کے بعد حضرت علیؓ نے بھی بیعت کرلی۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کی زندگی میں انتقال کروں تو حضرت ابو عبیدہؓ کو خلیفہ مقرر کر دونگا۔

اگر خداوند تعالیٰ مجھ سے سوال کرینگے تو میں عرض کرونگا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور میرے امین عبیدہؓ بن جراح ہیں اور اگر عبیدہ کے انتقال کے بعد میری موت پہنچی تو میں معاذ بن جبل کو خلیفہ مقرر کرونگا۔ اگر مجھ سے میرے رب نے ان کے متعلق یہ سوال کیا کہ ان کو کس وجہ سے خلیفہ مقرر کیا تھا تو میں عرض کرونگا کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ معاذؓ بن جبل قیامت میں علماء کے زمرہ میں محشور ہوں گے۔ مگر یہ دونوں حضرات آپ کے زمانہ خلافت میں ہی انتقال فرما چکے تھے۔

مسند امام احمد میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو رافع کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی موت کے وقت خلافت کے متعلق کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اصحاب میں کسی کو وثوق سے نہیں کہہ سکتا البتہ اگر سالم مولی ابو حذیفہ یا ابو عبیدہ بن جراح ہوتے تو ان کے متعلق کہہ سکتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۶ ذی الحجہ چہار شنبہ کو شہید ہوئے اور یکشنبہ کے روز محرم کی چاند رات کو دفن کئے گئے۔ آپ کی عمر شریف تریسٹھ برس کی تھی۔ بعض کہتے ہیں چھیاسٹھ اور بعض کہتے ہیں اکسٹھ سال کی تھی بعض نے ساٹھ ہی کہا اور اسکو واقدی نے ترجیح دی ہے۔ بعض قول انسٹھ اور چوّن اور پچپن بھی آیا ہے۔

آپ کے جنازہ کی نماز حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔

تہذیب مزنی میں لکھا ہے کہ آپ کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا (موت آدمی کے واسطے کافی وعظ ہے)۔

طبرانی نے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ حضرت ایمن فرماتی ہیں کہ جس روز سے حضرت عمرؓ شہید ہو گئے اسلام سست پڑ گیا۔

عبد الرحمٰن بن یسار کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے وقت موجود تھا اس دن سورج گہن ہوا تھا۔

فصل

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولیات میں

عسکری کہتے ہیں کہ آپ سب سے پہلے امیر المومنین کے لقب سے ملقب ہوئے آپ نے سب سے

اول سنہ ہجری جاری فرمایا۔ آپ نے ہی بیت المال کی بنا ڈالی۔ آپ نے ہی تراویح کی سنت شروع کی۔ آپ ہی نے رات کے چوکی دار مقرر کئے۔ ہجو پر سزائیں دیں۔

شراب پینے پر اسّی درّے مقرر فرمائے۔ متعہ کو حرام کیا۔ امہات الاولاد (جن باندیوں سے اولاد پیدا ہو جائیں) کی بیع منع کی۔ جنازہ کی نماز میں چار تکبیروں پر لوگوں کو جمع کیا۔ دفاتر قائم کئے۔ سب سے زیادہ فتوحات کیں۔ میدانوں کی پیمائش کرائی۔ بحر ایلہ کے ایک شہر سے مدینہ شریف میں کھانا منگوایا۔ صدقہ کے روپیہ کو اسلام میں خرچ کرنے سے روکا۔ علم فرائض مقرر کیا۔ گھوڑوں پر زکوٰۃ لی۔ حضرت علیؓ کے متعلق اطال اللہ بقاءک اور ایدک اللہ فرمایا یہ اولیات عسکری نے بیان کی ہیں۔ مگر امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے سب سے اول درّہ ایجاد کیا۔ ابن سعد نے بھی یہی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ درّہ ایجاد ہونے کے بعد یہ مثل مشہور ہو گئی کہ عمر کا درّہ تمہاری تلواروں سے بھی زیادہ ہیبت ناک ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے شہروں میں قاضی آپ نے ہی مقرر کئے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام، مصر، موصل آباد کئے
ابن عساکر نے اسمٰعیل بن زیاد سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب رمضان شریف میں ایک مسجد سے جو گزرے تو آپ نے وہاں قندیل روشن دیکھے۔ آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ حضرت عمرؓ کی قبر کو روشن کرے کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا۔

فصل

ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آٹے کا گودام قائم کیا تھا اور اس میں آٹا، ستو، کھجور، منقیٰ وغیرہ رکھوادی تھیں تاکہ مسافر وغیرہ وہاں سے لے لیں اور مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایسے وسائل بہم پہنچا دئے تھے کہ جس سے مسافروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ رہے۔ آپ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرا کر اسکو وسیع کرایا اور اس میں بوریئے کا فرش کرایا۔ آپ نے یہود کو حجاز سے شام کی طرف بھیج دیا اور نجران کے یہود کو کوفہ منتقل کیا۔ آپ ہی نے مقام ابراہیم کو اس جگہ قائم کیا جہاں اب موجود ہے ورنہ پہلے وہ کعبہ شریف سے ملا ہوا تھا۔

فصل

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض اخبار و قضایا میں

عسکری نے اوائل میں اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے ابن شہاب کے طریق سے روایت کی ہے

کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثیمہ سے سوال کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ خلافت میں ازطرف خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جاتا تھا۔ پھر شروع خلافت حضرت عمرؓ میں ازطرف خلیفہ ابوبکرؓ لکھا جانے لگا پھر کیا وجہ ہوئی اور وہ کون شخص تھا جس نے سب سے اول از امیر المومنین لکھنا شروع کر دیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے شفاء نے جو مہاجرات میں سے ایک خاتون ہیں اسطرح بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ازطرف خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتے تھے انکے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازطرف خلیفہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا شروع کیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایکدفعہ حاکم عراق کو لکھا کہ تم ہمارے پاس دو لائق اور ہوشیار آدمیوں کو بھیجدو تاکہ ہم اُن سے عراق اور اہل عراق کے متعلق کچھ دریافت کریں۔ حاکم نے آپکے پاس لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیجدیا جس وقت یہ دونوں مدینہ شریف میں آئے تو مسجد میں پہنچکر سب سے پہلے عمرو بن عاص سے ملاقات کی اور اُن سے کہا کہ امیر المومنین کی خدمت میں ہمیں باریاب کرا دیجئے حضرت عمرو بن عاص نے کہا واللہ تم نے انکا بہت ہی اچھا لقب کہا یہ کہکر آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا السلام علیکم یا امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا انہوں نے آپکو تمام قصہ سنایا اور کہا کہ واقعی آپ امیر ہیں اور ہم مومنین پس اس روز سے یہ کاغذات سرکاری میں بھی لکھا جانے لگا۔

امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ نام عدی ابن حاتم اور لبید بن ربیعہ نے رکھا تھا جبکہ وہ عراق سے آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا یہ لقب مغیرہ بن شعبہ نے رکھا تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں۔ اسی روز سے آپ امیر المومنین مشہور ہو گئے اور اس سے پہلے آپ خلیفۂ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھے جاتے تھے وہ بوجہ طول عبارت کے متروک ہو گیا۔

ابن عساکر نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھے جاتے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو لوگوں نے خلیفہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کا ارادہ کیا مگر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ طول طویل عبارت ہے اسپر لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے امیر ہیں۔ آپنے فرمایا ہاں تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر ہوں۔ لوگوں نے آپ کو امیر المومنین لکھنا شروع کر دیا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں مسیب سے روایت کی ہے کہ اول حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنی خلافت

کے اڑہائی سال کے بعد تاریخ لکھوانا شروع کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے ۱۶ھ کی بنیاد ڈالی۔ سلفی نے طیوریات میں حضرت ابن عمر کی روایت سے لکھا ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوانح عمری لکھوانے کا ارادہ کیا ایک روز آپ نے اسکے متعلق استخارہ کیا اور دوسرے روز فرمایا کہ تم سے پہلی قوموں نے بھی کتابیں لکھی تھیں لوگ ان کی طرف جھک پڑے اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیا۔

ابن سعد نے شداد سے روایت کی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کے بعد منبر پر تشریف لے گئے تو سب سے پہلے آپ نے یہی دعا کی۔ الہی! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دیجئے الہی! میں ضعیف ہوں مجھے قوی کر دیجئے۔ میں بخیل ہوں مجھے سخی کر دیجئے۔

ابن سعد اور سعید بن منصور نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ اگر مجھے ضرورت ہوتی تھی تو میں بیت المال سے لے لیا کرتا تھا۔ اور جب میرے پاس ہوتا تھا ادا کر دیا کرتا تھا اور جب پھر فقیر ہو جاتا تھا تو پھر لوگوں کے سامنے ہی لیلیا کرتا تھا اور پھر ادا کر دیا کرتا تھا۔

نیز ابن سعد ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب کو جب احتیاج ہوتی تو داروغہ بیت المال سے قرض لے لیتے تھے بعض دفعہ داروغہ بیت المال آپ پر تقاضا کرتا اور آپ تنگدستی کیوجہ سے ادا نہ کر سکتے تھے تو داروغہ الزام دیا کرتا تھا اور آپ حیلہ حوالہ کیا کرتے تھے اور جب آپکے پاس ہوتا تھا تب ادا کر دیا کرتے تھے ابن سعد براء بن معرور سے روایت کرتے ہیں کہ ایکدن حضرت عمرؓ گھر سے باہر تشریف لائے اور آپکو کچھ شکایت تھی لوگوں نے کہا کہ اسکے لئے شہد بہت عمدہ چیز ہے اور شہد کا ایک کپا بھرا ہوا بیت المال میں موجود تھا آپ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے اجازت دیدوگے تو لے لونگا ورنہ مجھپر حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے آپکو اجازت دی۔

سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ کے زخم کو جو اسکی پشت پر تھا دھوتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے مجھے ڈر ہے کہ کہیں قیامت میں مجھ سے اسکی پرسش نہ ہو ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب لوگوں کو کسی چیز سے روکنے کا ارادہ کرتے تھے تو اُنکے مکان پر تشریف لیجاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس چیز کی میں ممانعت کروں اور وہ پھر بھی کی جائے تو اُسکے یہ معنی ہیں کہ اُسپر سخت سزا دیجائے۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ رات کو مدینہ شریف کی گلیوں میں گشت کیا کرتے تھے اور یہ آپکا اکثر معمول تھا۔ ایک رات آپنے ایک عورت کو دیکھا کہ دروازہ بند کئے ہوئے یہ اشعار

پڑھ رہی ہے (ترجمہ اشعار) یہ رات بڑھ گئی اور ستارے چمک رہے ہیں۔ مجھے یہ بات جگا رہی ہے کہ میرے پاس کوئی ایسا نہیں جسکے ساتھ میں کھیلوں۔ واللہ اگر اللہ کے عذاب کا خوف نہ ہوتا تو البتہ اس چارپائی کی چولیں ہلتی ہوتیں۔ لیکن میں اس نگہبان اور مؤکل سے ڈرتی ہوں کہ جسکا کاتب کسی وقت نہیں بہکتا۔ مجھے خوف خدا اور حیا منع کرتی ہے اور میرا خاوند ایسا بزرگ ہے کہ اُسکی سواری پر سوار ہونیکا کوئی قصد نہ کرے۔

آپنے فوراً دوسرے ہی روز غزووں میں اپنے عمال کو لکھ بھیجا کہ کوئی شخص چار مہینہ سے زیادہ میدان جنگ میں نہ رہنے پائے۔

ابن سعد نے سلمانؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سلمان سے دریافت کیا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ حضرت سلمانؓ نے جواب دیا کہ اگر آپ مسلمانوں سے ایک درہم بھی وصول کر کے بیجا خرچ کرینگے تو آپ بادشاہ ہیں ورنہ آپ خلیفہ ہیں حضرت عمرؓ نے اس سے نصیحت پکڑی۔

سفیان بن ابی العرجاء کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک روز فرمایا کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ اگر میں بادشاہ ہوں تو بہت اچھا ہے حاضرین میں سے ایک شخص نے جواب دیا۔ امیر المؤمنین! خلیفہ اور بادشاہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ اُسنے کہا خلیفہ وہ ہے نہ کسی سے بیجا وصول کرے اور نہ بیجا کسی کو دے اور الحمد للہ آپ ایسے ہی ہیں اور بادشاہ وہ ہے کہ بجبر وصول کرے جس سے چاہے لیلے جسے چاہے دیدے۔ آپ یہ سُنکر خاموش ہو گئے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اتفاق سے آپ کی ران کھل گئی۔ اہل نجران یعنی یہود نے آپکی بائیں ران پر ایک سیاہ داغ دیکھکر کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ شخص ہمکو ہمارے ملکوں سے نکال دیگا۔

سعد بن جاریہ کہتے ہیں کہ کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے انبیاء سابقین علیہم السلام کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ آپ جہنم کے دروازہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اس میں جانے سے منع کرینگے جب آپ کا انتقال ہو جاوے گا تو قیامت تک لوگ اسمیں گرتے رہیں گے۔ ابو معاشر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امر خلافت جبتک اصلاح پذیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ اتنی شدت کی جائے جسمیں جبر نہ ہو اور نہ اتنی نرمی کی جائے جسمیں سستی شامل ہو۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حکم بن عمیر سے روایت کی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اعمال کو لکھا کہ کسیکو حد میں اس طرح درے نہ لگائے جائیں کہ اسکو پھر شیطان بہکا کر حلقۂ کفار میں داخل کردے۔

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ قیصر روم نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو لکھا کہ میرا ایلچی جو آپ کے پاس گیا تو اُسنے مجھے یہ اطلاع دی ہو کہ آپکے پاس ایک درخت ہو کہ وہ کسی دوسرے درخت سے پیدا نہیں ہوا۔ اُسکی صورت گدھے کے کان کے مشابہ ہو جس وقت وہ پھٹتا ہو تو اُسمیں سے موتی کے سے دانے نکل پڑتے ہیں پھر وہ سبز ہوتا ہو تو زمرد سبز بنجاتا ہو پھر سُرخ ہوتا ہو تو یاقوت سُرخ ہوجاتا ہے اور اگر پختگی پر پہنچتا ہے تو یک کر عمدہ فالودہ ہوجاتا ہو اور پھر خشک ہوجاتا ہو تو مقیم کی غذا اور مسافر کی زادِ راہ کا کام دیتا ہو۔ اگر میرا قاصد سچ بولتا ہے تو میرے نزدیک یہ جنت کا ایک درخت ہو۔ آپ نے اُسکے جواب میں لکھا کہ یہ خط عبد اللہ ابن عمر امیر المومنین کی طرف سے قیصر ملک روم کی طرف ہو۔ تمہارے قاصد نے سچ کہا وہ درخت ہمارے یہاں موجود ہے۔ یہ وہی درخت ہو کہ جس وقت عیسیٰ نبینا علیہ السلام پیدا ہوئے تھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے واسطے پیدا کیا تھا۔ تجھے چاہیے کہ اللہ جل شانہ سے ڈرا کرے اور عیسیٰ علیہ السلام کو معبود نہ بنائے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال خداوند تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہی ہو جیسے آدم علیہ السلام کی کہ اُنکو مٹی سے پیدا کیا۔

ابن سعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمال کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے مال کی ایک ایک فہرست بھیجدیں انہیں عمال میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔ جب اُنہوں نے فہرست بھیجدی تو اُسکو نصفا نصفی کرکے ایک حصہ خود لیلیا اور ایک ایک حصہ اُنہیں چھوڑ دیا۔ شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا دستور تھا کہ جب کسی کو عامل مقرر کرتے تو اُسکے مال کی فہرست لکھ لیا کرتے تھے۔

ابو امامہ بن سہل بن حنیف لکھتے ہیں کہ آپنے مدتوں بیت المال میں سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا حتیٰ کہ آپ پر تنگدستی غالب آگئی آپ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

اسکے متعلق مشورہ کیا اور یہ کہا کہ میں تو اس کام میں منہمک ہوں اپنے نفقہ کا کوئی انتظام نہیں کر سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبح و شام کا کھانا آپ بیت المال سے لیلیا کریں اسی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمالیا۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کو تشریف لے گئے اسمیں آپکے سولہ دینار خرچ ہوئے آپ نے مجھ سے کہا اے عبداللہ ہم نے بہت زیادہ خرچ کر دیا۔ عبدالرزاق اپنے مصنف میں قتادہ اور شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میرا خاوند دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو شب بھر نماز پڑھتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا شوہر تو قابل تعریف ہے۔ کعب بن سوار نے کہا کہ یہ تعریف کرنا نہیں چاہتی بلکہ شکایت کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں انہوں نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ شوہر پر عورت کا بھی کچھ حق ہے اور یہ حق زناشوئی ادا نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا اچھا اب میں سمجھ گیا۔ ان میں انصاف کرنا چاہئیے انہوں نے کہا یا امیرالمومنین اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے چار عورتیں تک حلال رکھی ہیں اس حساب سے چوتھا دن اور چوتھی رات عورت کے لئے مخصوص ہونی چاہئیے۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے میرے ایک دوست نے خبر دی ہے کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب گشت میں تھے کہ ایک عورت کی آواز سنی جو چند اشعار پڑھ رہی تھی (وہی اشعار جن کا ترجمہ ہم پہلے کر چکے ہیں، مترجم) آپ نے سنکر فرمایا تجھے کیا ہو گیا اس نے کہا کہ میرا شوہر کئی ماہ سے جنگ پر گیا ہوا ہے اسکے اشتیاق میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے برے کام کا تو ارادہ نہیں کر لیا۔ اس نے کہا کہ معاذ اللہ۔ آپ نے فرمایا تو اپنے نفس پر قادر رہ میں صبح ہی اسکو بلاتا ہوں چنانچہ صبح ہی آپ نے قاصد روانہ کر دیا اور اسکے بعد اپنی صاحبزادی حفصہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے ایک مشکل آپڑی ہے تم اسے حل کر دو اور وہ یہ ہے کہ عورت کو اپنے شوہر کی کتنے دنوں تک ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت حفصہؓ نے شرم کے مارے اپنا سر نیچا کر لیا اور شرما کے چپ ہو گئیں آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ حق بات میں شرم نہیں کرتے۔ حضرت حفصہؓ نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ تین یا زیادہ سے زیادہ چار ماہ۔ آپ نے حکم دیا کہ چار مہینہ سے زیادہ میدان جنگ میں کسی کو نہ روکا جائے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی بیویوں کے طعن طنز کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ تم کیا شکایت کرنے ہو میں خود ہمیں مبتلا ہوں حتی کہ میں اگر کسی ضرورت سے باہر جاتا ہوں تو مجھ سے کہا جاتا ہو کہ تم فلاں قبیلہ کی عورتوں کی دیدہ بازی کے لئے جاتے ہو کام کاج کچھ نہیں ہو۔ عبداللہ ابن مسعود بھی بیٹھے ہوئے تھے آپ نے کہا کہ یا امیرالمومنین کیا آپکو معلوم نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے یہاں حضرت سارہ کی بدخلقی کی شکایت کی تھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب ملا تھا کہ عورتیں بائیں پسلی سے پیدا کیگئی ہیں جہانتک ہوسکے حتی الامکان انکو نباھنا چاہئے تاوقتیکہ انکے دین میں کوئی خرابی نہ دیکھی جائے۔

عکرمہ بن خالد کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادے بالوں میں کنگھا کئے ہوئے اور اچھی پوشاک پہنے ہوئے آپکے پاس آئے آپ نے اتنے درے۔ ۔ ۔ کہ وہ رونے لگے حضرت حفصہؓ نے کہا کہ آپ نے اس کو کس قصور پر مارا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس میں تکبر آگیا ہے لہٰذا میں نے اس تکبر کو توڑ دیا۔ معمر لیث بن سلیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ تم کسی کا نام حکم یا ابوالحکم مت رکھو کیونکہ حکم خداوند تعالیٰ ہی ہیں اور کسی راستہ کا نام سکہ مت رکھو۔

بیہقی نے شعب ایمان میں ضحاک سے روایت کی ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واللہ مجھے یہ زیادہ محبوب تھا کہ میں کسی راستہ پر ایک درخت ہوتا اور کوئی اونٹ مجھے چبا کر نگل جاتا پھر مینگنی کر کے کہیں نکالدیتا مگر میں انسان نہ ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش میں دنبہ ہوتا اور مجھے کھلا پلا کر اتنا موٹا کیا جاتا کہ لوگ میرے دیکھنے کو آتے پھر مجھے ذبح کر ڈالتے کچھ میرا گوشت بھونا ہوا کھاتے اور کچھ کا قیمہ کر لیا جاتا مگر میں انسان نہ ہوتا۔

ابن عساکر ابوالبختری سے روایت کی ہو کہ ایک روز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر خطبہ فرما رہے تھے کہ حسینؓ بن علیؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے باپ کے منبر کے اوپر سے نیچے اوترئے۔ آپ نے فرمایا بیشک منبر تمہارے ہی باپ کا ہے میرے باپ کا نہیں مگر یہ تو بتلاؤ کہ تمہیں کس نے سکھلایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے اور آپ نے کہا واللہ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا ہے۔ حضرت حسینؓ کی طرف دیکھ کر کہا او بیوفا تجھے

یہ کسنے کہا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ انکو سچ بات پر کیوں جھڑکتے ہیں واقعی منبر انکے باپ کا ہے (اس روایت کے اسناد صحیح ہیں)

خطیب نے رواۃ میں ابو سلمہؓ بن عبد الرحمٰن و سعیدؓ بن مسیب سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بن خطاب اور حضرت عثمانؓ بن عفان میں کسی مسئلہ کے متعلق اس قدر تنازعہ ہوا کہ دیکھنے والوں نے سمجھا کہ اب اِن دونوں میں کبھی صلح نہ ہوگی۔ مگر جب دونوں حضرات رخصت ہوئے ہیں تو معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کوئی بات ہی نہیں ہوئی ہے۔

ابن سعد نے حسن سے روایت کی ہے کہ سب سے اوّل خطبہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھا وہ یہ تھا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد جاننا چاہئے کہ میں تمہارے ساتھ مبتلا ہو گیا ہوں اور تم میرے ساتھ مبتلا ہو گئے ہو۔ میں اپنے دو دوستوں کے بعد خلیفہ مقرر ہوا ہوں جو لوگ ہمارے پاس موجود ہیں وہ ہمارے نفسوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور جو غائب ہیں اُنپر ہم اہل قوت و امانت کو مقرر کرینگے جو شخص نیکی کرے گا ہم اسکے ساتھ نیکی سے پیش آئیں گے اور جو بدی کریگا ہم اُسکی سزا دینگے خداوند تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش فرمائیں۔

جبیر بن حویرث سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دفتر قائم کرنے کے لئے مسلمانوں سے مشورہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہر سال جو کچھ آپکے پاس مال جمع ہو اُسکو تقسیم کر دیجئے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا کیجئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مال اسقدر زیادہ ہے کہ اگر اُسکو تقسیم کیا جاوے تو یہ معلوم ہونا مشکل ہے کہ کسے پہنچا اور کون رہ گیا لہٰذا خوف ہے کہ کہیں گڑبڑ نہ مچ جائے۔ ولید بن ہشام بن مغیرہ نے کہا یا امیر المؤمنین میں ملک شام میں گیا ہوں اور وہاں بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ اُنہوں نے دفاتر قائم کر رکھے ہیں اور شہروں کو خوب آباد کر رکھا ہے۔ یہ آپ کو پسند آیا اور آپ نے ایسا ہی کیا اور عقیل بن ابو طالب۔ مخرمہ بن نوفل۔ جبیر بن مطعم جو قریش کا نسب نامہ خوب جانتے تھے بلا کر فرمایا کہ تم لوگوں کے نام علیٰ قدر مراتب لکھکر لاؤ۔ چنانچہ وہ اسی طرح لکھ لائے کہ بنی ہاشم نے لکھنا شروع کیا۔ ان کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور ان کی قوم کو لکھا پھر حضرت عمرؓ اور اُن کی قوم کو آپ نے فرمایا اس طرح لکھو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے شروع کرو۔ جو ان کے قریب ہیں ان کو لکھو علیٰ ہذا القیاس حتیٰ کہ میرا نام آخر میں لکھو جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے کیا ہے۔

سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ آپ نے دفاتر محرم سنہ ۲۰ھ میں قائم کئے تھے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہؓ کو لکھا کہ لوگوں کو تنخواہیں اور عطیات تقسیم کردو انہوں نے لکھا کہ میں نے تقسیم کردیا مگر ابھی مال بہت باقی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ یہ مال غنیمت ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے انہیں پر تقسیم کردو یہ عمر یا اُسکی اولاد کا نہیں ہے۔

ابن سعد نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ کوہ عرفہ پر کھڑے تھے۔ ایک شخص کو چیختے ہوئے سُنا وہ کہتا ہے یا خلیفہ یا خلیفہ میں نے آگے بڑھکر پوچھا کون ہے میں حضرت عمرؓ کے پاس ہی تھا کہ ایک کنکر دور سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر لگی۔ جس سے کچھ رگڑ سی آگئی۔ میں اس طرف کو بڑھا تو پہاڑ کی طرف سے آواز آئی کیا تو جانتا بھی ہے قسم ہے رب کعبہ کی کہ عمر آئندہ سال سے اس مقام پر قیامت تک کھڑے نہیں ہوں گے۔ جبیر کہتے ہیں کہ مجھے یہ سخت ناگوار گذرا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آخر حج امہات المومنین کے ساتھ کیا تو واپسی میں ہم جس وقت محصب میں پہنچے تو میں نے ایسی آواز سُنی جیسے کوئی شخص اپنے اونٹ پر بیٹھا ہوا دوسرے سے دریافت کرتا ہو کہ امیر المومنین عمر کہاں ہیں دوسرے آدمی کو جواب دیتے ہوئے سُنا کہ وہ کہتا ہے۔ امیر المومنین یہ ہے۔ پھر ایسا معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے اونٹ بٹھلائے اور ایک نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا (ترجمہ شعر) تیرے اوپر سلام ہو اے امام۔ برکت دے اللہ تعالیٰ اس چمڑے میں جو پارہ پارہ ہوگا۔ نہ پڑھنے والا دہاں سے چلا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ کون تھا مگر ہم نے آپس میں کہا کہ یہ جن ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ اس حج سے واپس ہوئے تو شہید کردئے گئے۔

عبد الرحمٰن بن ابزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ باتیں اہل بدر میں تھیں مگر اہلِ بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ اُن سے اُتر کر اہل اُحد میں تھی مگر اُن میں سے بھی اب کوئی باقی نہیں رہا۔ پھر اور لوگوں میں تھیں۔ طلیق اور اُنکی اولادیں یا جو فتح مکہ میں مُسلمان ہوئے اُن میں یہ بات نہیں ہے۔

نخعی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ کیا آپ عبداللہ ابن عمرؓ کو خلیفہ نہ بناویں گے آپ نے فرمایا خدا تجھے غارت کرے واللہ میں نے کبھی اللہ سے

یہ استدعا نہیں کی کیا میں ایسے آدمی کو خلیفہ بنا دوں جس میں ابھی اپنی بیوی کو احسن طریقے پر طلاق دینے کی قابلیت بھی نہو۔

شداد بن اوس کعب سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ گذرا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُسکے خصائل بہت ملتے جلتے ہیں جب کبھی ہم اُسکا ذکر کرتے تھے تو حضرت عمرؓ ضرور یاد آجاتے تھے اور جب کبھی عمرؓ کا ذکر ہوتا تھا تو خواہ مخواہ وہ یاد آجاتا تھا اُسکے زمانہ بادشاہت میں ایک نبی علیہ السلام تھے اُنکو ایک مرتبہ وحی ہوئی کہ تم اُس بادشاہ سے کہدو کہ تیری عمر کے تین دن باقی ہیں اگر کچھ وصیت کرنا ہو تو کر دے جس وقت اُس بادشاہ نے یہ سُنا تو سجدہ میں گر کر نہایت عاجزی سے دعا کی۔ الٰہی! مجھے اتنی مہلت دیدیجئے کہ میرا لڑکا جوان ہو جائے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے حکم کی کہاں تک تعمیل کی ہے اور اپنی رعایا سے حتی الامکان کتنا عدل کیا ہے۔ نبی علیہ السلام کے پاس پھر وحی ہوئی کہ اُسنے ہم سے ایسی ایسی دعا کی ہے اور اُس نے دعا میں جو کچھ واسطہ دیکر کہا ہے سچ کہا ہی ہم اُسکی عمر میں پندرہ برس کا اضافہ کرتے ہیں تاکہ اِس مدت میں اُس کا لڑکا جوان ہو جائے اور پرورش پائے۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیزہ لگا اور آپ زخمی ہو گئے تو کعب احبار نے یہ قصہ بیان کرکے کہا کہ اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خداوند تعالیٰ سے یہی سوال کریں تو خداوند تعالیٰ انہیں ابھی اور باقی رکھیں گے۔ جس وقت اسکی خبر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے دعا کی الٰہی! مجھے بغیر عاجز کئے اور بغیر الم دئے اُٹھا ہی لیجئے۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ آپ کی موت پر جنوں نے بھی نوحہ کیا تھا چنانچہ حاکم مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ شہید کئے گئے تو یمن کے پہاڑوں کی طرف سے یہ اشعار سنائی دئے گئے (ترجمہ اشعار) جو شخص اسلام پر رونے والا ہو وہ رولے۔ کیونکہ وہ بیہوش ہو گئے ہیں اور اُنکا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ دُنیا ہی اُلٹ گئی اور اس میں کا سب سے اچھا آدمی چل بسا وہ شخص رنجیدہ ہو گا جو وعدوں پر یقین کئے ہوئے بیٹھا تھا۔

ابن ابی الدنیا یحیٰی بن ابی راشد بصری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو یہ وصیت کی کہ میرے کفن میں بیجا صرف نہ کرنا کیونکہ اگر میں اللہ جل شانہ کے نزدیک بہتر ہوں تو وہ اور بدل دینگے اور اگر نہیں ہوں تو یہ بھی چھن جائیگا۔

لہٰذا اس چھن جانے میں جلدی ہی کیوں نہ کی جائے۔ میری قبر بھی لمبی چوڑی نہ کھدوانا اگر میں خدا کے نزدیک زیادہ کا مستحق ہوں تو وہ خود حد بصر تک وسیع کر دینگے ورنہ وسیع بھی ہوتو تنگ کی جاوے گی کہ میری تمام پسلیاں ٹوٹ جاوینگی میرے جنازہ کے ساتھ کوئی عورت نہ چلے اور جو صفات مجھ میں نہ ہوں انکے ساتھ مجھے یاد نہ کیا جائے۔ کیونکہ خدائے عالم الغیب مجھے اچھی طرح جانتے ہیں جب جنازہ تیار ہو کر گھر سے نکلے تو چلنے میں جلدی کرنا۔ کیونکہ اگر میں خداوند تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہوں تو اُن تک پہنچانے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرنی چاہیئے اور اگر برا ہوں تو تم ایک برے آدمی کا بوجھ اپنے کندھوں سے جلدی اتار پھینکو

فصل

ابن عساکر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے ایک سال بعد خداوند تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی مجھے خواب میں حضرت عمر کو دکھلا دیجئے چنانچہ میں نے آپکو ایکسال کے بعد خواب میں دیکھا کہ آپ اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھ رہے ہیں میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اے امیر المومنین کیا حال ہے آپنے فرمایا کہ میں نے حساب دیکر ابھی فراغت پائی ہے اگر خداوند تعالیٰ رؤف و رحیم نہ ہوتے تو قریب تھا کہ عمر ہلاک ہو جاتا۔ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ ابن عمرو بن عاص نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خداوند تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا آپنے فرمایا کہ میں تم سے کب جدا ہوا تھا انہوں نے کہا بارہ سال ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں حساب دیکر اب فارغ ہوا ہوں۔ ابن سعد سالم بن عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے انصار میں کے ایک شخص سے سنا کہ اُسنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب میں دیکھنے کی دعا کی چنانچہ اُس نے دس برس کے بعد خواب میں دیکھا کہ آپ جبین مبارک سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ اسنے کہا یا امیر المومنین کیا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں حساب دیکر ابھی فارغ ہوا ہوں۔ اگر رحمت ربی میرا ساتھ نہ دیتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔

فصل

آپکے زمانہ راشدہ میں جلیل القدر صحابہ وغیرہ میں سے حسب ذیل حضرات نے اس بیوفا

دنیا کو خیر باد کہا۔

عتبہ بن غزوانؓ۔ علاء بن حضرمیؓ قیس بن سکنؓ۔ ابو قحافہؓ والد شریف حضرت صدیق اکبر سعد بن عبادہؓ سہیل بن عمرؓ۔ ابن مکتومؓ مؤذن۔ عباس بن ربیعہؓ۔ عبدالرحمنؓ ذبیر بن عوام کے بھائی۔ قیسؓ بن ابی صعصعہ (یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے قرآن شریف جمع کیا تھا) نوفل بن۔ ارث بن عبدالمطلب اور آنکے بھائی ابو سفیان۔ ام المؤمنین ماریہؓ حضرت ابراہیمؓ کی والدہ ماجدہ۔ ابو عبیدہؓ بن جراح۔ معاذؓ بن جبل۔ یزیدؓ بن ابو سفیان۔ شرجیل بن حسنہ فضلؓ بن عباس۔ ابو جندل بن سہیل۔ ابو مالکؓ الاشعری۔ صفوانؓ بن معطل۔ ابی بن کعب بلالؓ مؤذن۔ اسیدؓ بن حضیر۔ براءؓ بن مالک حضرت انس کے بھائی۔ ام المؤمنین زینبؓ بنت جحش۔ عیاضؓ بن غنم۔ ابو الہیثم بن تیہان۔ خالدؓ بن ولید۔ جارودؓ سید بنی عبدالقیس۔ نعمانؓ بن مقرن۔ قتادہؓ بن نعمان۔ اقرعؓ بن حابس۔ سودہؓ بنت زمعہ۔ عویمؓ بن ساعدہ غیلانؓ ثقفی۔ ابو محجن ثقفی ودیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

خلیفہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ کعب بن لوئی بن غالب القرشی الاموی ابو عمر بعض کہتے ہیں ابو عبداللہ۔ ابو لیلیٰ۔

آپ سال فیل کے چھ برس بعد پیدا ہوئے۔ آپ ابتدائے اسلام میں ایمان لائے۔ آپ ان لوگوں میں ہیں جنہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی دعوت دی آپنے دو ہجرتیں کیں ایک حبشہ کی طرف دوسری مدینہ طیبہ میں۔ آپ کا نکاح قبل از نبوت حضرت رقیہ صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا جنہوں نے غزوۂ بدر میں انتقال کیا۔ اور تیمار داری کی وجہ سے آپ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔ کیونکہ آپکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی تھی۔ مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حصہ عطا فرمایا تھا اور اجر دیا تھا لہٰذا آپ اہل بدر میں شمار ہوتے ہیں جسوقت قاصد جنگ بدر کی فتح کی خبر لایا تھا تو اسوقت حضرت رقیہؓ کو مدفون کیا جارہا تھا حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکا نکاح اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ سے کر دیا تھا جنکا انتقال ۹ھ میں ہوا۔ علماء کہتے ہیں کہ سوائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی شخص ایسا

نہیں ہوا جسکے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ اسی واسطے جناب کا اسم مبارک ذوالنورین ہے۔

آپ سابقین اولین اور اوّل مہاجرین اور عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتے ہیں اور اُن چھ آدمیوں میں بھی آپ کا شمار ہے کہ جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات شریف کے وقت تک خوش تھے۔ آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے قرآن شریف جمع کیا ہے بلکہ ابن عباد کہتے ہیں کہ خلفاء میں سے سوائے حضرت عثمانؓ اور مامون کے کسی نے قرآن شریف کو جمع نہیں کیا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع اور غطفان میں تشریف لیگئے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی مدینہ طیبہ میں اپنا خلیفہ بنا گئے تھے۔

آپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو چھیالیس احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے زید بن خالد جہنی اور ابن زبیر اور سائب بن یزید اور انس بن مالک اور زید بن ثابت اور سلمہ بن اکوع اور ابو امامہ باہلی اور ابن عباس اور ابن عمر اور عبد اللہ بن مغفل اور ابو قتادہ اور ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ اور بہت سے تابعین نے روایت کی ہے۔

ابن سعد نے عبد الرحمٰن بن حاطب سے روایت کی ہے کہ میں نے کسی شخص کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں سُنا کہ وہ حضرت عثمان بن عفان سے زیادہ خوبصورتی کے ساتھ احادیث کو بیان کرتا ہو۔ آپ پر احادیث کی ہیبت پڑا کرتی تھی۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مناسک حج سب سے زیادہ جانتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

بیہقی نے اپنے سنن میں عبد اللہ بن عمر بن ابان جعفی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے میرے ماموں حسین جعفی نے کہا تم جانتے ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی ذوالنورین کیوں تھا میں نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ابتک سوائے حضرت عثمانؓ کے کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو لڑکیاں نہیں ہوا اسی واسطے آپ کا نام ذوالنورین ہے۔

ابو نعیم حسن سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا نام اس واسطے ذوالنورین رکھا گیا کہ سوائے آپ کے کسی کے نکاح میں نبی کی دو لڑکیاں نہیں آئیں۔

خثیمہ فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایسا شخص ہے کہ ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہے اور اُسکے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رہی ہیں۔ ایک اور سہل بن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ کو ذوالنورین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ جنت میں ایک مکان سے دوسرے میں منتقل ہو نگے اور دو مرتبہ آپ پر تجلی ہو گی۔ روایت ہے کہ جاہلیت میں آپکی کنیت ابو عمرو تھی اور اسلام میں جب حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ آپکے صاحبزادے پیدا ہوئے تو آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہو گئی۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس تھا اور آپ کی والدہ کی والدہ یعنی آپ کی نانی کا نام ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم تھا اور یہ آپ کی نانی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ بن عبد المطلب کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت عثمانؓ کی والدہ ماجدہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی کی بیٹی تھیں۔

ابن اسحق کہتے ہیں کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق اور علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کے بعد ایمان لائے۔

ابن عساکر چند طرق سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میانہ قد خوبصورت شخص تھے۔ رنگت میں سفیدی کے ساتھ سرخی ملی ہوئی تھی۔ چہرہ پر چیچک کے داغ تھے۔ ڈاڑھی بہت گھنی تھی۔ چوڑی ہڈی کے تھے۔ شانوں میں زیادہ فاصلہ تھا۔ پنڈلیاں بھری بھری تھیں۔ ہاتھ لمبے تھے جن پر بال اُگے ہوئے تھے۔ سر کے بال گھنگروالے تھے۔ دانت خوبصورت تھے۔ کنپٹی کے بال کانوں تک آئے ہوئے تھے زرد خضاب کرتے تھے۔ دانتوں کو سونے سے باندھ رکھا تھا۔

ابن عساکر عبداللہ بن حزم مازنی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے زیادہ خوبصورت کسی مرد یا عورت کو نہیں دیکھا۔

موسےٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ بہت زیادہ حسین تھے۔

ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت اسامہؓ بن زید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ گوشت کا دیکر حضرت عثمانؓ کے یہاں بھیجا گیا

گھر میں گیا تو حضرت رقیہؓ بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں کبھی حضرت رقیہؓ کے چہرہ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمانؓ کی طرف تکتا تھا جب میں پلٹ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ سلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اندر گئے تھے میں کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا بھلا تم نے کبھی ایسے خوبصورت میاں بیوی بھی دیکھے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔

ابن سعد نے محمد بن ابراہیم بن حارث التیمی سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام لائے تو آپ کو آپ کے ماموں حکم بن ابوالعاص بن امیہ پکڑ کر لے گئے اور ایک کوٹھری میں بند کر دیا اور یہ کہا کہ تو نے اپنا پرانا آبائی مذہب ترک کر دیا اور ایک نیا دین اختیار کر لیا واللہ میں تجھے کبھی نہیں چھوڑنے کا حتیٰ کہ تو اس مذہب پر نہ آجائے۔ آپ نے فرمایا واللہ میں اسکو قیامت تک نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ کے ماموں نے آپ کا یہ استقلال دیکھکر فوراً چھوڑ دیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اول جس شخص نے معہ اہل و عیال کے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ حضرت عثمانؓ بن عفان ہیں۔ آپ کی ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ عثمانؓ کے ساتھ ہوں۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمانؓ ہی نے اول خداوند تعالیٰ کی طرف ہجرت کی ہے (ابو یعلی)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو آپ نے ام کلثومؓ سے فرمایا کہ تمہارے خاوند تمہارے دادے ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت مشابہ ہیں (ابن عدی)

ابن عساکر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ ہم اور عثمان اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام سے بہت مماثل ہیں۔

فصل

وہ احادیث جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں ہیں

امام بخاری اور امام مسلم حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں تشریف لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے سمیٹ کر فرمایا کہ

میں ایسے آدمی سے کیوں نہ شرم کروں کہ جس سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں۔

بخاری نے ابو عبد الرحمٰن سلمی سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب محصور ہوئے تو آپ نے اوپر جھانک کر اُن لوگوں سے جو محاصرہ کیے ہوئے تھے فرمایا کہ میں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ جو شخص لشکر عسرہ کی تیاری کریگا اُسکو جنت ملیگی تو میں نے لشکر عسرہ کی تیاری کی کیا تم نہیں جانتے کہ جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رومہ کے کنوئیں کو کھودیگا اُسکو جنت ملیگی تو میں نے رومہ کے کنوئیں کو کھودا اسپر سب صحابہ نے تصدیق کی۔

ترمذی نے عبد الرحمٰن بن خباب سے روایت کی ہے کہ ایکدن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس حاضر ہوا۔ آپ اسوقت جیش عسرہ کی تیاری کے متعلق صحابہ کو ترغیب دے رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے ذمہ سو اونٹ مع پالان اور سامان کے لیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر صحابہ کو ترغیب دی۔ آپ نے پھر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے ذمہ دو سو اونٹ مع اسباب وغیرہ کے رکھتا ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر آپ نے فرمایا کہ میرے ذمہ تین سو اونٹ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اوترتے ہوئے فرماتے جاتے تھے کہ اگر عثمانؓ اب نوافل نہ ادا کریں تو اُن کو کوئی ضرورت نہیں۔

ترمذی عبد الرحمٰن بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جسوقت لشکر عسرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا تو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دینار لاکر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں ڈالدیئے۔ آپ دیناروں کو اولٹتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اگر آج کے بعد عثمانؓ کوئی نفلی کام نہ کرینگے تو کچھ حرج نہیں۔

ترمذی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بیعت رضوان ہوئی ہے تو حضرت عثمانؓ بن عفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکہ معظمہ میں ایلچی بنکر گئے تھے یہاں لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام سے گئے ہوئے ہیں میں ان کی طرف سے اپنے ہاتھ پر دوسرے ہاتھ کی بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے ایک

ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھکر بیعت کی۔ آپ اس سے خوب جان سکتے ہیں کہ آپ کا دست مبارک حضرت عثمانؓ کی طرف سے باعتبار دیگر صحابہ کے کہیں بہتر تھا اور آپ کی کتنی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کی خبر دی اور حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ایک فتنہ میں یہ مظلوم بھی شہید ہوگا۔

ترمذی اور حاکم اور ابن ماجہ نے مرہ بن کعب سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قریبی فتنہ کا ذکر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص سر پر کپڑا ڈالے ہوئے آئے آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا۔ میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو حضرت عثمانؓ تھے۔ میں نے اپنا چہرہ اُن کی طرف متوجہ کر کے پوچھا کہ یہ ہدایت پر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمانؓ خداوند تعالیٰ تمہیں ایک قمیص (خلافت) عنایت فرمائیں گے۔ جب منافق اسے اتار دینے کی کوشش کریں تو مت اُتارنا حتیٰ کہ تو مجھ سے آملے۔ اسی بناپر آپ نے جس روز محصور ہوئے تھے یہ فرمایا تھا کہ اسکے متعلق مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا اسپر میں قائم اور صابر ہوں۔ (ترمذی)

حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ جنت خریدی ہے۔ ایک مرتبہ رومہ کے کنواں کھودنے میں اور دوسری مرتبہ لشکر عسرہ تیار کرنے میں۔ نیز ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ ہی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں مجھ سے مشابہ عثمانؓ ہیں۔

طبرانی نے عصمۃ بن مالک سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی ام کلثومؓ کا بھی انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ کا نکاح کردو اگر میرے تیسری بیٹی ہوتی تو میں عثمانؓ سے اُسکا بھی نکاح کر دیتا میں نے ان کے نکاح پہلے بھی وحی کے ذریعہ سے کئے تھے۔

ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپ حضرت عثمانؓ سے فرما رہے تھے کہ اگر میرے چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔

ابن عساکر نے زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میرے پاس سے جس وقت عثمانؓ گذرے تو میرے پاس ایک فرشتہ بیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا کہ یہ شہید ہیں۔ انہیں قوم قتل کر دیگی مجھے ان سے شرم آتی ہے۔

ابو یعلی حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے حضرت عثمانؓ سے اسطرح شرم کرتے ہیں جیسے خدا اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

ابن عساکر نے حسنؓ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے حضرت حسنؓ سے حضرت عثمانؓ کی حیاء کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر آپ کبھی نہانے کا ارادہ کرتے ہیں تو گھر میں کواڑ بند کر کے کپڑے اتارتے ہیں اس قدر شرماتے ہیں کہ پشت سیدھی نہیں کر سکتے۔

فصل

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں

آپ سے بیعت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کے تیسرے روز ہوئی کہتے ہیں کہ لوگ اندنوں حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے مشورے اور سرگوشیاں کر رہے تھے جو شخص صائب الرائے حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے تخلیہ کرتا تھا وہی حضرت عثمان کی رائے دیتا تھا۔ آخر عبدالرحمنؓ بن عوف بیعت کے لئے بیٹھے اور حمد و نعت کے بعد فرمایا کہ تمام لوگ حضرت عثمانؓ کے کسی کی بیعت کے لئے راضی نہیں ہوتے (ابن عساکر) ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے حمد و صلوٰۃ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے علی میں نے تمام آدمیوں کا عندیہ معلوم کر لیا ہے سب کی رائے حضرت عثمان کیطرف ہے۔ آپ اپنے متعلق کوئی کارروائی نہ کیجئے آپنے یہ کہکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دست مبارک پکڑ کر کہا کہ میں آپ سے سنت اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت ہر دو خلیفہ پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے بیعت کی اور آپ کے بعد تمام مہاجرین اور انصار نے بیعت کر لی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

انتقال سے ایک گھنٹہ پہلے ابوطلحہ انصاری کو بلا کر یہ کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ابھی کسی مکان میں اصحاب شورہ جمع ہونیوالے ہیں تم پچاس آدمی انصار کے لیکر اس مکان کے دروازہ پر جس میں یہ جمع ہوں کھڑے ہو جاؤ اور تا وقتیکہ وہ کسی کو خلیفہ نہ منتخب کر لیں برابر کھڑے رہنا (ابن ماجہ)

مسند احمد میں وائل سے روایت ہو کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ تم نے حضرت عثمانؓ سے کیوں بیعت کر لی اور حضرت علیؓ کو کیوں چھوڑ دیا اُن سے کیوں نہ بیعت کی آپ نے فرمایا کہ اس میں میرا کچھ قصور نہیں میں نے اول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی کہا تھا کہ میں آپ سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرۃ ابوبکرؓ اور عمرؓ پر بیعت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ میں اسکی استطاعت نہیں رکھتا۔ پھر میں نے عثمانؓ سے بھی یہی عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بہت اچھا روایت ہو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے خلوت میں کہا کہ اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کا مشورہ دینگے آپ نے فرمایا کہ علیؓ کا۔ پھر میں نے علیؓ سے تخلیہ میں کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو مجھے آپ کس کا مشورہ دیںگے آپ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کا پھر میں نے زبیرؓ کو بلا کر اُن سے کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو پھر مجھے آپ کس کا مشورہ دیںگے آپ نے فرمایا حضرت علیؓ یا حضرت عثمانؓ کا۔ پھر میں نے سعد کو بلا کر کہا کہ میں اور آپ تو خلافت کا ارادہ نہیں رکھتے مگر آپ مشورہ کس کے متعلق دینگے آپ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کا پھر اسکے بعد تمام صحابہ اور اعیان سے مشورہ کیا گیا تو اکثر کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرف پائی گئی۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان سے بیعت کی گئی تو آپ نے کہا کہ پسماندگان میں آپ سے اچھا کوئی شخص نہیں ہم آپ کے اتباع میں کوئی نقصان نہ کرینگے۔ آپ کی خلافت کے پہلے سال یعنی ۲۴ھ میں ملک رے فتح ہوا اور اسی سال لوگوں میں نکسیر کا مرض پھیل گیا حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ بھی اسمیں مبتلا ہو گئے اور حج کا ارادہ بھی منسوخ کر دیا اور خوف مرض سے وصیتیں بھی کر دیں۔ اسی وجہ سے اس سال کا نام لوگوں نے سنۃ الرعاف (نکسیر کا سال) رکھدیا۔ اسی سال ملک روم کا اکثر حصہ فتح ہو گیا اور حضرت عثمانؓ نے اسی سال مغیرہ کو کوفہ سے معزول کر کے

سعد بن وقاص کو انکی جگہ بھیجدیا۔

۲۵ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سعد کو کوفہ سے معزول کر کے انکی جگہ ایک صحابی ولید ابن عقبہ بن ابی معیط کو جو آپ کے ماں کی طرف سے بھائی ہوتے تھے بھیجدیا یہ آپ پر پہلا الزام لوگوں نے قائم کیا کہ آپ اپنے رشتہ داروں کی پرورش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ ولید شرابی آدمی تھے ایک روز صبح کی نماز نشہ میں پڑھائی تو چار رکعت پڑھکر سلام پھیرا اور مقتدیوں سے کہنے لگے کہ کہو تو اور پڑھادوں۔

۲۶ھ میں حضرت عثمانؓ بن عفان نے کچھ مکانات خرید کر مسجد حرام کو وسیع بنایا اور اسی سال سابور فتح ہوا۔

۲۷ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاز پر لشکر لیجا کر قبرص پر حملہ کیا اس لشکر میں عبادہ بن صامت مع اپنی بیوی ام حرام بنت ملحان انصاریہ کے شامل تھے۔ آپ کی بیوی گھوڑے سے گر کر انتقال کر گئیں جنکو وہیں دفن کر دیا۔ اس لشکر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی کی تھی اور فرمایا تھا کہ اسمیں عبادہ کی بیوی بھی ہوں گی اور قبرس میں ہی اُن کی قبر بنے گی۔ اسی سال ارجان اور دارالجبرد فتح ہوا اور اسی سال حضرت عثمانؓ نے عمرو بن عاص کو مصر سے معزول کر کے اُن کے بجائے عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کو مقرر فرمایا اور اُنہوں نے وہاں پہنچکر افریقیہ پر حملہ کیا اور اُسکو فتح کر کے تمام ملک کو اپنے قبضہ میں کیا۔ یہاں مسلمانوں کو مال غنیمت اتنا ہاتھ لگا کہ ہر سپاہی کو ایک ہزار دینار اور بقول بعض تین ہزار دینار ہاتھ لگے اسکے بعد اسی سال اندلس فتح ہوا۔

لطیفہ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہمیشہ التجا کرتے رہے کہ قبرس پر دریا کے راستے سے فوج کشی کی جائے۔ زیادہ اصرار پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن عاص سے دریافت کیا کہ تم دریا اور اُسکی سواری کی مفصل کیفیت لکھو اُنہوں نے لکھا کہ میں نے اس سواری کو دیکھا وہ ایک بڑی مخلوق ہے اور اسپر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے اگر وہ سواری کھڑی ہو تو دل پھٹنے لگتے ہیں اور اگر چلتی ہے تو عقلیں چھین ہو جاتی ہیں اس میں بھلائی کم ہیں اور برائیاں زیادہ ہیں اسپر بیٹھنے والے ایسے ہیں جیسے لکڑی پر کیڑا کہ اگر ٹیڑھا ہو جائے تو غرق ہو جائے اور اگر بچ جائے تو چکرا اُٹھے

جس وقت آپ نے اُسکی یہ تعریف پڑھی تو آپ نے حضرت معاویہؓ کو لکھدیا کہ واللہ میں ایسی سواری پر مسلمانوں کو کبھی سوار نہیں کروں گا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ آخر حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمان کے زمانہ میں قبرص پر فوج کشی کی اور وہاں کے باشندوں نے جزیہ دینے پر صلح کرلی۔

۲۹ھ میں اصطخر اور فسا اور ان کے علاوہ دیگر ممالک لڑائی سے فتح ہوئے اور اسی سنہ ۲۹ھ میں حضرت عثمان غنیؓ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیع کیا اور اسمیں منقوش پتھر لگوائے اور ستون بھی پتھر ہی کے رکھے اور اسکی چھت میں ساگون کی لکڑی لگوائی اور اس کا طول ایک سو ساٹھ گز اور عرض ڈیڑھ سو گز کردیا۔

۳۰ھ میں جور اور اکثر شہر خراسان کے اور نیشاپور صلح سے فتح ہوئے اور بعض لڑائی سے بھی کہتے ہیں طوس اور سرخس اور ایسے ہی مرو اور بیہق صلح سے فتح ہوئے جب یہ فتوحات ہوئیں اور مال ہر چہار طرف سے زیادہ آیا تو حضرت عثمان غنیؓ کو خزانے بنوانے کی ضرورت ہوئی اور آپنے دل کھول کر لوگوں کو روزینہ تقسیم کئے حتی کہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے ملے جن میں چار چار ہزار اوقیہ تھے۔

۳۱ھ میں (اسمیں سوائے خالی جگہ کے اصل کتاب میں کچھ نہیں۔ مترجم)

۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کردئے گئے۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی نے بارہ سال خلافت کی شروع چھ سال میں لوگوں کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی بلکہ قریش میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ محبوب سمجھے گئے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج میں ذرا سختی تھی۔ چھ برس کے بعد حضرت عثمانؓ بہت ہی نرم ہوگئے اور اپنے اعزہ او اقرباء کو عامل بنانا شروع کردیا اور مروان عامل افریقہ کو ملک کا خمس معاف کردیا اور اپنے اقرباء کو بیت المال سے مال دیدیا اور اس میں آپنے یہ تاویل کی کہ گو حضرت عمرؓ و حضرت ابو بکرؓ کو بھی جائز تھا مگر انہوں نے نہیں کیا اور میں خداوند تعالیٰ کے حکم کے موافق صلہ رحمی کرتا ہوں اس سے لوگوں میں شورش پیدا ہوگئی (ابن سعد)

ابن عساکر زہری سے دوسرے طریقے پر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں شہید کردئے گئے اور لوگوں کی کیا حالت تھی اور آپ کا کیا رویہ تھا اور صحابہ نے آپکا ساتھ کیوں نہ دیا انہوں نے

جواب دیا کہ حضرت عثمانؓ غنی مظلوم شہید کئے گئے اور جس نے آپ کو قتل کیا وہ ظالم تھا اور جنھوں نے آپکا ساتھ چھوڑ دیا وہ معذور بھتے ہیں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے آپ نے کہا کہ اصل قصہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو بعض صحابہ کو ناگوار گذرا تھا کیونکہ آپ اپنے اوراعزہ اور اقرباء کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ آپکی مدت خلافت بارہ سال ہے چھ برس تک آپ برابر ان صحابہ کی جو آپکے خلاف تھے تالیف قلوب کرتے رہے اور انکو معزول نہیں کیا چھ برس کے بعد اپنے چچا کی اولاد کو ترجیح دی اور انکو عامل بنانا شروع کیا اور انکو اللہ سے ڈرنے کی ترغیب دی۔ عبدالرحمٰن بن ابی سرح کو مصر کا حاکم بنا کر بھیجا وہاں اسکو دو ہی سال گذرے تھے کہ اہلِ مصر اسکی شکایت کرنے لگے اور اس سے پہلے حضرت عثمان غنی کو حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابوذر اور عمار بن یاسر سے خفگی ہو گئی تھی کیونکہ بنو ہذیل اور بنو زہرہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی اور بنو غفار اور ان کے احلاف نے ابوذر کی اور بنو مخزوم نے حضرت عمار بن یاسر کی شکایات کی تھیں اور ان تمام قبیلوں کو حضرت عثمانؓ سے بدظنی ہو چکی تھی۔ اب اہل مصر نے ابن ابی سرح کی آکر شکایتیں کیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تہدید نامہ عبداللہ بن ابی سرح کو لکھا مگر اس نے اس خط کی کچھ پرواہ نہ کی اور جن باتوں سے حضرت عثمانؓ غنی نے منع کیا تھا انہیں کرنے لگا اور جو اہل مصر حضرت عثمانؓ کے پاس شکایت لیکر آئے تو انہیں قتل کرادیا یہ حالت دیکھکر سات سو آدمی دارالخلافہ میں آئے اور مسجد میں نمازوں کے وقت صحابہ سے ان باتوں کی شکایتیں کیں طلحہ بن عبداللہ نے کھڑے ہو کر اس معاملہ میں حضرت عثمانؓ سے سختی کے ساتھ گفتگو کی۔ ادہر حضرت عائشہ صدیقہ کو خبر ہوئی آپ نے کہلا بھیجا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے ایسے شخص کے متعلق جسپر قتل کا الزام ہے معزولی کے متعلق کہتے ہیں مگر آپ کچھ پرواہ نہیں کرتے اور اسکے معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں آپ کو چاہئے کہ آپ اسکو سزا دیں۔ تھوڑی دیر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور آپ نے بھی کہا کہ یہ لوگ ایک عامل کی معزولی اور وہ بھی قتل کے عوض میں چاہتے ہیں آپ دوسرا آدمی کیوں مقرر نہیں کردیتے اور اس معاملہ میں انصاف کیوں نہیں برتتے آپ نے فرمایا کہ لوگ اپنے لئے خود ہی تجویز کرلیں۔ میں عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کر کے اسکا تقرر کردونگا۔ لوگوں نے محمد بن ابوبکر کو منتخب کیا اور یہ کہا کہ آپ انہیں عامل بنادیجئے۔ آپ نے انکی تقرری

اور عبداللہ بن ابی سرح کی معزولی کا حکم لکھدیا یہ فرمان لیکر محمد بن ابوبکر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ بہت سے مہاجرین اور انصار بھی تشریف لے گئے تاکہ اہل مصر اور عبداللہ ابن ابی سرح کی کیفیت بچشم خود ملاحظہ کریں۔ یہ تمام قافلہ محمد بن ابوبکر کے ہمراہ تیسری ہی منزل میں تھا کہ ان کو ایک حبشی غلام جو اپنی سانڈنی کو اڑاتے ہوئے تیزی کے ساتھ لئے جاتا تھا ملا اسکی چال اور ڈھنگ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ یا تو کسی کا قاصد ہے اور یا مفرور ہے صحابہ کرام نے اُسکو پکڑ لیا اور دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ کیا مطلب ہے تجھے کسی کی تلاش ہے یا کسی سے بھاگا ہوا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں امیرالمؤمنین کا غلام ہوں اور عامل مصر کے پاس جاتا ہوں یہ سُنکر ایک شخص نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ عامل مصر یہ ہیں۔ اسنے کہا کہ میرے مکتوب الیہ یہ نہیں ہیں اور یہ کہکر چلدیا۔ محمد بن ابوبکر نے دو آدمی اسکے پکڑنے کو بھیجے جب وہ پکڑ کر لائے تو محمد بن ابوبکر نے دریافت کیا تو کون ہے وہ کچھ ایسا گھبرایا کہ کبھی اپنے آپ کو امیرالمؤمنین کا غلام کہتا تھا اور کبھی مروان کا غلام بتلاتا تھا۔ آخر ایک شخص نے پہچانکر کہا کہ یہ امیرالمؤمنین کا غلام ہے۔ محمد بن ابوبکر نے دریافت کیا کہ امیرالمؤمنین نے تجھے کس کے پاس اور کس غرض سے بھیجا ہے۔ اُس نے کہا کہ عامل مصر کے پاس ایک خط دیکر بھیجا ہے آپ نے پوچھا تیرے پاس خط ہے اُس نے کہا کہ نہیں۔ آخر اُسکی تلاشی لی مگر کوئی خط نہ ملا۔ اُسکے پاس ایک سوکھا مشکیزہ تھا۔ جب اُسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسمیں کوئی چیز ہلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اُسے حرکت دی کہ وہ چیز نکل پڑے مگر جب نہ نکلی تو اُسے چیر دیا۔ اُسمیں سے ایک خط امیرالمؤمنین کی طرف سے ابن ابی سرح کے نام کا نکلا محمد بن ابوبکر نے تمام ہمراہیوں کو جمع کر کے اُسکی مُہر توڑی اور اُسے پڑھنا شروع کیا اُسمیں لکھا تھا کہ جس وقت تیرے پاس محمد اور فلاں فلاں اشخاص آویں تو تو کسی حیلہ سے اُنہیں قتل کر دینا اور جو تیری شکایتیں یہاں لیکر آئے تھے اُن کو قید کر لینا اور تاحکم ثانی اپنے عہدہ پر قائم رہنا۔ اسکو پڑھکر تمام آدمی دنگ رہ گئے اور مدینہ شریف میں لوٹنے کا مصمم ارادہ کر کے اس خط پر مہریں لگادیں اور مدینہ شریف کو چلدیئے۔

یہ لوگ مدینہ شریف آئے اور اُنہوں نے یہاں آکر طلحہ۔ زبیر۔ علی۔ سعد اور دیگر صحابہؓ کو جمع کیا اور وہ خط ملاحظہ کرا کر تمام قصہ بیان کیا اسپر سب کو سخت غصہ آیا اور ابن مسعودؓ

اور ابوذر اور عمار کے حالات یاد کر کے یہ غصہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ صحابہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اپنے گھروں سے حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف چلے۔ ہر شخص کو غصہ تھا آخر لوگوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا ادھر محمد ابو بکر کی ہمدردی کو بنی تیم کا قبیلہ آ چڑھا۔ جس وقت حضرت علیؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے حضرت عثمانؓ کے پاس طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ عمار اور دیگر اصحاب بدر کو بھیجا اور آپ وہ خط اور غلام اور اونٹ لیکر تشریف لائے۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا یہ غلام آپ کا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت علیؓ نے وہ اونٹنی سامنے کر کے کہا کہ یہ اونٹنی آپ کی ہے آپ نے فرمایا کہ میری ہے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا یہ خط آپ ہی نے لکھا ہے آپ نے فرمایا میں حلفیہ کہتا ہوں کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا نہ میں نے کسی کو لکھنے کا حکم دیا نہ مجھے اسکے متعلق کچھ معلوم ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اسپر آپ ہی کی مہر ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں بیشک میری ہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سخت تعجب ہے غلام آپ کا اونٹنی آپ کی خط پر مہر بھی آپ کی اور آپ کو کچھ معلوم نہیں۔ آپ نے پھر قسم کھائی کہ واللہ نہ میں نے اس خط کو لکھا نہ کسی سے لکھوایا نہ میں نے اس غلام کو دیکر مصر کیطرف بھیجا۔ اسکے بعد لوگوں نے پہچانا کہ یہ مروان کا خط ہے۔ اب حضرت عثمانؓ پر اس معاملہ کا شک ہوا مروان چونکہ آپ کے مکان میں تھا لوگوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے سپرد کیجئے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اسپر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت غصہ آیا اور اسی غصہ کی حالت میں اٹھکر چلے آئے اکثر نے تو یہ کہا کہ عثمانؓ غنی کبھی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے مگر بعض نے یہ کہا کہ اس شک سے حضرت عثمانؓ بری بھی نہیں ہو سکتے حتی کہ آپ مروان کو ہمارے حوالے نہ کر دیں اور ہم اس سے تحقیق نہ کر لیں اور یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنیکا کیوں حکم دیا گیا۔ اگر ہمیں حضرت عثمانؓ کے متعلق یہ تحقیق ہو جائے کہ انہوں نے ہی لکھا ہے تو ہم انہیں معزول کر دیں اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ مروان نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے لکھدیا تھا تو ہم مروان کو اسکی سزا دیں لیکن حضرت عثمانؓ کو مروان کے متعلق یہ شبہ ہو گیا کہ اسے قتل کر دینگے۔ اس لئے آپ نے اسکے دینے سے انکار کر دیا اسپر لوگوں نے پوری طرح محاصرہ کر لیا حتی کہ پانی کا اندر جانا بھی بند کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے اوپر سے جھانک کر فرمایا کیا تم میں علیؓ موجود ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا سعدؓ موجود ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ بھی نہیں ہیں۔ آپ خاموش

ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں آپ نے پھر فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو حضرت علیؓ سے جاکر کہدے کہ وہ ہم پیاسوں کو پانی پلادیں یہ خبر حضرت علیؓ کو پہونچی۔ آپ نے تین مشکیزے فوراً پانی کے آپکے یہاں بھیجدئے۔ یہ پانی بھی آپ کو اتنی مشکل سے پہونچا کہ بنو ہاشم اور بنوامیہ کے چند غلام زخمی ہو گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی کہ اگر مروان سپرد نہ کیا گیا تو حضرت عثمانؓ قتل کردئے جائیں گے یہ خبر سنکر آپ نے اپنے صاحبزادوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے فرمایا کہ تم دونوں حضرت عثمانؓ کے دروازہ پر ننگی تلواریں لئے کھڑے رہو کوئی شخص اندر نہ داخل ہونے پائے۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور چند صحابہ نے بھی اپنے اپنے لڑکوں کو آپ کی حفاظت کے لئے بھیجدیا اور کہدیا کہ کوئی شخص اندر داخل ہو کر حضرت عثمانؓ کے پاس جاکر مروان کو نہ لاسکے یہ تمام برابر حفاظت کرتے رہے اور کسی کو اندر نہ گھسنے دیا۔

یہ دیکھکر محمد بن ابوبکر نے تیر چلانے شروع کردیے حضرت عثمانؓ پر تیر چلانا چاہتے تھے مگر حضرت حسنؓ جو آپکے دروازہ پر کھڑے تھے اُنکے جالگا اور آپ کے خون بہنے لگا ایک تیر مروان تک جو حضرت عثمان کے گھر میں تھا پہونچا محمد بن طلحہ کے بھی آکر لگا قنبر حضرت علیؓ کے غلام کا سر زخمی ہو گیا محمد بن ابوبکر کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں حسنؓ و حسینؓ کو خون آلود دیکھکر بنو ہاشم نہ بگڑ بیٹھیں اور ایک نیا فتنہ کھڑا ہو جائے یہ سوچکر دو آدمیوں کا ہاتھ پکڑ کر اُن سے کہا کہ اگر بنو ہاشم آگئے اور انہوں نے امام حسنؓ کو زخمی دیکھ لیا تو وہ عثمانؓ کو بھول جاوینگے اور اُلٹے ہمارے ذمے پڑ جاوینگے اور ہمارا تمام منصوبہ خاک میں ملجاویگا اس لئے یہ ترکیب ہے کہ ہم تینوں چپکے سے دوسرے گھر میں کو حضرت عثمانؓ کے گھر میں کود پڑیں اور اُن کو قتل کردیں کسی کو بھی خبر نہیں ہوگی یہ مشورہ کرکے محمد بن ابوبکر مع اپنے دونوں ساتھیوں کے ایک انصار کے مکان سے ہو کر حضرت عثمانؓ تک پہنچ گئے اور کسی کو بھی اسکی خبر نہ ہوئی کیونکہ آپ کے مکان میں جتنے اشخاص تھے تمام کوٹھے پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عثمانؓ مع اپنی حرم محترمہ کے نیچے کے مکان میں تھے۔ محمد بن ابوبکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اول مکان میں حضرت عثمانؓ کے پاس میں جاتا ہوں جب میں انہیں قبضنا لوں تو تم ایکدم حملہ کر کے قتل کر دینا۔ چنانچہ محمد بن ابوبکر نے اندر جاکر آپ کی ڈاڑھی پکڑ لی آپ نے فرمایا اگر تیرا باپ تجھ کو ایسی حرکت کرتے دیکھتا تو کیا کہتا یہ سنکر محمد بن ابوبکر کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا مگر اتنے میں وہ دونوں آدمی آگئے اور آپکی طرف جھپٹے اور قتل کرکے جس راستہ سے آئے تھے اُسی سے

بھاگ گئے۔

آپ کی حرم محترمہ چیخنے چلانے لگیں مگر چونکہ شور و غوغا بہت ہو رہا تھا آپ کی آواز کسی نے نہیں سنی۔ آخر آپ کوٹھے پر چڑھیں اور کہا کہ امیر المومنین شہید ہو گئے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے تو واقعی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذبوح پڑے تھے۔ یہ خبر حضرت علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد اور اہل مدینہ کو پہنچی۔ اس خبر وحشت اثر کو سُنکر لوگوں کے ہوش اُڑ گئے اور مدہوشانہ بھاگتے دوڑتے یہاں پہنچے تو آپ کو فی الواقع مقتول پایا اور سب نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادوں سے پوچھا کہ تم دروازہ پر موجود تھے تو پھر امیر المومنین کس طرح قتل ہو گئے یہ کہکر آپنے ایک طمانچہ حضرت امام حسنؓ کے مارا اور ایک مکا امام حسینؓ کی چھاتی پر دیا اور محمد بن طلحہ اور عبد اللہ ابن زبیر کو بھی بہت بُرا بھلا کہا اور غصہ میں بھرے ہوئے اپنے مکان پر تشریف لیگئے اتنے میں لوگ دوڑے ہوئے آپکے مکان پر آئے اور کہا کہ ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ ہاتھ پھیلائیے کیونکہ کسی خلیفہ کا ہونا ضروری ہے۔ آپنے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب اہل بدر کر سکتے ہیں جس سے اہل بدر راضی ہیں وہ خلیفہ ہے۔ چنانچہ تمام اہل بدر آئے اور یہ کہا کہ ہم آپ سے زیادہ خلافت کا مستحق کسی دوسرے کو نہیں دیکھتے آپ ہاتھ لائیے تاکہ ہم بیعت کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے بیعت کر لی۔

مروان اور اُسکے بیٹے پہلے ہی بھاگ چکے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمان کی زوجہ محترمہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس نے قتل کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ تو میں نہیں جانتی ہوں۔ البتہ جنہیں میں نہیں جانتی ہوں اندر داخل ہوئے تھے جن کے ساتھ محمد بن ابوبکر بھی تھے اور محمد بن ابوبکر نے آپکی ڈاڑھی بھی پکڑی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً محمد بن ابوبکر کو بلا کر دریافت کیا۔ محمد بن ابوبکر نے کہا کہ واقعی [redacted] سچ کہتی ہیں میں اندر گھسا تھا اور قتل کا ارادہ بھی تھا مگر جب اُنہوں نے میرے باپ کا ذکر کیا تو میں فوراً پیچھے ہٹ گیا اور اس وقت میں بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں واللہ نہ میں نے اُن کو قتل کیا نہ میں نے اُن کو پکڑا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حرم محترم نے فرمایا کہ واقعی یہ سچ کہتا ہے لیکن اُن دونوں کو اُسی نے داخل کیا تھا۔

ابن عساکر کنانہ صفیہؓ کے غلام سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل مصر میں سے ایک شخص نے جسکی آنکھیں نیلی سرخ تھیں اور جسکا نام حماد تھا قتل کیا تھا۔

احمد نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ جسوقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور ہو گئے تو میں (مغیرہ بن شعبہ) حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا اور میں نے عرض کیا کہ آپ امیر المومنین ہیں اور آپ پر یہ افتاد پڑی ہے میں آپ کو تین رائے دیتا ہوں۔ ان میں سے جسے آپ چاہیں قبول کر لیجئے۔ اول تو یہ کہ آپ نکلکر لڑیئے خدا کے فضل سے آپ کے بھی حامی بہت ہیں اور آپ حق پر ہیں اور وہ باطل کی طرف ہیں یا آپ کسی دوسری طرف سے نکلکر اپنی اونٹنی پر سوار ہو جایئے اور مکہ معظمہ پہنچ جایئے وہاں حرم کیوجہ سے یہ لوگ تعرض نہ کرینگے۔ یا آپ ملک شام چلے جایئے وہاں حضرت معاویہؓ موجود ہیں وہ آپ کی مدد کرینگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں باہر نکلکر کبھی جنگ نہیں کر سکتا۔ کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہو کر مسلمانوں کا خون بہاؤں۔ نہ میں مکہ معظمہ جا سکتا ہوں کیونکہ میں نے اپنے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو قریش میں کا کوئی آدمی حرم محترم میں فتنہ و فساد کرائیگا اُسپر نصف عالم کا عذاب ہوگا اور میں اس وعید کا مورد کبھی نہیں بن سکتا۔ باقی رہا شام میں چلا جانا سو مجھ سے یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ مجھے کبھی گوارا نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی دار الہجرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائگی کو ترک کر دوں۔ ابن عساکر ابو ثور الفہمی سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کی خدمت میں جبکہ آپ محبوس تھے حاضر ہوا آپنے مجھ سے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کے پاس دس امانتیں محفوظ کر رکھی ہیں۔ اول میں اسلام میں چوتھا مسلمان ہوں۔ دوئم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا۔ سوئم جسوقت انکا انتقال ہو گیا تو دوسری صاحبزادی سے نکاح کر دیا۔ چہارم میں نے کبھی نہیں گایا۔ پنجم میں نے کبھی بدی کی خواہش نہیں کی۔ ششم جسوقت سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کبھی اپنا داہنا ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہیں لگایا۔ ہفتم میں نے ہر جمعہ کو جب سے مسلمان ہوا ہوں ایک غلام آزاد کیا اگر کبھی میرے پاس نہیں ہوا تو میں نے اسکی قضا ادا کی۔ ہشتم میں نے زمانہ جاہلیت یا اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا۔ نہم میں نے کبھی زمانہ جاہلیت یا اسلام میں چوری نہیں کی۔ دہم میں نے قرآن شریف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے موافق جمع کیا۔

آپ کی شہادت وسط ایام تشریق ۳۵ھ میں واقع ہوئی بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن اٹھارہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو ہوئی اور شب شنبہ مغرب اور عشاء کے درمیان حش کوکب واقع مقام بقیع میں مدفون ہوئے۔ سب سے پہلے آپ ہی بقیع میں مدفون ہوئے۔ بعض کے قول کے موافق آپ بروز چہارشنبہ اور بقول بعض دوشنبہ چوبیس ذی الحجہ شہید کئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مترجم)

آپ کی عمر شریف کے متعلق بہت زیادہ اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ بیاسی سال کی عمر تھی اور بعض اکیاسی سال اور بعض چوراسی سال اور بعض چھیاسی سال اور بعض اسی سال اور بعض نواسی سال اور بعض نوے سال بیان کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیرؓ نے پڑھائی اور آپ ہی نے ان کو دفن کیا۔ کیونکہ حضرت عثمان نے ان باتوں کی آپکو وصیت فرمائی تھی۔

ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک زندہ رہے خدا کی تلوار میان میں رہی اور آپ کی شہادت کے بعد ایسی میان سے نکلی کہ قیامت تک برہنہ رہیگی (اس روایت میں عمرو بن فائد اکیلا راوی ہے اور وہ قابل اعتبار نہیں)

ابن عساکر یزید بن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چڑھائی کی تھی اُنمیں سے اکثر دیوانے ہو گئے تھے۔

حذیفہؓ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہی اور سب سے آخری فتنہ خروج دجال ہوگا واللہ باللہ جو شخص حضرت عثمانؓ غنی کی شہادت پر ایک ذرہ برابر خوش ہوگا تو وہ اگر دجال کا زمانہ پاویگا تو اُسپر ضرور ایمان لے آئے گا اور اگر دجال کا زمانہ نہیں ملیگا تو اپنی قبر میں اُسکا متبع ہوگا (ابن عساکر)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ نہ کیا جاتا تو آسمان سے پتھر برستے (ابن عساکر)

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کئے گئے تو حضرت علی مدینہ شریف میں موجود نہیں تھے جب آپ کو اس واقعہ ہائلہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا الہی نہ میں اس واقعہ پر راضی ہوا اور نہ میں نے کسی طرح کی مدد دی (ابن عساکر)

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ جنگ جمل کے روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ الٰہی آپ خوب جانتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کے خون سے بالکل بری ہوں بلکہ جس روز آپ شہید ہوئے تو میری عقل زائل ہو گئی تھی جب لوگ بیعت کیلئے میرے پاس آئے تو میں نے اسکو برا سمجھا اور میں نے کہا کہ واللہ مجھے شرم آتی ہو کہ میں اس قوم سے جس نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا بیعت لوں اور پھر ایسی صورت میں تو مجھے اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ شرم آتی ہے کہ میں بیعت لوں اور حضرت عثمانؓ ابھی ابھی مدفون بھی نہیں کئے گئے ہوں یہ سنکر لوگ واپس ہو گئے لیکن جب پھر آئے اور مجھ سے بیعت کا سوال کیا تو میں نے کہا الٰہی! اس سے میں ڈرتا ہوں جو حضرت عثمان پر پڑی ہے۔ آخر میرا دل قابو میں ہوا اور میں نے بیعت کرلی مگر جب انہوں نے مجھے یا امیر المومنین کہکر پکارا تو اس سے میرے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور میں نے حضرت عثمانؓ کے لئے دعا کی (حاکم)

ابن عساکر ابو خلدہ حنفی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا ہو آپ فرماتے تھے کہ بنو امیہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے قتل کرایا واللہ نہ میں نے قتل کرایا نہ میں نے مدد دی بلکہ میں نے لوگوں کو منع کیا مگر کسی نے میری ایک نہ سنی۔

سمرہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک حصن حصین اور بہت بڑا مضبوط قلعہ تھا مگر قاتلان عثمانؓ نے اس میں رخنہ ڈال دیا جو قیامت تک کبھی بند نہ ہوگا اور اہل مدینہ میں خلافت تھی قاتلان حضرت عثمانؓ نے ایسی نکالی کہ پھر قیامت تک مدینہ میں کبھی لوٹ کر نہیں آنے کی۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ فرشتوں نے جنگ میں حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد مدد کرنی چھوڑ دی حضرت عثمانؓ کے قتل تک رویت ہلال میں کبھی اختلاف نہیں ہوا اور حضرت حسینؓ کے قتل کے بعد آسمان پر شفق نظر آنے لگی۔

عبدالرزاق اپنی تصنیف میں حمید ابن ہلال سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام اس محاصرہ میں جو حضرت عثمانؓ پر کر رکھا تھا تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کو کوئی قتل نہ کرے واللہ جو کوئی آپکو قتل کریگا وہ کوڑھی ہو کر مریگا۔ خدا کی تلوار ابتک میان میں ہے واللہ اگر تم نے حضرت عثمانؓ کو قتل کرکے رخنہ ڈالدیا تو پھر ایسی میان سے نکلے گی کہ قیامت تک کبھی میان میں نہ جاویگی یاد رکھو کہ ایک نبی کے عوض میں ستر ہزار اور ایک خلیفہ کے بدلے

میں پینتیس ہزار جانیں لی جایا کرتی ہیں تب کہیں اس قوم میں پھر اتفاق پیدا ہوتا ہے۔
ابن عساکر عبدالرحمٰن بن مہدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اندر دو خصلتیں ایسی تھیں جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق میں نہیں تھیں۔ اول شہادت کے وقت تک صبر کرنا۔ دوسرے ایک مصحف پر تمام مسلمانوں کو جمع کرنا۔
حاکم شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ کعب بن مالک نے جو مرثیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا تھا اس سے بہتر دوسرا مرثیہ سننے میں نہیں آیا چنانچہ اسکے بعض اشعار یہ ہیں (ترجمہ) آپنے اپنے دونوں ہاتھ اور دروازہ بند کرلیا اور یقین کرلیا کہ خداوند تعالیٰ غافل نہیں ہیں آپنے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دشمنوں کے ساتھ مقاتلہ مت کرو جو شخص قتل نہ کریگا وہ خدا کی امن میں رہیگا پھر اے ناظر تو نے دیکھا کہ خدا نے انپر عداوت اور بغض آپ کی شہادت کے بعد ڈالدیا ان میں سے خیر ایسی نکل گئی جیسے لوگوں پر سے آندھیاں۔

فصل

ابن سعد موسیٰ بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن جمعہ کے روز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ زرد کپڑے پہنے ہوئے منبر پر تشریف لائے آپ کے سامنے مؤذن اذان دے رہا تھا اور آپ لوگوں سے انکی خیر و عافیت اور نرخ وغیرہ دریافت کر رہے تھے۔
عبداللہ رومی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو اٹھکر وضو کا سامان خود فرما لیا کرتے تھے کسی نے آپسے کہا اگر آپ کسی خادم کو جگالیا کریں تو کیا حرج ہے آپنے فرمایا کہ آخر انکے لئے بھی تو رات آرام کے واسطے ہے۔
ابن عساکر عمر بن عثمان بن عفان سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا اٰمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی۔
ابونعیم دلائل میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ فرما رہے تھے کہ جہجاہ غفاری نے آپ کے دست مبارک سے آپکا عصا چھین کر اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ ڈالا۔ ایک سال بھی گذرنے نہیں پایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسپر مرض آکلہ (وہ مرض جس میں گوشت پوست یہ مرض کہا جاتا ہے اور جس کو اردو میں گوشت خورہ کہتے ہیں۔ مترجم) بھیجدیا۔

فصل

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اولیات میں

عسکری اوائل میں بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ ہی نے جاگیریں مقرر کیں آپ ہی نے جانوروں کے واسطے چراگاہیں چھوڑیں۔ آپ ہی نے تکبیر میں آواز دھیمی کرائی۔ آپ ہی نے مسجد میں خوشبو جلوائی۔ جمعہ میں پہلی اذان کا حکم دیا۔ مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ جب آپ بعد از بیعت خطبہ فرمانے لگے تو آپ سے تقریر نہ ہوسکی مجبوراً آپ نے فرمایا لوگو! تم جانتے ہو کہ اول اول گھوڑے پر سوار ہونا بہت مشکل ہے۔ اس دن کے بعد بہت سے دن آویں گے اگر میں زندہ رہا تو تمہیں ضرور خطبہ سناؤں گا۔ ہمارے خاندان میں کبھی کوئی خطیب نہیں رہا میں جیسا کچھ ہوں خداوند تعالیٰ تم پر ظاہر کردیگے (ابن سعد)

سب سے پہلے آپ ہی نے عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔ آپ ہی نے سب سے اول لوگوں کو خود زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرمایا۔ اپنی والدہ کی حیات میں سب سے اول آپ ہی خلیفہ ہوئے آپ ہی نے پولس مقرر کی۔ آپ ہی نے سب سے اول حضرت عمرؓ کی شہادت دیکھکر مسجد میں اپنے لئے علیحدہ ایک گوشہ بنوایا۔

(اس اولیت کو عسکری نے بیان کیا ہے) سب سے پہلے آپ ہی کی خلافت پر اختلاف ہوا اور بعض نے بعض کو بُرا سمجھا ورنہ پہلے اختلاف مسائل فقہیہ میں نہ ہوتا تھا ور بعض بعض کو بُرا نہ سمجھتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کے بعض اوائل اور بھی ہیں۔ اول سب سے پہلے مع اہل وعیال کے راہ خدا میں آپ ہی نے ہجرت کی۔ تمام مسلمانوں کو قرآن شریف کی ایک ہی قرأت پر جمع کیا۔ ابن عساکر حکیم بن عباد ابن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ہی کے زمانہ میں سب سے پہلے مال ومتاع کی اتنی کثرت ہوئی کہ بے فکروں نے کبوتر بازی اور غلیل اندازی شروع کردی۔ اور آپ کو ان کے انسداد میں ایک آدمی بنی لیث کے قبیلہ کا اپنی خلافت کے ۸ھ میں مقرر کرنا پڑا جس نے کبوتروں کو بدھیا کیا اور غلیلوں کو توڑ ڈالا۔

فصل

حضرت عثمان بن عفان کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل مشہور اشخاص نے انتقال کیا۔

سراقہ بن مالک بن جشم۔ جبار بن صخر۔ حاتم بن ابی بلتعہ۔ عیاض بن ظہیر۔ ابو اسید الساعدی۔ اوس بن صامت۔ حرث بن نوفل۔ عبد اللہ بن حذافہ۔ زید بن خارجہ۔ جنہوں نے موت کے بعد تکلم کیا۔ لبید شاعر۔ مسیب والد سعید۔ معاذ بن عمرو بن جموع۔ معبد بن عباس۔ معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی۔ ابو لبابہ بن عبد المنذر۔ نعیم بن مسعود اشجعی۔ اور بہت سے صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے حطیہ شاعر۔ ابو ذویب شاعر ہذلی۔

حضرت علی بن ابو طالب کرم اللہ وجہہ

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

مصنف نے ساتھ ہی ان لقبوں کے ان کے نام بھی بتلائے ہیں چونکہ وہ طرز تحریر میں اردو کے متعذر ہے اس لئے ہم ان کو علیحدہ فائدہ کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ مترجم ہ ابو طالب کا نام در اصل عبد مناف تھا اور عبد المطلب کا نام شیبہ تھا۔ اسی طرح ہاشم کا نام عمرو اور عبد مناف کا نام مغیرہ اور قصی کا نام زید تھا باقی بدستور مسطور۔

آپ کی کنیت ابو الحسن تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابو تراب فرمائی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ آپ پہلی ہاشمیہ ہیں جو اسلام لائیں اور ہجرت فرمائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور مواخات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ آپ عالم ربانی اور مشہور بہادر اور بے بدل زاہد اور معروف خطیب تھے۔ آپ ان لوگوں میں تھے جنہوں نے قرآن شریف جمع اور مرتب کر کے رسالت پناہی میں پیش کیا تھا۔ آپ بنی ہاشم میں سب سے پہلے خلیفہ ہیں۔ آپ اسلام میں قدیم ہیں بلکہ ابن عباس اور انس اور زید بن ارقم اور سلمان فارسی اور بہت سے صحابہ اسپر متفق ہیں کہ اول آپ ہی اسلام لائے اور بعض کا اسپر اجماع بھی ہے۔

ابو یعلی نے حضرت علی سے ہی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے روز مبعوث ہوئے اور میں منگل کے دن مسلمان ہوا۔ جس وقت آپ اسلام لائے آپ کی عمر شریف دس سال کی تھی بلکہ بعض تو بعض آٹھ اور بعض اس سے بھی کم بتلاتے ہیں۔ حسن بن زید بن حسن کہتے ہیں کہ آپ نے کبھی صغر سن میں بھی بت پرستی نہیں کی (ابن سعد)

جس وقت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ کو حکم دیا کہ تم ہمارے بعد چند دنوں تک مکہ معظمہ میں اور قیام کرنا تاکہ جو امانتیں اور ودیعتیں اور وصیتیں ہمارے پاس رکھی ہیں وہ پہنچا دو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

آپ تمام غزووں میں سوائے غزوہ تبوک کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک میں آپکو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ شریف میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ تمام لڑائیوں میں آپ کے بہادرانہ کارنامے اور آثار مشہور ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دفعہ لڑائیوں میں آپکو جھنڈا عطا فرمایا ہے۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جنگ احد میں آپ کے سولہ زخم آئے تھے۔ بخاری اور مسلم نے ثابت کیا ہے کہ جنگ خیبر میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا عطا کیا تھا اور پیشینگوئی کی تھی کہ خیبر آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ آپ کی بہادری کے کارنامے اور قوت بازو کی مثالیں مشہور و معروف ہیں۔ آپ لحیم و شحیم تھے۔ خود کی وجہ سے سر کے بال اُڑے ہوئے تھے۔ میانہ قد مائل بہ پست قدی۔ پیٹ کسی قدر بھاری بہت لمبی ڈاڑھی۔ مونڈھوں کے درمیان گوشت بھرا ہوا پیٹھ سے نیچے بھاری رنگ زیادہ گندم گونی تھا تمام جسم پر لمبے بال اُگے ہوئے تھے۔

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جنگ خیبر میں آپ نے اپنی پیٹھ پر خیبر کا دروازہ اٹھا لیا اور مسلمان اسپر سوار ہو کر اندر داخل ہو گئے اور خیبر کو فتح کر لیا اور آپنے پھر اسکو پھینکدیا جب اسکو گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالنے لگے تو چالیس آدمیوں نے اٹھایا (ابن عساکر)

ابن عساکر نے معازی میں اور ابن عساکر نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ حضرت کرم اللہ وجہہ نے جنگ خیبر میں قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھا کر بہت دیر تک ہاتھ میں رکھا اور اس سے ڈھال کا کام لیا اور جب وقت قلعہ فتح ہو گیا تو اسے پھینکدیا لڑائی کے بعد ہم اسی آدمیوں نے بلکر اسے ہلانا چاہا مگر ہم سے نہیں ہلا۔

بخاری نے ادب میں سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا نام ابو تراب بہت پسند تھا اور جب آپ کو کوئی اس نام سے آواز دیتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور کیوں خوش نہ ہوتے جبکہ آقائے دو جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ لقب عنایت فرمایا تھا کیونکہ ایک دن آپ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد میں آکر لیٹ گئے تھے آپ کے بدن پر کچھ مٹی لگ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے بدن پر جو مٹی لگ گئی تھی آپ اُسے جھاڑتے ہوئے فرمانے لگے۔ ابو تراب (مٹی کے باپ) اٹھو۔

آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو چھیاسی احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے آپ کے تینوں صاحبزادوں حسنؓ حسینؓ محمد ابن حنفیہؓ اور ابن مسعود۔ ابن عمر۔ ابن عباس۔ ابن زبیر۔ ابو موسیٰ۔ ابو سعید۔ زید بن ارقم۔ جابر بن عبد اللہ۔ ابو امامہ۔ ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کی ہے۔

فصل

وہ احادیث جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت میں وارد ہیں

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کسی دوسرے صحابی کی نہیں ہوتی (حاکم)

بخاری اور مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں آپ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے یہاں عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جیسے موسےٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ کر گئے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (احمد بزار وغیرہ نے اسکو متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے)

بخاری اور مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کو میں ایسے شخص کو جھنڈا دونگا کہ جسکے ہاتھ سے خداوند تعالےٰ اس قلعہ کو فتح کرائیں گے اور اُسنے خداوند تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرلیا ہے۔ اور خداوند تعالیٰ اور اُسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے راضی ہیں۔ رات کو جس وقت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سوئے تھے تو غور و خوض کرتے تھے کہ دیکھئے کس کو عنایت ہو۔ جب صبح ہوئی تو ہر شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہر ایک کے دل میں خواہش تھی کہ شاید مجھے یہ فخر حاصل ہو۔ الحاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ علی کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اُنکی آنکھیں دُکھتی ہیں اس غرض سے تشریف نہیں لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنہیں فوراً بلالو۔ جس وقت آپ تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگادیا جس سے فوراً آنکھیں اچھی ہوگئیں اور پھر کبھی دُکھنے نہیں آئیں۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا آپ ہی کو عطا فرمایا ہم غور و خوض اور باتیں ہی کرتے رہ گئے۔ اس حدیث کو طبرانی نے متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ زہرا اور حسنؓ اور حسینؓ کو بلاکر دعا کی۔ الٰہی یہ میرے کنبہ کے لوگ ہیں۔

ترمذی نے ابو سریحہ اور زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا میں صاحب ہوں اسکے علیؓ بھی صاحب ہیں (اسکو احمد نے بھی چند راویوں سے اور طبرانی نے بھی متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے) بعض راوی اتنا اور زیادہ کرتے ہیں کہ الٰہی جو علیؓ سے محبت رکھے اُس سے آپ بھی محبت رکھئے۔ اور جو علیؓ سے بغض رکھے اُس سے آپ بھی بغض رکھیے۔

احمد نے ابو الطفیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صحن میں لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر خم میں میری نسبت کیا فرمایا تھا تیس آدمی ان میں سے کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے گواہی دی کہ ہمارے سامنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس کا میں صاحب ہوں اُسکے علی بھی صاحب ہیں۔ الٰہی! جو علیؓ سے محبت رکھے آپ اُن سے محبت رکھیے اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے آپ اُس سے دشمنی رکھیے۔

ترمذی اور حاکم نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ خداوند تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اُن کا نام بتلادیجئے آپ نے فرمایا اُن میں سے ایک علیؓ ہیں۔ کہتے ہیں کہ تین آدمی۔ ابو ذر۔ مقداد اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں۔

ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے آپس میں مواخات یعنی بھائی چارہ کرایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپنے تمام صحابہؓ کے درمیان مواخات کرائی مگر میں یوں ہی رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دُنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مجھے اس ذات کی قسم جسنے دانہ اُگایا اور جان پیدا کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ مومن تجھ سے (علیؓ) محبت رکھیگا اور منافق بغض رکھیگا۔ ترمذی نے ابو سعیدؓ سے روایت کی ہے کہ ہم منافق کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض سے پہچان لیتے تھے۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکے دروازہ ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے ابن جوزی اور نووی وغیرہ نے جو اسکو موضوع کہا ہے غلط ہے ہم اسکی تحقیقات تعقیبات علی الموضعات میں کر چکے ہیں۔

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کی طرف بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے یمن بھیجتے ہیں اور میں ایک جوان آدمی ہوں ناتجربہ کار، معاملات طے کرنے نہیں جانتا آپ نے یہ سُنکر میرے سینہ پر ایک ہاتھ مارا اور فرمایا۔ الٰہی! اسکے قلب کو روشن فرما دیجئے اور اسکی زبان کو استقلال مرحمت کیجئے۔ واللہ اُس روز سے مجھے معاملات طے کرنے میں کبھی شک نہیں ہوا۔

ابن سعد نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سے لوگوں نے کہا اسکی کیا وجہ ہے کہ آپ زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں ہیں نے (علی نے) کہا کہ جب کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خوب سمجھایا کرتے تھے اور جب میں چپکا رہتا تھا تو خود بتلایا کرتے تھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ ہم میں سب سے بہتر فیصلہ کنندہ ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف میں ہم سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔ ابن سعد حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا تو جواب باصواب پایا۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب پیچیدہ معاملات آجاتے

تھے اور حضرت علی اُسوقت اتفاق سے نہ تشریف فرما ہوتے تھے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ کہیں مسئلہ غلط نہ طے ہو جائے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ مدینہ شریف میں سوائے حضرت علیؓ کے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے۔

ابن عساکر حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ بھر میں حضرت علیؓ سے زیادہ فرائض جاننے والا اور معاملہ فہم کوئی شخص نہیں تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ سے زیادہ کوئی شخص سنت کا جاننے والا نہیں ہے۔ مسروق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم علی۔ ابن مسعود۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ختم ہو گیا۔

عبداللہ بن عیاش بن ابو ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے اندر علم کی پوری پختگی اور مضبوطی تھی اور آپ تمام عشرہ مبشرہ میں تقدم اسلام اور دامادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقیہ فی السنت اور جرأت جنگ اور سخاوت فی المال کی وجہ سے افضل ہیں۔

طبرانی نے اوسط میں بسند ضعیف جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں اور میں اور علیؓ ایک ہی درخت سے ہیں۔

طبرانی اور ابن حاتم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جس جگہ قرآن شریف میں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ہے وہاں سمجھنا چاہیئے کہ حضرت علیؓ انکے امیر و شریف ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے چند جگہ قرآن شریف میں اکثر صحابہ پر عتاب فرمایا ہے مگر حضرت علیؓ کا ہر جگہ خیر کے ساتھ ذکر ہے۔ ابن عساکر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو کچھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوا ہے کسی کی شان میں نہیں ہوا۔

ابن عساکر نے ابن عباس سے ہی روایت کیا ہے کہ آپکی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔

بزار نے سعد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اس مسجد میں سوائے تمہارے اور میرے کسی کیلئے جنبی ہونا حلال نہیں ہے۔ طبرانی میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں ہوتے تھے تو سوائے حضرت علیؓ کے کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ سے گفتگو کرے۔

طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علیؓ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اس کے اسناد صحیح ہیں۔

طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر اٹھارہ صفات ایسی ہیں جو کسی دوسرے صحابی میں نہیں ہیں۔

ابویعلیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین خصلتیں ایسی ملی ہیں کہ اگر مجھے انہیں میں سے ایک بھی ملجاتی تو میرے نزدیک تمام دنیا سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔ لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت وہ کیا خصائل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح کیا۔ دوئم آپ نے ان دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ وہاں انکو حلال ہے مجھے نہیں۔ تیسرے جنگ خیبر میں جھنڈا عطا کیا۔

احمد اور ابویعلیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نہ میری آنکھ دکھنے آئیں نہ کبھی سر میں درد ہوا جس وقت سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں میرے لعاب دہن لگایا اور جھنڈا عطا فرمایا تھا۔

ابویعلیٰ اور بزار سعد ابن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دی گویا مجھے اذیت دی۔

طبرانی نے بسند صحیح ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھا مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھی مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے مجھ سے دشمنی رکھی اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھی۔ احمد ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا مجھے بُرا کہا۔ احمد اور حاکم بسند صحیح ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم قرآن شریف کی حفاظت پر اس طرح جھگڑتے ہو جیسے میں قرآن کے اُتارے جانے پر جھگڑتا ہوں۔

بزار۔ ابویعلیٰ۔ حاکم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاکر ارشاد فرمایا کہ تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی مثال ہے کہ یہود نے ان سے یہاں تک بغض کیا کہ ان کی ماں تک کو بہتان لگادیا اور نصاریٰ نے ان سے اتنی محبت کی کہ جس کے وہ لائق نہ تھے۔ یاد رکھو انسان کو دو چیزیں ہلاک کر دیتی ہیں ایک تو

اتنی محبت کہ محبوب میں وہ باتیں سمجھنے لگے جو اس میں نہ ہوں۔ دوسرے اس درجہ کا بغض کہ برا کہتے کہتے تہمت تک لگا دے۔

طبرانی نے اوسط اور صغیر میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؓ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں مجھ سے جدا ہونے کے بعد حوض کوثر پر آملیں گے۔

احمد اور حاکم نے بسند صحیح عمار بن یاسر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دو آدمی سب سے زیادہ شقی ہیں ایک تو احیمر (احمر) ثمود جس نے حضرت صالح کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں دوسرے وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مارے گا اور ڈاڑھی خون میں تر بتر ہو جائے گی۔

حاکم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ چند لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علیؓ کی کچھ شکایت کی آپ نے فوراً خطبہ فرمایا اور کہا کہ علیؓ کی شکایت ہرگز نہ کرنا وہ خدا کے معاملات اور اسکے راستے میں بہت زیادہ سخت ہیں۔

فصل

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز تمام صحابہؓ سوائے حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ہمراہ لیکر مکہ شریف کو ہوتے ہوئے بصرہ پہونچے اور وہاں پہنچکر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا۔ جس وقت حضرت علیؓ کو یہ خبر پہونچی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے۔ یہاں جنگ جمل واقع ہوئی جس میں حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ شہید ہو گئے اور طرفین کے تیرہ ہزار آدمی کام آئے۔ یہ واقعہ جمادی الآخر ۳۶ھ میں واقع ہوا بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پندرہ روز قیام کیا اور پھر کوفہ تشریف لے گئے۔ کوفہ میں آپ پر حضرت معاویہؓ نے خروج کر دیا۔ جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہونچی تو آپ بھی اس طرف کو بڑھے اور طرفین میں صفر ۳۷ھ میں خوب معرکہ آرائی ہوئی اور کئی روز تک برابر جنگ ہوتی رہی آخر حضرت عمرو بن عاص کے غور و فکر کرنے کے بعد اہل شام نے قرآن شریف بلند کر دئے۔ لوگوں نے اس صورت میں لڑائی کو برا سمجھا اور صلح کے لئے اپنی اپنی طرف سے

دونوں نے حکم مقرر کردئے۔ حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص اور حضرت علیؓ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری حکم مقرر ہوئے۔ انہوں نے ایک عہدنامہ لکھا کہ آئندہ سال مقام اذرح میں آکر اصلاح امت کے متعلق گفتگو کی جائے۔ اسکے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو حضرت معاویہؓ شام کو اور حضرت علیؓ کوفہ کو واپس چلے گئے۔ کوفہ آکر آپ کے ساتھ سے خوارج علیحدہ ہوگئے اور انہوں نے خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار کرکے لَا حُکْمَ إِلَّا لِلّٰہِ (سوائے حکم خدا کے کسی حکم نہیں) کا نعرہ بلند کیا اور دریائے دراء کے پاس ایک جمعیت قائم کرکے معرکہ آرا ہونیکا ارادہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کی سرکردگی میں ان کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ کیا۔ لڑائی کے بعد کچھ لوگ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں ہی آملے اور کچھ اپنے قول پر جمے رہے اور نہروان کی طرف بھاگ گئے۔ وہاں پہونچکر مسافروں کو لوٹنا اور شروع کردیا آخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جاکر وہیں قتل کرڈالا اور انہیں میں ذوالثدیہ بھی مارا گیا۔ یہ تمام واقعہ ۳۸ھ میں واقع ہوا۔

شعبان ۳۸ھ میں بموجب قرارداد سال گذشتہ سعد بن ابی وقاص اور ابن عمر اور دیگر صحابہ اذرح میں جمع ہوئے اور حضرت عمرو بن عاص ابوموسیٰ اشعری پر اپنی طرز گفتگو اور چرب زبانی سے حاوی ہوگئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کردیا اور حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہؓ کا اقرار کرکے ان سے خلافت پر بیعت کرلی اس فیصلہ پر لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا اور اکثر لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو خلیفہ بدستور قائم رکھا اور کچھ لوگ آپ سے علیحدہ ہوگئے۔

ادھر تین آدمی خوارج کے یعنی عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی اور برک بن عبداللہ تمیمی اور عمر بن بکیر تمیمی نے مکہ شریف میں جمع ہوکر آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ان تینوں آدمیوں یعنی حضرت علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن عاص کو قتل کرکے قصہ ہی پاک کردینا چاہیے۔ تاکہ مسلمانوں کو ان تمام قصوں اور قضایا سے چھٹکارا ہو چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور برک نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن بکیر نے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق عہد کیا کہ ہم ان کو ایک ہی رات میں یکم یا ۱۱۔ یا ۱۷ رمضان المبارک میں شہید کردینگے۔ یہ معاہدہ کرکے تینوں بدبخت انہیں شہروں کی طرف جہاں انکے مقتولین موجود تھے سب سے پہلے اپنی منزل یعنی کوفہ میں ابن ملجم پہونچا اور رات نے وہاں پہنچکر اپنے دیگر خوارج

سے اپنا ارادہ ظاہر کر کے یہ کہا کہ میں نے ۱۷ رمضان ۴۰ھ کی رات کو حضرت علیؓ کے شہید کرنیکا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حسب معمول صبح اُٹھے اور آپنے اپنے صاحبزادہ حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ میں نے آج جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے میں نے آپ سے شکایت کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت سے مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور مجھ سے آپ کی اُمت نے سخت نزاع کیا ہے آپ نے جواب میں فرمایا تم اللہ سے دعا کرو میں نے جناب باری میں دعا کی الہٰی! مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں بدل دو اور انہیں اس سے ابتر ڈالو جو مجھ سے بدتر ہو آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ ابن نباح موذن نے آکر کہا الصلوٰۃ (یعنی نماز کو چلیئے) آپ گھر سے لوگوں کو نماز کے لئے آواز دیتے ہوئے چلے راستہ میں ابن ملجم ملا اور اُسنے آپ کے اس زور سے تلوار ماری کہ آپ کا چہرۂ مبارک کنپٹی تک کٹتا ہوا چلا گیا اور دماغ پر جاکر تلوار رُکی۔ اس بدبخت قاتل پر چاروں طرف سے لوگ دوڑے اور آخر گرفتار کرلیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسی زخم کی حالت میں جمعہ اور ہفتہ کے روز زندہ رہے اور شب یکشنبہ کو انتقال فرماگئے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا اور حضرت امام حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور کوفہ کے دارالامارت میں رات کے وقت آپ کو سپرد خاک کردیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (مترجم)

اس سے فارغ ہو کر ابن ملجم کے ہاتھ پیر کاٹ کر ایک بلڑے میں ڈال دیا اور اسمیں آگ دیدی جس سے وہ وہیں جل گیا۔

ہم نے یہ تمام واقعات ابن سعد سے جو اس نے اپنی تلخیص میں لکھے ہیں مختصر نقل کردئے ہیں نہ اس سے زیادہ کی اس مختصر کتاب میں گنجائش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہوجاؤ اس لئے مجال دم زدنی نہیں ہے۔

مستدرک میں سدی سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کی ایک عورت پر جسکا نام قطام تھا عاشق ہوگیا تھا جب اس عورت نے اس سے نکاح کیا تو مہر میں تین ہزار درہم اور حضرت علیؓ کا قتل معین کیا تھا۔ اسی واقعہ کو فرزدق شاعر نے نظم کیا ہے۔ (ترجمہ اشعار) ایسا مہر کسی جوانمرد نے نہ سنا ہوگا جیسا کہ مہر قطام کا مجمل تھا۔ یعنی تین ہزار درہم اور ایک غلام اور حضرت علیؓ

کا قتل شمشیر براں سے۔ حضرت علیؓ کی شہادت سے کوئی مہر گراں قدر نہیں ہو سکتا اور نہ ابن ملجم کے قتل سے بڑھ کر قتل ہو سکتا ہے۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی قبر شریف کو اسلئے پوشیدہ کر دیا گیا کہ کہیں خارجی اسکی توہین نہ کریں۔ شریک کہتے ہیں کہ آپ کے صاجزادے امام حسنؓ نے آپکے جسد مبارک کو دار الامارۃ سے منتقل کر کے مدینہ شریف پہونچا دیا چنانچہ مبرد محمد بن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ اول وہ شخص جو ایک قبر سے دوسری میں منتقل ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ابن عساکر سعید بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہوئے تو آپ کے جسد مبارک کو مدینہ شریف میں لیجانے لگے تاکہ وہاں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کریں مگر راستہ میں رات کو وہ اونٹ جس پر نعش مبارک رکھی ہوئی تھی کہیں بھاگ گیا اور اس کا کہیں پتہ نہ چلا اسی واسطے اہل عراق کا قول ہے کہ آپ بادلوں میں تشریف فرما ہیں۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ تلاش کرنے پر وہ اونٹ طے کے کسی شہر میں ملا اور آپ کو وہیں دفن کر دیا۔ آپ کی عمر شریف میں اختلاف ہے کوئی تریسٹھ برس کوئی چونسٹھ برس کوئی پینسٹھ برس اور کوئی ستاون اور کوئی اٹھاون برس کی بتلاتا ہے۔ آپ کی انیس کنیزیں تھیں۔

فصل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چند مختصر اخبار و قضایا اور کلمات طیبات

سعد بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمارے دشمنوں کو ہم سے مسئلہ دریافت کرنیکی توفیق بخشی۔ معاویہ نے ہم سے دریافت کر کے بھیجا ہے کہ خنثیٰ مشکل کے میراث میں کیا حکم ہے میں نے لکھ بھیجا ہے کہ اسکی پیشاب گاہ کی صورت سے میراث کا حکم جاری ہوگا (یعنی اگر اس کی پیشاب گاہ مردوں کے مشابہ ہے تو اس کا حکم مردوں جیسا ہے ورنہ عورت جیسا) ہشیم نے شعبی سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ابن عساکر نے حضرت حسنؓ سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ نے کھڑے ہو کر آپ سے کہا کہ کیا آپ ہمیں یہ بتلا دینگے جیسے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا

کہ میرے بعد تم خلیفہ ہوگے یہ کہنا تک سچ ہے کیونکہ آپ سے زیادہ اور کون اس معاملہ میں ثقہ ہوگا۔ آپ کا یہ تو شنیدہ ہے آپ نے فرمایا کہ یہ تو غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلے تصدیق کی ہو اب آپ پر کیوں جھوٹ تراشوں فی الحقیقت اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کیوں منبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہونے دیتا میں ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دینے والا ایک بھی نہ ہوا ہوتا یہ سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل نہیں ہوئے اور نہ اچانک انتقال ہوا بلکہ آپ مرض الموت میں چند دنوں تک زندہ رہے جس وقت آپکی بیماری نے طول کھینچا اور موذن نے آپ کو نماز کے لئے بلایا تو آپنے حضرت ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ انہوں نے نماز پڑھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پڑے دیکھتے رہے جب دوسری نماز کا وقت آیا اور موذن نے آپکو بلایا تو آپنے پھر حضرت ابوبکر صدیق کو حکم فرمایا اور آپنے نماز پڑھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے دیکھتے رہے۔ اس درمیان میں ایکبار ام المومنین (حضرت عائشہ صدیقہ مترجم) نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ارادہ سے روکنا چاہا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی سی عورتیں ہو۔ ابوبکر ہی کو کہو کہ نماز پڑھائیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم نے اپنے معاملات میں غور کیا اور اس شخص کو اپنی دنیا کے واسطے اختیار کیا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے واسطے انتخاب فرمایا تھا کیونکہ نماز دین کی اصل اصل ہے اور آپ دین اور دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے لہٰذا ہم نے حضرت ابوبکر صدیق سے بیعت کر لی اور سچ تو یہ ہے کہ آپ ہی اسکے اہل تھے۔ اور اسی واسطے ان کی خلافت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ کوئی آپ کی خلافت سے بیزار ہوا میں نے بھی اس بنا پر آپ کا حق ادا کیا اور اطاعت کی اور آپ کے لشکر میں شامل ہو کر کفار سے جنگ کی جو کچھ آپ نے دیا میں نے لیلیا اور جہاں کہیں آپ نے مجھے لڑنے کا حکم دیا میں دل کھول کر لڑا اُنکے حکم سے حد شرع لگائی۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو آپ حضرت عمر کو خلیفہ بنا گئے ہم نے اُنکے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جو حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ کیا تھا جب آپ کا بھی انتقال ہونے لگا تو میں نے اپنے دل میں غور کیا اور اپنی قرابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اسلام

میں اپنی سبقت اور اعمال اور دیگر فضیلتوں کو دیکھا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب میری خلافت میں اعتراض نہ فرمائینگے مگر انہیں خوف پیدا ہوا کہ کہیں میں ایسے خلیفہ کو منتخب نہ کر جاؤں کہ جس کا انجام اچھا نہ ہو یہ سوچکر آپ نے اپنے نفس اور اپنی اولاد کو بھی خلافت سے محروم کر دیا اگر آپ بخشش میں اصول کو ہاتھ سے نہ دیتے تو آپ کے بیٹے سے بڑھکر کون مستحق خلافت ہو سکتا تھا آپ کے انتقال کے بعد انتخاب اب قریش کے چھ آدمیوں کے ہاتھ میں آیا جن میں سے ایک میں بھی تھا جب یہ چھ آدمیوں کی جماعت انتخاب کے لئے بیٹھی تو میں نے پھر دل میں یہ خیال کیا کہ یہ مجھ سے دریغ نہ کرینگے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے ہم تمام آدمیوں سے عہد لیا کہ ہم میں سے جو خلیفہ منتخب ہو جائے ہم اُسکی اطاعت کرینگے پھر عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عثمانؓ بن عفان کا ہاتھ پکڑ کر اُن سے بیعت کر لی تب میں نے سوچا کہ میری بیعت میری اطاعت پر غالب آگئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ دوسرے کی اطاعت کے واسطے لیا گیا تھا۔ چنانچہ ہم سبنے پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور میں آپ کے ساتھ بھی اسی طرح پیش آیا جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ آیا تھا جب حضرت عثمانؓ کی شہادت ہو چکی تو میں نے سوچا کہ وہ دونوں خلیفہ کہ جن کی خلافت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ بالصلوٰۃ کے ساتھ ہم سے عہد لیا تھا گذر گئے اور جن کے لئے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی چل بسے یہ سوچ کر میں نے بیعت لینا شروع کر دی۔ چنانچہ مجھ سے اہل حرمین شریفین اور ان دو شہروں (بصرہ اور کوفہ) کے رہنے والوں نے بیعت کر لی۔ اِس معاملۂ خلافت میں اب میرا ایک ایسا شخص (حضرت معاویہ۔ مترجم) مقابل بنا ہے کہ جو نہ میرے مثل قرابت میں نہ علم میں نہ سبقت اسلام میں کسی میں بھی نہیں۔ اور میں ہر حالت میں اس سے زیادہ مستحق خلافت ہوں۔

ابو نعیم نے دلائل میں جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ایک مقدمہ پیش ہوا اور آپ اُسکی سماعت کے لئے ایک دیوار کے نیچے بیٹھے ایک شخص نے عرض کیا کہ دیوار گرا چاہتی ہے آپ نے فرمایا تم اپنا کام کرو۔ میری حفاظت کو میرا خدا ہے۔ جس وقت آپ مقدمہ کا فیصلہ دیکر وہاں سے اُٹھے تب دیوار گر پڑی۔

طیوریات میں جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ اکثر خطبہ میں فرماتے ہیں۔ الہی! ہم کو صلاحیت دو جیسی اپنے خلفاء راشدین المہدیین کو عطا کی تھی۔ وہ خلفاء راشدین کون ہیں؟ آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ میرے دوست ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے اور وہ دونوں امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریش کے مقتدیٰ تھے۔ جس شخص نے ان کی اقتدیٰ کی نجات پائی اور جس نے انکا اتباع کیا ہدایت پائی جو لوگ ان کے راستہ پر چلے وہ اللہ کے لشکر میں داخل ہیں۔

عبدالرزاق نے حجر المدری سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز فرمایا کہ اگر کوئی شخص تجھے یہ حکم دے کہ مجھ پر لعنت کر تو تو کیا کرے گا۔ میں نے پوچھا کہ کیا ایسا بھی ہونیوالا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا بھی ہوگا۔ میں نے عرض کیا تو پھر میں ایسی صورت میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ تو لعنت بھیجو (یعنی اس کام پر لعنت بھیجو جیسے کہ اگلی عبارت سے مستفید ہوتا ہے۔ مترجم) اور مجھ سے علیٰحدہ ہو جیو چند ہی سال گذرے تھے کہ محمد بن یوسف برادر حجاج بن یوسف امیر یمن نے حکم دیا کہ علیؓ پر لعنت بھیجی جائے۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ امیر تمہیں حکم دیتا ہے کہ ہم حضرت علیؓ پر لعنت کریں۔ لہٰذا تم اُسپر لعنت بھیجو کہ خدا اُسپر لعنت کرے۔ میری اس بات کو سوائے ایک آدمی کے اور کوئی نہ سمجھا۔

طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم نے دلائل میں زاذان سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ فرمایا اور ایک شخص نے آپ کو جھٹلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے واسطے بددعا کر دوں۔ اُسنے کہا کہ کر دیجئے۔ آپ نے اُسکے لئے بددعا کر دی۔ چنانچہ یہ شخص اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ تھا کہ اندھا ہو گیا۔

زربن جیش کہتے ہیں کہ دو آدمی کھانا کھانے کے لئے بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے پاس تین تھیں۔ اتنے میں ایک تیسرا شخص آگیا اور ان دونوں نے اُسکو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ ان تینوں نے آٹھوں روٹیاں کھالیں۔ جب وہ تیسرا شخص جانے لگا تو اُسنے آٹھ درہم اُن کو دیکر کہا کہ جو کچھ میں نے کھایا ہے یہ اس کا عوض ہے ان دونوں میں ان درہموں کی تقسیم کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لونگا۔ اور تجھے حصہ رسد تین دونگا اور تین روٹیوں والے نے کہا کہ برابر حصہ لونگا یہ قضیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں آیا آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ تو وہی

لیلے جو یہ دوسرا شخص دیتا ہے کیونکہ اسکی روٹیاں زیادہ تھیں اور تیری کم تھیں اُسنے کہا کہ واللہ میں کبھی راضی نہیں ہونیکا حتیٰ کہ میرا حق مجھے پورا نہ دلوا دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر حق پوچھتا ہے تو تیرا محض ایک درہم بیٹھتا ہے اور دوسرے کے سات ہوتے ہیں اُس نے کہا سُبحان اللہ یہ کس طرح ذرا مجھے بھی سمجھا دیجئے تاکہ میں اس وجہ کو قبول کرلوں آپ نے فرمایا کُل آٹھ روٹیاں تھیں اور آدمی تم تین تھے چونکہ یہ مساوی طور پر حصّہ تقسیم نہیں ہوتا اسلئے آٹھ کو تین سے ضرب دیدو جس سے ان روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے ہوئے اور چونکہ یہ بھی معلوم نہیں کہ کس نے کم روٹیاں کھائیں اور کس نے زیادہ اس لئے لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ برابر کھائیں اس لحاظ سے تو نے آٹھ ٹکڑے کھائے اور ایک ٹکڑا باقی بچا۔ اور پانچ روٹیوں والے نے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ کھائے اور سات بچے۔ اب اس شخص درہم دینے والے نے تیرا ایک ٹکڑا کھایا اور اسکے سات ٹکڑے کھائے لہٰذا ظاہر ہے کہ تجھے ایک درہم ملنا چاہئے اور تیرے ساتھی کو سات درہم اُس شخص نے کہا کہ اب میں راضی ہوگیا۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں عطا سے روایت کی ہے کہ ایک شخص پر دو آدمیوں نے چوری کی گواہی دی آپ اسکی تفتیش حال میں لگے اور فرمایا کہ میں جھوٹے گواہوں کو سخت سزائیں دونگا اور جب کبھی میرے پاس جھوٹے گواہ آئے ہیں تو میں نے سزائیں دی ہیں۔ پھر آپ نے ان دونوں گواہوں کو طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلے ہی بھاگ چکے ہیں۔

عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپکے پاس آکر دعویٰ کیا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ اُس نے خواب میں میری ماں سے جماع کیا ہو آپنے فرمایا کہ اُس کو دھوپ میں کھڑا کرکے اُسکے سایہ کے دُرّے لگائے جائیں۔

ابن عساکر جعفر بن محمد کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا نعم القادر اللہ اور عمرو بن عثمان بن عفان کہتے ہیں کہ آپ کی مُہر یہ تھی الملک للہ مدائنی کہتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ میں تشریف لائے اور حکمائے عرب میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا امیرالمؤمنین واللہ آپ نے منصب خلافت کو زینت بخشی مگر منصب خلافت نے آپ کو کوئی زینت نہیں دی۔ آپ نے منصب خلافت کو بلند کردیا حالانکہ منصب خلافت نے آپ کے رتبہ میں کوئی زیادتی نہیں کی۔ یہ منصب خلافت آپ ہی جیسے کا محتاج تھا۔ یہی مدائنی مجمع سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک روز بیت المال میں جھاڑ

دی اور پھر نماز پڑھکر دعا مانگی کہ الٰہی مجھے توفیق بخشئے کہ میں بیت المال کا روپیہ مسلمانوں سے دریغ نہ رکھوں۔

ابوالقاسم زجاجی امالیہ میں چند راویوں سے روایت کرتے ہیں کہ ابو اسود دوئلی کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ کو نیچی گردن اور متفکر دیکھ کر عرض کیا کہ آج آپ متفکر کیوں بیٹھے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں لغات کے اندر تبدیل شروع ہو گیا ہے اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ عربیت کے اُصول کے اندر کچھ قواعد منضبط کر دوں تاکہ زبان اپنی حیثیت سے نہ گرے۔ میں نے کہا کہ اگر ایسا کریں گے تو ہم پر بڑا احسان ہو گا۔ اور آپ کے بعد اصول ہمیشہ باقی رہیں گے تین روز کے بعد جو میں پھر حاضر ہوا تو آپ نے ایک کاغذ نکال کر میرے سامنے ڈالدیا۔ اُسمیں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد لکھا تھا کہ کلام کی تین قسم ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔ اسم وہ ہے جو اپنے مسمّٰی کی خبر دے اور فعل وہ ہے جو اپنے مسمّٰی کی حرکت کی خبر دے۔ اور حرف وہ ہے جس میں یہ دونوں خاصیت نہ پائی جائیں۔ جب میں یہ دیکھ چکا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارے ذہن میں کچھ ہو تو اس میں زیادہ کر دو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اشیاء تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہر مضمر۔ اور ایک ظاہر نہ پوشیدہ۔ اس تیسری قسم پر علماء نے بڑی بڑی بحثیں کی ہیں۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں پھر چلا آیا اور میں نے بھی کچھ جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کیا۔ منجملہ ان کے حروف ناصبہ بھی میں نے لکھے تھے جو یہ تھے اِنَّ۔ اَنَّ۔ لَیْتَ۔ لَعَلَّ۔ کَاَنَّ۔ آپ نے فرمایا کہ لٰکِنَّ بھی تو حرف ناصبہ ہے اسکو کیوں نہیں ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اُسے حرف ناصبہ نہیں سمجھتا۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ بھی حرف ناصبہ ہو ان میں زیادہ کر دو۔

ابن عساکر نے ربیعہ بن ناجد سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگو! تم شہد کی مکھی کی طرح ہو جاؤ۔ اگرچہ وہ پرندوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور دوسرے پرند اس کو ایک بے حقیقت شئے تصور کرتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ اسکے اندر کیا کیا برکات ہیں۔ لوگو! تم اور لوگوں سے اپنی زبان اور جسم کے ساتھ خلاملا رکھو اور اپنے اعمال و قلوب کے ساتھ جدائی پیدا کرو کیونکہ قیامت میں انسان کو اسی چیز کا بدلہ ملیگا جو اس نے کیا ہے اور وہ قیامت کے دن اُسی شخص کے ساتھ ہو گا جس سے اسے دنیا میں محبت تھی۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ قبول عمل میں زیادہ کوشش کرو۔ کوئی عمل بغیر تقوے کے قبول

نہیں ہوتا اور واقعی خلوص کے بغیر کس طرح قبول ہو سکتا ہے۔

یحییٰ بن جعدہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے حاملان قرآن قرآن شریف پر عمل بھی کرو اس واسطے کہ عالم وہی شخص ہے جو پڑھ کر اسپر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے موافق بنائے۔ عنقریب ایسے آدمی بھی پیدا ہوں گے جو علم حاصل کرینگے مگر انکا علم اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترنے کا اُن کا باطن اُن کے ظاہر کے مخالف ہوگا۔ اُن کا عمل اُن کے علم کے بالکل متضاد ہوگا۔ حلقہ باندھ کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر ومباہات کرینگے۔ حتیٰ کہ ایک آدمی اپنے پاس بیٹھے ہوئے پر غصہ ہوگا کہ وہ میرے برابر سے اُٹھکر دوسری جگہ بیٹھے۔ ان لوگوں کے اعمال ان کی مجلسوں سے خدا کی طرف نہیں پہونچنے کے۔

آپ نے فرمایا کہ امر خیر پر توفیق بہتر کشش ہے اور حُسن خلق اچھا دوست ہے اور عقل عمدہ ساتھی ہے اور ادب اچھی میراث ہے اور وحشت عجب وغرور سے بھی بدتر چیز ہے۔ حارث کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مسئلہ قدر کو مجھے سمجھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ ایک اندھیرا راستہ ہے۔ اسمیں مت چل۔ اس نے پھر عرض کیا آپ نے فرمایا کہ یہ ایک بحر عمیق ہے اس میں مت غوطہ لگا۔ اُسنے پھر پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا ایک بھید ہے جو تجھ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اسکی تفتیش مت کر مگر اُسنے پھر اصرار کیا آپ نے فرمایا اے سائل اچھا یہ بتلا کہ خالق آسمان و زمین نے تجھے اپنی مرضی کے موافق پیدا کیا ہے یا تیرے کہنے کے موجب اس نے کہا کہ جس طرح اُنہوں نے چاہا پیدا کیا۔ آپ نے فرمایا تو جس طرح وہ چاہیں گے اُسی طرح تیرا استعمال بھی کرینگے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ ہر رنج اور مصیبت کے لئے انتہا ہوتی ہے اور جب کسی پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ اپنے منتہا تک ضرور پہنچکر رہتی ہے۔ لہٰذا عاقل کو لازم ہے کہ جب اُسپر کوئی مصیبت آوے تو اُسکے دفعیہ کی کوشش نہ کرے حتیٰ کہ اسکی مدت گذر ے کیونکہ اسکے دفع کی تدابیر میں اسکی مدت کے انقضار سے پہلے اور بھی زیادہ زحمت ہے۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ سخاوت کسکو کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو بغیر مانگے دیتا ہے وہ سخاوت ہے اور جو سوال کے بعد میں دے تو بخشش اور داد و دہش ہے۔

آپ کے پاس ایک شخص نے آکر آپ کی بہت مبالغہ کے ساتھ ساتھ مدح کی اور وہ ایک دفعہ آپ کی مذمت کہیں کر چکا تھا جسکی خبر آپ کو پہنچ چکی تھی آپ نے فرمایا کہ میں ایسا تو نہیں ہوں جیسا تم کہہ رہے ہو البتہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے اس سے زیادہ ہوں۔
آپ نے فرمایا کہ معصیت کی سزا عبادت میں سستی اور معیشت میں تنگی اور لذت میں نقص ہے۔ علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ خدا تجھے ہلاک کردے آپ نے فرمایا تیری چھاتی پر۔
شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اشعار کہا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شاعر تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شعر و شاعری کرتے تھے مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تینوں سے زیادہ بڑھکر شاعر تھے۔ چنانچہ قبطا شعبی سے آپ کے مندرجہ ذیل اشعار مروی ہیں (ترجمہ اشعار) جسوقت دلوں پر مایوسی چھا جائے اور باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو جائے اور زمانہ کے مکروہات اقامت پذیر ہو جائیں اور اسکے اماکن میں حوادثات مکن ہو جائیں اور کوئی صورت اس سے چھٹکارے کی کسی عاقل کو نہ ملے تو ایسی صورت میں خود بخود تیرے پاس فریادرس اور مستجیب آویگا کیونکہ ہر حوادثات جسوقت منتہی ہوتے ہیں تو اُسکے بعد وسعت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔
شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص کا آپ کو اپنے پاس بٹھلانا ناگوار تھا اسوقت آپ نے یہ اشعار فرمائے (ترجمہ اشعار) تو جاہلوں سے ہم صحبت مت ہو اور اُن سے دور رہ اور ان کو دور رکھ کیونکہ بہت جاہلوں نے عقلمندوں کو ہلاک کر دیا جب اُن سے بھائی چارہ کیا۔ آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ جب قیاس کیا جاتا ہے جب اسکے ہمراہ ہو۔ کیونکہ ہر چیز کے دوسری چیز کے ساتھ اندازے اور مشابہتیں ہیں۔ ایک جوتا دوسرے جوتے کے ساتھ جب ہی اندازہ کیا جاتا ہے جب اُن کو مقابل کیا جائے اور دل سے دل کو جب ہی راہ ہے جب وہ ملاقات کریں۔
مبرد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار پر آپ کے یہ اشعار کندہ تھے۔ (ترجمہ اشعار) آدمی کے واسطے دنیا کی حرص اسراف کے ساتھ ہے۔ حالانکہ اسکی صفائی تیرے لئے کدورت سے ملی ہوئی ہے۔ دنیا پر بہت سے جھگڑنے والے ہیں۔ جنکی دُنیا موافقت نہیں کرتی اور بہت سے ایسے عاجز ہیں کہ دُنیا اُن کو بغیر کوتاہی کے پہنچتی ہے

رزق عقل کے سبب جب تک نہیں ملتا جبتک رزق نہ دئے جائیں لیکن وہ لوگ بمقدار مقدر روزی دئے جاتے ہیں اگر روزی بزور بازو یا غلبہ کے ہوتی تو باز چڑیوں کے قریب ہی جا پہونچتے۔

نیز یہ بھی آپ کے اشعار ہیں (ترجمہ اشعار) اپنا بھید سوائے اپنے کسی پر نہ ظاہر کرو کیونکہ ہر نیک خواہ کیلئے نیک خواہ ہے۔ میں نے بہت سے گمراہ آدمیوں کو دیکھا ہے کہ کسی کھال کو درست نہیں چھوڑتے۔

عقبہ بن ابی صہبا روایت کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے آپ کے تلوار ماری تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے آئے آپ نے فرمایا بیٹا! آٹھ باتیں ہمیشہ یاد رکھنا امام حسنؓ نے پوچھا وہ کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ سب سے بڑی تونگری عقل ہے اور سب سے زیادہ مفلسی حماقت ہے اور سب سے سخت وحشت غرور ہے اور سب سے بڑا اکرم حسن خلق ہے امام حسنؓ نے عرض کیا اور چار دوسری کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ احمق کی صحبت سے بچو کیونکہ ارادہ تو وہ تمہیں نفع پہنچانے کا کرتا ہے مگر ضرر پہنچا دیتا ہے۔ جھوٹے سے پرہیز کرو کیونکہ بعید کو قریب اور قریب کو بعید کر دیتا ہے۔ بخیل سے بھی گریز کرو کیونکہ وہ تم سے وہ چیزیں چھٹا دیگا جنکی تمہیں احتیاج ہوتی ہے۔ فاجر سے بھی علیحدہ رہو کیونکہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ دے گا۔

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے آپ سے سوال کیا کہ ہمارا رب کب سے ہے یہ سنکر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ وہ ایسی ذات نہیں ہے کہ نہیں تھا اور پھر ہو گیا وہ ہمیشہ سے ہے اور بلا کیفیت اور بلا کیف ہے نہ اُسکی ابتدا ہے نہ انتہا تمام نہایتیں اس سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہیں وہ ہر انتہا کی انتہا ہے یہ سنکر یہودی فوراً مسلمان ہو گیا۔

دراج نے شریح قاضی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں جانے لگے تو آپ کی زرہ کھوئی گئی۔ جب جنگ ختم ہو گئی اور آپ کوفہ واپس تشریف لائے تو آپ نے ایک یہودی کے پاس اُس زرہ کو دیکھا آپ نے اُس یہودی سے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے نہ میں نے بیع کی نہ ہبہ کی پھر تیرے پاس کیسے۔ اس نے کہا کہ یہ میری زرہ ہے اور میرے ہی قبضہ میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں قاضی کے یہاں دعویٰ کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ قاضی شریح کے یہاں گئے اور ان کے قریب جا بیٹھے اور فرمایا کہ اگر میرے مخالف یہودی نہ ہوتا تو میں اسکے برابر ہی عدالت میں کھڑا ہوتا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جب خداوند تعالیٰ نے یہود کو حقیر سمجھا ہے تو تم بھی حقیر سمجھو۔ قاضی شریح نے کہا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے آپ نے فرمایا یہ میری زرہ ہے نہ میں نے اسکو فروخت کی نہ ہبہ کی۔

قاضی شریح نے یہودی سے کہا کہ تمہارا کیا جواب ہے۔ اُسنے کہا کہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی شریح کہا یا امیرالمؤمنین آپ کا کوئی گواہ ہے۔ آپنے اپنے ایک غلام قنبر اور اپنے بیٹے حسنؓ کو پیش کیا۔ قاضی شریح کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے واسطے ناجائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اہل جنت کی گواہی ناجائز ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ جوانان جنت کے سردار ہیں اتنے میں یہودی چلا اُٹھا کہ یا امیرالمؤمنینؑ لائکہ آپ امیرالمؤمنین ہیں مگر آپ مجھے قاضی کے پاس لائے اور وہ قاضی آپ سے عام آدمیوں کی طرح جرح و قدح کر رہا ہے اور یہی آپ کے دین کی صداقت ہے۔ بیشک یہ زرہ آپ کی ہی میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

فصل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفسیر قرآن عظیم

آپ کی تفسیر قرآن بہت زیادہ ہے جس کو ہم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ چند ایک بطور نمونہ کے درج کرتے ہیں۔

ابن سعد نے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ مجھے ہر ایک آیت کا شان نزول اور کہاں نازل ہوئی اور کس کے حق میں نازل ہوئی سب کچھ معلوم ہے۔ کیونکہ میرے رب نے مجھے قلب اور عقل اور زبان ناطق عطا فرمائی ہے۔

ابن سعد وغیرہ نے ابوالطفیل سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس کسی کو قرآن شریف کے متعلق پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے۔ کیونکہ کوئی آیت ایسی نہیں جو مجھے معلوم نہ ہو کہ یہ دن میں نازل ہوئی یا رات کو میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

ابن ابی داؤد محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیعت کرنے میں ذرا دیر کی حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ سے ملے اور آپ نے کہا کیا تمکو میری بیعت میں کچھ تامل ہے

آپ نے کہا کہ نہیں مگر میں نے اس بات کی قسم کھائی کہ میں جب تک اپنی چادر سوائے نماز کے نہیں اوڑھوں گا جب تک قرآن شریف کو جمع نہ کر لوں۔ چنانچہ لوگوں کا گمان ہے کہ آپ نے قرآن شریف اسی ترتیب سے جمع کیا تھا جس طرح کہ نازل ہوا تھا۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ اگر وہ قرآن شریف ہمارے پاس تک پہونچتا تو علم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوتا۔

فصل

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر کلمات حکمت

آپ نے فرمایا زیادہ ہوشیاری سوء ظن ہے (ابو الشیخ ابن حبان)

محبت اپنے سے بعید النسب شخص کو قریب کر دیتی ہے اور عداوت قریب النسب آدمی کو بعید کر دیتی ہے۔ دیکھو ہاتھ جسم میں سب سے زیادہ قریب ہے مگر جب ہاتھ خراب ہو جاتا ہے تو کاٹ دیا جاتا ہے۔ اور پھر داغ دیدیا جاتا ہے (ابو نعیم)

آپ نے فرمایا کہ میری پانچ باتیں یاد رکھو کسی شخص کو سوائے گناہ کے اور کسی سے نہ ڈرنا چاہئے اور سوائے اپنے رب کے کسی سے اُمید نہ رکھنی چاہئے۔ جو چیز آدمی نہ جانتا ہو اُسکے سیکھنے میں کبھی شرم نہ کرنی چاہئے۔ اور عالم کو اسوقت شرم نہ کرنی چاہئے جبکہ وہ کوئی مسئلہ نہ جانتا ہو اور اگر کوئی اس سے اس مسئلہ کو دریافت کرے تو یہ کہدے کہ خدائے تعالیٰ بہتر جانتے ہیں۔ صبر اور ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے سر اور جسم کی جب صبر جاتا رہا تو سمجھو کہ ایمان جاتا رہا کیونکہ جب سر ہی جاتا رہا تو پھر جسم کہاں بچ گیا۔ (ابن منصور)

آپ نے فرمایا کہ فقیہہ کامل وہ فقیہہ ہے جو لوگوں کو خدا کی رحمت سے نا اُمید نہ کرے اور لوگوں کو گناہوں کی رخصت نہ دے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بیخوف نہ کرے اور قرآن شریف کی طرف سے لوگوں کو اعراض نہ کرائے۔ جس عبادت کی آدمی کو خبر نہ ہو اسمیں کبھی خیر نہیں ہو سکتی جو آدمی علم کو اچھی طرح نہ سمجھے وہ علم نہیں کہلاتا جس میں غور و فکر نہ ہو وہ پڑھنا نہیں کہلاتا (ابو النصر یس)

مجھے سب سے زیادہ عزیز وہ شخص ہے کہ جب اس سے وہ بات دریافت کی جائے جس کا اُسے علم نہیں تو صاف کہدے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں (ابن عساکر)

جو شخص لوگوں میں انصاف کا ارادہ کرے تو اُسے چاہئے کہ جو بات اپنے اوپر پسند کرے وہی دوسروں کے واسطے بھی پسند کرے (ابن عساکر)

آپ نے فرمایا کہ سات باتیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔ بہت زیادہ غصہ۔ زیادہ پیاس۔ جلدی جلدی جمائی کا آنا۔ قے۔ نکسیر۔ بول وبراز اور یادالٰہی کیوقت نیند کا آنا۔

انار کو اُس کی جھلی کے ساتھ جو دانوں پر لپٹی رہتی ہے کھانا چاہئے کیونکہ وہ مقوی معدہ ہے (عبداللہ بن احمد فی زائد المسند)

آپنے فرمایا تیرا عالم کو سنانا یا عالم کو تجھے سنانا دونوں برابر ہیں (حاکم فی التاریخ)

آپ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ مؤمن آدمی ایک ادنیٰ غلام سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا۔ (سعید بن منصور)

آپ کی وفات پر جو ابوالاسود دئلی نے مرثیہ لکھا ہے اُسکو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

(ترجمہ مرثیہ ابوالاسود دئلی) خبردار اے آنکھ تیرے اوپر افسوس ہے کہ تو میری موافقت کیوں نہیں کرتی اور حضرت امیر المؤمنین پر کیوں نہیں روتی۔ ان کے اوپر ام کلثوم روتی ہیں۔ اور اُنپر آنسو بہاتی ہیں اُنہوں نے یقین کو دیکھ لیا خوارج جہاں کہیں ہوں اُنسے کہدو کہ ہمارے حاسدوں کی آنکھ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی۔ کیا رمضان المبارک کے ہی مہینہ میں ہمیں غم دینا تھا۔ ایسے آدمی کی جدائی کی وجہ سے جو سرتاپا خیر تھا۔ تم نے اُس آدمی کو قتل کردیا جو تیز اونٹنی پر سوار ہوتا تھا اور اسکو ذلیل کرو یا جو کشتی پر سوار ہوتا تھا اور جو جوتے پہنتا تھا اور مثانی اور مبین پڑھتا تھا تمام خیر اسمیں موجود تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے محبت رکھتے تھے۔ اہل قریش جہاں کہیں ہوں وہ یاد رکھیں کہ وہ دین ونسب میں اُن کے بہترین آدمی تھے۔ جسوقت ابوالحسن کا چہرہ سامنے آجاتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ بدر (چاند) نکل آیا۔ ہم ان کی شہادت سے پہلے سمجھتے تھے کہ ہم اپنے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست کو دیکھ رہے ہیں۔ حق قائم رکھنے میں کوتاہی نہ کرتے تھے اور دوست دشمن کے ساتھ برابر عدل کرتے تھے۔ وہ علم کو چھپانے والے نہیں تھے اور نہ وہ متکبر پیدا ہوئے تھے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھو کر لوگ ایسے ہوگئے تھے جیسے شتر مرغ قحط سالی میں مارا مارا پھرتا ہے۔ معاویہ بن صخر کو بُرا نہ کہو کیونکہ خلفاء کا بقیہ اب بھی ہم میں موجود ہے۔

فصل

وہ حضرات جو آپ کے زمانۂ خلافت میں مرے یا شہید ہوئے

حذیفہ بن الیمان۔ زبیر بن عوام۔ طلحہ۔ زید بن صوحان۔ سلمان فارسی۔ ہند بن ابی ہالہ۔ اویس قرنی۔ خباب بن الارت۔ عمار بن یاسر۔ سہل بن حنیف۔ تمیم داری۔ خوات بن جبیر۔ شرجیل بن السمط۔ ابو میسرو البدری۔ صفوان بن عسال۔ عمرو بن عنبسہ۔ ہشام بن حکیم۔ ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حسنؓ بن علیؓ بن ابو طالب ابو محمد سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نص یعنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق آخری خلیفہ ہیں۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں نام اہل جنت کے ہیں۔ یہ نام ایام جاہلیت میں کسی شخص نے نہیں رکھے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نصف رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت احادیث روایت کی ہیں اور آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دیگر تابعین مثلاً آپ کے صاحبزادہ ابو الحورا ربیعہ بن شیبان شعبی ابو الوائل نے روایت کی ہے آپ صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔ آپ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی حسنؓ رکھا تھا۔ ساتویں روز آپ کا عقیقہ کر کے بال اُتروائے تھے اور یہ حکم فرمایا تھا کہ بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے صدقہ کر دی جاوے۔ آپ اہل کساء کے پانچویں شخص ہیں۔

عسکری کہتے ہیں کہ یہ نام جاہلیت میں نہیں پایا جاتا مفضل کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے حسنؓ اور حسینؓ ناموں کو پوشیدہ رکھا تھا حتیٰ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں فرزندوں کا نام رکھا۔ امام بخاریؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کسی کی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتی تھی۔ بخاری اور مسلم نے براء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اپنے کاندھے پر حضرت حسنؓ

کو لئے ہوئے فرماتے تھے الٰہی! میں اس سے محبت رکھتا ہوں آپ بھی محبت رکھئے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے اور آپ کے پہلو میں حضرت حسن بیٹھے ہوئے تھے کبھی آپ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی حضرت حسنؓ کی طرف اور فرماتے جاتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں اسکے سبب سے صلح کرائیں گے۔

بخاری نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ میرے دنیا کے پھول ہیں۔ ترمذی اور حاکم نے ابو سعیدؓ خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

ترمذی اسامہؓ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو گود میں لئے ہوئے فرمارہے تھے۔ الٰہی یہ دونوں میرے بیٹے اور نواسے ہیں میں انہیں محبوب رکھتا ہوں آپ بھی انہیں محبوب رکھئے اور نیز ان سے جو محبت رکھے اُسکو بھی آپ محبوب رکھیئے۔

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کون محبوب ہیں آپ نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ۔

حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت حسنؓ کو کندھے پر سوار کئے تشریف لیجا رہے تھے راستہ میں ایک شخص نے کہا اے لڑکے تو نے کیا اچھی سواری پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

ابن سعد نے عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اہل بیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور آپ اُن کو سب سے زیادہ عزیز بھی رکھتے تھے میں نے دیکھا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہیں اور حضرت حسنؓ کھیلتے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی گردن یا کمر پر چڑھ بیٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو جب تک نہ اتارتے تھے جبتک کہ وہ خود نہ اتر جائیں اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ آپ رکوع میں ہوئے

اور حضرت حسنؓ آئے اور آپ کے پیروں کے بیچ میں کو نکل گئے۔

ابن سعد نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰنؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ کے سامنے اپنی زبان نکالتے اور حضرت حسنؓ زبان کی سرخی کو دیکھکر بہت ہنستے اور خوش ہوا کرتے تھے۔

حاکم نے زہیر بن ارقم سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی قبیلہ ازد شنوءۃ کا کھڑا ہوا اور اُسنے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ کو گود میں لئے ہوئے فرما رہے تھے جو شخص مجھ سے محبت رکھے وہ حسنؓ سے بھی محبت رکھے جو لوگ حاضر ہیں وہ سُن لیں اور غائب تک اسکو پہنچا دیں۔ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مقصود نہ ہوتی تو میں کبھی یہ بات بیان نہ کرتا۔

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں المختصر یہ کہ آپ نہایت حلیم صاحب وقار اور سکینہ صاحب حشمت اور اعلیٰ درجہ کے سخی تھے۔ فتنوں اور لڑائیوں کو نہایت بُرا سمجھتے تھے۔ شادیاں آپ زیادہ کرتے تھے۔ آپ کی سخاوت اِس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ آپنے ایک شخص کو ایک لاکھ درہم عطا فرمائے تھے۔

حاکم عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے پا پیادہ حالانکہ آپکے ساتھ اونٹ چلا کرتے تھے پچیس حج کئے۔

ابن سعد عمیر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایسی شیرینی کسی کے کلام میں نہیں پائی جیسی کہ حضرت حسنؓ کے کلام میں تھی جب آپ بات کرتے تھے تو یہی دل چاہتا تھا کہ آپ کلام ختم نہ کریں۔ میں نے آپ کی زبان سے کبھی کوئی فحش کلمہ نہیں سُنا مگر ایک مرتبہ آپکی اور عمرو بن عثمان کی کچھ زمین کے متعلق اَن بَن ہو گئی۔ آپنے عمرو بن عثمان کو کچھ فیصلہ کن بات فرمائی مگر عمرو بن عثمان نے نہ قبول کی۔ اسپر حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ وہ اگر اسکو نہیں مانتے تو ہمارے پاس اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کی ناک خاک آلود کیجائے بس یہی ایک سخت کلمہ آپ کی زبان سے سننے میں آیا ہے۔

ابن سعد نے عمیر بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ جب مروان ہم پر حاکم تھا تو ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا اور حضرت حسنؓ بیٹھے سُنا کرتے

تھے اور کبھی جواب نہیں دیتے تھے۔ ایک دن اس کمبخت نے آپ کو کہلا کر بھیجا کہ علی پر علی پر اور تجھ پہ اور تجھ پر اور تجھ پر میرے نزدیک تیری مثال (معاذ اللہ۔ خاکش بدہن۔ مترجم) خچر جیسی ہے کہ اگر اس سے کہا جائے کہ تیرا باپ کون تھا تو کہتا ہے کہ میری ماں گھوڑی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس قاصد سے کہا کہ تو اس سے کہدے کہ واللہ میں تیری یہ باتیں کبھی نہیں بھولونگا۔ لیکن ایک روز ہم دونوں کو خداوند تعالیٰ کے سامنے بھی حاضر ہونا ہے اگر تو نے سچ بولا ہے تو خداوند تعالیٰ تجھے سچ بولنے کی جزاء خیر دیں اور اگر تو جھوٹا ہے وہ قادر مطلق سب سے زیادہ انتقام لینے والے ہیں۔

ابن سعد نے رزیق بن سوار سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مروان نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کیا مگر آپ بالکل خاموش رہے مگر اتفاق وقت سے مروان نے داہنے ہاتھ سے ناک صاف کی اس پر آپ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کہ تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ داہنا ہاتھ منہ کے واسطے ہے اور بایاں ناپاکی کے اُف ہی تجھ پر یہ سُنکر مروان خاموش ہو گیا۔

ابن سعد نے اشعث بن سوار سے اور اُس نے ایک اور شخص سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آکر بیٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس ایسے وقت میں بیٹھے جبکہ میرے اٹھنے کا وقت ہے۔ اگر اجازت دو تو میں چلا جاؤں۔

ابن سعد علی بن زید جدعان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ اپنے تمام مال کو راہ خدا میں دیا اور تین مرتبہ نصف نصف خیرات کیا حتیٰ کہ ایک جوتا دیدیا اور ایک رکھ لیا اور ایک موزہ دیدیا اور ایک رکھ لیا۔

ابن سعد نے علی بن حسن سے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر الطلاق تھے آپ نے نوّے عورتوں سے نکاح کیا ابن سعد نے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ حضرت حسنؓ نکاح کرتے تھے اور طلاق دیدیتے تھے حتیٰ کہ یہ ڈر ہو گیا کہ کہیں قبائل میں عداوت نہ پیدا ہو جائے اور اسی واسطے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہنا پڑا کہ اے کوفہ والو! تم میرے بیٹے حسن کو لڑکیاں مت دو۔ کیونکہ وہ طلاق بہت دیتا ہے مگر ہمدان قبیلے کے ایک شخص نے کہا کہ ہم ضرور اُن کو لڑکیاں دینگے چاہے وہ رکھیں یا طلاق دیدیں۔

ابن سعد نے عبداللہ بن حسن سے روایت کی ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ بہت نکاح کرتے

تھے اور جو عورت آپ سے نکاح کر لیتی تھی وہ آپ پر عاشق ہو جاتی تھی۔

ابن عساکر نے جویریا بن اسمار سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو مروان آپ کے جنازہ پہ آ کر رویا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب تو روتا ہے اور آپ کی زندگی میں تو نے کیا کچھ نہیں کیا اور نہیں کہا۔ مروان نے کہا کہ آپ جانتے بھی ہیں کہ میں اس شخص کے ساتھ ایسا کرتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم تھا۔

ابن عساکر نے مبرد سے روایت کی ہے کہ کسی نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ابوذر یہ کہتے ہیں کہ میں مفلسی کو تونگری سے اور بیماری کو تندرستی سے بہتر سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ ابوذر پر خداوند تعالیٰ رحم فرماویں میں تو یہ کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بالکل خداوند تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں میں کسی ایسی بات کی تمنا ہی نہیں کرتا جو اس حالت کے غیر ہو جسکو خداوند تعالیٰ نے اختیار کر رکھا اور یہ آپ کا قول رضا بالقضا کو پوری طرح ظاہر کرتا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد چھ ماہ خلیفہ رہے چونکہ آپ سے اہل کوفہ نے بیعت کر لی تھی اسکے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آئے چونکہ ہمیشگی خدا ہی کے حکم کو ہے آپ نے ان شرائط کے ساتھ خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی کہ تمہارے بعد خلافت مجھے پہونچے گی۔ اور جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے دستور چلا آتا ہے کہ اہل مدینہ اور حجاز اور عراق سے کچھ نہیں لیا جاتا بدستور جاری رہے گا اور یہ آپ کا قرضہ حضرت معاویہ ادا کرینگے حضرت معاویہ نے ان شرائط کو قبول کر لیا اور اسی پر صلح ہو گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا پوری ہو گئی۔ بلقینی نے اسی سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جب خلافت جو اعظم المناصب ہے اسکا چھوڑ دینا جائز ہے تو وظائف کا ترک کرنا بھی جائز ہے۔

آپ نے ربیع الاول اور بعض کے نزدیک ربیع الآخر ۴۱ھ میں خلع خلافت فرمایا آپ کے دوست آپ کو عار المؤمنین کہہ کر پکارتے تو آپ فرماتے کہ عار (شرم) نار (دوزخ) سے بہتر ہے۔ ایک آدمی نے آ کر السلام علیکم یا مذل المؤمنین (اے مسلمانوں کے ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام) آپ نے فرمایا میں مسلمانوں کا ذلیل کرنیوالا نہیں ہوں لیکن میں نے اسکو مکروہ سمجھا کہ میں ملک کے واسطے تم کو لڑاؤں اور قتل کراؤں۔ پھر آپ

کوفہ سے مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے اور وہیں اقامت فرمائی۔

حاکم نے جبیر بن نصیر سے نقل کی ہے کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ لوگوں کے اندر افواہ ہے کہ آپ پھر خلافت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت عرب کے لوگوں کے سر میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے چاہتا انہیں لڑا دیتا اور جس کو چاہتا بچا دیتا اسوقت ہی جب میں نے اس کو محض رضائے الٰہی کی وجہ سے ترک کر دیا تھا اور لوگوں کے خون بہاؤ سے علیحدہ ہو گیا تھا تو کیا اب پھر اُس کو صرف اہل حجاز کی خوشنودی سے قبول کروں گا۔

آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو مدینہ شریف میں یزید نے خفیہ یہ پیغام بھیجا کہ اگر تو امام حسنؓ کو زہر دیدیگی تو میں تجھ سے نکاح کر لونگا اِس بہکانے اور فریب میں آکر اس کمبخت نے آپ کو زہر دیدیا اور آپ کی شہادت ۴۹ھ اور بقول بعض ۵۔ ربیع الاول ۵۰ھ میں اسی زہر کی وجہ سے واقع ہوئی جب آپکی شہادت ہو چکی تو یزید کو ایفاء وعدہ کیلئے کہا جسپر یزید نے کہلا کر بھیجا کہ جب میں تجھے حضرت امام حسنؓ کے ہی نکاح میں نہ دیکھ سکا تو تجھے اپنے لئے کسطرح پسند کر سکتا ہوں۔

آپ کے انتقال کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرچند چاہا کہ آپ یہ بتلادیں کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے مگر آپ نے فرمایا کہ اگر قاتل واقعی وہی شخص ہے جسپر میرا شبہ ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ انتقام لینے والے ہیں اور اگر وہ نہیں تو خواہ مخواہ میں کسی کو کیوں قتل کراؤں۔

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسنؓ نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ میری دونوں آنکھوں کے درمیان قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکھی ہوئی ہے آپنے جسوقت یہ خواب بیان کیا تو اہلبیت بہت خوش ہوئے مگر جس وقت سعید بن مسیب کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپکی زندگی کے بہت کم روز باقی رہ گئے ہیں چنانچہ ایسا ہی کہا اسکے بعد آپ بہت کم زندہ رہے۔

بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام کے والد سے روایت کی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا انہوں نے ایک سال روک لیا اس وجہ سے آپکا ہاتھ بہت تنگ ہو گیا۔ آپ نے حضرت معاویہؓ کو ہدایت رقعہ لکھنا چاہا اور دوات منگائی پھر آپ کچھ سوچکر رک گئے۔ اُسی زمانہ میں خواب میں حضرت رسالت مآب سے

ـــ تم ہو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں حسن کیا حال ہے؟ آپ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اچھا ہوں اور تنگ دستی کی شکایت کی یہ سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے دوات اس غرض سے منگائی تھی کہ ایک مخلوق کی طرف عرضداشت لکھے آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی ارادہ تھا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو (اس دعا کو ہم عربی میں نقل کرتے ہیں تاکہ ہر حاجت مند اسے پڑھکر حاجت میں فائدہ اٹھائے اور ترجمہ ترک کرتے ہیں۔ مترجم) اَللّٰھُمَّ اَقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَكَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْا اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِہٖ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

ہشام کے والد ماجد کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس دعا کو پڑھنا شروع کیا ابھی پورا ایک ہفتہ بھی نہیں گذرنے پایا تھا کہ حضرت معاویہؓ نے آپکے پاس پانچ لاکھ بھیجدئے اس پر آپنے فرمایا اس خدا کا شکر ہے جو اپنے یاد کرنیوالے کو کبھی نہیں بھولتا اور اپنے سے مانگنے والے کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔ آپنے پھر اپنے نانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنؓ کیسے ہو آپ نے عرض کیا اچھا ہوں اور معاویہ نے پانچ لاکھ بھیجدئے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا خالق سے مانگنے اور مخلوق سے التجا نہ کرنیکا یہی انجام ہوتا ہے۔

طیوریات میں سلیم بن عیسےٰ قاری کوفہ سے مروی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی وفات کے وقت گھبرانے لگے حضرت امام حسینؓ نے کہا بھائی صاحب آپ کیوں گھبراتے ہیں آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا رہے ہیں اور وہ دونوں آپکے والدین ہیں نیز اپنی والدہ خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت فاطمہؓ آپ کے ماموں حضرت قاسمؓ اور طاہرؓ اور اپنے چچا حمزہؓ اور جعفرؓ کے پاس جا رہے ہو جو آپ کے دوست ہیں آپ نے فرمایا بھائی حسینؓ میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں کبھی پہلے نہیں گیا اور ایک ایسی مخلوق دیکھ رہا ہوں جسے کبھی پہلے نہیں دیکھا۔

... کرنے والے تجھ پر سلام ہو آپ طریقوں سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسنؓ نے اپنی موت میں سے اسکو مکروہ سمجھا کہ میں لکا ... فرمایا بھائی تمہارے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہونچی۔ پھر میان سے تلواریں بہ امت اور یہ معاملہ طے نہ ہوا واللہ میں یہ پوری طرح سمجھ رہا ہوں کہ اب ہمارے خاندان میں خلافت اور نبوت جمع نہیں ہو سکتی اور یہ بھی جان رہا ہوں کہ سفہاء کوفہ تمہیں یہاں سے نکال دینگے۔ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے درخواست کی تھی کہ وہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے کے لئے جگہ دیدیں اُس وقت انہوں نے وعدہ فرمایا تھا جس وقت میرا انتقال ہو جائے تو تم انہیں وعدہ یاد دلانا مگر مجھے خیال ہو کہ جب تم دریافت کروگے تو لوگ مانع ہوں گے اگر وہ مانع ہوں تو تم اصرار نہ کرنا چنانچہ حضرت امام حسین نے آپ کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا اور آپ نے اجازت دیدی مگر مروان مانع آیا اسپر حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھیوں نے تلوار کھینچ لی مگر حضرت ابوہریرہ نے منع کر دیا اور حضرت امام حسن کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ کے پہلو میں دفن کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مترجم

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی الاموی۔ ابو عبدالرحمن یہ خود اور آپ کے والد ماجد ابوسفیان فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور جنگ حنین میں شامل ہوئے آپ اول اول مؤلفۃ القلوب میں سے تھے مگر بعد میں پکے اور سچے مسلمان ہو گئے۔ آپ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محرروں میں سے ہیں۔ ایک سو تریسٹھ احادیث آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور آپ سے بہت سے صحابہ مثلاً ابن عباس۔ ابن عمر ابن زبیر۔ ابوالدرداء جریر البجلی۔ نعمان بن بشیر وغیرہم اور تابعی مثلاً ابن المسیب۔ حمید بن عبدالرحمن وغیرہ تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کی ہے۔ آپ ہوشیاری اور علم و دانائی اور بردباری میں بہت زیادہ مشہور زمانہ تھے۔ آپ کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں مگر پایۂ اعتبار کو بہت کم احادیث پہونچتی ہیں۔ چنانچہ ترمذی نے ایک حدیث جسکو وہ حسن کہتے ہیں عبدالرحمن بن ابو عمیر صحابی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا ہے کہ الٰہی معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانیوالا کر دیجئے۔ نیز احمد نے اپنی مسند میں عرباض بن ساریہ سے

تم ہو چلی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ الٰہی امعاویہ کو حساب و کتاب سکھلائیے اور آپ اسکو عذاب سے بچائیے۔

ابن ابی شیبہ مصنف میں اور طبرانی کبیر میں عبدالملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ خود حضرت معاویہ نے کہا کہ مجھے خلافت کی اُسوقت سے اُمید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا۔

حضرت معاویہؓ لمبے قد خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھے آپ کی طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھکر فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا معاویہ کو بُرا نہ سمجھو جس وقت یہ تمہارے اندر سے اٹھ جاوینگے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر تن سے جدا کئے جاوینگے۔

مقبری کہتے ہیں کہ لوگوں پر تعجب ہو کہ وہ کسریٰ اور ہرقل کا تو ذکر کرتے ہیں مگر امیر معاویہؓ کو بھول جاتے ہیں۔

آپ کا حلم ضرب المثل تھا چنانچہ ابن ابی الدنیا اور ابو بکر بن ابی عاصم نے تو آپکے حلم پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

ابن عوف کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ معاویہؓ تم سیدھے ہو جاؤ ورنہ ہم خود تمہیں سیدھا کر دینگے آپ نے فرمایا مجھے کس چیز سے سیدھا کروگے اُس نے کہا ہمارے اینٹوں کے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اُس وقت سیدھا ہو جاؤں گا۔ قبیصہ بن جابر کہتے ہیں کہ میں آپ کی صحبت میں بہت زیادہ رہا ہوں میں نے آپ سے زیادہ کسی کو علیم اور حلیم اور عقیل نہیں دیکھا۔

جس وقت حضرت ابو بکر صدیق نے شام کی طرف لشکر روانہ فرمایا تو حضرت امیر معاویہؓ بھی اپنے بھائی یزید بن ابو سفیان کے ہمراہ شام کے ملک میں چلے گئے جب یزید بن ابو سفیان کا انتقال ہو گیا تو ان کی جگہ حضرت ابو بکر صدیق نے انکا تقرر کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ کو قائم رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یہ تمام ملک شام پر حاکم مقرر ہو گئے۔ اس حساب سے آپ بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔

کعب احبار کہتے ہیں کہ جتنا مال و متاع حضرت معاویہؓ کے پاس ہے اتنا اس امت میں کسی کے پاس نہیں ہوا مگر ذہبی فرماتے ہیں کہ کعب احبار کا انتقال حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت سے پہلے ہو چکا تھا اور اس قول کی اِس طرح تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے بیس برس تک اس طرح سے خلافت کی کہ کسی امیر یا عامل نے کسی جگہ سر نہیں اٹھایا بخلاف دیگر خلفاء کے جو آپ کے بعد ہوئے کہ انکی مخالفتیں کی گئیں اور انکے قبضہ سے اکثر ممالک جاتے رہے اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خروج کیا اور اپنا نام خلیفہ رکھا اور اسی طرح حضرت امام حسنؓ پر خروج کیا اور اسی وجہ سے حضرت امام حسنؓ نے خلع بیعت کیا تو اس اعتبار سے حضرت معاویہؓ ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور چونکہ اس سال ایک خلیفہ پر اجماع امت ہوا تو اس سال کا نام سال جماعت رکھا گیا اور اسی سال جماعت یعنی ۴۱ھ میں آپ نے مروان بن حکم کو مدینہ (طیبہ) کا حاکم مقرر کیا۔ ۴۳ھ میں رخج وغیرہ بلاد سجستان سے اور ودان برقہ سے اور کوذی بلاد سوڈان سے فتح ہوئے اور اسی سال انہوں نے اپنے بھائی زیاد بن معاویہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور یہ سب سے پہلا قضیہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں تغیر پیدا ہوا (ثعالبی وغیرہ)

۴۵ھ میں قیقان فتح ہوا اور ۵۰ھ میں قوہستان لڑائی سے فتح ہوا۔ اسی سال امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے اسکے ولیعہد ہونے پر اہل شام سے بیعت لی۔ اس اعتبار سے آپ ہی اسلام میں سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کے لئے بیعت کرائی۔ پھر آپ نے مروان کو حکم لکھا کہ اہل مدینہ سے بھی یزید کی بیعت لو چنانچہ خطبہ میں مروان نے کہا کہ مجھے خلیفہ کی طرف سے حکم ملا ہے کہ میں انکے بیٹے یزید کے لئے آپ لوگوں سے سنت ابوبکرؓ و عمرؓ پر بیعت لوں۔ عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق نے فوراً کھڑے ہو کر کہا کہ نہیں نہیں بلکہ سنت کسریٰ اور قیصر پر کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروقؓ نے کبھی اپنی اولاد یا اپنے اہل بیت کے لئے کسی سے بیعت نہیں لی۔

۵۱ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا اور اپنے بیٹے یزید کے واسطے بیعت لی۔ حضرت ابن عمرؓ کو بلا کر کہا کہ اے ابن عمرؓ تمہارا قول ہے کہ جس دن مجھ پر کوئی امیر نہیں ہوگا تو مجھے چین نہیں آئے گی۔ ایسا نہیں مجھے معاملہ خلافت میں لوگوں کے

اندر خلل ڈالنے لئے معلوم ہوتے ہو۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمد و نعت کے بعد فرمایا کہ آپ سے پہلے بھی خلفاء گذرے ہیں اور ان کے بھی پسری اولاد تھی اور اُن کے لڑکوں سے آپ کا لڑکا کسی طرح بہتر بھی نہیں ہے مگر ان خلفاء نے باوجود اسکے اپنی اولاد کو کبھی ولیعہد نہیں بنایا عامہ مسلمین کے انتخاب پر اس امر کو چھوڑ دیا اسی طرح اب بھی اگر وہ کسی پر اجتماع کر لیں گے تو میں بھی انہیں میں کا ایک فرد ہوں۔ آپ مجھے اس سے ڈراتے ہیں کہ تو مسلمانوں کے اندر خلل ڈالے گا حالانکہ میں ایسا نہیں ہوں۔ یہ کہکر آپ اٹھ کر چلے آئے پھر حضرت معاویہؓ نے ابن ابوبکرؓ کو بلا بھیجا جس وقت وہ تشریف لائے اور ان سے بھی اُنہوں نے وہی کہنا شروع کیا تو حضرت ابن ابوبکرؓ نے بات کاٹکر فرمایا کیا آپ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم نے آپ کو اس معاملہ میں اپنا وکیل بنایا ہے۔ واللہ ہم نے آپ کو اپنا وکیل نہیں بنایا۔ خدا کی قسم ہم چاہتے ہیں کہ اس معاملہ میں تمام مسلمان مجتمع ہو کر شوریٰ کریں یہ کہکر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے مگر حضرت معاویہؓ نے اول تو دعا کی۔ الٰہی جو کچھ میں چاہتا ہوں اُس میں آپ میری مدد کیجئے پھر کہا کہ تم سختی اور درشتی کو کام میں نہ لاؤ ذرا نرمی کرو۔ اہل شام تک اس بات کو نہ پہنچا دینا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ تمہارے ساتھ سبقت نہ کر بیٹھیں میں تو چاہتا ہوں کہ انہیں شام تک اس بات کی اطلاع دیدوں کہ تم نے یزید کیواسطے بیعت کر لی ہے اسکے بعد جو کچھ تم سے ہو سکے کر گذرنا۔

اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن زبیرؓ کو بلایا اور یہ کہا کہ ابن زبیرؓ تو ایک تیز لومڑی کی مثل ہے کہ ایک بھٹ سے نکلی فوراً دوسرے میں جا گھسی۔ تو نے ہی ان دونوں (ابن عمرؓ ابن ابوبکرؓ) کو کچھ ان کے کانوں میں پھونک کر بہکا رکھا ہے اور کسی دوسرے کی بیعت پر آمادہ کر رکھا ہے۔ حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ اگر آپ خلافت سے ملول اور بیزار ہو گئے ہیں تو اس تخت خلافت کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے تاکہ ہم آپ کے بیٹے ہی سے بیعت کر لیں آپ بتلائیے کہ باوجود آپ کی اور اس کی بیعت کے ہم کونسے کی نہیں اور کس کی اطاعت کیا کریں کیونکہ ایک زمانہ میں دو بادشاہوں کی بیعت کسی طرح جمع نہیں ہو سکتی۔ یہ کہکر آپ تشریف لے آئے۔

اسکے بعد حضرت امیر معاویہؓ منبر پر چڑھے اور حمد و نعت کے بعد فرمایا کہ میں نے کچھ لوگوں کی باتوں کو سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ اور ابن ابوبکرؓ اور ابن زبیرؓ کبھی بھی یزید کی

بیعت نہیں کرنے کے حالانکہ انہوں نے یزید کی بیعت اور اطاعت سب کچھ کرلی اس پر اہل شام نے کہا کہ واللہ جبتک وہ ہمارے سامنے بالمواجہ بیعت نہ کرینگے ہم کبھی نہ مانیں گے اور اگر ہمارے سامنے ایسا نہ کیا تو ہم تینوں کا سر اڑا دینگے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ سبحان اللہ قریش کی شان میں ایسی گستاخی واللہ آج کے بعد میں کبھی تمہارے منہ سے ایسی گفتگو نہ سنوں پھر آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔

اسکے بعد لوگوں میں افواہ مشہور ہوگئی کہ ابن عمرؓ اور ابن ابی بکرؓ اور ابن زبیرؓ نے یزید سے بیعت کرلی حالانکہ یہ حضرات اس سے برابر انکار فرماتے رہے۔ امیر معاویہؓ حج کے بعد شام کو واپس چلے گئے۔

ابن سکندر کہتے ہیں کہ جب یزید کی بیعت کی گئی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ شخص اگر اچھا نکلا تو ہم اس سے راضی رہیں گے ورنہ بلا پر صبر کرینگے۔

خرائطی نے ہواتف میں حمید بن وہب سے روایت کی ہے کہ ایک عورت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ فاکہ ابن مغیرہ قریشی کے نکاح میں تھی۔ فاکہ نے ایک مردانہ بیٹھک بنوا رکھی تھی جس میں مرد بلا اجازت آیا جایا کرتے تھے۔ اتفاقاً اسمیں ایک دفعہ فاکہ اور اسکی بیوی ہند بھی موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد فاکہ کہیں کسی ضرورت سے چلا گیا اور ہند اکیلی رہ گئی۔ اچانک اسمیں ایک شخص آیا اور ایک عورت کو اکیلی دیکھکر پچھلے پیر لوٹ گیا اسکے لوٹتے وقت فاکہ آگیا اور اسنے اپنی بیوی کو ٹھوکریں مار کر دریافت کیا کہ یہ تیرے پاس کون آیا تھا۔ اسنے کہا میں نے تو کسی کو دیکھا بھی نہیں۔ تمہارے کہنے سے مجھے خیال ہوا کہ کوئی آیا تھا۔ اسنے کہا کہ تو میرے گھر سے نکل جا اور اپنے والدین کے چلی جا۔ اس بات کا لوگوں میں چرچا ہوا۔ ہند کے باپ نے ایک روز اس سے کہا کہ لوگ تمہیں بہت مطعون کرتے ہیں۔ رات دن لوگوں میں یہی ذکر اذکار رہتا ہے تو مجھے سچی بات بتلا دے۔ اگر تیرا خاوند سچا ہے تو میں کسی آدمی کو اسپر معین کردوں تاکہ وہ اسے قتل کر ڈالے اور لوگ اس طعنہ زنی سے باز آئیں۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو یہ معاملہ یمن کے کسی کاہن کے روبرو پیش کریں۔ یہ سنکر ہند نے اپنی بریت کے لئے وہی قسمیں جو جاہلیت میں کھائی جاتی تھیں کھانا شروع کیں جب عتبہ کو یقین آگیا کہ یہ سچی ہے تو اسنے فاکہ کو مجبور کیا کہ چونکہ اس نے میری بیٹی پر تہمت لگائی ہے اس لئے یہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو لیکر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلے چنانچہ فاکہ بنو مخزوم کو، اور عتبہ

عبدمناف کو لیکر یمن کو چلے اور ہند کے ساتھ اُسکی کئی ایک سہیلیوں کو بھی لیا جب قافلہ یمن کے قریب پہنچا تو ہند کا چہرہ متغیر ہوگیا یہ دیکھکر اُسکے باپ عتبہ نے کہاکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تو گنہگار ہے۔ ہند نے کہاکہ اصل بات یہ ہے کہ تم مجھے ایک ایسے شخص کے پاس لے جارہے ہو کہ جسکی بات سچی بھی ہوتی ہے اور جھوٹی بھی۔ اگر اس نے بلاوجہ مجھے متہم بتلادیا تو میں تمام عرب میں منہ دکھلانے کے قابل نہ رہوں گی۔ عتبہ نے کہاکہ میں تیری بات پیش کرنے سے پہلے اس کا امتحان کرلونگا اگر وہ اس امتحان میں پورا اترآیا تو میں تیرا معاملہ پیش کرونگا ورنہ نہیں۔ چنانچہ عتبہ نے مرغیوں کی سی آواز یا سیٹی گھوڑے کے کان میں ماری جس سے گھوڑا مست ہوگیا اور عتبہ نے اُسکے ذکر میں ایک گیہوں کا دانہ داخل کرکے لہسن سے اُس کے سوراخ کو بند کردیا۔ جب کاہن کے پاس پہنچے تو عتبہ نے اس کاہن سے کہاکہ میں ایک کام کے واسطے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں نے تمہارے امتحان کے لئے کچھ فعل بھی کیا ہے اول اسے بتلادیجئے کہ وہ کیا ہے اسنے کہاکہ نرسل میں تم نے ایک گیہوں کا دانہ رکھا ہے۔ عتبہ نے کہاکہ ذرا واضح بیان کیجئے۔ اُس نے کہاکہ تم نے گھوڑے کے ذکر میں ایک گیہوں کا دانہ رکھا ہے اور اسے مہر کردی ہے۔ عتبہ نے اس کی تصدیق کی اور کہاکہ ان عورتوں کے معاملہ میں غور کیجئے۔ وہ ایک عورت کے پاس آیا اور اُسکے مونڈھے پر مار کر کہاکہ کھڑی ہوجا پھر دوسری تیسری حتیٰ کہ ہند کے پاس آیا اور اسکے مونڈھے پر مار کر کہاکہ تو پاک وصاف ہے تو نے زنا وغیرہ کچھ نہیں کیا تو ایک بادشاہ کو جنے گی جس کا نام معاویہ ہوگا۔ یہ دیکھکر اُسکے خاوند نے اُسکا ہاتھ پکڑلیا مگر ہند نے اُسکا ہاتھ جھٹک دیا اور کہاکہ دور ہو اگر میرے بطن سے کوئی واقعی بادشاہ پیدا ہونے والا ہے تو میں کوشش کرونگی کہ وہ تیرے نطفہ سے نہ ہو۔ اسکے بعد اس سے ابوسفیان۔ نے شادی کرلی اور حضرت امیر معاویہؓ پیدا ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجب ۶۰ھ میں انتقال فرمایا اور باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان مدفون ہوئے۔

کہتے ہیں کہ آپ کی عمر ستتر سال کی ہوئی اور آپ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن تھے آپ نے مرتے وقت وصیت کی کہ ان بال اور ناخنوں کو میرے منہ اور آنکھوں میں رکھدینا اور مجھے میرے اور ارحم الراحمین کے درمیان چھوڑ دینا۔

فصل

حضرت امیر معاویہ رضؓ کے کچھ مختصر حالات

ابن شیبہ نے مصنف میں سعید بن جہمان سے روایت کی ہے کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ بنو امیہ کہتے ہیں کہ خلافت ہمارے خاندان میں ہے انہوں نے کہا کہ وہ جھوٹے ہیں بلکہ وہ بادشاہ اور سخت ترین بادشاہ ہیں اور سب سے پہلا بادشاہ معاویہ ہے۔

بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ابراہیم بن سعود الارمنی کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ خلفاء کون کون ہیں آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ ہیں۔ میں نے کہا کہ معاویہؓ آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ مستحق خلافت نہیں تھا۔

سلفی نے طیوریات میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد ماجد سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی نسبت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے بہت لوگ دشمن تھے جو آپ کے اندر ہمیشہ عیب جوئی کرتے رہتے تھے۔ جب آپ کے اندر کوئی عیب نہ پایا تو ایسے شخص کے پاس آئے کہ اُسنے آپ سے محاربہ اور مقاتلہ کیا۔

ابن عساکر نے عبدالملک بن عمیر سے روایت کی ہے کہ ایک روز جاریہ بن قدامہ سعدی حضرت معاویہؓ کے پاس آیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے پوچھا تم کون ہو اُسنے کہا میں جاریہ بن قدامہ ہوں امیر معاویہ نے کہا کہ تم کیا بننا چاہتے ہو۔ تمہاری مثال شہد کی مکھی جیسی ہے جاریہ نے کہا کہ تم ایک مثال دے تو بیٹھے مگر یہ نہ سمجھے کہ اسکا ڈنک بڑا سخت ہوتا ہے اور اسکا شہد میٹھا ہوتا ہے۔ اے معاویہ تو ایک کتا ہے اور کتوں کی طرح بھونکتا ہے۔ امیہ بھی کوئی چیز ہے بلکہ اُمیہ امتہ (لونڈی باندی) کی تصغیر ہے۔

فضل بن سوید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جاریہ بن قدامہ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے آپ نے فرمایا کہ تم (حضرت علیؓ) کی طرف کوشش کرتے پھرتے ہو اور اس سے ایک ایسی آگ بھڑکاتے ہو کہ جس سے عرب کے گاؤں جل جائیں اور خون کی ندیاں بہہ جائیں۔ جاریہ نے کہا اے معاویہ! تم حضرت علی کا پیچھا چھوڑ دو۔ ہم نے جس وقت سے اُن سے محبت کی ہے کبھی ناخوش نہیں کیا اور جب سے ہم نے انھیں نصیحت اور خیر خواہی کی ہے کبھی دھوکا یا فریب نہیں کیا۔

حضرت معاویہ نے کہا جاریہ تجھ پر سخت افسوس ہے تو شاید اپنے خاندان پر بھی بھاری تھا جو تیرا نام انہوں نے جاریہ (لونڈی باندی) رکھدیا۔ جاریہ نے کہا کہ اے معاویہ تو بھی اپنے خاندان پر بھاری ہوگا کہ تیرا نام انہوں نے معاویہ (بھونکنے والا) رکھدیا۔ کہا کیا تجھے تیری ماں نے جنا ہے۔ جاریہ نے کہا کہ ایسا جنا ہے کہ تجھے وہ ہماری تلواروں کی باڑیں یاد نہیں رہیں جو ہم نے تجھے جنگ صفین میں دکھلائیں تھیں۔ معاویہ نے کہا کہ تو مجھے دھمکاتا ہے۔ جاریہ نے کہا کہ تو نے ہمیں بزور شمشیر زیر نہیں کیا تھا اور نہ ہم کو لڑائی سے فتح کیا تھا لیکن عہد میثاق کے ساتھ البتہ تجھے ملک سپرد کیا تھا۔ اگر تو وفائے عہد کرے گا تو ہم بھی تیرے ساتھ وفا کرینگے اور اگر تو بد عہدی کرے گا تو ہم بھی خلاف ورزی کرینگے۔ ہمارے ساتھ ہمارے بہت سے مددگار ہیں جنگی زرہیں نہایت مضبوط اور جنکی باتیں لوہے سے زیادہ پکی ہیں اگر تو نے ہماری طرف غداری سے ہاتھ بڑھایا تو پھر ہم بھی بغاوت کرکے تجھے مزہ چکھا دینگے۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ خدا تجھ جیسوں کو غارت ہی کردے۔

ابوالطفیل عامر بن واثلہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت معاویہ کے پاس گیا تو حضرت معاویہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم بھی قاتلان عثمانؓ میں ہو۔ میں نے کہا نہیں البتہ میں اسوقت موجود تھا مگر میں نے مدد بھی نہیں کی۔ آپنے فرمایا کہ مدد کرنیکو کس نے روکدیا تھا میں نے کہا کہ مہاجر اور انصار میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ آپنے فرمایا لوگوں پر اُن کا حق واجب تھا کہ وہ مدد کرتے۔ میں نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ کو اُن کی مدد سے کس نے روک دیا تھا حالانکہ آپکے ساتھ تو اہل شام بھی موجود تھے۔ آپنے فرمایا کہ میں نے ان کے خون کا مطالبہ کرکے، ان کی مدد کی اسپر میں ہنس پڑا اور میں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے یہ شاعر کہتا ہے (ترجمہ شعر) موت کے بعد تو مجھ سے ملا نہیں کہ میرا نوحہ کرے، اور زندگی میں میرا توشہ جو تجھ پر واجب تھا وہ بھی کبھی نہیں دیا۔

شعبی کہتے ہیں کہ اول وہ شخص آپ ہی ہیں جنہوں نے بیٹھکر خطبہ پڑھا کیونکہ آپ بہت لحیم شحیم ہو گئے تھے اور پیٹ زیادہ تھا (ابن ابی شیبہ)

زہری کہتے ہیں کہ اول آپ نے ہی عید میں خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا جاری کیا (عبدالرزاق)

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ عید میں اذان دینا بھی آپ ہی کی ایجاد ہے (ابن ابی شیبہ)

نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ اول جس شخص نے تکبیر کو کم کیا وہ حضرت معاویہؓ ہیں۔

عسکری کے اوائل میں ہے کہ اول قاصد حضرت معاویہ نے ہی رکھے اور سب سے پہلے اپنی خدمت کے لئے خوجوں کو رکھا اور آپ سے ہی سب سے اول رعایا ناراض ہوئی اور سب سے پہلے آپ ہی کو اس طریقہ پر سلام کیا گیا کہ السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الصلوۃ یرحمک اللہ دفتر میں اول آپ ہی نے مہر ایجاد کی اور اس خدمت پر عبداللہ بن اوس غسانی کو مامور کیا۔

اور اس مہر کے نگینہ پر لِکُلِّ عَمَلٍ ثَوَابٌ کندہ تھا۔ یہ طریقہ مہر کا تمام خلفاء عباسیین میں آخر وقت تک رائج رہا۔ اس مہر کے بنانے اور ایجاد کرنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ نے کسی شخص کیواسطے ایک لاکھ دینے کیلئے لکھا مگر اس شخص نے اس حکم نامہ کو راستہ میں کھولکر دو لاکھ بنالیا جب حضرت معاویہ کے سامنے حساب پیش ہوا تو انہوں نے دو لاکھ لکھنے اور دلانے سے انکار کیا اور اسی روز سے مُہر جاری کر دی۔ اول آپنے ہی مسجد میں چھوٹا سا حجرہ بنوایا اور آپ ہی نے اول غلاف کعبہ کے اُتار نیکا حکم فرمایا کیونکہ اس سے پہلے غلاف توبر تو چڑھا دیا جاتے تھے

زبیر بن بکار موقضیات میں زہری کے بھتیجے سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زہری سے دریافت کیا کہ وہ کون شخص ہے جس نے بیعت کے وقت قسم لینے کا طریقہ ایجاد کیا آپ نے فرمایا کہ وہ معاویہؓ ہیں کہ انہوں نے خلافت پر قسم لی تھی۔ جب عبدالملک بن مروان ہوئے تو انہوں نے طلاق اور عتاق (غلام کو آزاد کرنا) پر بھی قسم لینا شروع کر دیا۔

عسکری نے اوائل میں سلیمان بن عبداللہ بن معمر سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاویہؓ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی مسجد میں گئے تو وہاں ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ تشریف رکھتے تھے۔ حضرت معاویہ انکے پاس آکر بیٹھے تو حضرت ابن عباس نے اُنکی طرف سے منہ پھیر لیا۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ اس منہ پھیرنے والے اور اسکے چچا کے بیٹے سے تو میں زیادہ خلافت کا مستحق ہوں حضرت ابن عباس نے فرمایا کیوں کیا تقدم اسلام کیوجہ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے ساتھ دینے کے سبب سے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے باعث آخر کونسی وجہ ہے حضرت معاویہؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ اپنے چچا کے بیٹے کے مقتول ہونے کی وجہ سے آپ نے فرمایا اس لحاظ سے تو ابن ابی بکرؓ زیادہ مستحق ہیں حضرت معاویہ نے کہا کہ اُن کے والد تو خود اپنی موت سے مرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا تو ابن عمرؓ زیادہ مستحق ہوئے حضرت معاویہ نے کہا کہ نہیں اُن کے باپ کو ایک کافر نے شہید کیا۔ آپ نے فرمایا تو اس طریقہ سے تمہاری دلیل بالکل ہی باطل ہو گئی کہ تمہارے

حضرت معاویہ نے کہا جاہلیتوں نے چڑھائی کی اور خود مسلمانوں نے ہی شہید کیا۔

تیرا نام انہوں نے محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ایک روز مدینہ شریف میں میں حضرت معاویہؓ کے پاس خاندان پر بنی ابو قتادہ انصاری بھی تشریف لے آئے حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا کہ تیرے اپنے تمام لوگ ملنے کیلئے آئے مگر انصار میں سے کوئی شخص نہیں آیا آپ نے جواب دیا کہ ہم انصار کے پاس کوئی سواری نہیں ہے حضرت معاویہؓ نے کہا کہ تمہارے اونٹ کیا ہوئے آپ نے جواب دیا کہ بدر کی لڑائی میں تمہارے تعاقب اور تمہارے باپ کے تعاقب میں سب کٹوا دیئے پھر آپ نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد ہی تم لوگ دیکھو گے کہ غیر حقدار کو حقدار پر ترجیح دینگے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ پھر تمہیں اسے زمانہ کے متعلق کیا حکم فرمایا تھا۔ آپ نے کہا کہ صبر کے متعلق فرمایا تھا کہ تم صبر کرنا حضرت معاویہ نے کہا کہ پھر صبر کرو۔ اس گفتگو کی خبر عبدالرحمٰن بن حسان کو ہوئی تو آپ نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ اشعار) یاد رکھو معاویہ بن حرب امیر المؤمنین کا کلام ہم تک پہنچا ہم صبر کرتے ہیں۔ اور تم کو مہلت دیتے ہیں یوم قیامت اور انصاف کے دن تک کی۔

ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے جبلہ بن سحیم سے روایت کی ہے کہ جس زمانہ میں حضرت معاویہ تخت خلافت پر رونق افروز تھے میں ان کے پاس گیا آپ کی گردن میں ایک رسی تھی اور ایک چھوٹا سا بچہ اسے کھینچ رہا تھا میں نے کہا یا امیر المؤمنین یہ بچہ کیا کرتا ہے آپ نے کہا کہ مردک چپ رہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جسکے کوئی بچہ ہو تو اس بچے کی دلداری کے لئے خود بھی بچہ بنجائیے (ابن عساکر کے نزدیک یہ حدیث غریب ہے)

ابن ابی شیبہ مصنف میں شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جوان قریشی النسل حضرت معاویہ کے پاس گیا اور بہت سخت سست سنائی آپ نے فرمایا بھتیجے! ان باتوں سے باز آؤ بادشاہوں کا غصہ بچوں کا سا غصہ ہوتا ہے اور انکی پکڑ اور حملہ شیروں کا ہوتا ہے۔

شعبی کہتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک آدمی کو خراج وصول کرنے پر متعین کیا اور حساب کیوقت اسکا غبن ثابت ہوا میرے خوف کی وجہ سے وہ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھاگ گیا میں نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ اس شخص کا بھاگ جانا میری سو ادبی ہے اسپر آپ نے لکھا کہ ہم دونوں کے لئے یہ لائق نہیں ہے کہ ہم ایک ہی شخص پر سیاست کریں یا دونوں پر نرمی ہی کریں اگر ہم دونوں نرمی ہی کریں گے تو لوگ شتر بے مہار کی طرح

معصیت میں جا گھسیں گے اور اگر ہم دونوں سختی ہی سے پیش آوینگے تو لوگ ہلاکت میں گرفتار ہو جائیں گے لہٰذا اگر تم کسی سے سختی اور بدخوئی سے پیش آؤ تو مجھے چاہیے کہ میں اُس سے نرمی اور اخلاق کے ساتھ پیش آؤں۔

شعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ کو فرماتے سُنا ہے کہ جس قوم اور اُمت میں تفرقہ پڑا اس میں اہل باطل اہل حق پر غالب ہو گئے مگر اس اُمت میں ایسا نہیں ہوا۔

طیوریات میں سلیمان المخزومی سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت امیر معاویہ نے لوگوں کو اذن عام دیکر ایک مجلس منعقد کی جب تمام آدمی جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص مجھے عربی شاعر کے تین اشعار ایسے سُنائے جو ہر شعر قائم بامعنی ہو یہ سنکر تمام آدمی خاموش ہو گئے۔ اتنے میں ابو خبیب یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر تشریف لے آئے آپ نے اُنہیں دیکھکر کہا کہ یہ شخص تمام عرب میں سب سے زیادہ گویا ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کیا ہے آپ نے کہا تین اشعار ایسے ایسے سُننا چاہتا ہوں ابو خبیب حضرت عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ تین اشعار تین لاکھ کے عوض میں سُناتا ہوں کہا اچھا پڑھئے آپ نے ایک شعر پڑھا (ترجمہ اشعار) میں نے یکے بعد دیگرے لوگوں سے ملاقات کی ہے میں نے سوائے مکار اور دشمنی کرنیوالے کے کسی کو دیکھا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا سچ کہا۔ دوسرا پڑھئے۔ ابو خبیب نے دوسرا شعر پڑھا (ترجمہ شعر) میں نے تو حوادثات اور صعوبات زمانہ میں سوائے لوگوں کی دشمنی کے کچھ نہیں دیکھا۔ آپنے فرمایا سچ ہے۔ ابو خبیب نے تیسرا شعر پڑھا۔ (ترجمہ شعر) میں نے ہر چیز کی تلخی کو چکھا ہے مگر سوال کرنیکی تلخی سے زیادہ کسی چیز کی تلخی نہیں دیکھی آپنے فرمایا بالکل سچ ہے پھر آپنے تین لاکھ دینے کا حکم فرمایا۔

بخاری اور نسائی اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں مروان حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مدینہ منورہ پر حاکم تھا تو اُس نے خطبہ میں ایک روز بیان کیا کہ امیرالمومنین حضرت معاویہ کی رائے اپنے بیٹے کے خلیفہ بنانے میں بالکل صحیح ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی یہ سنت ہی اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں نہیں بلکہ یہ سنت ہرقل اور کسریٰ کی ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے واللہ نہ کسی اپنی اولاد کے لئے اور نہ کسی اہل بیت کیلئے کبھی ایسا کیا اور معاویہ محض شفقت پدری کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں مروان نے کہا کہ تو وہ شخص نہیں کہ جس کے سبب قرآن شریف میں نازل ہوا ہے کہ تم اپنے والدین کو اُف تک نہ کہو کیونکہ تم نے ہی اپنے والدین کا مقابلہ کیا تھا آپنے

فرمایا کیا تو ابن اللعین نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے باپ کو لعنت کی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جب یہ خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ مروان جھوٹا ہے یہ آیت تو فلاں شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر ضرور لعنت کی تھی اور اسوقت یہ اپنے باپ کی پیٹھ میں ہی موجود تھا۔ اِس لحاظ سے مروان بھی لعنت الٰہی میں پیدا ہوا۔

ابن شیبہ نے مصنف میں عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ انسان کے اندر بغیر تجربہ کے حلم پیدا نہیں ہوتا۔

ابن عساکر نے شعبی سے روایت کی ہو کہ عقلاء عرب چار شخص ہیں۔ معاویہ۔ عمرو بن عاص مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد حضرت معاویہ حلم اور تحمل اور عقلمندی میں۔ عمرو بن عاص مشکلات پیش آمدہ کے سلجھانے میں مغیرہ اوسان خطا نہ ہونے میں۔ زیاد ہر چھوٹی بڑی بات میں۔ یہ بھی روایت کی ہو کہ قاضی بھی چار ہیں۔ عمرؓ علیؓ۔ ابن مسعود زید بن ثابت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

قبیصہ بن جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں میں نے آپ سے زیادہ قرآن شریف اور فقہ کا عالم نہیں دیکھا اور طلحہ بن عبید اللہ کے پاس بھی رہا ہوں اُنسے بڑھکر بغیر سوال کے دینے والا کسی کو بھی نہیں دیکھا اور حضرت معاویہ کی صحبت بھی اٹھائی ہے ان سے زیادہ کسی کو حلیم اور عقیل نہیں پایا اور عمرو بن عاص کا لطف صحبت بھی اٹھایا ہے آپ سے بڑھکر کسی کو ہم جلیس اور خالص دوست نہیں پایا۔ مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ بھی رہا ہوں اُنکا تو یہ حال ہے کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازہ ہوں اور ایک دروازہ میں سے بھی کوئی شخص بغیر مکر کے نہ نکل سکتا ہو تو یہ آٹھوں دروازوں میں سے گذر سکتے ہیں۔

ابن عساکر سے حمید بن ہلال سے روایت کی ہے کہ عقیل بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ میں فقیر محتاج ہوں مجھے کچھ دیجئے آپ نے فرمایا کہ صبر کیجئے جب میں اور لوگوں کو دونگا تو تمہیں بھی دونگا حضرت عقیل نے منت ساجت کی آپ نے ایک شخص سے فرمایا کہ انکا ہاتھ پکڑکر بازار میں کھڑا کرکے ان سے کہو کہ یہ دوکانوں کے قفل توڑدیں اور جو کچھ انہیں ضرورت ہو لے لیں۔ حضرت عقیلؓ نے کہا تو کیا مجھے آپ چوری میں پکڑوانا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا تو کیا مجھے چور بنانا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا مال تجھے دیدوں اُنہوں نے کہا تو میں حضرت معاویہؓ کے پاس جاتا ہوں آپ نے فرمایا

شوق سے۔ چنانچہ حضرت عقیلؓ حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے انہوں نے اُن کو ایک لاکھ دیدیا اور یہ کہا کہ منبر پر چڑھکر جو تمہیں حضرت علیؓ نے دیا ہے اُس کا اور جو میں نے دیا ہے اُسکا دونوں کا اعلان کردو۔ حضرت عقیل منبر پر چڑھے اور حمد و نعت کے بعد فرمایا لوگو! میں تمہیں ایک بات کی خبر دیتا ہوں کہ میں نے اوّل حضرت علیؓ سے ایک ایسی چیز مانگی جو اُن کے دین کو نقصان پہنچاتی تھی انہوں نے اپنے دین کو عزیز رکھا۔ پھر میں نے معاویہؓ سے وہی چیز طلب کی اُنہوں نے اپنے دین پر مجھے مقدم سمجھا وہ چیز عطا کردی۔

ابن عساکر نے جعفر بن محمد کے والد سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت عقیلؓ امیر معاویہؓ کے پاس تشریف لے گئے حضرت معاویہ نے آپ کو دیکھکر کہا کہ یہ عقیل ہیں جنکے چچا ابولہب تھے۔ آپ نے فرمایا جی ہاں یہ معاویہ ہیں جنکی پھوپی حمالۃ الحطب تھی (یہ ابولہب کی بیوی تھی۔ مترجم)

ابن عساکر نے اوزاعی سے روایت کی ہے کہ خریم بن فاتک حضرت معاویہؓ کے پاس آئے اور چونکہ اُن کی پنڈلیاں نہایت خوبصورت تھیں اور اتفاق سے اسوقت پائنچے چڑھائے ہوئے تھے حضرت معاویہ نے اُنہیں دیکھکر فرمایا کاش یہ پنڈلیاں کسی عورت کی ہوتیں خریم نے کہا یا امیر المؤمنین آپ کی بیوی ہوتیں۔

آپ کے زمانۂ خلافت میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا۔ صفوان بن اُمیہ، حفصہ ام حبیبہ، صفیہؓ، میمونہ۔ سودہؓ۔ جویریہؓ۔ عائشہ صدیقہ۔ لبید شاعر عثمان بن طلحہ الحجی۔ عمرو بن عاص۔ عبداللہ بن سلام الحبر۔ محمد بن سلمہ۔ ابوموسیٰ اشعری۔ زید بن ثابت۔ ابوبکرہ۔ کعب بن مالک۔ مغیرہ بن شعبہ۔ جریر البجلی۔ ابوایوب الانصاری عمران بن حصین۔ سعید بن زید۔ ابوقتادہ الانصاری۔ فضالہ بن عبید۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر جبیر بن مطعم اسامہ بن زید۔ ثوبان۔ عمرو بن حزم۔ حسان بن ثابت۔ حکیم بن حزام سعد بن ابی وقاص۔ ابوالیسر۔ قثم بن العباس۔ اور اُن کے بھائی عبیداللہ۔ عقبہ بن عامر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ حضرت ابوہریرہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔ آپ دعا کیا کرتے تھے۔ الٰہی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے ۶۰ھ اور لونڈوں کی سلطنت سے محفوظ رکھئے۔ چنانچہ آپ کی دعا مقبول ہوئی۔

یزید بن معاویہ ابوخالد الاموی

یزید بن معاویہ ابوخالد الاموی۔ یہ ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ بہت موٹے تازے آدمی تھے اور ان کے بدن پر بہت زیادہ بال تھے۔ انکی ماں کا نام میسون بنت بجدل کلبیہ تھا انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی اور ان سے ان کے بیٹے خالد اور عبدالملک بن مروان نے روایت کی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان کو ان کے والد نے اپنی زندگی میں ولیعہد مقرر کیا تھا اس وجہ سے ان سے لوگ ناخوش تھے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے اندر دو شخصوں نے فساد بویا۔ اول تو عمرو بن عاص نے کہ انہوں نے جنگ صفین میں معاویہ کو اشارہ کرکے قرآن شریف اٹھوایا (ابن قرا کہتے ہیں کہ انہوں نے خوارج کو حکم بنایا جسکا وبال قیامت تک باقی رہیگا) دوسرے مغیرہ بن شعبہ نے کہ یہ حضرت معاویہ کی طرف سے عامل کوفہ تھے انکو معاویہؓ نے لکھا کہ جبوقت تم یہ خط پڑھو اپنے کو معزول سمجھو مگر مغیرہ بن شعبہ نے اس حکم کی عدولی کی اور خود حضرت معاویہ کے پاس گئے انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں ایک کام کی تیاری کر رہا تھا جسکی وجہ سے تعمیل حکم میں تاخیر ہو گئی حضرت معاویہ نے پوچھا وہ کیا کام تھا انہوں نے کہا کہ میں لوگوں سے یزید کے لئے آپ کے انتقال کے بعد کی بیعت لے رہا تھا انہوں نے کہا کہ کیا اس کام کو پورا کر دیا کہا ہاں پورا کر چکا حضرت امیر معاویہ نے یہ سنکر انہیں بحال کر دیا جب مغیرہ بن شعبہ وہاں سے لوٹے تو ان کے دوست احباب نے کہا کہ کیا گذری مغیرہ نے جواب دیا کہ میں معاویہ کو ایک ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ قیامت تک وہاں سے نہیں نکل سکتے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے باپ کی زندگی میں بیٹا ولیعہد ہونے لگا ورنہ قیامت تک مسلمانوں میں شوریٰ ہی قائم رہتا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ عمرو بن حزم نے حضرت معاویہ کو کہلا کر بھیجا کہ میں آپ کو خدا کا خوف یاد دلاتا ہوں۔ امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کس شخص کو خلیفہ بنائے جاتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ تم نے مجھے نصیحت لکھی اور اپنی رائے کا اظہار کیا اسکا میں مشکور ہوں چونکہ اسوقت لڑکے ہی لڑکے موجود رہ گئے ہیں اور ان سب لڑکوں میں میرا بیٹا خلافت کا زیادہ مستحق ہے لہذا اسی کو ولیعہد بناتا ہوں۔

عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت معاویہ نے خطبہ میں فرمایا۔ الٰہی! اگر میں یزید کو اسکی لیاقت اور فضل کی وجہ سے ولیعہد کرتا ہوں تو آپ میرے اس کام کو پورا کرا دیجئے اور میری مدد فرمایئے اور اگر میں محض شفقت پدری کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں اور وہ قابل خلافت نہیں ہے تو اُسکے تخت نشین ہونے سے پہلے اُسکی روح قبض کر لیجئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد اہل شام نے یزید سے بیعت کر لی۔ پھر یزید نے اہل مدینہ سے بیعت کیلئے کہلا کر بھیجا یہاں حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ نے انکار کر دیا اور اسی رات دونوں صاحب مکہ معظمہ تشریف لے آئے۔ حضرت ابن زبیر نے نہ یزید کی بیعت کی اور نہ اپنی بیعت کے لئے خواہشمند ہوئے۔ مگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ والے حضرت معاویہؓ کے زمانہ سے ہی بلا رہے تھے اور اُنسے بیعت کے لئے تیار تھے مگر آپ ہمیشہ انکار کرتے رہا کرتے تھے۔ مگر جب یزید نے بیعت لی تو اول آپکا اپنی موجودہ حالت پر رہنے کا ارادہ ہوا پھر آپ نے کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت ابن زبیر نے بھی آپ کو یہی خروج کی رائے دی مگر ابن عباس نے آپ کو منع کیا اور حضرت ابن عمر نے بھی خروج نہ کرنے کی ہی رائے دی اور کہا کہ خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت کے اختیار کرنے میں مختار کیا تھا مگر آپ نے آخرت کو ترجیح دی۔ آپ بھی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں اس لئے آپ بھی آخرت کو ہی اختیار کیجئے اور دنیا کی طرف رغبت نہ کیجئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو نہ سنا اور بالآخر حضرت ابن عمر نے رو کر آپ کو الوداع کہا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام حسینؓ نے ہماری ایک نہ سُنی اور خروج کر دیا حالانکہ اُن کو اپنے والد ماجد اور اپنے بھائی صاحب امام حسنؓ کے معاملہ میں کوفہ والوں کا تجربہ ہو چکا تھا۔

اسی طرح آپ کو جابر بن عبداللہ اور ابو سعید اور ابو واقد اللیثی نے سمجھایا مگر انہیں سے آپنے کسی کی نہیں سنی اور عراق تشریف لیجانیکا مصمم ارادہ کر لیا۔ آپ کے تشریف لیجانے کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ عنقریب ہی اپنے حرم محترم اور بچوں کے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح شہید کر دیئے جائیں گے۔ جب حضرت امام حسینؓ نے یہ بھی نہ سُنی تو حضرت ابن عباس روئے اور فرمایا کہ اب تو ابن زبیر کی آنکھوں میں

ٹھنڈک پڑ گئی۔ پھر عبداللہ بن زبیر کو دیکھکر فرمایا تم جو کچھ چاہتے تھے وہ ہوگیا لو یہ حسینؓ نکلے جاتے ہیں اور تمہیں اور حجاز کو چھوڑے جاتے ہیں پھر آپ نے یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) اے قنبیرہ جانور اب میدان خالی ہے جس جگہ چاہے دانہ چر اور جہاں چاہے انڈا دے اور آوازکہ آخر اہل عراق کے لکھنے کے بموجب آپ ۱۰ ذوالحجہ کو مع اہل بیت جس میں مرد اور عورتیں اور بچے شامل تھے مکہ معظمہ سے عراق کی طرف چلدئے۔ ادھر یزید نے والی عراق عبیداللہ بن زیاد کو آپ سے لڑنے کو لکھا اور اس سے چار ہزار لشکر عمرو بن ابی وقاص کی سرکردگی میں آپ کی طرف روانہ کیا اہل کوفہ اپنی عادت قدیمہ کے موافق جو انہوں نے حضرت علیؓ وغیرہ کے ساتھ کیا تھا آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلدئے جب آپ پر لشکر مخالف غالب آگیا تو آپ نے صلح اور واپسی اور یزید کے پاس چلا جانا پیش کیا مگر انہوں نے ان تینوں باتوں سے انکار کر کے آپکو شہید کر دیا اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھکر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔ خداوند تعالیٰ آپ کے قاتل اور زیاد اور یزید تینوں پر لعنت کرے۔

آپ کی شہادت یوم عاشورہ واقع کربلا میں ہوئی۔ آپ کی شہادت کا قصہ بہت طول طویل ہے کوئی قلب اسکے سننے کا متحمل نہیں ہوسکتا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپکے ساتھ آپ کے اہل بیت میں سے سولہ آدمی شہید ہوئے۔ جب آپ کی شہادت واقع ہوئی تو سات دن تک دنیا سیاہ رہی دیواروں پر دھوپ کا رنگ زعفرانی رہا اور ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے رہے اس روز سورج کو گہن لگ گیا۔ چھ مہینہ تک برابر آسمان کے کنارے سرخ رہے پھر وہ سرخی تو جاتی رہی مگر افق کی سرخی ابتک برابر موجود ہے جو اس واقعہ سے پہلے کبھی نہیں دکھلائی دی تھی۔

یہ بھی روایت ہے کہ بیت المقدس کا پتھر جو اس روز اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا۔

لشکر مخالف میں جتنا کسم (کسنبہ) تھا وہ راکھ ہوگیا انہوں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹ ذبح کیا اسکا گوشت آگ کی طرح چمک رہا تھا جس وقت اسے پکایا گیا تو وہ مثل کوئلہ کے سیاہ ہوگیا اور اسمیں درخت علقم کی سی تلخی پیدا ہوگئی۔

ایک آدمی نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کوئی کلمہ گستاخانہ کہا تو آسمان سے خداوند تعالیٰ نے اسکے اوپر ستارہ گرادیا جس سے اسکی آنکھیں جاتی رہیں۔

ثعالبی عبدالملک بن عمیر اللیثی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس قصر (قصر امارہ کوفہ) میں حضرت حسینؓ بن علیؓ کا سر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا پھر کچھ دنوں کے بعد اسی قصر میں عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار بن ابی عبید کے سامنے رکھا ہوا دیکھا پھر تھوڑے دن گذرنے کے بعد مختار بن عبید کا سر مصعب بن زبیر کے سامنے اس قصر میں رکھا ہوا دیکھا پھر کچھ دنوں بعد مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک کے سامنے رکھا ہوا پایا۔ جب میں نے یہ قصہ عبدالملک سے بیان کیا تو انہوں نے اس قصر کو منحوس سمجھکر چھوڑ دیا۔

ترمذی نے سلمی سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ام سلمہ کے پاس گئی تو آپ کو روتے ہوئے دیکھا میں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپکے صلی اللہ علیہ وسلم سر اور داڑھی خاک آلود ہو رہے ہیں میں نے عرض کیا حضور میں کیا حال دیکھ رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں شہادت حسینؓ ابھی دیکھ کر آ رہا ہوں۔

بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ آپ غبار آلود تشریف لئے جا رہے ہیں اور آپ کے دست مبارک میں ایک شیشی ہے جسمیں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے آپنے فرمایا کہ حسینؓ اور اسکے ساتھیوں کا خون ہے کہ میں آج تمام دن اسے جمع کرتا رہا ہوں ہم نے وہ دن شمار کیا تو عین شہادت کا دن وہی تھا۔

ابو نعیم نے دلائل میں ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام حسینؓ پر جنوں کو روتے اور نوحہ کرتے سنا ہے۔

ثعلب نے اپنی امالی میں بیان کیا ہے کہ جناب کلبی کہتے ہیں کہ میں ایک روز کربلا میں گیا تو میں نے عرب کے ایک معزز شخص سے کہا کہ آپ مجھے یہ بتلا دیجئے کہ کیا آپنے جنوں کو نوحہ کرتے سنا ہے انہوں نے کہا کہ تم جا ہے جس سے پوچھ لو سب کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے میں نے کہا نہیں جو آپ نے سنا ہے وہ ہمیں بھی سنا دیجئے انہوں نے کہا کہ میں نے یہ اشعار سنے ہیں (ترجمہ اشعار) انکی پیشانی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا ہے۔ ان کے رخساروں پر نہایت چمک تھی۔ انکے والدین قریش کے اعلیٰ خاندان میں تھے اور انکے دادا سب داداوں سے اچھے تھے۔

جب جناب حضرت امام حسین علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجدیا۔ یزید اول تو ان کے قتل سے بہت خوش ہوا

مگر جب مسلمان اس سے ناراض ہوئے اور لوگوں نے اسکے اس فعل کو برا سمجھا تو اسکو سخت ندامت ہوئی اور حق یہ ہے کہ مسلمان بجا ناراض ہوئے۔

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں بسند ضعیف ابو عبیدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت ہمیشہ عدل وانصاف پر قائم رہیگی حتی کہ بنی اُمیہ میں ایک شخص یزید نامی ہوگا وہ عدل میں رخنہ ڈالے گا۔

رویانی نے اپنی مسند میں ابو الدرداء سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ اوّل وہ شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنو اُمیہ میں سے ہوگا اور اُسکو یزید کے نام سے پکارا جایا کرے گا۔ نوفل بن ابو الفرات کہتے ہیں کہ میں خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک روز بیٹھا ہوا تھا کچھ یزید کا ذکر آگیا اور ایک شخص نے یزید کا امیر المؤمنین یزید بن معاویہ کہکر نام لیا عمر بن عبد العزیز نے فرمایا تو اسے امیر المؤمنین کہتا ہے یہ کہکر آپ نے حکم دیا کہ اس جرم میں اسکے بیس درے لگائے جائیں۔

سـ۶۳ـھ میں یزید کو خبر پہونچی کہ اہل مدینہ اسپر خروج کیا چاہتے ہیں اور اسکی بیعت سے انکار کرتے ہیں یہ سنکر اُسنے ایک بہت بڑا لشکر اُن کی طرف روانہ کیا اور مدینہ والوں سے اعلان جنگ کر دیا پھر مکہ معظمہ میں حضرت ابن زبیر پر لشکر کشی کا حکم دیا چنانچہ یہ لشکر یہاں پہنچا اور واقعہ حرہ طیبہ واقع ہوا اور واقعہ حرہ جانتے ہو کیا تھا اسکی کیفیت حسن اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو ہزارہا صحابہ شہید ہوئے مدینہ شریف لوٹ لیا گیا ہزار لڑکیوں کی کمبخت لشکریوں نے بکارت زائل کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائے گا خداوند تعالیٰ اُسکو ڈرائیں گے اور اُسکے اوپر اللہ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہوگی (مسلم) اہل مدینہ کے خلع بیعت کرنیکا یہ سبب ہوا کہ یزید گناہوں میں بہت زیادہ پھنس گیا تھا چنانچہ واقدی نے عبد اللہ بن حنظلۃ الغسیل سے روایت کی ہے کہ واللہ ہم نے یزید پر جب تک خروج نہیں کیا جب تک ہمیں یہ یقین نہیں ہوا کہ آسمان سے اب پتھر برس جاوینگے۔ سخت تعجب ہے کہ لوگ ماؤں اور بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کریں اور کھلم کھلا شراب پئیں اور نماز چھوڑ دیں۔

ذہبی کہتے ہیں کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ یہ معاملہ کیا اور شراب اور دیگر منکرات پہلے ہی سے کرتا تھا تو تمام آدمی اُس سے برافروختہ ہوگئے اور چاروں طرف سے اُسکے خلاف

اُٹھ کھڑے ہوئے ادہر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسکی عمر میں برکت نہیں رکھی تھی چنانچہ اُس نے اپنا لشکر مکہ والوں سے بھی جنگ کے لئے بھیجا تاکہ وہاں ابن زبیر سے مقابلہ کرے۔ راستہ میں لشکر کا سپہ سالار مرگیا تو اُسکی بجائے دوسرا سپہ سالار مقرر کیا گیا جب یہ لشکر مکہ معظمہ میں آیا تو حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کرلیا ابن زبیر نے بھی ان سے مقابلہ کیا چونکہ آپ محاصرہ میں تھے اس لئے آپ پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے جنکے شراروں سے کعبہ شریف کا پردہ اور اُسکی چھت اور اُس دُنبہ کے سینگ جو حضرت اسمٰعیل کے فدیہ کے لئے بھیجا گیا تھا اور جس کے سینگ اب تک خانہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھے سب جل گئے اور یہ واقعہ صفر ۶۴ھ میں واقع ہوا آخر نصف ربیع الاول ۶۴ھ میں ملک الموت نے اُسے آدبایا اور اس دنیا سے ہمیشہ کیواسطے رخصت کردیا۔ یہ خبر عین حالت جنگ میں مکہ معظمہ میں پہنچی اور حضرت عبداللہ ابن زبیر نے پکار کر کہا اے شام کے لوگو! تمہارا گمراہ کرنیوالا مرچکا یہ سنتے ہی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور نہایت ذلت اُٹھائی لوگوں نے اُسکا تعاقب کیا اسکے بعد ابن زبیر نے لوگوں سے بیعت لی اور خلیفہ کے نام سے موسوم ہوئے ادہر اہل شام نے معاویہ بن یزید سے بیعت لی۔ مگر معاویہ بن یزید کا زمانہ خلافت بہت ہی کم ہوا جیسا کہ ہم آگے بیان کرینگے۔

یزید کو شاعری سے بھی شوق تھا اور اسکے اکثر اشعار لوگوں کی زبانوں پر عام طریقے سے جاری تھے۔

ابن عساکر نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق کا نام تو تم نے ٹھیک رکھا عمر فاروق مثل لوہے کے سینگ کے تھے انکا نام بھی ٹھیک رکھا۔ عثمان ابن عفان ذوالنورین مظلوم شہید ہوئے اور باری تعالیٰ کی رحمت سے دوگنا حصہ پایا۔ معاویہ اور ان کا بیٹا ارض مقدس کے بادشاہ ہوئے اور پھر سفاح اور سلام اور منصور۔ جابر۔ مہدی۔ امین۔ امیر الغضب کل کے کل اولاد کعب بن لوی تمام صالح بادشاہ ہوں گے اور ان کی مثال نہ ملیگی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اسکے ابن عمر سے کئی طریق ہیں مگر کسی نے اسکو ان تک مرفوع نہیں کیا۔

واقدی نے ابوجعفر الباقر سے روایت کی ہے کہ اول شخص جس نے کعبہ شریف پر دیباج کا پردہ ڈالا وہ یزید بن معاویہ ہے۔

یزید کے زمانہ خلافت میں شہدائے کربلا کے علاوہ حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا ام المومنین ام سلمہؓ۔ خالد بن عرفطہ۔ جرہد الاسلمی۔ جابر بن عتیک۔ بریدہ

بن الحصیب مسلمہ بن مخلد۔ علقمہ بن قیس نخعی الفقیہہ مسروق۔ مسور بن مخرمہ وغیرہ اور واقعہ حرہ یعنی واقعہ مدینہ میں تین سو ساٹھ قریش و مہاجرین و انصار شہید ہوئے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔

معاویہ بن یزید

معاویہ بن یزید بن معاویہ۔ ابو عبدالرحمٰن۔ نیز ابو یزید و ابولیلیٰ۔ یہ بھی اپنے باپ کی زندگی میں ولیعہد ہو چکا تھا۔ ربیع الاول ۶۴ھ میں اپنے باپ کے بجائے تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ شخص نہایت جوان صالح تھا حالت بیماری میں تخت خلافت پر متمکن ہوا اور اسی بیماری میں انتقال کر گیا اسنے کسی کی طرف فوج کشی نہیں کی نہ امور سلطنت میں کوئی کام کیا نہ لوگوں کو نماز پڑھائی اسکی مدت خلافت کل چالیس روز ہیں اور بعض کے قول کے مطابق دو مہینے اور بقول بعض تین ماہ ہیں جسوقت اسکا انتقال ہوا اسکی عمر اکیس سال کی تھی بلکہ بعض بیس ہی سال بتلاتے ہیں۔

جب اسپر حالت نزع طاری ہوئی تو اس سے کہا گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے اُسنے کہا کہ جب میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا تو اسکی تلخی میں کیوں پھنسوں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عبداللہ بن زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی الاسدی۔ آپکی کنیت ابوبکر ابو خبیب آپ خود صحابی اور صحابی کے صاحبزادے تھے آپکے والد ماجد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور آپکی والدہ ماجدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کی دادی صفیہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی ہوتی تھیں۔

آپ مدینہ شریف میں بیس ماہ کے بعد ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ سنہ ہجرت کے پہلے ہی سال پیدا ہوئے۔ آپ ہجرت کے بعد سب سے پہلی مہاجرین کی اولاد ہیں آپ کی ولادت سے تمام مسلمانوں میں نہایت خوشی ہوئی تھی۔ کیونکہ یہودیوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے کہ انکے اولاد نہ ہو۔ جس وقت آپ پیدا ہوئے تو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور اپنے دہن مبارک میں چبا کر انکو چٹا دی اور انکی کنیت آپکے نانا ابوبکر صدیقؓ کی کنیت پر ابوبکر مقرر ہوئی۔

آپ کثیر الصوم اور بڑی طویل قرارت کی نمازیں پڑھتے تھے صلہ رحمی بہت زیادہ کرتے تھے نہایت بہادر اور دلیر تھے آپنے راتوں کو اس طرح تقسیم کیا تھا کہ ایک دن تمام رات صبح تک نمازیں پڑھتے تھے اور ایک دن تمام رات صبح تک رکوع میں رہتے تھے اور ایک رات سجدہ میں گذارتے تھے۔ آپسے تینتیس احادیث مروی ہیں آپسے آپکے بھائی عروہ اور ابن ابی ملیکہ عباس بن سہل ثابت البنانی اور عطا اور عبیدۃ السلمانی اور بہت سے اشخاص روایت کرتے ہیں۔

آپ اُن لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ معظمہ میں چلے آئے نہ خود کسی سے بیعت کی نہ اپنے لئے دوسروں سے چاہی یزید بن معاویہ ان سے سخت ناراض ہو گیا تھا جس وقت یزید کا انتقال ہو گیا تھا تو انہوں نے اپنے لئے بیعت کرائی اور اہل حجاز اور اہل یمن اور اہل عراق اور اہل خراسان نے آپسے بیعت کر لی۔ آپنے کعبہ شریف کی عمارت کی تجدید کی اور جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا اُسی طرح آپنے دو دروازے بنادئے اور اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت کے موافق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ گز زمین اور داخل کرلے کی خواہش تھی آپ نے چھ گز زمین اور داخل کر دی۔

اہل مصر اور شام نے آپ سے بیعت نہیں کی تھی مگر معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اُنہوں نے بھی آپ سے بیعت کر لی۔ پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور شام اور مصر کو دبا لیا اور ۶۵ھ یعنی اپنے مرنے کے وقت تک قابض رہا اور اپنا ولیعہد اپنے بیٹے عبدالملک کو کر گیا۔

ذہبی سچ کہتے ہیں کہ مروان کو خلیفہ شمار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اُس نے عبداللہ بن زبیر پر خروج کیا۔ بلکہ وہ اِس لحاظ سے بھی باغی ہے اور نہ اسکا اپنے بیٹے کو ولیعہد مقرر کرنا صحیح ہے البتہ اسکے بیٹے عبدالملک کی خلافت ابن زبیر کے قتل کے بعد صحیح ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر مکہ پر برابر خلیفہ رہے حتیٰ کہ عبدالملک بن مروان نے غلبہ پایا حجاج کو چالیس ہزار فوج دیکر حضرت ابن زبیرؓ کے قتل کے لئے روانہ کیا اسنے آکر مکہ معظمہ کا ایک مہینہ تک محاصرہ رکھا اور منجنیق لگادی اور حضرت ابن زبیر کو بہت تنگ کیا آپ کے ساتھی آپ کا ساتھ چھوڑ کر خفیہ مخالف لشکر میں جا ملے اس وجہ سے آپ کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور حجاج کو فتح ہو گئی۔ سترہ جمادی الاول ۷۳ھ میں آپ کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔

محمد بن یزید بن عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جب حجاج نے منجنیق لگائی تو میں ابو قبیس پہاڑ پر چڑھا میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا شعلہ منجنیق سے اٹھا اور وہ ایک سُرخ گدھے کی طرح چکر لگاتا رہا

آخر اُسنے پچاس آدمیوں کے قریب منجنیق والوں کو جلا کر خاکستر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر خاندان قریش میں ایک اعلیٰ درجہ کے شہسوار مشہور تھے آپ کے بہت سے واقعات زبان زد عوام ہیں۔

ابو یعلیٰ اپنی مسند میں ابن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوا کر خون نکلوایا اور مجھے دیکر فرمایا کہ تم اسے ایسی جگہ پھینک آؤ کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔ میں نے اُسے علیحدہ لیجا کر پی لیا جب میں لوٹ کر آیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اُس خون کو کیا کیا میں نے عرض کیا کہ میں نے اُسے نزدیک ایسا چھپایا ہے کہ اسکو وہاں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شائد تو نے اُسے پی لیا میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ کہتے ہیں کہ یہ قوت و بازو اسی خون کیوجہ سے تھے۔

عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے آپکی برابر کسی شخص کو ایسا نمازی نہیں دیکھا آپ ارکان نہایت خوبی سے ادا کرتے تھے آپ پر منجنیق لگی ہوئی تھی اور حرم شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے آپکے کپڑوں پر پتھر آآ کر لگتے تھے مگر آپ بالکل پروا نہیں کرتے

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ آپ عبادت میں ایسے تھے کہ اگر آپ کے بجائے کوئی اور ہوتا تو عاجز ہو کر رہ جاتا۔ ایک مرتبہ کعبہ شریف میں بے انتہا پانی بھر آیا مگر آپنے تیر تیر کر طواف فرمایا۔

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ تین باتوں میں کوئی نہیں کر سکتا اول شجاعت اور دلیری۔ دوسرے عبادت اور تیسرے بلاغت و فصاحت۔ آپ ایسے بلند آواز شخص تھے کہ جب آپ خطبہ فرماتے تو آپ کی آواز پہاڑوں سے ٹکراتی تھی۔

ہشام بن عروہ اور خبیب کہتے ہیں کہ اوّل خانہ کعبہ پر دیباج کا پردہ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے ڈالا آپ سے پہلے پلاس اور چمڑے کے پردے چڑھائے جایا کرتے تھے۔

عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس سو غلام تھے اور ہر ایک کی زبان جدا جدا تھی آپ ہر غلام سے اُسکی زبان میں باتیں کیا کرتے تھے میں جب آپکو کسی دنیادی کام میں مشغول دیکھتا تھا تو سمجھتا تھا کہ یہ شخص طرفۃ العین کیلئے بھی دنیا سے علیحدہ نہ ہوتا ہوگا اور جب میں آپ کو امر آخرت میں منہمک پاتا تو خیال کرتا تھا کہ یہ کبھی بھی دنیا کی طرف مشغول نہ ہوتا ہوگا۔

ابو عبیدہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز عبداللہ بن زبیر الاسدی آپکے پاس آئے اور کہا یا امیر المومنین میرے اور آپکے فلاں تعلق سے رشتہ داری ہے آپنے فرمایا کہ ہاں یہ صحیح ہے لیکن اگر تم سوچو اور غور کرو گے تو تمام آدمیوں کو ایک ماں باپ سے پاؤ گے۔ عبداللہ بن زبیر الاسدی نے کہا

کہ میرا نفقہ پورا ہوگیا ہے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے نفقہ کا ضامن نہیں ہوا تھا بس بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ اُسنے کہا یا امیر المومنین میرے اونٹ بسبب سردی اور بھوک کے مرے جاتے ہیں آپنے فرمایا کہ انہیں کسی مرغزار اور کشادہ جنگل میں چرنے کیلئے بھیجدو اور اُنپر شدہ کس دو۔ عبداللہ بن زبیر اسدی نے کہا کہ میں تو آپ سے کچھ لینے کی غرض سے آیا تھا نہ کہ علاج اور رائے پوچھنے کیلئے۔ لعنت ہو اس اونٹنی پر جس نے مجھے آپ تک پہنچایا۔ آپنے فرمایا کہ اسکے سوار پر بھی۔

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں زہری سے روایت کی ہے کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے سامنے کسی دشمن کا سر پیش نہیں ہوا البتہ حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے ایک شخص کا سر پیش ہوا مگر آپنے اسکو سخت مکروہ سمجھا عبداللہ بن زبیر کے دربار میں سر کاٹ کر پیش کئے گئے۔

آپکے زمانہ میں مختار کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور خود عبداللہ بن زبیر پر خروج کر دیا آپنے مقابلہ کیلئے ۶۷ھ میں لشکر تیار کر کے اُسکو شکست دیدی اور ملعون کو قتل کر دیا۔

آپکے زمانہ خلافت میں ان علماء نے وفات پائی۔ اُسید بن ظہیر۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص۔ نعمان بن بشیر۔ سلیمان بن صرد۔ جابر بن سمرہ۔ زید بن ارقم۔ عدی بن حاتم۔ ابن عباس۔ ابو واقد اللیثی زید بن خالد الجہنی۔ ابوالاسود دؤلی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی بن کلاب ابوالولید ۲۶ھ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کی حیات میں عبداللہ بن زبیر کے زمانہ خلافت میں ولیعہد مقرر ہوا اس وجہ سے اسکی خلافت صحیح نہیں ہوتی۔ یہ مصر اور شام پر ظلم سے اوّل قابض رہا پھر عراق بھی اسکے قبضہ میں آگیا مگر شہادت ابن زبیر یعنی ۷۳ھ تک اُسپر صرف نہیں آ حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت یعنی ۷۳ھ سے اسکی خلافت صحیح ہوتی ہے اور اسی سال حجاج نے کعبہ کو منہدم کرا کر از سر نو اس صورت میں بنایا جس صورت میں کہ اب موجود ہے حجاج کے اشارے سے ایک شخص نے حضرت ابن عمر کو ایک زہر میں بجھے ہوئے حربہ سے زخم پہنچایا جس سے آپ مریض ہو کر جان بحق تسلیم ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ مترجم

۷۴ھ میں حجاج مدینہ شریف پہنچا اور وہاں اہل مدینہ کو تنگ کرنا شروع کیا صحابہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ باقی رہ گئے تھے ان پر نہایت سختیاں کیں اور بہت اہانت کرائی چنانچہ حضرت انسؓ اور جابرؓ بن عبداللہ اور سہلؓ بن ساعدی وغیرہ کی شکلیں کسوادیں اور ان کو نہایت ذلیل کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۷۵ھ میں لوگوں کے ساتھ عبدالملک نے حج کیا اور حجاج عراق کا حاکم مقرر ہوا۔

۷۷ھ میں ہرقلہ فتح ہوا اور جامع مسجد مصر کو عبدالعزیز بن مروان نے منہدم کرا کر چاروں طرف سے اُسے وسیع کرایا۔

۸۲ھ میں قلعہ سنان فتح ہوا اور ارمینیہ اور صنہاجہ کی جنگ ہوئی۔

۸۳ھ میں حجاج نے شہر واسط کی بنا ڈالی۔

۸۴ھ میں مصیصہ اور اودیہ مغرب کی طرف سے ہاتھ آئے۔

۸۵ھ میں عبدالعزیز بن ابی حاتم بن النعمان الباہلی نے شہر اردبیل اور بردعہ کو بسانا شروع کیا

۸۶ھ میں قلعہ تولق اور اخرم فتح ہوئے اور اخرم میں ان دنوں طاعون پھیلا ہوا تھا جس میں اکثر عورتیں مرتی تھیں اسی وجہ سے اسکا نام طاعون الفتیات رکھا گیا۔

اسی سال شوال میں عبدالملک بن مروان نے انتقال کیا اور سترہ لڑکے چھوڑے۔

احمد بن عبدالعجلی کہتے ہیں کہ عبدالملک کو گندہ دہنی کا مرض تھا اور وہ اپنی رحم مادر میں کل چھ مہینے رہا تھا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان خلافت سے پہلے نہایت عابد و زاہد تھا۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان حضرت ام دردؓ ارصحابیہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن ام درداء نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین میں نے سُنا ہے کہ تم اب عبادت گذار ہونے کے بعد شراب پینے لگے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں میں شراب پینے کے ساتھ خونخوار بھی ہو گیا ہوں۔

حضرت نافع کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں عبدالملک بن مروان جیسا چست و چالاک اور فقیہ اور عالم اور قرآن واحادیث کا جاننے والا نہیں دیکھا۔

ابوالزناد کہتے ہیں کہ مدینہ کے فقہاء یہ حضرات ہیں۔ سعید بن مسیب۔ عبدالملک بن مروان عروہ بن زبیر۔ قبیصہ بن وذیب۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کے تو بیٹے پیدا ہوا کرتے ہیں مگر مروان کے باپ پیدا ہوا۔ عبادہ بن لبنی کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپ حضرات قریش تو بوڑھے ہو گئے ہیں ہم آپ کے بعد کن سے مسائل دریافت کریں۔

آپ نے فرمایا کہ مروان کا بیٹا فقیہہ ہے اس سے دریافت کیا کرنا۔
سیحیم حضرت ابوہریرہ کے غلام کہتے ہیں کہ جب عبدالملک جوان تھا تو ایک روز یہ حضرت ابوہریرہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ یہ ایک دن عرب کا بادشاہ ہو جائیگا۔
عبیدہ بن رباح الغسانی کہتے ہیں کہ جب عبدالملک خلیفہ ہو گئے تو ام الدرداء نے ان سے کہا کہ میں نے جب سے تجھے دیکھا تھا میں جب ہی سے سمجھتی تھی کہ تو بادشاہ ہو جائیگا۔ انہوں نے پوچھا یہ کس طرح انہوں نے فرمایا کہ تجھ سے بہتر نہ میں نے کوئی بات کرنیوالا دیکھا نہ بات سننے والا۔
شعبی کہتے ہیں کہ میں جس شخص کے ہم صحبت رہا وہی میرے علم وفضل کا قائل ہو گیا مگر عبدالملک بن مروان کے علم وفضل کا میں خود قائل ہو گیا کیونکہ میں نے جب اسکے سامنے کوئی حدیث بیان کی تو اسمیں انہوں نے ضرور کچھ ایزاد بتلایا اور جب کبھی میں نے انکے سامنے کسی مضمون کا شعر پڑھا تو انہوں نے اس مضمون کے میرے سامنے کئی کئی اشعار پڑھ دئے۔
ذہبی کہتے ہیں عبدالملک بن مروان نے ان حضرات سے حدیث کی سماعت کی عثمان۔ ابوہریرہ ابوسعید۔ ام سلمہ۔ بریرہ۔ ابن عمر اور معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور ان سے ان ان حضرات نے روایت کی عروہ۔ خالد بن معدان۔ رجاء بن حیوۃ۔ زہری۔ یونس بن میسرہ۔ ربیعہ بن یزید۔ اسماعیل بن عبیداللہ لجریر بن عثمان و دیگر حضرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
بکر بن عبداللہ مزنی کہتے ہیں کہ یوسف نامی ایک یہودی مسلمان ہو گیا اور تلاوت قرآن شریف کا بجد شائق ہوا ایک روز مروان کے مکان کے قریب سے گزرا اور بآواز بلند یہ کہا کہ اس مکان کے مالک امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت سخت تکلیف اٹھاویگی یہ سنکر میں نے اس سے دریافت کیا کہ آخر کب تک اُسنے کہا کہ جبتک خراسان سے سیاہ جھنڈے والے نہ آویں یہ شخص عبدالملک کا دوست تھا ایک روز عبدالملک کے مونڈھے پر ہاتھ مار کر کہا کہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو خدا سے ڈر کر کام کیا کرنا عبدالملک نے کہا کہ میں ایسے کام ہرگز نہیں کر سکتا جو خلاف شرع ہوں کہتے ہیں کہ جب یزید بن معاویہ نے مکہ معظمہ پر لشکر کشی کی تو عبدالملک بن مروان نے کہا کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں یہ شخص حرم محترم کی طرف لشکر بھیج رہا ہے۔ یوسف نے کہا۔ جلدی مت کرو تمہارا لشکر اس سے بھی تیز ہوگا۔
یحیٰی غسانی کہتے ہیں کہ جب مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا تو میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گیا اور عبدالملک بن مروان کے برابر جا بیٹھا عبدالملک نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم بھی اس لشکر میں شریک ہو میں نے کہا ہاں۔ عبدالملک نے کہا کہ بدبخت تو اتنا نہیں جانتا کہ تو ایسے کے مقابلہ کے لئے

آیا ہے جو اسلام میں سب سے پہلا پیدا ہونیوالا فرزند ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور ذات النطاقین کی اولاد سے ہیں یہ وہ شخص ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹی دی۔ واللہ جب کبھی میں دن میں انکے پاس گیا تو ہمیشہ انہیں روزہ دار پایا اور جب کبھی رات کو انکے پاس جانیکا اتفاق ہوا تو تہجد پڑھتے دیکھا۔ یاد رکھو جو شخص انکے قتل کی کوشش کرے گا تو خداوند تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالیں گے۔ جب خود عبدالملک کی خلافت ہوئی تو اس نے حجاج کو انہیں پر لشکر دیکر روانہ کر دیا اور انکو قتل کر ڈالا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے فرمایا کہ خلافت عبدالملک کو پہنچ گئی۔ پھر قرآن شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ تیرا آخری زمانہ ہے۔ تیرا عہد ختم ہو چکا۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان عبدالملک بن مروان اور دعا اور نوجوان مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اور عصر تک برابر پڑھتے رہتے تھے۔ سعید بن مسیب سے کسی نے دریافت کیا کہ جیسے یہ تینوں نماز پڑھتے ہیں اگر ہم بھی نماز پڑھا کریں تو کچھ حرج تو نہیں انہوں نے فرمایا کہ عبادت زیادہ نماز پڑھنے اور اکثر روزہ رکھنے کا نام نہیں بلکہ عبادت ذات الٰہی کے متعلق غور کرنے اور گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔

مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اول جس شخص کا نام اسلام میں عبدالملک رکھا گیا وہ عبدالملک بن مروان ہی ہے۔ یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ سب سے پہلے عبدالملک نے ہی دینار پر سکہ لگایا اور ان پر آیات کلام اللہ نقش کرائیں۔

مصعب کہتے ہیں کہ عبدالملک نے دیناروں پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکھوائی اور دوسری طرف اسپر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کندہ کرایا اس کے گرداگرد سونے کا حلقہ ہوتا تھا اور اس حلقہ پر ضرب فلاں اور حلقہ سے خارج محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلہ بالہدیٰ ودین الحق لکھا ہوتا تھا۔

اوائل عسکری میں ہے کہ عبدالملک بن مروان اپنے خطوں کی پیشانی پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تاریخ لکھوایا کرتا تھا اور دینار اپنے خود کے رائج نہ تھے بلکہ عیسائیوں کے دینار ہی اس سلطنت میں رائج تھے ایک مرتبہ بادشاہ روم نے آپ کو لکھا کہ آپ نے جو خطوں کی پیشانی پر اپنے نبی کا ذکر وغیرہ لکھنا جاری کیا ہے اسے چھوڑ دیجئے ورنہ ہم دیناروں پر ایسی چیز لکھنا شروع کر دینگے کہ جس سے آپکی دل آزاری ہوگی کیونکہ آپکے اس فعل سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے آپ نے خالد بن یزید بن معاویہ کو مشورہ کیلئے بلایا۔ خالد بن یزید بن معاویہ نے کہا کہ آپ انکے دینار اپنی سلطنت میں آنے بند کر دیجئے اور خود اپنے دینار جنکو

ذکر اللہ اور ذکر رسول ہو مسکوک کرالیجئے اور آپ اپنے خطوں پر ان کے مکروہ سمجھنے سے کوئی اثر نہ آنے دیجئے بلکہ انکی پیشانی بدستور رہنے دیجئے آپ نے اسی پر عمل کیا اور ۷۶ھ میں اپنے دینار مسکوک کرائے۔

عسکری کہتے ہیں کہ اول جس خلیفہ نے بخل کیا عبدالملک بن مروان ہے اسی وجہ سے اسکا نام رشح الحجارہ اور کنیت ابوالذبان مشہور ہوگئی جس خلیفہ کے عہد میں غدر ہوا جس خلیفہ کے سامنے کلام کرنا منع ہوا جسکے زمانہ میں امر بالمعروف سے روکا گیا وہ عبدالملک بن مروان ہی ہے چنانچہ عسکری کلبی سے روایت کرتے ہیں کہ مروان بن حکم نے اپنے بیٹے کے بعد عمرو بن سعید بن عاص کو ولیعہد بنایا تھا مگر ان کو عبدالملک نے قتل کر ڈالا اور یہ قتل اسلام میں سب سے پہلا غدر ہے۔ اسی کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے (ترجمہ اشعار اے قوم کے افراد وا اپنی راؤں پر ست چلو کیونکہ تم نے مروان کے بیٹوں کے غدر کا تجربہ کرلیا عمرو کی طرف چلے اور اسے قتل کردیا اور اسطرح اللہ کے عہد میں غدر کردیا جوانان صاحب تجربہ کو قتل کر ڈالا تاکہ ان کی اولاد لوگوں پر حکومت نہ کرسکے وہ قرآن شریف سے کھیل کرتے ہیں اور ایسی چیز اختیار کی کہ وہ گناہوں میں سب سے بدتر ہے۔

ابن جریج اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر کے قتل کے بعد ۷۵ھ میں عبدالملک نے مدینہ طیبہ میں ایک تقریر کی حمد و صلوٰۃ کے بعد بیان کیا کہ میں خلیفہ ضعیف یعنی عثمان نہیں ہوں اور نہ میں خلیفہ سست یعنی معاویہ ہوں اور نہ میں خلیفہ ضعیف الرائے یعنی یزید ہوں یاد رکھو جو مجھ سے پہلے خلفاء تھے وہ اسی مال سے کھاتے پیتے رہے خبردار ہیں اسکی دوا سوائے تلوار کے کچھ نہیں جانتا تمہیں چاہئے کہ تم اپنے نیزے میری مدد کیلئے کھڑے کرو تمہیں مہاجرین کے اعمال پر تکلف مجبور کرتے ہیں اور خود وہ اعمال نہیں کرتے جان لو کہ میں تمہیں نہایت عذاب سے ہلاک کردونگا حتیٰ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے۔ اے عمرو بن سعید یاد رکھ۔ قرابت اور رشتہ داری اور چیز ہے اور حکومت اور عہدیداری دوسری چیز ہے۔ تم ذرا سر اٹھا میری تلوار دیکھو کہ کیا حال کرتی ہے۔ یاد رکھو میں تمہاری تمام باتیں برداشت کرونگا مگر کسی امیر پر خروج کرنا یا اس سے لڑنا کبھی نہیں دیکھ سکتا۔ تمہارے افعال مجھے معلوم ہیں واللہ میں ان تمام افعال کو تمہاری گردن میں ڈال دونگا۔ اور اگر کوئی اسوقت بھی مجھے خوف خدا بھی یاد دلائیگا تو اسکی گردن میں اڑا دونگا۔ یہ کہکر منبر سے اتر آیا (اسکا راوی اول یعنی کریمی متہم بکذب ہے)

عسکری کہتے ہیں کہ عبدالملک نے ہی سب سے پہلے دفتر کو زبان فارسی سے عربی میں منتقل کیا اور منبر پر سب سے پہلے ہاتھ بلند کئے۔

میں کہتا ہوں کہ عبدالملک کے دس اوائل ہوئے جن میں پانچ مذموم اور پانچ احسن ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے عید الفطر اور عید الضحیٰ میں اذان دلوائی وہ اولاد مروان ہی خواہ عبد الملک ہو یا کوئی دوسرا لڑکا۔

عبد الرزاق نے ابن جریج سے روایت کی ہو کہ مجھے کئی آدمیوں سے یہ خبر پہنچی ہے کہ اول جس شخص نے کعبہ شریف پر دیباج کا کپڑا چڑھایا وہ عبد الملک بن مروان ہی اور فقہاء میں سے جسکو اس بات کی خبر ہوتی گئی وہ کہتا رہا کہ فی الواقع کعبہ شریف کیلئے یہی کپڑا زیادہ موزوں اور مناسب تھا۔

یوسف بن ماجشون کہتے ہیں کہ عبد الملک جب انصاف کیلئے بیٹھتا تو اُسکے سر پر تلوار دکھایا کیا جاتا تھا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ عبد الملک سے کسی نے دریافت کیا کہ یا امیر المومنین آپ پر بوڑھاپا بہت جلد آگیا عبد الملک نے جواب دیا کہ کس طرح نہ آتا میں ہر جمعہ میں اپنی تمام عقل لوگوں پر خرچ کرتا ہوں۔

محمد بن حرب الزیادی کہتے ہیں کہ عبد الملک سے کسی نے دریافت کیا کہ آدمیوں میں سب سے بہتر کون آدمی ہے جواب دیا کہ جو بلند مرتبہ ہو کر تواضع اور انکساری کرے اور بحالت قدرت زہد اختیار کرے اور بحالت قوت عدل کرے۔

ابن عائشہ کہتے ہیں کہ عبد الملک کے پاس جب کوئی شخص کسی شہر یا گاؤں سے آتا تو عبد الملک اُس سے کہتا دیکھو مجھے چار باتوں سے معاف رکھنا اور ان چار کے بعد جو کچھ کہنا ہو کہنا ایک تو میرے سامنے جھوٹ نہ بولنا کیونکہ میرے یہاں جھوٹے کی کوئی قدر نہیں دوسرے جو کچھ میں پوچھوں محض اُسی کا جواب دینا کیونکہ میری توجہ اُسی میں لگی ہوئی ہوگی۔ تیسرے میری تعریف میں مبالغہ ذکر نا کیونکہ اپنا حال میں خود ہی جانتا ہوں چوتھے مجھے میری رعیت پر برانگیختہ نہ کرنا کیونکہ اُنہیں میری عنایات کی زیادہ ضرورت ہے۔

مدائنی کہتے ہیں کہ جب عبد الملک کو اپنے مرنیکا کامل یقین ہوگیا تو اُسنے کہا واللہ جس وقت سے مجھے میری ماں نے جنا ہی اُسی وقت سے میری خواہش تھی کہ یہیں حال ہوتا اسکے بعد اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ ہمیشہ خدا سے ڈرنا اور اختلاف اور افتراق سے کوسوں دور بھاگنا اور بنی ام بربرہ بنجانا اور لڑائی میں نہایت سرگرمی دکھلانا اور احرار بنجانا اور امر بالمعروف میں ضرب المثل بنجانا کیونکہ لڑائی وقت سے پہلے موت کو نہیں بلاتی اور امر بالمعروف کا اجر اور ذکر باقی رہتا ہے۔ تلخی میں میٹھے ہو جاؤ اور سختی میں نرم بنجاؤ اور جیسا کہ ابن عبد الاعلیٰ الشیبانی کہتا ہے ایسے ہو جاؤ (ترجمہ اشعار ابن عبد الاعلیٰ) بہت سے تیر جب اکٹھے کر لئے جاویں تو پھر ان کو کوئی سخت گرفت کرنیوالا بھی نہیں توڑ سکتا اور ایک تیر کو ہر ایک کو

توڑ سکتا ہے اور اے ولید خلافت کے معاملات میں خدا سے ڈر کر کام کرنا اور حجاج کا زیادہ خیال رکھنا اور اسکی ہمیشہ تعظیم کرنا کیونکہ اُسنے تجھے خلافت تک پہنچایا ہے۔ اے ولید وہ تیرا بازو اور تیری تلوار ہے اسکے متعلق کسی کی شکایت نہ سُننا۔ دیکھ تجھے اسکی زیادہ ضرورت ہے اور اسے تیری پرواہ بہت کم ہے جب میں انتقال کر جاؤں تو لوگوں سے اپنی بیعت لینا اگر کوئی انکار کرے تو اُسکی گردن مار دینا۔ اسکے علاوہ اور بہت وصیتیں کیں۔
جب عبدالملک پر نزع کا وقت ہوا تو ولید رو کر یہ شعر پڑھنے لگا (ترجمہ شعر) بہت سے عیادت کرنیوالے آتے ہیں مگر مرنیوالیکو لوٹا کر نہیں لاتے تاکہ اس سے معلوم ہو کہ مرتے وقت کچھ کیا گذری۔
عبدالملک نے کہا کہ لڑکیوں کیطرح رونے سے کیا فائدہ جب میرا انتقال ہو جائے تو اپنے پیروں کے بل کھڑا ہو جا اور جراءت کو کام میں لا اور شیر جیسا لباس پہن اور اپنی تلوار کندھے پر رکھ جو شخص سرکشی اُسکا سر کاٹ لے اور جو چپ ہو اُسے چھوڑ دے وہ اپنی بیماری سے آپ مر جائے گا۔
میں کہتا ہوں کہ عبدالملک اور حجاج دونوں مساوی ہیں کیونکہ حجاج کو مسلمانوں اور صحابہ پر اسنے حاکم مقرر کیا تھا اور اس کمبخت نے انکے قتل اور ضرب لئے دشنام دہی اور حبس میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور اکابر صحابہ اور تابعین کو لاتعداد میں شہید کرادیا اور حضرت انسؓ وغیرہ صحابہ کی مشکیں بندھوا دیں اور انہیں بہت ذلیل کیا۔ یقیناً باریتعالی اسے عذاب سے معاف نہ فرمائینگے۔
عبدالملک کو بھی شاعری کا شوق تھا اسکے چند اشعار یہ ہیں (ترجمہ اشعار) قسم ہے مجھے اپنی عمر کی کہ میں دنیا میں بہت جیا اور میری تمام عمر کارزار میں گذری۔ پس جو چیز مجھے خوش معلوم ہوئی وہ زمانہ سابق میں مثل لمحہ کے گذری۔ افسوس فروتنی نہ کی میں نے ایک گھڑی اور ملک بازی نہ کرتا بیں لذات میں۔ اور کاش تاز[illegible]ویوں کے ساتھ زندگی بسر نہ کرتا اور اے کاش اپنی زندگی کو عیش وعشرت میں نہ کھوتا۔
ابن عساکر کی تاریخ میں ابراہیم بن عدی سے مروی ہے کہ میں نے عبدالملک بن مروان کو دیکھا کہ اُسے ایک رات میں چار مشکلیں پیش آئیں مگر اُسکے چہرہ پر ذرا شکن نہیں پڑی۔ عبیداللہ بن زیاد کا قتل حبیش بن دلجہ کا حجاز میں قتل اور بادشاہ روم سے کشیدگی اور دمشق کیطرف عمرو بن سعید کا خروج۔
اصمعی کہتے ہیں کہ چار آدمیوں نے نیک کاموں اور بیہودہ باتوں میں کبھی خطا نہیں کی۔ شعبی۔ عبدالملک بن مروان۔ حجاج بن یوسف۔ ابن القریہ۔
طیوریات سلفی میں ہے کہ عبدالملک بن مروان ایک روز باہر نکلا تو ایک عورت کھڑی ہوئی ملی اسنے کہا کہ امیرالمومنین! انہوں نے جواب دیا کیا ہے اسنے کہا کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور اُسنے

چھ سو دینار چھوڑے اُسکی میراث میں سے مجھے ایک دینار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا حق اتنا ہی ہے۔ یہ مسئلہ عبدالملک کی سمجھ میں نہ آیا تو اُسنے شعبی کو بلا کر دریافت کیا اُنہوں نے کہا کہ ٹھیک ہی متوفی نے دو بیٹیاں چھوڑیں دو تہائی یعنی چار سو تو اُن کے ہوئے اور ماں کو چھٹا یعنی سو دینار پہنچے اور بیوی کو آٹھواں یعنی پچھتر دینار اور بارہ بھائی اُنکو چوبیس دینار پہنچے اِس حساب سے اسکے حصہ میں ایک ہی آیا۔

ابن ابی شیبہ مصنف میں خالد بن محمد قرشی سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان کا قول ہے کہ جو شخص لذت اور خواہش نفس کیلئے باندی خریدے بربری خریدے اور اگر اولاد کیواسطے چاہے تو فارسی اور اگر خدمت کے لئے چاہے تو رومی خریدے۔

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ جس وقت عبدالملک کے سامنے اخطل شاعر نے یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) ایک عداوت کا آفتاب ہے حتیٰ کہ اس سے فائدہ اُٹھایا گیا اور جب اسے قدرت حاصل ہو گئی تو لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم بنگیا۔ یہ سنکر عبدالملک نے اپنے غلام سے کہا کہ اسکا ہاتھ پکڑ کر لیجا اور جتنا اس سے چل سکے اتنا مال اسے دیدے۔ پھر کہا کہ ہر قوم میں شاعر ہوتا ہے اور بنی اُمیہ کا شاعر اخطل ہے

اصمعی کہتے ہیں کہ ایک روز اخطل عبدالملک کے پاس آیا عبدالملک نے اس سے کہا کہ کچھ شراب کا کچھ وصف بیان کر۔ اخطل نے کہا کہ اسکی ابتدا میں لذت ہوتی ہے اور انتہا میں درد اور درمیانی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جسکو میں بیان نہیں کر سکتا عبدالملک نے کہا آخر کچھ تو کہو اس نے کہا امیرالمؤمنین اسوقت آپ کا تمام ملک میرے جوتے کے تلے سے بھی ذلیل ہوتا ہے پھر اُسنے یہ دو شعر پڑھے (ترجمہ اشعار) جس وقت مجھے میرے ہمنشیں نے جام پر جام دیا پھر تین جام ایسے دئے کہ ان کی آواز مثل کبوتر کی آواز کے تھی۔ بس تفاخر و مباہات سے میں آپے سے باہر ہو گیا اور اس طرح کپڑے سمیٹنے لگا گویا میں امیرالمؤمنین کا بھی امیر ہوں۔

ثعالبی کہتے ہیں کہ عبدالملک کہا کرتا تھا کہ میں رمضان میں پیدا ہوا اور رمضان ہی میں ماں کا دودھ چھوڑا اور رمضان میں قرآن مجید ختم کیا اور رمضان میں ہی بالغ ہوا رمضان میں ولیعہد بنا رمضان میں ہی خلیفہ بنا۔ اب مجھے خوف ہے کہ میں رمضان ہی مرونگا جب رمضان ختم ہو گیا تو عبدالملک مطمئن ہو گیا مگر شوال میں مر گیا۔

ان اصحاب کی فہرست جو عبدالملک کے زمانہ میں انتقال کر گئے۔ ابن عمر۔ اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ۔ ابو سعید بن معلی۔ ابو سعید خدری۔ رافع بن خدیج۔ سلمہ بن اکوع عرباض بن ساریہ

جابر بن عبداللہ۔ عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب۔ سائب بن یزید۔ اسلم مولی عمر۔ ابوادریس الخولانی۔ شریح قاضی۔ ابان بن عثمان بن عفان۔ اخشی شاعر۔ ایوب بن قریہ جو فصاحت میں ضرب المثل تھے۔ خالد بن یزید بن معاویہ۔ زر بن حبیش۔ سنان بن سلمہ بن محبق۔ سوید بن غفلہ۔ ابووائل طارق بن شہاب محمد بن حنفیہ۔ عبداللہ بن شداد بن ہاد۔ ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود عمرو بن حریث عمرو بن سلمہ جرمی و دیگر حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ولید بن عبدالملک

ولید بن عبدالملک۔ ابوالعباس۔

شعبی کہتے ہیں کہ چونکہ ولید کو اُسکے والد نے نہایت ناز و نعمت سے پالا تھا۔ اس لئے وہ اَن پڑھ رہ گیا۔ روح بن زنباع کہتے ہیں کہ میں ایک روز عبدالملک کے پاس گیا تو اُسے غمگین اور اُداس پایا میں نے کہا کہ مغموم ہونیکی آج کیا وجہ ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کس کو ولیعہد بناؤں مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا میں نے کہا کہ ولیعہد کو آخر کیا ہوا عبدالملک نے کہا کہ اُسے نحو نہیں آتی یہ ہماری گفتگو ولید نے بھی سن لی اور اور اُسی وقت نحویوں کو جمع کر کے اُن سے چھ مہینے استفادہ کرتا رہا اور جیسا جاہل تھا پھر بھی ویسا ہی جاہل رہا۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ بیچارہ معذور ہے۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ ولید اعراب میں بہت غلطیاں کرتا تھا چنانچہ اُسنے ایک مرتبہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بر سر منبر کہا۔ یَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ابوعکرمہ الضبی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ولید نے منبر پر اس طرح آیت پڑھی یَالَيْتُهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةُ اور منبر کے پاس عمر بن عبدالعزیز اور سلیمان بن عبدالملک بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ سلیمان نے کہا واللہ خوب پڑھا۔

ولید سخت جبار اور ظالم تھا۔ چنانچہ ابونعیم نے حلیہ میں ابن شوذب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ ولید شام میں۔ حجاج عراق میں۔ عثمان بن حبارہ حجاز میں۔ قرہ بن شریک مصر میں۔ واللہ تمام زمین ظلم سے بھر گئی۔

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں ابراہیم بن زرعہ سے روایت کرتے ہیں کہ ولید نے مجھ سے (ابراہیم بن زرعہ سے) کہا کہ تم مجھے کیسا خیال کرتے ہو میں نے کہا کہ آپ ہی

فرمائیے کہ آپ افضل ہیں یا داؤد علیہ السلام ولید نے کہا کہ داؤد علیہ السلام کے اندر خداوند تعالیٰ نے خلافت اور نبوت دونوں کو جمع کر دیا تھا اور قرآن شریف میں فرمایا ہے یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً اور انہوں نے جہاد بھی کیا تھا اور میں نے بھی اپنی خلافت میں بہت سی فتوحات کیں اور اسی کے ساتھ یتیموں کے ختنہ کرائیں اور انکے لئے معلموں کا انتظام کیا اور دیکھئے اپاہجوں کے لئے خدمتگار مہیا کرتا ہوں اندھوں کیلئے بھی انکے مصالح کا انتظام کرتا ہوں۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے تعمیر کرایا اور اسے وسعت دی فقہاء اور ضعفاء اور فقراء کے روزینے مقرر کر دیئے کہ انپر سوال کرنا حرام ہوگیا تمام امور کے قواعد اور ضابطے مقرر کر دیئے۔

ابن ابی عیلہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ولید پر رحم فرماویں۔ اب کہاں ولید جیسے بادشاہ پیدا ہوتے ہیں۔ اسکے زمانہ میں ہندوستان اور اندلس فتح ہوئے۔ مسجد دمشق بنوائی۔ بیت المقدس کی مسجد کے غفراء کو زر سرخ دیا کرتا تھا۔

ولید کو عبدالملک نے اپنی حیات میں شوال ۸۶ھ میں ولیعہد مقرر کیا تھا۔

۸۷ھ میں ولید نے جامع مسجد دمشق کی بنا ڈالی اور اسی سال مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع اور تعمیر کے احکام جاری کئے اور اسی سال بیکند۔ بخارا۔ سرداتیہ۔ مطمورہ۔ قمیم۔ بحیرۃ القرسان لڑائی سے فتح ہوئے۔ اسی سال عمر بن عبدالعزیز نے جو اس وقت مدینہ کے حاکم تھے حج کیا اور قربانی کرنیکے دن غلطی سے عرفہ میں وقوف کیا جس کا آپ کو بہت سخت رنج ہوا۔

۸۸ھ میں جرثومہ۔ طوانہ فتح ہوئے۔

۸۹ھ میں جزیرہ منورقہ و میورقہ ہاتھ آئے۔

۹۱ھ میں نسف۔ وکش۔ شعربان۔ سلائن۔ بحرہ آذربائیجان کے قلعے قبضہ میں آئے

۹۲ھ میں اقلیم اندلس۔ ارماسہ۔ شہرارابیل۔ قترپون فتح ہوئے۔

۹۳ھ میں دیبل وغیرہ پھر کرخ (کیرخ) برہم وباجہ۔ بیضاء۔ خوارزم۔ سمرقند سغد فتح ہوئے

۹۴ھ میں کابل۔ فرغانہ۔ شاش۔ سندرہ وغیرہ فتح ہوئے۔

۹۵ھ میں موقان اور مدینۃ الباب ہاتھ آئے۔

۹۶ھ میں طوس (طوبس) وغیرہ فتح ہوئے اور اسی سال نصف جمادی الآخر بعمر اکیاون سال ولید بن عبدالملک نے انتقال کیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ولید کے زمانہ میں برابر جہاد جاری رہا اور اُسکے زمانہ میں فتوحاتِ عظیمہ جیساکہ حضرت عمرؓ فاروق کے زمانہ میں ہوئی تھیں ایسی ہی ہوئیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں نے ولید کو اُسکی قبر میں اُتارا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ولید اپنے کفن میں زمین پر بار بار پاؤں مارتا ہے۔

ولید کے اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں آلِ لوط کا ذکر نہ فرماتے تو میرے کبھی خیال تک میں بھی نہ آتا کہ لوگ ایسے شنیع افعال کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔

ولید کے زمانہ میں مشہور علماء میں سے حسب ذیل نے انتقال فرمایا۔ عتبہ بن عبدالسلمی مقدام بن معدیکرب۔ عبد بن البشر المازنی۔ عبداللہ بن ابی اوفی۔ ابوالعالیہ۔ جابر بن زید۔ انس بن مالک سہل بن سعد۔ سائب بن یزید۔ سائب ابن خلاد خبیب بن عبداللہ بن زبیر۔ بلال بن ابی الدرداء۔ سعید بن مسیب۔ ابوسلمیٰ بن عبدالرحمٰن۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن۔ سعید بن جبیر۔ جنکو حجاج علیہ اللعنۃ نے شہید کیا۔ ابراہیم نخعی۔ مطرف۔ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف۔ عجاج شاعر و دیگر حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان بن عبدالملک ابوایوب۔ یہ شخص بنوامیہ میں سب سے بہتر بادشاہ سمجھا جاتا ہے اسکو اسکے باپ عبدالملک نے ہی ولید کے بعد ولیعہد بنایا تھا۔ یہ جمادی الآخر ۹۶ھ میں اپنے بھائی کے تخت خلافت پر بیٹھا۔ اسنے اپنے باپ عبدالملک اور عبدالرحمٰن بن ہبیرہ سے حدیث روایت کی اور اس سے اسکے بیٹے عبدالواحد اور ازہری نے روایت کی۔

یہ شخص نہایت فصیح البیان اور عدل کا ترجیح دینے والا اور جہاد کا شوقین تھا اور ۶۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔

اسکے محاسن میں یہی بہت ہے کہ اس کا وزیر عمر بن عبدالعزیز جیسا آدمی تھا جو ہمیشہ اسکو خیر کی مثالیں سناتا اور نیکی کی مائل کرتا رہتا تھا چنانچہ اُنہوں نے حجاج تمام عاملوں کو بیکقلم موقوف کر دیا اور عراق کے قیدخانوں میں جو مقید تھے اُن کو رہا کر دیا۔ سلاطین بنوامیہ ہمیشہ تاخیر سے نماز پڑھایا کرتے تھے۔ عمرو بن عبدالعزیز نے اول وقت پڑھانا شروع کیا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ سلیمان پر ارحم الراحمین رحم فرمادیں کہ اُسنے اپنی خلافت کا افتتاح

نماز کے اول وقت پڑھنے سے کیا اور اسکا خاتمہ عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ مقرر کرنے میں کیا۔
سلیمان بن عبدالملک راگ گانیکو منع کیا کرتا تھا۔ کھانیوالا بڑا پورا تھا۔ ایک دفعہ ایک مجلس میں ستر انار ایک چھ مہینہ کا بکرا چھ مرغ اور ایک مکوک بھرا ہوا کشمش کا کھا گیا (مکوک ایک پیمانہ ہوتا ہے جسمیں تہائی کیل وزن آتا ہے۔ مترجم)
یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ ایک روز سلیمان بن عبدالملک نے آئینہ میں اپنی صورت جو دیکھی تو اپنی جوانی اور خوبصورتی پر متعجب اور متحیر ہو گیا اور کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے اور جناب حضرت ابوبکر صدیق تھے اور حضرت عمر فاروق تھے اور حضرت عثمان باحیا تھے اور حضرت معاویہ حلیم الطبع تھے اور یزید صبور تھا اور عبدالملک سیاسی آدمی تھا اور ولید جبار تھے اور میں ایک نوجوان بادشاہ ہوں اس تقریر کو ایک مہینہ بھی گذرنے نہیں پایا تھا کہ سلیمان کا انتقال ہو گیا اور آپ نے بروز جمعہ دس صفر ۹۹ھ میں وفات پائی۔
سلیمان کے زمانہ میں جرجان۔ قلعہ حدید۔ سروا۔ شقا۔ طبرستان۔ شہر صقالیہ فتح ہوئے اور حسب ذیل علمائے نے انتقال کیا قیس بن ابی حازم۔ محمود بن لبید۔ حسن بن حسین بن علی۔ کریب مولی۔ ابن عباس۔ عبدالرحمن بن الاسود نخعی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔
عبدالرحمٰن بن حسان کنانی فرماتے کہ سلیمان بن عبدالملک میدان جنگ میں دابق کے مقام فوت ہوا جب مرض نے غلبہ کیا تو رجاء بن حیوۃ سے دریافت کیا کہ میرے بعد تخت خلافت پر کون بیٹھنا چاہئے کیا میں اپنے بیٹے کو ولیعہد کر جاؤں۔ رجاء نے کہا کہ آپکا بیٹا یہاں نہیں ہے سلیمان نے کہا کہ دوسرے بیٹے کو کر دوں۔ رجاء نے کہا کہ وہ بہت صغیر سن ہے سلیمان نے کہا کہ پھر تمہارے نزدیک کون بہتر ہے۔ رجاء نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر کوئی شخص نہیں انہیں خلیفہ کر دیجئے اسپر سلیمان نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ میرے بھائی خلافت عمر بن عبدالعزیز پر کبھی راضی نہو نگے رجاء نے کہا اسکی ترکیب یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اپنے بعد یزید بن عبدالملک کو ولیعہد کر دیں۔ آپ وصیت نامہ میں لکھدیجئے کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک ولیعہد ہوا اور اس وصیت پر مہر کر دیجئے اور لوگوں کو بلا کر ان سے کہئے کہ تم اس سے بیعت کرو جس کا نام اس وصیت نامہ میں ہے سلیمان نے اس رائے کو پسند کر کے فوراً کاغذ قلم دوات منگا کر ایک وصیت نامہ لکھکر رجاء کے حوالہ کیا اور کہا کہ فوراً باہر جا کر اس شخص کی جس کا نام اسمیں درج ہے لوگوں سے بیعت لیلو رجاء باہر آیا اور اسنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ میں اس

شخص کی بیعت لوں جسکا نام اسمیں لکھا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس شخص کا کیا نام ہے رجاء نے جواب دیا کہ اسپر مہر لگی ہوئی ہے اس شخص کا نام خلیفہ کے انتقال کے بعد معلوم ہوگا لوگوں نے کہا کہ ہم اس طرح بیعت نہیں کرتے۔ رجاء نے سلیمان سے جا کر اسکی اطلاع دی سلیمان نے کہا کہ ابھی تم کوتوال اور چوکیدار ونکو لیکر لوگونکو جمع کر کے اُنسے بیعت لو اور جو شخص انکار کرے اُسکی گردن اُڑا دو چنانچہ اسی طرح بیعت لی گئی۔ رجاء کہتے ہیں کہ میں جس وقت بیعت سے فارغ ہو کر آرہا تھا تو اچانک مجھے ہشام مل گیا اور کہنے لگا کہ رجاء امیر المومنین نے میرے واسطے بھی کچھ کیا ہے یا نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں محروم نہ کر دیا گیا ہوں اگر واقعی میں محروم ہو گیا ہوں تو مجھے بتلا دے تاکہ میں اپنا انتظام کروں میں نے کہا سبحان اللہ مجھے خود معلوم نہیں جو میں تمہیں اطلاع کروں امیر المومنین نے تو اس کام کو بہت ہی پوشیدہ رکھا ہے۔

پھر راستہ میں عمر بن عبد العزیز مل گئے اور اُنہوں نے دریافت کیا کہ رجاء مجھے سلیمان سے ڈر معلوم ہوتا ہے اور میرے دلمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں اسنے مجھے خلیفہ نہ کر دیا ہو اور مجھ میں اسکی قابلیت اور اہلیت نہیں ہے لہٰذا اگر تمہیں خبر ہو تو بتلا دو تاکہ میں کسی تدبیر سے کوشش کر کے اس بلا کو سر سے ٹال دوں میں نے انسے بھی وہی کہا کہ مجھے کچھ خبر نہیں اور انہیں اسطرح ٹال دیا۔

پھر جس وقت سلیمان کا انتقال ہو گیا اور وصیت نامہ کھولا گیا تو اسمیں حضرت عمر بن عبد العزیز کا نام لکھا ہوا تھا یہ دیکھ کر عبد الملک کی اولاد کا منہ فق ہو گیا اور چہرہ پر مردنی چھا گئی مگر جب آگے اسمیں یزید بن عبد الملک کا نام سُنا تو کچھ مطمئن سے ہوئے اور عمر بن عبد العزیز کے پاس آکر خلافت انہیں سپرد کر دی۔ عمر بن عبد العزیز ششدر اور حیران سے ہو کر وہیں کے وہیں بیٹھے رہ گئے اُٹھنے تک کی طاقت نہ رہی حتیٰ کہ لوگوں نے اُنکے بازو پکڑ کر اُنکو منبر پر چڑھا دیا منبر پر بھی بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہے رجاء نے لوگوں سے کہا کہ تم کیوں کھڑے ہو کر امیر المومنین سے بیعت نہیں کرتے۔ یہ سنکر لوگوں نے بیعت کی اور رجاء نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کی طرف کر دیا اسکے بعد آپ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو میں اس امر کو شروع کرنیوالا نہیں ہوں بلکہ ختم کرنیوالا ہوں میں کسی چیز کا ایجاد کرنیوالا نہیں ہوں بلکہ پہلوں کی تابعداری کرنیوالا ہوں دوسرے شہر اور ملک والے بھی اگر تمہاری طرح میری اطاعت کر لیں تو میں تمہارا خلیفہ ہوں اور اگر انہوں نے انکار کر دیا تو میں خلیفہ نہیں ہوں۔

یہ کہکر آپ نیچے اُتر آئے۔ داروغہ اصطبل خاصے کا گھوڑا لایا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے کہا کہ خلیفہ کی سواری کا گھوڑا ہے آپنے فرمایا مجھے اسکی حاجت نہیں ہے میرا ہی گھوڑا لاؤ چنانچہ آپکا گھوڑا پیش کیا گیا اور اسی پر

سوار ہو کر اپنے مکان پر تشریف لے گئے پھر آپ نے دوات منگائی اور اپنے ہاتھ سے تمام بیرونجات کے عمال کے نام فرمان لکھے سرجاء کہتے ہیں کہ مجھے خیال تھا کہ کہیں آپ اپنا ضعف نہ لکھدیں مگر جب آپ لکھ چکے تو میں نے دیکھا تو ان سے انکی قوت کا اظہار ہوتا تھا۔

روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مروان بن عبد الملک اور سلیمان بن عبد الملک میں خلافت کے معاملات پر کچھ رنجش ہوگئی اور کلام نے طول پکڑ لیا سلیمان نے مروان کو کچھ سخت لفظ یا ابن اللخناء کہدیا مروان نے چاہا ہی تھا کہ میں اسکا جواب دوں مگر عمر بن عبد العزیز نے اسکا منہ اپنا ہاتھ رکھکر بند کر دیا اور کہا بھلے مانس وہ خلیفہ ہے اور تیرا بھائی ہے اور تجھ سے بڑا ہے چپ رہ مروان چپکا تو ہو گیا مگر عمر بن عبد العزیز سے کہنے لگا کہ واللہ تم نے مجھے قتل کر دیا میرے تن بدن میں آگ لگ رہی ہے اور زیادہ ہی زیادہ ہوتی جاتی ہے چنانچہ اسی رات مروان مر گیا۔

ابن ابی الدنیا زیاد بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ جب سلیمان کا بیٹا ایوب مر گیا تو میں سلیمان کے پاس گیا اور کہا کہ یا امیر المومنین عبد الرحمن بن ابی بکر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ میرا نام قیامت تک باقی رہے تو اسے چاہیئے کہ مصائب پر صبر کرے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عمر بن عبد العزیز بن مروان۔ خلیفہ صالح ابو حفص خلفاء راشدین کے پانچویں خلیفہ ہیں۔ چنانچہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رض حضرت عمر فاروق رض۔ حضرت عثمان غنی رض حضرت علی بن ابی طالب رض حضرت عمر بن عبد العزیز رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (ابوداؤد) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ ۶۱ھ یا ۶۳ھ میں مقام حلوان مضافات مصر میں پیدا ہوئے ان دنوں آپکے والد مصر کے حاکم تھے آپکی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب تھیں۔

آپ کے زمانہ بچپن میں گھوڑے نے منہ پر لات ماردی تھی جسکی وجہ سے چہرہ پر چوٹ کا داغ آگیا تھا اسوقت آپ کے والد آپکے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ تو اگر بنو امیہ کا داغدار ہے تو سعادت مند ہے (ابن عساکر)

حضرت عمر بن خطاب فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں سے ایک شخص ہوگا کہ جسکے چہرہ پر داغ ہوگا وہ زمین کو عدل سے بھر دیگا (ترمذی) آپ کا یہ فرمانا بالکل سچ ہوا۔ نیز آپ فرمایا کرتے

تھے کہ کاش میں اپنے داغدار بیٹے کا زمانہ پاتا جو دنیا کو عدل سے بھر دیگا جیسا کہ اُسوقت دُنیا ظلم سے بھری ہوئی ہوگی (ابن سعد)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم آپسمیں یہ گفتگو کیا کرتے تھے کہ قیامت اُسوقت تک نہ ہوگی جبتک کہ حضرت عمر بن خطاب کی اولاد سے آپ ہی کے مثل نہ خلیفہ پیدا ہولے۔

بلال بن عبداللہ بن عمر کے چہرہ پر بھی داغ تھا لوگ خیال کرتے تھے کہ شاید یہ حضرت عمر بن خطاب کی پیشینگوئی کا مصداق ہوں حتیٰ کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بھیجدیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے والد و حضرت انس اور عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور ابن قارض و یوسف بن عبداللہ بن سلام و عامر بن سعد و سعید و بن مسیب عروہ بن زبیر ابی بکر بن عبدالرحمن۔ ربیع بن عمرو اور بہت سے علماء سے حدیث روایت کی ہے اور آپ سے زہری محمد بن منکدر۔ یحییٰ بن سعید انصاری مسلمہ بن عبدالملک۔ رجار بن حیات اور بہت سے حضرات نے کی ہے جب قرآن شریف جمع ہوا تو آپکا بچپن تھا آپکے والد نے اُنہیں تحصیل علم کی غرض سے مدینہ شریف میں عبیداللہ بن عبداللہ کے پاس بھیجدیا اور آپ انسے تحصیل کرتے رہے جسوقت آپکے والد کا انتقال ہوگیا تو عبدالملک نے اپنے پاس دمشق میں بلالیا اور آپکا نکاح اپنی بیٹی فاطمہ سے کردیا۔ آپ خلافت سے قبل ہی نہایت صالح تھے مگر آپ تنعم میں بہت زیادہ مبالغہ کیا کرتے تھے چنانچہ آپ کے عیب جویاں آپ پر ہمیشہ یہ الزام لگایا کرتے تھے کہ عمر بن عبدالعزیز کی چال نہایت مغرورانہ اور متکبرانہ ہے۔

جب ولید خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا حاکم مقرر کردیا اور آپ ۸۹ھ سے تا ۹۳ھ وہاں حاکم رہے پھر آپکو معزول کردیا گیا اور آپ شام تشریف لے آئے۔

جس وقت ولید نے چاہا کہ میں اپنے بھائی سلیمان کو ولیعہدی سے معزول کرکے اسکی جگہ اپنے بیٹے کو ولیعہد کروں تو اسکو بہت سے معززین عرب نے طوعاً و کرہاً منظور کرلیا مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انکار کیا اور کہا کہ میں تمہاری بیعت کبھی خلع نہیں کرسکتا کیونکہ میں ایک دفعہ کرچکا ہوں اُسپر ولید نے آپ کو قید کردیا تین سال آپ مقید رہے اسکے بعد کسی کی سفارش سے ولید نے آپ کو رہا کردیا اور تین سال کے بعد بھی قید سے وہی ارادہ لیکر نکلے جو لیکر گئے تھے۔ سلیمان نے آپ کے اس احسان اور وفاداری کو یاد رکھا اور اپنے بعد آپ کو ولیعہد مقرر کردیا۔

زید بن اسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز سوائے

عمر بن عبدالعزیز کے نہیں پڑھی۔ آپ اسوقت چونکہ مدینہ کے حاکم تھے آپ مدینہ طیبہ میں نماز پڑھاتے تھے زید بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رکوع اور سجود میں تو دیر لگاتے تھے مگر قیام اور قعود میں تخفیف کرتے تھے (بیہقی)

محمد بن علی بن حسین سے کسی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ وہ بنو امیہ کے نجیب ہیں اور قیامت میں امت واحدہ کی شکل میں اُٹھیں گے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہمراہ بہت سے علماء دین بطور شاگردوں کے رہا کرتے تھے۔

ابونعیم نے بسند صحیح رباح بن عبیدہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نماز کیلئے تشریف لیجارہے تھے اور ایک بوڑھا آدمی آپکے ہاتھ کا سہارا لئے آپ کے ساتھ جارہا تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ بوڑھا بڑا ستم کنندہ ہے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ آپکو خدا نیکی دے آپکے ساتھ یہ بوڑھا شخص جو آپکے ہاتھ کا سہارا لئے جارہا تھا کون تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ تم نے انہیں دیکھا ہے میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ تم بھی ایک صالح آدمی ہو وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو مجھ سے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ سلم) کا حال پوچھنے اور مجھے عدل و انصاف کی تلقین کرنے تشریف لائے تھے۔

ابن ہاشم کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور اُسنے اپنا خواب بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق آپ کے دائیں اور حضرت عمر فاروق بائیں تشریف رکھتے ہیں اور آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہیں کہ دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس وقت تم خلیفہ ہو جاؤ تو ان دو شخصوں (یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق) کے قدم بقدم چلنا یہ سنکر حضرت عمر فاروق نے قسم کھا کر گذارش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے ہیں جب راوی نے اپنے اس خواب پر قسم کھائی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز بہت روئے۔

هم جیسا اوپر بیان کر چکے ہیں کہ سلیمان نے اپنی زندگی میں لوگوں سے آپکی بیعت صفر ۹۹ھ میں لی تھی آپ کی مدت خلافت مثل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کل دو سال پانچ مہینہ رہی اس اثناء میں آپنے زمین کو عدل سے بھر دیا اور ظالموں کو موقوف کر دیا اور بہت سے طریقہ حسنہ جاری فرمائے جب سلیمان کا وصیت نامہ کھولا گیا اور اسمیں آپکا نام نکلا تو آپ بھوچکے سے رہ گئے پھر آپنے فرمایا واللہ میں نے کبھی خداوند تعالیٰ سے اسکی درخواست نہیں کی تھی جب دفعہ

اصطبل خاص سواری کا گھوڑا لایا تو آپ نے اُس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور یہ فرمایا کہ میرا ہی خچر لے آؤ وہی میرے لئے کافی ہے۔ حکم بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسلمین عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک مرتبہ داروغہ اصطبل گھوڑوں کی گھاس دانہ کیواسطے خرچ لینے آیا آپ نے کہا کہ ان تمام گھوڑوں کو ملک شام میں بھیجدو اور جس قیمت پر وہاں بک سکیں بکوادو۔ اور ان کی قیمت فی سبیل اللہ دیدو۔ مجھے میرا شہباد خچر ہی کافی ہے۔

عمر بن ذر کہتے ہیں کہ جب آپ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے جنازے سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو آپکے غلام نے عرض کیا کہ حضور! آج آپ رنجیدہ کیوں ہیں آپنے فرمایا اس دنیا میں اگر آج کوئی رنجیدہ اور فکرمند ہو سکتا ہے تو وہ میں ہوں میں چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ کوئی حقدار مجھ سے اپنا حق طلب کرے میں اُسکو اُسکا حق پہنچادوں۔

عزوہ بن جاجر سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ مقرر ہوئے تو آپنے کھڑے ہو کر حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا لوگو! قرآن شریف کے بعد کوئی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ سلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے میں قاضی (قاضی جو لوگوں پر حکومت کرے اور لوگوں پر اسکا حکم ماننا واجب ہے مترجم) نہیں ہوں بلکہ منفذ (منفذ جو قاضی کے احکام لوگوں پر صادر کرے۔ مترجم) ہوں میں موجد نہیں ہوں بلکہ دوسروں کا متبع ہوں میں تم سے بہتر نہیں ہوں لیکن میرا بوجھ البتہ زیادہ ہے جو لوگ ظالم امام سے بھاگ جائیں وہ ظالم نہیں ہیں خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

زہری سے مروی ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے سالم بن عبد اللہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا طریقہ صدقات کے متعلق لکھ کر پوچھا آپنے جواب میں اُنکے سوال کا جواب لکھ کر آخر میں یہ لکھا کہ اگر تم لوگوں سے وہی عمل اور برتاؤ کروگے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک حضرت عمرؓ سے زیادہ مرتبہ پاؤ گے۔

حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوگئے تو آپ روئے اور فرمایا کہ اے حماد مجھے بڑا خوف معلوم ہوتا ہے میں نے کہا کہ آپ کو درہم کی کتنی محبت ہے آپنے فرمایا مجھے بالکل نہیں ہے میں نے کہا کہ پھر آپکو کیا ڈر ہے آپ بالکل خوف نہ کیجئے خداوند تعالیٰ آپ کی مدد فرمائیں گے۔

مغیرہ سے مروی ہے کہ جب آپ خلیفہ ہوگئے تو آپنے اپنے بھائیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے پاس باغ فدک تھا جسکی آمدنی سے آپ بنی ہاشم کے صغیرسن بچوں کی پرورش فرمایا کرتے تھے اور انکی بیواؤں کا نکاح ثانی بھی اسی خرچ سے کر دیا کرتے تھے ایکدفعہ حضرت فاطمہ

رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس باغ کو لینا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا اسیطرح یہ باغ حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ میں پھر عمرؓ کے زمانہ میں رہا مگر آخر میں آکر اسکو ہمارے باپ مروان نے قبضا لیا اب وہ ترکہ میں مجھے پہنچا ہے مگر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو نہیں دی تھی وہ مجھ پہ کیسے حلال ہو سکتی ہو۔ لہٰذا میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں اسکو اسی حالت میں چھوڑتا ہوں جسمیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ لیث کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے اول اپنی اہلبیت اور رشتہ داروں کا جائزہ لیا اور جو کچھ مال انکے پاس نکلا آپنے ضبط کر لیا اور اسکو مال ظلم قرار دیا۔

اسماء ابن عبید کہتے ہیں کہ آپکے پاس عتبہ بن سعید بن عاص نے آکر شکایت کی کہ یا امیر المومنین جو آپ سے پہلے خلفائے تھے وہ ہمیں عطا یا دیا کرتے تھے مگر آپنے انہیں روک ملیا میرے پاس کچھ جاگیر ہے اگر آپ حکم دیں تو میں اسمیں سے اتنا لے لیا کروں کہ میرے اہل وعیال کو کافی ہو۔ آپنے فرمایا کہ جو تم محنت مشقت سے پیدا کرو وہ تمہارا ہے پھر آپنے فرمایا کہ تم موت کو زیادہ یاد کیا کرو اگر تم تنگی میں ہو تو وسعت ہوگی اور اگر تم وسعت اور فراخ دستی میں ہو تو تنگی معلوم ہوگی۔

فرات بن سائب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی بیوی فاطمہ بنت عبد الملک کے پاس ایک بیش قیمت گوہر تھا جو انکو انکے والد عبد الملک نے دیا تھا ایک روز عمر بن عبد العزیز نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنا تمام زیور یا تو بیت المال میں دیدو یا مجھے ناپسند کرو کہ میں تمہیں علیحدہ کردوں کیونکہ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ میں اور تم اور تمہارا زیور ایک گھر میں ہوں۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے کہا کہ میں آپکو ترجیح دیتی ہوں آپ میرا تمام زیور بیت المال میں داخل کر دیجئے آپنے اسکو بیت المال میں داخل کر دیا جب آپ کا انتقال ہو گیا اور یزید بن عبد الملک تخت پر بیٹھا تو اسنے آپکی حرم محترم سے کہا کہ اگر تم چاہو تو وہ زیور بیت المال سے واپس کر لو مگر انہوں نے جواب دیا کہ جو چیز میں بطیب خاطر انکی حیات میں دے چکی ہوں وہ انکے انتقال کے بعد کبھی واپس نہیں لے سکتی کہتے ہیں کہ بعض عمال نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس خط لکھے کہ ہمارے شہر خراب ہو گئے ہیں اگر امیر المومنین حکم فرماویں تو ہم کچھ مال علیحدہ کر کے انکی تعمیر کرا دیں آپنے جواب میں لکھا کہ جسوقت سے تم میرا یہ خط پڑھو تو ان شہروں کو عدل سے بنا دو اور اسکے راستے ظلم سے صاف کر دو یہی انکی مرمت ہے۔ والسلام

ابراہیم سکونی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا ہے کہ جسوقت سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ ایک عیب ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

قیس بن جبیر کہتے ہیں کہ بنو امیہ میں عمر بن عبد العزیز کی مثال ایسی ہے جیسے خاندان فرعون

ہیں مومن کی۔ میمون بن مدان کہتے ہیں کہ جس طرح خداوند تعالیٰ نے ایک نبی کیلئے دوسرے نبی سے عہد لیا ہے اسی طرح عمر بن عبد العزیز کے لئے خداوند تعالیٰ نے لوگوں سے عہد لیا ہے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اگر اس اُمت میں کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبد العزیز ہے۔

محمد بن فضالہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیز ایک جزیرے میں کسی راہب کے پاس سے گذرے راہب نے آپکی طرف دیکھا اور آپ کے پاس آیا حالانکہ کبھی وہ کسی کے پاس نہیں آیا کرتا تھا اُسنے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا ہوں آپنے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں اُسنے کہا کہ محض اس لئے کہ آپ ایک امام عادل کے صاحبزادہ ہیں۔

آپ ائمہ عدل میں ایسے ہیں جیسے اشہر حرام میں رجب المرجب ایوب بن سوید اسکی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ تین ماہِ متوالیہ اشہر حرام کے ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ہیں اور رجب جو اشہر حرام میں اکیلا ہے تو وہ عمر بن عبد العزیزؒ ہے۔

حسن قصاب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں میں نے بھیڑیوں کو بکریوں کے ساتھ چرتا ہوا دیکھا ہے میں نے کہا سُبحان اللہ بھیڑیا اور بکریوں کے پاس اور پھر نقصان نہ ہو یہ سُنکر چرواہے نے کہا کہ جب سر اصلاح پر ہوتا ہے تو پھر بدن پر کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہے نہایت تعجب سے کہنے لگے کہ لوگوں پر کون خلیفہ مقرر ہوا ہے جو ہماری بکریوں کو بھیڑیئے کچھ نہیں کہتے۔

موسیٰ بن اعین کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے زمانہ میں کرمان بکریاں چرایا کرتا تھا بکریاں اور بھیڑیئے ایک ہی جگہ رہا کرتے تھے مگر بھیڑیا کبھی بکری کو نہیں چھیڑتا تھا۔ اچانک ایک روز ایک بھیڑیا بکری کو لیکر چلدیا میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ مردِ صالح دنیا سے کوچ کر گیا چنانچہ تحقیق کیا گیا تو واقعی اسی روز انتقال ہوا تھا۔

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ایک شخص خراسان میں تھا اُسنے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ جب بنو امیہ کا ایک داغدار خلیفہ ہو تو تو اُسکی فوراً جاکر بیعت کر لینا کیونکہ وہ ایک عادل امام ہوگا وہ ہر خلیفہ کا حلیہ دریافت کرتا رہا آخر جب حضرت عمر بن عبد العزیز تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے تو اُسنے متواتر تین روز خواب دیکھا کہ وہ ہی شخص اُسکو بیعت کیلئے کہتا ہے اسپر اُسنے فوراً خراسان سے آکر آپ سے بیعت کر لی۔

حبیب بن ہند الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے ایک روز یہ کہا کہ خلفاء تین ہیں

ابوبکر صدیق عمر فاروق۔ عمر بن عبدالعزیز میں نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو تو ہم جانتے ہیں مگر عمر بن عبدالعزیز کون صاحب ہیں آپ نے کہا کہ اگر تم انکی خلافت تک زندہ رہے تو معلوم کرلو گے اور اگر مر گئے تو بعد میں ہونگے۔ میں کہتا ہوں کہ سعید بن مسیب کا انتقال آپکی خلافت سے قبل ہی ہوچکا تھا۔

ابن عوف کہتے ہیں کہ ابن سیرین سے جب طلاء (قسم از شراب) کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام مہدی یعنی عمر بن عبدالعزیز منع فرمایا کرتے تھے۔ حسن کہتے ہیں کہ اگر کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں ورنہ سوائے عیسٰی بن مریم (علیہما السلام) کے کوئی مہدی نہیں۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اب کوئی زاہد نہیں زاہد تو عمر بن عبدالعزیز تھے کہ انکے پاس دنیا آئی اور انہوں نے اسکو چھوڑ دیا۔

یونس بن ابوشبیب کہتے ہیں کہ میں نے جب عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سے پہلے دیکھا تھا تو انکے پائجامہ کا نیفہ انکے موٹاپے کیوجہ سے انکے پیٹ کی شکن میں گھسا ہوا تھا مگر جب زمانہ خلافت میں دیکھا تو آپکا یہ حال تھا کہ آپ کی ہر ہر پسلی کی ہڈی بغیر ہاتھ لگائے گنی جاسکتی تھی۔

عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ ابوجعفر منصور نے مجھ سے سوال کیا کہ جب تمہارے والد خلیفہ ہوئے تو کیا آمدنی تھی میں نے کہا چالیس ہزار دینار انہوں نے کہا جب انکا انتقال ہوا تو اُسوقت کیا آمدنی تھی میں نے کہا کہ چارسو دینار اور اگر آپ اور زندہ رہتے تو اسمیں سے بھی کم ہوجاتی۔

مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز کی عیادت کیلئے گیا تو آپکا کرتا نہایت میلا دیکھا میں نے آپکی حرم محترم فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا کہ تم سے یہ کرتا دھویا تک نہیں جاتا انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے پاس بدلنے کو دوسرا کرتا نہیں ہے جو اسے نکال کر دوسرا پہن لیں۔

ابو امیہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے غلام کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز اپنے آقا کی حرم محترم سے شکایت کی کہ یہ روز کے روز مسور کی دال نہیں کھائی جاتی انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا تمہارے آقا کی خوراک بھی یہی مسور کی دال ہے۔

یہی کہتے ہیں کہ جس وقت آپ کو نزع کا وقت ہوا تو آپ نے مجھے ایک دینار دیکر بھیجا کہ اگر اس گاؤں کے آدمی قبر کی زمین بیچ دیں تو میں خرید لونگا۔ جسوقت میں گاؤں والوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی خاطر سے قیمت منظور کئے لیتے ہیں۔

عون بن معمر کہتے ہیں کہ ایک روز آپ اپنی بیوی سے فرمانے لگے کہ فاطمہ تمہارے پاس ایک درہم بھی رکھا ہے آج انگوروں کو طبیعت چاہتی ہے انہوں نے کہا کہ نہیں میرے پاس کہاں سے

آیا۔ آپ تو امیر المومنین ہیں اور ایک درہم کی بھی حیثیت نہیں رکھتے کہ انگور ہی خرید لیں آپ نے فرمایا کہ انگور نہ کھانے مجھ پر زیادہ آسان ہیں بہ نسبت اسکے کہ کل جہنم میں زنجیریں پہنوں آپکی حرم محترمہ فاطمہ کہتی ہیں کہ جس وقت سے آپ خلیفہ ہوئے اور جبتک آپنے انتقال فرمایا ہے اس درمیان میں کبھی آپ کو غسل جنابت یا احتلام کیوجہ سے نہاتے نہیں دیکھا۔

سہیل بن صدقہ کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو آپ کے گھر میں سے رونے کی آواز سنائی دی تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی باندیوں کو اختیار دیدیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ میرے اوپر بہت بوجھ آپڑا ہے کہ جس کی وجہ سے میں تم سے بے پرواہ ہوگیا ہوں لہٰذا جو تم میں سے آزاد ہونا چاہے وہ آزاد ہے اور جو رہنا چاہے وہ اس شرط سے رہے کہ مجھے اُس سے کچھ سروکار نہ ہوگا یہ سُنکر تمام باندیاں مایوس ہوکر رو رہی ہیں۔

آپ کی حرم محترم فاطمہ فرماتی ہیں کہ جب گھر میں تشریف لاتے تو سجدہ میں اپنے سر کو ڈال دیتے اور برابر روتے رہتے اور مناجات کرتے اور اسی طرح آنکھ لگ جاتی پھر جس وقت آپ جاگتے تو اسی طرح کرتے۔ ولید بن ابی سائب کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو حضرت عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ خوف خدا والا نہیں پایا۔

سعید بن سوید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک دفعہ جمعہ کی نماز پڑھانے کیلئے تشریف لائے تو آپکے کرتے میں آگے اور پیچھے کی طرف چند پیوند لگے ہوئے تھے ایک آدمی نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ کو خداوند تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے پھر آپ کپڑے کیوں نہیں بنواتے آپنے بہت دیر تک گردن جھکائے رکھی اور پھر سر اُٹھا کر فرمایا کہ تونگری میں میانہ روی اور قدرت کیوقت قصور معاف کرنا زیادہ افضل ہے۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے اگر میں تم میں پچاس سال بھی خلیفہ رہوں تو میں عدل کے مراتب کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا میں تمہارے قلوب سے طمع دنیادی کو نکالدالنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر مجھے خوف ہے کہ تمہارے دل متحمل نہ ہوسکیں گے۔

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز مہدی ہیں انہوں نے جواب دیا کہ فقط مہدی ہی نہیں ہیں بلکہ عادل کامل بھی ہیں۔

عمر بن اسد کہتے ہیں کہ لوگ آپ کے پاس بہت سا مال لائے مگر آپنے فرمایا لیجاؤ۔ آپ تمام لوگوں سے بے پرواہ تھے۔

جویریہ کہتی ہیں کہ میں ایک روز فاطمہ بنت علیؓ بن ابی طالب کے پاس گئی تو اُنہوں نے عمر بن عبدالعزیز کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتے تو ہمیں پھر کسی شخص کی احتیاج نہ رہتی۔

عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ مجھ سے آپکی حرم محترم فاطمہ بنت عبدالملک نے بیان کیا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سپرد ہوئی تو آپ گھر میں آکر مصلے پر بیٹھکر رونے لگے حتیٰ کہ آپکی تمام ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی میں نے عرض کیا امیرالمومنین آپ روتے کیوں ہیں آپنے فرمایا فاطمہ میری گردن میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کل بوجھ ڈالدیا گیا ہے میں بھوکے فقیر اور ضائع ہونیوالے مریض اور ننگے اور مظلوم قیدی مسافر بوڑھے اور بچے عیالدار غرض تمام دنیا کے مصیبت زدہ کی خبرگیری کے متعلق غور کرتا ہوں کہ کہیں انکے متعلق خداوند تعالیٰ نہ باز پرس کر بیٹھیں اور مجھ سے جواب بن آئے اسی فکر میں رو رہا ہوں۔

اوزاعی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک روز اعیان اور معززین بنوامیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپنے فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم میں سے ہر ایک کو ایک لشکر کا سردار مقرر کردوں ایک آدمی نے انہیں جواب دیا کہ آپ ہم سے وہ بات کہتے ہیں جو آپ کر نہیں سکتے۔ آپنے فرمایا کہ تم اس میرے فرش کو جسپر تم بیٹھے ہو نہیں دیکھتے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ فرش بلا اور فنا میں ضرور گرفتار ہونیوالا ہے لیکن باوجود اسکے میں یہ نہیں چاہتا کہ تم اسکو اپنے پیروں سے نلپاک کرو پھر میں کیسے گوارا کر سکتا ہوں کہ تمہیں اپنے دین اور مسلمانوں کے اغراض کا مالک کردوں میں تمہیں کہتا ہوں کہ تمہاری حالت بہت ابتر ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ کیا ہمیں آپکے قرابت دار ہونیکی وجہ سے حق نہیں پہنچتا آپنے فرمایا اس معاملہ میں میرے نزدیک تم اور ایک بہت ادنیٰ مسلمان دونوں برابر ہیں۔

حمید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حسن نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس میری معرفت ایک خط لکھا اسمیں اپنی حاجت اور کثرت عیال کی شکایت لکھی تھی آپنے اُنہیں کچھ عطا کرنیکا حکم فرمادیا۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب کسی شخص کو سزا دینے کا ارادہ فرماتے تھے تو اول اُسکو تین دن تک قید رکھتے تھے تاکہ غصہ میں اُسکو سزا نہ دیدیں۔

جویریہ بن اسماء کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا ہے کہ جتنے جب اپنے نفس کو اُسکی خواہش کے مطابق کچھ دیا تو اُسنے اس سے فضل چیز کی خواہش کی اور جب میں نے اُسکو وہ چیز بھی دیدی تو اسنے اُس سے بھی برتر شے یعنی جنت کی آرزو کی۔

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں کہ بیت المال سے آپ کی تنخواہ دو درہم روزانہ مقرر تھی۔ یوسف ج

یعقوب کابلی کہتے ہیں کہ آپ رات کو ٹوپا اوڑھا کرتے تھے اور آپ کا چراغ دان تین لکڑیوں کا بنا ہوا تھا اور اُسکی وہ جگہ جہاں چراغ رکھتے ہیں مٹی کی تھی۔

عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے غلام کو پانی گرم کرنیکو فرمایا وہ شاہی مطبخ خانہ سے گرم کر لایا جب آپکو خبر ہوئی تو آپ نے مطبخ خانہ میں ایک درہم کی اُسکے عوض لکڑیاں بھجوا دیں

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ جبتک امر خلافت کے کام میں منہمک رہتے تو بیت المال سے چراغ جلاتے اور جب اُس سے فارغ ہوتے تو اُسے فوراً گل کر کے اپنا چراغ روشن کر لیتے۔

حکم بن عمر کہتے ہیں کہ ہمیشہ سے چلا آتا تھا کہ خلفاء بنو امیہ کے اردلی میں تین سو چوکیدار اور تین سو کوتوال رہا کرتے تھے مگر جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپنے اُنسے کہا کہ مجھے تمہاری حفاظت کیضرورت نہیں ہے کیونکہ میرے پاس قضاوقدر جیسا نگہبان اور موت جیسا چوکیدار موجود ہے اور اگر باوجود اسکے تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو اُسکو دس دینار تنخواہ ملیگی اور اگر کوئی نہ رہنا چاہے تو وہ اپنے گھر چلا جائے۔

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپکی طبیعت سیب کھانیکو چاہی اور ایک شخص نے آپ کے اہل بیت میں سے ہدیہ کے طور پر سیب بھیجدیا۔ آپنے اُسکی بہت تعریف کی کہ اِسکی خوشبو کیا ہی اچھی اور اسکی رنگت کیا ہی خوب ہے پھر آپنے اپنے غلام سے کہا کہ جس شخص نے یہ سیب بھیجا ہے اُس سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ تمہارا ہدیہ ہمارے سر اور آنکھوں پر ہے کیونکہ تم ہمارے عزیز ہو اور سیب واپس کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین ہدیہ بھیجنے والا آپکے چچا کا بیٹا اور آپکے اہل بیت سے ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہدیہ قبول فرما لیا کرتے تھے آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہو۔ ہدیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی ہدیہ تھا۔ ہمارے واسطے رشوت ہے۔

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت میں سوائے ایک شخص کے جسنے حضرت معاویہؓ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے تھے کسی کے دُرّے نہیں لگوائے۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے اہل وعیال کے نفقہ میں کمی کی تو اُنہوں نے اسکی آپسے شکایت کی آپنے فرمایا کہ اب میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ تمہیں کچھ اس سے زیادہ دوں باقی رہا بیت المال تو اس میں تمہارا حق ایسا ہی ہے جیسے دوسرے مسلمانوں کا۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے عمال کو حجاج کے حکم کے خلاف فرمان لکھے۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ جب مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے موصل کا حاکم بنایا تو وہاں جاکر میں نے دیکھا کہ وہاں چوری کی وارداتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں میں نے اس حال کی آپکو رپورٹ کر دی اور دریافت کیا کہ میں ان مقدمات میں اپنے ظن اور لوگوں کی تہمت پر سزا دوں یا شہادت پر فیصلہ کروں اور ایسے مقدمات کبھی پہلے خلفاء میں موجود نہیں تھے۔ آپنے لکھا کہ شہادت پر فیصلے کرو اگر حق نے انکی اصلاح نہ کی تو خداوند تعالیٰ کبھی انکی اصلاح نہ فرماوینگے یحییٰ کہتے ہیں کہ جب میں نے آپکے حکم کی تعمیل کی تو موصل اس کی برکت سے تمام بلاد مھروسہ سے زیادہ صلاح پذیر ہوگیا اور بہت ہی شاذونادر چوری کی وارداتیں رہ گئیں۔

رجاء بن حیات کہتے ہیں کہ ایک رات کچھ باتیں کرتا ہوا میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس رہ گیا اتنے میں چراغ گل ہوگیا اور آپکا خادم آپکے برابر میں سو رہا تھا میں نے کہا کہ میں اسے جگادوں آپنے کہا کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا اچھا میں جلادوں آپنے فرمایا مہمان سے کام لینا مروت کے خلاف ہے چنانچہ آپ خود اٹھے اور چراغ میں تیل ڈالکر اُسکو روشن کر دیا پھر آپ میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ میں خود اٹھا اور چراغ جلالیا اور وہی عمر بن عبدالعزیز باقی رہا جو پہلے تھا۔

مکحول کہتے ہیں کہ اگر میں حلف کھا کر بیان کروں کہ عمر بن عبدالعزیز بہت بڑے زاہد اور دل میں خوف خدا رکھنے والے تھے تو واللہ میرا حلف بالکل سچا ہے۔ سعید بن عروبہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب موت کا ذکر کیا کرتے تو آپکے مفاصل مضطرب ہو جاتے تھے۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز روزانہ رات کو فقہا کو جمع کر کے موت اور قیامت کا ذکر کیا کرتے تھے پھر اسقدر روتے تھے کہ گویا آپکے سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے۔

عبیداللہ بن عیزار کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شام میں ایک مٹی کے منبر پر آپنے خطبہ فرمایا۔ لوگو اپنے باطن کی اصلاح کرو ظاہر کی خود ہو جائیگی آخرت کیلئے کماؤ دنیا خود کمائی جائیگی۔ یاد رکھو کہ تمہارے ماں باپ کو موت کھا چکی والسلام علیکم۔

وہیب بن ورد کہتے ہیں کہ ایکدن بنو مروان آپکے دروازہ پر جمع ہوئے اور انہوں نے آپکے صاحبزادہ عبدالملک سے کہا کہ اپنے والد ماجد سے جاکر کہو کہ جتنے خلفاء گذرے ہیں وہ تمام ہمارے لئے کچھ عطایا دیا کرتے تھے مگر آپنے تمام بند کر دیں اُسنے آپسے آکر کہا آپنے فرمایا کہ

یہ کہہ دو کہ میرے والد یہ کہتے ہیں اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ اگر میں خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا تو قیامت کو عذاب ہوگا۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے سے پہلوں کی رائے پر عمل کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم اور دیندار تھے۔

ایک دفعہ جریر آئے اور بہت دیر تک آپکے دروازہ پر بیٹھے رہے مگر آپ نے انکی طرف بالکل التفات نہ فرمایا آخر جریر نے عون بن عبداللہ کو جو آپکے خاص مصاحب تھے یہ اشعار لکھے (ترجمہ اشعار) اے قاری پیچھے عمامہ لٹکانیوالے یہ تمہارا زمانہ ہے اور میرا زمانہ ختم ہوچکا اگر خلیفہ سے ملاقات کرو تو یہ کہدینا کہ میں تمہارے دروازہ پر ایسا ہوں جیسا قیدی۔

جویریہ بن اسماء کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو آپکے پاس بلال بن ابی بردہ آئے اور آپکو مبارکباد دی اور یہ کہا کہ خلافت کو شرافت کی ضرورت تھی آپنے اس کمی کو پورا کردیا اور اسمیں زینت کی ضرورت تھی آپنے اُسکو زینت بخشی پھر یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) تونے خوشبو کی خوشبو کو بڑھادیا کیونکہ تیرے مثل کوئی نہیں ہے اگرچہ گوہر سے زینت حسن ہوتا ہے مگر آپنے گوہر کو زینت بخشی۔ جونہ کہتے ہیں کہ جب آپکے صاحبزادہ عبدالملک کا انتقال ہوگیا تو آپ اُنکی تعریف فرمانے لگے مسلمہ نے کہا یا امیرالمومنین اگر یہ زندہ رہتے تو کیا آپ انکو ولیعہد کردیتے آپنے فرمایا کہ ہرگز نہیں مسلمہ نے کہا کہ کیوں حالانکہ انکی تو آپ تعریف کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ مرحوم میری ہی نظروں میں قابل تعریف تھا یا دوسرے لوگ بھی اسے قابل تعریف سمجھتے ہیں کیونکہ باپ کی نظروں میں قدرتاً بیٹا قابل تعریف ہوتا ہے۔

غسان کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کیجئے آپنے فرمایا بس میں تجھے یہی نصیحت کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ سے ڈرا کر اور اپنے اوپر سے سختی دور کیا کر خداوند تعالیٰ بھی تیری سختی کو دور کردینگے ابو عمر کہتے ہیں کہ آپکے پاس اسامہ بن زید کی صاحبزادی آئیں آپنے تعظیماً انکا استقبال کیا اور انکو اپنے سامنے بٹھلایا اور جو کچھ اُنہوں نے طلب کیا آپنے انکو عطا فرمادیا۔

حجاج بن عنبسہ کہتے ہیں کہ بنو مروان نے مجتمع ہوکر آپسمیں کہا کہ اب ہم امیرالمومنین کو مذاق کے ذریعہ متوجہ کرینگے چنانچہ چند آدمی جمع ہوکر آپکے پاس آئے اور ایک نے کچھ مذاقیہ بات کہی اسپر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسکی طرف دیکھا کہ دوسرے نے بھی اسکی تائید میں کچھ مذاقیہ گفتگو کی آپنے فرمایا کہ تم ایک رذیل بات پر مجتمع ہوئے جو دلوں میں کینہ پیدا کردیتی ہے یعنی مذاقیہ کینہ پیدا کرتا ہے

اور اس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو اسلئے مذاق سے احتراز واجب ہے جو آجکل ہندوستان میں مفقود ہے (مترجم) بہتر یہ ہی کہ تم قرآن مجید مجمع ہو کر پڑھو اور جب اس سے فارغ ہو تو احادیث شریف سیکھو اور جب اسمیں دسترس پیدا ہو جائے تو احادیث کے معنی پر غور کرو۔

ایاس بن معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کی مثال ایسی ہی جیسے ایک بہت بڑے ہوشیار کاریگر کی کہ جسکے پاس مشین ہو اور بغیر مشین ہی کے اپنی کاریگری دکھلادے عمرو بن حفص کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ جب تو کسی مسلمان کی زبان سے کوئی کلمہ سُنے تو جبتک اُسمیں ایک شمہ بھی خیر کا معلوم ہوتا ہو اسکو شر پر نہ محمول کر۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے سلیمان بن عبد الملک کو ایک خارجی کے قتل سے روکا اور یہ رائے دی کہ جبتک یہ شخص توبہ نہ کرلے تب تک اسکو قید میں رکھا جائے سلیمان نے خارجی کو بلا کر یہ کہا کہ کہو اب کیا کہتے ہو اُسنے جواب میں کہا کہ لے فاسق ابن فاسق کیا پوچھتا ہی یہ سنکر سلیمان نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ اب آپ اسکے متعلق کیا کہتے ہیں اب تو آپنے اسکی گفتگو ملاحظہ کرلی خارجی نے پھر مکرر یہی کہا کہ لے فاسق بن فاسق کیا کہتا ہی یہ دیکھکر آپ خاموش ہو گئے سلیمان نے کہا کہ میں نے آپ ہی پر منحصر رکھا اب فرمائیے کیا کروں آپنے فرمایا کہ میری رائے میں جسطرح اسنے آپکو گالی دی آپ بھی اسکو دے لیجئے آپنے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں اور اُسکے قتل کا حکم دیدیا عمر بن عبد العزیز وہاں سے نکلے تو راستہ میں خالد کو توال آپ سے ملا اور اُسنے آپسے کہا کہ آپنے خلیفہ کو یہ رائے دی تھی کہ آپ بھی اُسے گالی دے لیجئے مجھے تو یہ ڈر ہو گیا تھا کہ کہیں خلیفہ آپکے قتل کا نہ مجھے حکم دیدیں آپنے فرمایا کہ اگر خلیفہ تجھے میرے قتل کا حکم دیدیتے تو کیا تو مجھے قتل کر دیتا اُسنے کہا واللہ فوراً ہیں قتل کر ڈالتا جب آپ خلیفہ ہوئے تو حسب معمول خالد کو توال اپنی جگہ آکر کھڑا ہوا آپنے فرمایا خالد تلوار یہاں رکھدو اور اُسکو موقوف کر دیا اور دعا کی۔ الٰہی! خالد سے محض تیری خوشنودی کو میں نے تلوار رکھوادی ہی۔ اب کبھی اسکے ہاتھ میں تلوار نہ دینا پھر پولیس پر نظر ڈالی اور عمرو بن مہاجر انصاری کو بلا کر اُنسے کہا کہ لے عمرو اللہ تم جانتے ہو کہ میرے اور تمہارے سوائے اسلام کے کوئی قرابت نہیں ہی مگر میں نے سُنا ہی کہ تم تلاوت قرآن بہت زیادہ کرتے ہو اور میں نے خود تمہیں ایسی جگہ نماز پڑھتے دیکھا ہی کہ جہاں یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ یہاں کوئی شخص ہوگا اور نماز بھی باخشوع و خضوع پڑھتے دیکھا ہی نیز تم انصار ہو لہٰذا یہ تلوار لو اور میں تمہیں آج کو توال مقرر کرتا ہوں شعیب کہتے ہیں کہ عبد الملک بن عمر بن عبد العزیز آپکے صاحبزادہ آپکے پاس آئے اور پوچھا

اے امیر المومنین آپ اپنے رب کے قائل اور ماننے والے ہیں اگر کل کو اس نے آپ سے سوال کیا کہ تم نے بدعت کرتے لوگوں کو دیکھا اسکے مٹانے کی کوشش اور سنت کے احیا کی جدوجہد کیوں نہیں کی تو آپ کیا جواب دینگے آپ اس سوال سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خداوند تعالیٰ تجھپر رحم فرماویں اور اجر نیک دیں بیٹا! بات اصل یہ ہے کہ قوم میں بدعت کوٹ کوٹکر بھر دگئی ہے اور لوگ خلاف سنت عمل کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اس کام کی انہوں نے گرہ در گرہ دے رکھی ہے اب ایسی صورت میں اگر میں انسے بدعت ترک کرانے میں مکابرہ کروں تو پوری خونریزی کا اندیشہ ہے اور واللہ میں ایک چلو خون بھی بہانا اپنے لئے درست نہیں سمجھتا ورنہ خدا نہ کرے کہ تیرے باپ پر کوئی ایسا دن آئے کہ اسکی خواہش بدعت کی بیخکنی اور احیا سنت کی نہ ہو معمر کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ جو شخص لڑائی جھگڑے اور غصہ اور طمع سے علٰحدہ رہا وہ فلاح کو پہنچ گیا۔ ارطاۃ بن منذر کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کسی نے کہا کہ اگر آپ اپنی حفاظت کیلئے کوئی کوتوال رکھ لیں اور اپنے کھانے پینے میں احتیاط برتیں تو بہت مناسب ہے۔ آپنے فرمایا کہ الٰہی! آپ خوب جانتے ہیں اگر میں سوائے قیامت کے کسی چیز سے ڈرتا ہوں تو مجھے اس خوف سے امن میں رکھنا

عدی بن فضل کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خطبہ میں فرماتے سنا ہے کہ لوگو خداوند تعالیٰ سے ڈرو اور رزق کی تلاش میں مارے مارے نہ پھرو اگر تمہاری قسمت میں رزق مقسوم ہے تو اگر وہ پہاڑ کی چوٹی یا زمین کی تہ میں بھی ہو گا تو تمہارے پاس ضرور آویگا۔ ازہر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک روز خطبہ فرماتے دیکھا کہ آپ پیوند لگا کرتہ پہنے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن علاء کہتے ہیں کہ آپ اکثر جمعہ میں ان الفاظ سے پہلا خطبہ شروع فرمایا کرتے تھے۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہِ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوی پھر خداوند تعالیٰ سے ڈر نیکی تلقین اور دیگر نصائح فرماتے ہیں اور خطبہ آخرہ اس آیت پر ختم کرتے یا عبادی الذین اسرفوا علٰے انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ الخ

حاجب بن خلیفہ برجمی کہتے ہیں کہ میں جب آپ خلیفہ تھے آپکے ایک خطبہ میں شریک ہوا ہوں آپنے اسمیں فرمایا کہ جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے جاری فرمایا وہ عین دین ہے اسی پر ہم کو چلنا چاہیئے اور جو انکے خلاف ہو اسکو ترک کر دینا چاہیئے (ابونعیم فی الحلیۃ)

ابن عساکر نے ابراہیم بن ابی علیہ سے روایت کی ہے کہ عید کے روز لوگ آپکے پاس آتے تھے اور سلام کر کے کہتے تھے کہ خداوند تعالیٰ آپ سے اور ہم سے قبول فرمادیں۔ آپ انہیں الفاظ کو دہرا دیتے تھے اور کچھ انکار نہ فرماتے تھے میں کہتا ہوں کہ عید سال ماہ کیلئے اس سے بہتر تہنیت یا مبارکباد نہیں ہوسکتی جعونہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر بن عبد العزیز نے عمرو بن قیس سکونی کو صائفہ کا حاکم بنا کر روانہ کیا تو آپ نے بطور نصیحت کے اس سے فرمایا کہ وہاں کے نیک لوگوں کی بات سُننا اور بدمعاشوں سے احتراز کرنا اور انکی خطاؤں سے درگذر کرنا ایسا نہ ہو کہ اول تو تم جاتے ہی انکا قتل کردو اور پھر آخر میں ان سے ڈرنے لگو بلکہ پہلے ہی سے میانہ روی اختیار کرو تاکہ وہ تمہارا مرتبہ معلوم کریں اور تمہاری بات پر کان دھریں۔

سائب بن محمد کہتے ہیں کہ جراح بن عبداللہ نے آپکو رپورٹ دی کہ اہل خراسان نہایت بگڑے ہوئے ہیں انکی اصلاح بغیر تلوار اور دُرّوں کے نہیں ہوسکتی امیر المومنین مجھے اپنی رائے سے مطلع فرمائیں آپنے جواب میں لکھا تم نے جھوٹ لکھا ہے کہ اہل خراسان بغیر تلوار کے درست نہیں ہوسکتے عدل اور حق ایسی چیزیں ہیں کہ وہ خود درست ہوجاوینگے لہٰذا انہیں علی الانصاف اور حق رسانی کی اشاعت کیجائے۔ والسلام

امیہ بن زید قرشی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز جب کوئی خط مجھ سے لکھواتے تو آپ پہلے یہ دعا کیا کرتے تھے۔ الٰہی! میں اپنی زبان کی شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

صالح بن جبیر یہ کہتے ہیں کہ بسا اوقات کسی بات میں حضرت عمر بن عبد العزیز مجھ پر غصہ ہوجاتے ایک روز میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ نوجوان بادشاہوں کے غصہ سے ڈرنا چاہیئے اور جب انکا غصہ ٹھنڈا ہوجاوے تو اُنکے پاس حاضر ہو کر معافی مانگنی چاہیئے۔ آپنے فرمایا اے صالح میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم اسکی پابندی نہ کرنا۔

عبد الحکیم بن محمد مخزومی کہتے ہیں کہ ایک روز جریر بن خطفی عمر بن عبد العزیز کے پاس آیا اس نے چاہا کہ میں کچھ بات کروں مگر آپنے انکار کردیا اُسنے کہا کہ میں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرنے آیا ہوں آپنے فرمایا کہ اچھا کہو اسنے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) وہ ذات جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور خلافت امیر عادل کے سپرد کی جسے یقیناً مظالم کو رد کیا اور حق وانصاف لوگوں میں پھیلایا میں تجھ سے خیر عاجل کا طلبگار ہوں کیونکہ نفس حب عاجل پر عاشق ہے آپنے فرمایا کہ میں قرآن شریف میں تمہارا کوئی حق بیت المال کے اندر نہیں دیکھتا اسنے عرض کیا کہ نہیں امیر المومنین قرآن شریف میں موجود ہے کیونکہ میں مسافر ہوں اور مسافر کا حق موجود ہے آپ نے اُسکو اپنی جیب خاص سے پچاس دینار عطا فرمائے۔

طیوریات میں ہے کہ جریر بن عثمان رحبی اپنے باپ کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے آپنے اُن سے اُنکے بیٹے کا حال دریافت کیا اور پھر فرمایا کہ تم اسکو فقہ اکبر کی تعلیم دو. اُنہوں نے دریافت کیا کہ فقہ اکبر کیا ہوتا ہے آپنے فرمایا کہ قناعت اور مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچانا۔

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک روز آپنے بلا کر فرمایا کہ عدل کی تعریف کرو میں نے کہا کہ او ہو آپنے بہت بڑی چیز کی تعریف دریافت کی چھوٹوں سے باپ کیطرح اور بڑوں سے بیٹے کیطرح اور اپنے برابری سے بھائی کی طرح اور اسی طرح عورتوں سے سلوک کرنا اور لوگوں کو انکے جرائم اور جسم کے موافق سزائیں دینا اور اپنے غصہ کی وجہ سے کسی کو نہ ستانا بس یہی عدل ہے اور ان سے تجاوز کرنا ظلم ہے۔

عبدالرزاق اپنے مصنف میں زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اگر آگ کی پکی ہوئی چیز کھا لیتے حتیٰ کہ شکر بھی تو وضو فرمایا کرتے تھے

وہیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جس شخص کا کلام اس شخص کے عمل سے بڑھ گیا تو گویا اسکا کلام گم ہو گیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ آپکے زمانہ خلافت میں غیلان نے قدر کا عقیدہ (یعنی تقدیر سے انکار کیا) ظاہر کیا آپنے اسکو توبہ کرنیکو فرمایا اُسنے کہا کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو آپ کا ہدایت کرنا بھلا معلوم ہوتا آپنے دعا کی الٰہی! اگر یہ سچا ہے تو خیر ورنہ اسکے ہاتھ پیر کٹوا کر سولی پر چڑھوا دیجئے۔ یہ دعا کر کے اُسکو چھوڑ دیا اور اُسنے اپنے عقائد کی خوب اشاعت کی مگر جسوقت ہشام بن عبدالملک تخت پر بیٹھے تو اُنہوں نے اُسکو پکڑا اور اُسکے چاروں ہاتھ پیر کاٹ کر دار پر چڑھا دیا۔

خلفاء بنو امیہ کا قاعدہ تھا کہ وہ خطبوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہا کرتے تھے آپنے اپنی خلافت میں اسکی سختی سے ممانعت کی اور اپنے عمال کو لکھا کہ ایسا نہ کیا جائے اور بجائے ان الفاظ کے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ کے پڑھنے کی ترویج کی چنانچہ یہ آیت خطبوں میں اب تک پڑھی جاتی ہے۔

آپ قبل خلافت اشعار بھی کہا کرتے تھے اور بہت سے آپکے اشعار متضمن بہ پند و نصائح مشہور ہیں۔

فائدہ. ثعالبی لطائف المعارف میں کہتے کہ حضرت عمر بن خطابؓ و حضرت عثمان غنیؓ و حضرت علی رضؓ شیر خدا اور مروان بن حکم و عمر بن عبدالعزیز کے سروں پر بال نہ تھے اسکے بعد خلفاء میں یہ بات نہ رہی اور چونکہ اُس زمانہ میں سر پر خود لگاتے تھے اسکی وجہ سے بال سر کے اُڑ جاتے تھے اور اسی وجہ سے

اُس شخص کو جسکے بال اُڑ جاتے تھے عرب میں اصلع یعنی بہادر اور شجاع کہتے تھے۔ (مترجم)۔
فائدہ۔ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ ایک شاعر نے فاطمہ بنت عبد الملک آپکی زوجہ کی شان میں یہ شعر کہا ہے (ترجمہ شعر) خلیفہ کی بیٹی اور خلیفہ کی پوتی۔ خلفاء کی بہن اور خلیفہ کی بیوی ہیں زبیر کہتے ہیں کہ آجتک کوئی عورت سوائے آپ کی بیوی کے ایسی نہیں گذری جسپر یہ شعر صادق آسکے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ تک بھی ایسی نہیں ہوئی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کا مرض اور وفات

ایوب کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اگر آپ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوتے اور آپکا وہاں انتقال ہوتا تو آپکو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے پاس جو چوتھی جگہ پڑی ہے دفن کیا جاتا آپنے فرمایا واللہ اگر مجھے خداوند تعالےٰ سوائے عذاب دوزخ کے تمام عذاب بدیتے تو مجھے منظور تھا بشرطیکہ خداوند تعالیٰ مجھے بتلادیتے کہ آیا میں اس جگہ کے قابل اور اہل بھی ہوں یا نہیں۔

ولید بن ہشام کہتے ہیں کہ کسی نے آپ سے مرض کی حالت میں عرض کیا کہ آپ دوا کیوں نہیں کرتے آپنے فرمایا کہ جسوقت مجھے زہر دیا گیا اگر مجھ سے اُسوقت کہا جاتا کہ تم اپنے کان کی لو کو ہاتھ لگاؤ یا فلاں خوشبو سونگھو اسمیں تمہاری شفا ہے تو میں ایسا کبھی نہ کرتا کیونکہ اگر میں مرگیا تو زہر کیوجہ سے شہید ہوں۔ یا یہ کہ دوا کرنا منافی توکل ہے آپ کو بنوامیہ کے اشارے سے آپ غلام سفاہ نے زہر دیدیا تھا (مترجم)

عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب آپ کا آخر وقت ہوا تو آپنے فرمایا کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو اور چلے جاؤ چنانچہ سب چلے گئے اور مسلمہ اور فاطمہ دروازہ پر بیٹھ گئیں۔ اُنہوں نے سُنا آپ فرماتے تھے مرحبا بسم اللہ تشریف لایئے یہ صورت نہ آدمیوں کی ہے نہ جنوں کی پھر آپنے یہ آیت پڑھی تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ الخ پھر چونکہ کوئی آواز نہ آئی اس لئے یہ اندر گئیں تو آپ کو دیکھا کہ بیجان پڑے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (مترجم)

ہشام کہتے ہیں کہ جب آپکے انتقال کی خبر حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ دُنیا کا سب سے بہتر آدمی چل بسا۔

خالد ربعی کہتے ہیں کہ مجھے تورات میں معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز پر زمین و آسمان چالیس روز تک روئیں گے۔

یوسف بن مالک کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز کی قبر کی مٹی برابر کر رہے تھے تو اچانک ہمارے پاس آسمان سے ایک کاغذ گرا جسمیں لکھا ہوا تھا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ خداوند تعالیٰ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کو دوزخ سے امان ہو۔

قتادہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ولیعہد خلافت یعنی یزید بن عبدالملک کو ایک خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ یہ خط عبداللہ عمر کی طرف سے یزید بن عبدالملک کی طرف ہے السلام علیکم میں اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں کہ اُسکے بغیر کوئی خدا نہیں ہے امابعد میں تمہیں یہ خط اپنی کرب اور بیکلی کی حالت میں لکھ رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ مجھسے میرے خلافت کے زمانہ کے متعلق مالک دنیا اور آخرت سوال کرینگے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ میں کوئی بھی کام ان سے چھپا سکوں اور اگر وہ مجھ سے راضی ہو گئے تو میں فلاح کو پہونچ گیا اور ذلت ورسوائی سے نجات پالی اور اگر مجھ پر غصہ ہو گئے تو میں کہیں کا نہ رہونگا اور تباہ ہو جاؤں گا میں خداوند تبارک وتعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رحمت کی وجہ سے عذاب دوزخ سے بچاویں اور مجھ سے خوش ہو کر اور احسان عظیم کرکے مجھے جنت عنایت کردیں۔ تم خدا سے ڈرنے کو اپنے اوپر لازم کر لو اور رعیت کی رعایت کرو میرے بعد تم بھی بہت کم دن دنیا میں رہو گے۔ والسلام (ابونعیم فی الحلیہ)

آپ نے مقام دیر سمعان (بکسر السین) مضافات حمص میں بتاریخ بیس یا پچیس رجب المرجب ۱۰۱ھ میں بعمر تراوے سال چھ ماہ انتقال فرمایا آپ کو بنوامیہ نے زہر دلوا دیا تھا کیونکہ آپنے ان پر سختی کی تھی اور جو مال اُنہوں نے غصب سے جمع کیا تھا تمام ضبط کر لیا تھا اور چونکہ آپنے اپنی حفاظت کرنی چھوڑ دی تھی اس لئے بنوامیہ کو آسانی بھی ہو گئی تھی۔

مجاہد کہتے ہیں کہ مجھے بلا کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میرے متعلق لوگ کیا گمان کرتے ہیں میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ مسحور ہیں آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ مجھ پر جادو کر دیا گیا ہے بلکہ مجھے زہر دیا گیا ہے اور جس وقت دیا گیا تھا مجھے اُسی وقت معلوم ہو گیا تھا پھر آپ نے اُس غلام کو بلایا جس نے آپکو زہر دیا تھا اور فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے تجھے اِس امر پر کس نے برانگیختہ کیا تھا کہ مجھے زہر پلا دے اُسنے کہا کہ مجھے اسکی عوض میں ہزار دینار دئے گئے ہیں اور مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ میں آزاد کر دیا جاؤں گا۔ آپنے فرمایا ان دیناروں کو میرے پاس لا چنانچہ لایا آپ نے ان کو بیت المال میں داخل کر دیا اور اُس سے کہا کہ تو یہاں سے اِس طرح

بھاگ کہ پھر تجھے یہاں کوئی نہ دیکھے۔
آپ کی خلافت میں ان حضرات علماء کا انتقال ہوا۔ ابوامامہ بن سہل بن حنیف۔ خارجہ بن زید بن ثابت۔ سالم بن ابی الجعد۔ بسر بن سعید۔ ابوعثمان نہدی۔ ابوالضحیٰ

یزید بن عبدالملک بن مروان

یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم ابوخالد اموی دمشقی ۷۱ھ میں پیدا ہوا اور جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے بموجب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔
عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ جس وقت یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اسنے حکم دیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے طریقہ پر کاربند رہو چنانچہ چند روز وہی طریقہ عمل رہا مگر بعد میں چالیس بوڑھوں نے آکر شہادت دی کہ خلفاء پر نہ عذاب ہو نہ حساب وہ جو کچھ چاہیں کریں۔
ابن ماجشون کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا تو یزید بن عبدالملک نے کہا کہ واللہ جتنے حضرت عمر بن عبدالعزیز خداوند تعالیٰ کے محتاج تھے اُس سے زیادہ میں ہوں اور انکے قدم بقدم چالیس روز رہا مگر پھر اس طریقہ سے روگرداں ہوگیا۔
سلیم بن بشیر کہتے ہیں کہ یزید بن عبدالملک کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ وصیت نامہ لکھا تھا کہ السلام علیکم امابعد جیسا میں ہوں خود ہی جانتا ہوں۔ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خداوند تعالیٰ سے ڈرتے رہنا تو دنیا ایسے شخص کے واسطے چھوڑنیوالا ہے جو تیری تعریف نہیں کریگا اور ایسے شخص کے سپرد کرنیوالا ہے جو تیرا عذر نہیں سنیگا۔ والسلام۔
سنہ ۱۰۲ھ میں یزید بن مہلب نے خلافت پر خروج کیا مسلمہ بن عبدالملک بن مروان اسکے مقابلہ کیلئے متعین ہوا حتیٰ کہ یزید بن مہلب کو شکست دی اور کربلا کے قریب مقام عقر میں اسکو قتل کر دیا گیا۔
کلبی کہتے ہیں کہ لوگوں کے زبان زد تھا کہ بنوامیہ نے کربلا میں دین اور عقر میں کرم (یزید بن مہلب کا لقب) کو ذبح کر ڈالا۔
یزید بن عبدالملک شعبان ۱۰۵ھ میں انتقال کر گیا اور اسکے عہد میں حسب ذیل

علماء نے انتقال فرمایا ضحاک بن مزاحم۔ عدی بن ارطاۃ۔ ابو المتوکل ناجی عطاء بن یسار مجاہد یحییٰ بن وثاب مقری الکوفہ۔ خالد بن معدان شعبی عالم عراق۔ عبدالرحمٰن بن حسان ثابت۔ ابو قلابۃ الجرمی ابوبردہ بن ابوموسیٰ الاشعری و دیگر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ہشام بن عبدالملک

ہشام بن عبدالملک ابو الولید کچھ اوپر ۷۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔

مصعب زبیری کہتے ہیں کہ عبدالملک نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں نے چار دفعہ محراب میں پیشاب کیا ہی جب اسکی تعبیر حضرت سعید بن مسیب سے دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا تھا کہ تیرے صلبی بیٹوں میں سے چار بیٹے بادشاہ ہونگے چنانچہ یہ ہشام آخری بادشاہ تھا۔

ہشام بن عبدالملک نہایت ہوشیار اور عقلمند شخص تھا۔ بیت المال میں مال جبتک داخل نہیں ہونے دیتا تھا جبتک چالیس آدمی یہ نہ گواہی دیں کہ فلاں کے حق میں سے لیا ہے اور جتنے ذی حق تھے ان کا حق پہنچا دیا گیا ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے ہشام کو ہمکلام ہوتے ہوئے سنا ہشام اُس شخص سے کہہ رہا تھا کہ تمہیں کچھ حق نہیں ہی کہ تم اپنے خلیفہ کی سُن لو نیز ایک مرتبہ ایک شخص پر غصہ ہوا تو اُس سے کہا واللہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں تیرے کوڑے ماروں۔

سجل بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے خلفاء میں ہشام سے زیادہ خونریزی کو مکروہ سمجھنے والا نہیں دیکھا۔ ہشام کا مقولہ ہی کہ مجھے دنیا کی تمام لذتیں میسر ہیں مگر ایک ایسا بھائی نہیں کہ میرے اُسکے درمیان میں جو تحفظ کا پردہ ہوتا ہے وہ حائل نہ ہوتا۔

شافعی کہتے ہیں کہ جب موضع رصافہ مضافات قنسرین میں ہشام نے مکان بنوایا تو اُسنے چاہا کہ میں اس مکان میں ایکدن اِس طرح بسر کردوں کہ مجھے کسی طرح کا غم و فکر نہ ہو۔ چنانچہ جب یہ وہاں گیا تو دوپہر بھی ہونے نہ پائی تھی کہ سرحد سے ایک متوحش خبر پہنچی یہ سُنکر کہنے لگا کہ ایک دن بھی ایسا نہ ملا۔ کہتے ہیں کہ یہ شعر ہشام کا ہے اور اس شعر کے سوا اسکا کوئی کلام محفوظ نہیں رہا (ترجمہ شعر) جب تو خواہشات نفسانی کی نافرمانی نہیں کریگا تو تجھے خواہشات ایسی طرف کھینچ کر لے جائیں گی کہ جہاں تجھ پر حرف آجائے گا۔

ہشام بن عبد الملک ربیع الآخر ۱۲۵ھ میں انتقال کر گیا۔

اسکے تخت خلافت کے ساتویں برس قیصریہ روم تلوار سے فتح ہوا اور آٹھویں سال خنجرہ بطال مشہور شجاع کے ہاتھ سے فتح ہوا اور بارہویں سال حرسنہ ہاتھ آیا جو ملطیہ کے اطراف میں آباد

اسکے زمانہ میں ان حضرات علمائے انتقال فرمایا سالم بن عبد اللہ بن عمر طاؤس۔ سلیمان بن یسار عکرمہ غلام ابن عباس قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق۔ کثیر عزۃ الشاعر۔ محمد بن کعب القرظی حسن بصریؒ۔ محمد بن سیرین۔ ابو الطفیل عامر بن واثلہ صحابی (انکی موت نے صحابہ کا خاتمہ کر دیا) جریر۔ فرزدق عطیہ العوفی۔ معاویہ بن مرۃ۔ مکحول۔ عطاء بن ابی رباح۔ ابو جعفر الباقر۔ وہب ابن منبہ سکینہ بنت حسینؓ۔ اعرج۔ قتادہ۔ نافع غلام ابن عمر۔ ابن عامر خواندہ شام۔ ابن کثیر خواندہ مکہ ثابت البنانی۔ مالک بن دینار۔ ابن محیص المقری۔ ابن شہاب زہری و دیگر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اخبار ہشام۔ ابن عساکر ابراہیم بن ابی عیلہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک نے یہ ارادہ کیا کہ مجھے خراج مصر کی وصولیابی پر مقرر کرے مگر میں نے انکار کر دیا اسپر ہشام اتنا غصہ ہوا کہ اُسکا چہرہ سرخ ہو گیا اور چونکہ اسکی دونوں آنکھوں میں کسی قدر حول پن تھا مجھے تیز تیز دیکھنے لگا کہنے لگا کہ تجھے طوعاً و کرہاً یہ عہد منظور کرنا ہو گا میں دیکھکر چپکا ہو گیا مگر جب اسکا غصہ ٹھنڈا ہوا تو میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین اگر اجازت دیں تو کچھ عرض کروں ہشام نے اجازت دیدی میں نے عرض کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ہم نے آسمان اور زمین اور پہاڑ ونکو اپنی امانت دینا چاہی مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ جب انکے انکار پر خداوند تعالیٰ اُن سے ناراض نہیں ہوا تو آپ اس انکار پر مجھ سے کیوں ناراض ہوتے ہیں یہ سنکر وہ ہنس پڑا اور مجھے معافی دیدی۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ میں ایک روز ہشام بن عبد الملک کے یہاں مہمان ہوا ہشام نے مجھ سے کہا کہ کوئی قصہ سناؤ میں نے کہا کہ ایک بادشاہ ذی علم صاحب اقبال خورنق کی طرف سیر کیلئے نکلا اُس نے راستہ میں اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ قصر کسکا ہے لوگوں نے کہا کہ بادشاہ کا پھر کہنے لگا کہ اچھا بتلاؤ جس قدر مال و متاع میرے پاس ہے اُتنا کبھی کسی بادشاہ کے پاس ہوا ہے ایک بوڑھا جو زمانہ کا لوٹا ہوا بھی اتفاق سے ساتھ تھا اُسنے کہا کہ جو بات آپنے دریافت کی ہی بہتر ہو کہ اسکا جواب آنجناب فرمادیں تو میں دوں بادشاہ نے کہا بہتر ہے فرمائیے اُسنے کہا کہ یہ بتلائیے کہ جو کچھ آپکے پاس ہے اسمیں آیا کمی نہ آویگی۔ کیا یہ مال و متاع آپکے پاس بطور میراث کے نہیں پہنچا اور کیا آپ کے جانشین کو بطور میراث کے نہیں پہنچے گا۔ بادشاہ نے کہا تینوں باتیں ہوں گی اُسنے کہا تو سخت

تعجب ہی کہ آپ کو ایسی چیز نے غرور میں ڈالدیا جو کم ہونیوالی ہے اور جسکا زیادہ حصّہ آپ کے پاس سے دوسرے کے پاس منتقل ہونیوالا ہے اور جو کچھ آپ نے خرچ کر لیا ہے اُس کا حساب ہونیوالا ہے۔ بادشاہ یہ سُنکر کانپ اُٹھا اور کہا کہ کہاں چلا جاؤں اور کہاں مطلب کی بات پاؤں بوڑھے نے کہا کہ اگر بادشاہی کرنا چاہتا ہی تو اپنے ظاہر و باطن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کر ورنہ اپنا تخت چھوڑ اور تاج رکھ اور گدڑی پہن اور اپنے رب کی عبادت کر بادشاہ نے کہا کہ میں اسکے متعلق رات کو غور و فکر کرونگا اور صبح کو جو کچھ رائے ہوگی بتلاؤں گا چنانچہ جب صبح ہوئی تو اُسنے کہا کہ میں بادشاہت چھوڑ کر پہاڑ اور چٹیل میدان اختیار کرتا ہوں اور بجائے پوشاک کے گدڑی پہنتا ہوں اگر تو میرے ساتھ رہے تو یہ سب سے ہی بہتر ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے ایک پہاڑ کو اپنا مسکن بنالیا اور مرتے دم تک وہیں رہے۔

یہ قصّہ سُنکر ہشام اتنا رویا کہ اُسکی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور اپنے دونوں بیٹوں کے کام سپرد کر کے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور محل سے برآمد نہ ہوا۔ یہ دیکھکر ارکین سلطنت خالد بن صفوان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تو نے امیر المومنین پر کیا کر دیا کہ اُسکا آرام اور لذت بھی جاتی رہی۔ خالد بن صفوان نے کہا کہ میں معذور ہوں میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے معاہدہ کیا ہی کہ جب میں کسی بادشاہ کے پاس جاؤنگا تو اُسکو خداوند تعالیٰ سے ضرور ڈراؤں گا۔

ولید بن یزید بن عبد الملک

ولید بن یزید بن عبد الملک بن مروان بن حکم خلیفہ فاسق العباس سنہ ۹۰ھ میں پیدا ہوا چونکہ اپنے باپ یزید بن عبد الملک کے مرتے وقت بہت کم سن تھا اسلئے خلیفہ نہ ہوسکا اور ہشام خلیفہ ہوا۔ مگر چونکہ یزید بن عبد الملک نے اسے ہشام کے بعد ولیعہد مقرر کیا تھا اس لئے ہشام کے انتقال کے بعد ربیع الآخر ۱۲۵ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔

ولیعہد بن یزید نہایت فاجر فاسق شرابی اور منہیات کا مرتکب تھا اُسنے ارادہ کیا تھا کہ کعبہ کی چھت پر بیٹھکر شراب نوشی کروں۔ لوگ اِس فسق و فجور سے چونکہ تنگ آگئے تھے اسلئے اسپر خروج کر کے جمادی الآخر ۱۲۶ھ میں قتل کر ڈالا۔

جس وقت اسپر محاصرہ کیا گیا تو اُسنے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تمہارے عطیات

میں اضافہ نہیں کیا اور کیا تم پر سے سختیاں نہیں اٹھائیں کیا میں نے غربا کی خبر گیری نہیں کی آخر مجھ پر یہ ظلم کیوں کیا جارہا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اگرچہ تو نے سب کچھ کیا مگر ہم تجھے اس وجہ سے قتل کرتے ہیں کہ تو نے شراب نوشی کی۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کی اسکو تو نے حلال کیا محرمات سے نکاح کرائے۔ خداوند تعالیٰ کے احکام کی حقارت کی۔

جس وقت یہ قتل کردیا گیا تو اسکا سر یزید ناقص کے پاس بھیجدیا گیا اور اس سر کو نیزہ پر لٹکایا گیا جب اس سر کو اسکے بھائی سلیمان بن یزید نے دیکھا تو اسنے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص بہت بڑا شرابی اور سخت بے شرم اور نہایت فاسق تھا بلکہ مجھے بھی اپنا جیسا کرنا چاہتا تھا۔

معافی جریری کہتے ہیں کہ میں نے کچھ ولید کے حالات اور اسکے اشعار جمع کئے تھے جو تمام کا تمام فسق و فجور اور کفر و الحاد کا بے سر و پا مجموعہ تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ولید کا کفر اور زندقہ تو صحیح ثابت نہیں ہوتا البتہ وہ مے نوش اور لواطت میں ضرور مشہور تھا اس وجہ سے لوگوں نے اس پر خروج کرکے قتل کردیا۔ ولید کا کسی نے ایکمرتبہ مہدی کے سامنے ذکر کیا اور اثنائے گفتگو میں اسکو زندیق کہدیا مہدی نے کہا کہ چپ رہو یہ نہیں ہوسکتا کہ خداوند تعالیٰ خلافت مقدسہ کو کسی زندیق کے سپرد کردیں۔

مروان بن ابی حفصہ کہتے ہیں کہ ولید نہایت حسین اور سب سے زیادہ شاعر تھا۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ زہری ہشام کے سامنے ہمیشہ ولید کی عیب جوئی اور نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ولید کو ولیعہد نہ کرنا چاہیئے بلکہ اسکا خلع کردینا چاہیئے مگر ہشام اسکا خلع نہ کرسکا اور زہری کا انتقال بھی ولیعہد کی خلافت سے پہلے ہوچکا ورنہ ولید اسپر بہت ظلم کرتا۔

ضحاک بن عثمان کہتے ہیں کہ ہشام نے ولید کی ولیعہدی کا خلع کرنے اور اپنے بیٹے کو ولیعہد کرنیکا جب ارادہ کیا تو ولید نے یہ اشعار ہشام کے پاس لکھکر بھیجدئے (ترجمہ اشعار) تو نے خداوند تعالیٰ کی نعمتوں کا کفران کیا۔ اگر تو انکا شکر کرتا تو خداوند تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے تجھے اسکی جزاء دیتے میں دیکھ رہا ہوں کہ تو میری تولیت کو قطع کرنا چاہ رہا ہے۔ اگر تو صاحب احتیاط ہوتا تو جو چیز میں نے بنائی ہے اسکے خراب کرنے میں کوشش نہ کرتا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو کینہ کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے۔ افسوس ہو کہ تو ان لوگوں میں داخل ہو جو میری کینہ کشی سے انتقال کرینگے۔

حماد ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز ولیعہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دو منجم آئے اور انہوں نے آکر عرض کیا کہ جس چیز کے متعلق آپنے ارشاد فرمایا تھا ہم نے اسکے متعلق آپکا زائچہ

دیکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سات سال اور زندہ رہیں گے۔ حماد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر ولیعہد دھوکے میں رہے تو بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ یہ دونوں منجم جھوٹ بکتے ہیں میں ان سے زیادہ علم نجوم کا ماہر ہوں۔ میں نے بھی زائچہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ ابھی چالیس سال آپ اور زندہ رہیں گے۔ یہ سنکر ولیعہد نے کہا کہ نہ مجھے انکے کہنے سے کچھ رنج ہوا اور نہ تمہارے بتلانے سے خوشی ہوئی واللہ میں جس شخص کو ہمیشہ زندگی کی خواہش ہو اسکی طرح مال جمع کرنا نہیں چاہتا بلکہ جس شخص کو یہ خبر ہو کہ میں کل مرجاؤنگا۔ اس طرح اسکو خرچ کرنا چاہتا ہوں۔

مسند امام احمد میں ایک حدیث ہے کہ اس اُمت میں ایک شخص ولید نامی ہوگا جو اس امت پر فرعون سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔

مسالک میں ابن فضل اللہ لکھتے ہیں کہ ولید بن یزید۔ جبار۔ حاسد۔ بے راہ جھوٹے وعدے کرنیوالا اپنے زمانہ کا فرعون۔ زمانہ بھر کا عیب دار۔ قیامت میں اپنی قوم کے ساتھ جہنم میں جانیوالا ہلاک ہونیوالا قرآن شریف کو نیزہ سے چھیدنے والا فاسق و فاجر تھا۔

علوی کہتے ہیں کہ ابن میادہ نے ولید بن یزید کے سامنے اپنا یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) تم نے فضیلت دی قریش کو سوائے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سوائے بنی مروان کے اہل فضائل کی۔ یہ سنکر ولیعہد نے کہا کہ تو نے ہم پر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدم کر دیا ابن میادہ نے کہا کہ میں اسے ہی جائز سمجھتا ہوں۔

یزید الناقص ابو خالد بن ولید

یزید الناقص ابو خالد بن ولید بن عبد الملک۔ چونکہ اس شخص نے لشکر کی تنخواہوں میں سے کمی کی تھی اسلئے اسکا لقب ناقص پڑ گیا۔ اپنے چچا کے بیٹے ولید کو قتل کر کے خود تخت خلافت پر بیٹھا اسکی ماں بنام شاہ فرند بنت فیروز بن یزدجرد تھی اور فیروز کی ماں شیرویہ بن کسریٰ کی بیٹی تھی اور شیرویہ کی ماں خاقان بادشاہ ترک کی بیٹی تھی اور فیروز کی نانی قیصر روم کی لڑکی تھی اسی وجہ سے ایک جگہ یزید ناقص نے فخریہ یہ شعر کہا (ترجمہ شعر) میں کسریٰ کا نواسا اور مروان کا بیٹا ہوں میرا نانا قیصر روم اور خاقان ہے۔

ثعالبی کہتے ہیں کہ یزید ناقص داوھیال اور ناھیال دونوں طرف سے شاہزادہ تھا۔

ولید کے قتل کے بعد یزید نے خطبہ پڑھا۔ اما بعد واللہ میں مغرور اور مبطور ہو کر نہیں آیا ہوں اور مجھے دنیا کی حرص اور نہ ملک کی رغبت ہے اگر خداوند تبارک و تعالیٰ مجھ پر اپنا رحم نہ فرمادیں

تو میں سخت گنہگار اور اپنے نفس پر ظالم ہوں بلکہ میں نے خلافت کا قصد اور ارادہ خداوند تعالیٰ اور اُسکے دین سے ڈر کر کیا ہے اور میں تم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ دیکھکر بلاتا ہوں کہ ہدایت کے نشان پرانے ہو گئے اور اہل تقوے کے انوار بجھ گئے جب حرام کو حلال کرنیوالے اور بدعت کے حامی پیدا ہو گئے یہ دیکھکر مجھے تم پر رحم آیا کہ تمہیں فساد قلب اور ظلمت نفس سے نکال دوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں راہ مستقیم کی طرف لاؤں میں نے اس امر میں خداوند تعالیٰ سے استخارہ کیا ہے میں اپنے اہل اور اہل ولایت کو جو مجھے قبول کریں اپنی طرف بلاتا ہوں۔ خداوند تبارک وتعالیٰ بلاد اور عباد کو برائیوں سے محفوظ رکھیں بس خداوند تعالیٰ کے سوا کسی میں قدرت و قوت نہیں ہے۔ لوگو میں تمہارے اوپر اس واسطے حاکم مقرر کیا گیا ہوں کہ تمہاری ایک اینٹ اور ایک پتھر بھی ضائع اور بیکار نہ ہونے دوں۔ میں کسی شہر اور کسی جگہ سے جبتک مال نہ لونگا تا وقتیکہ سرحد کی پورے طور پر ناکہ بندی نہ کر دوں اور مصالح امور کو سوچکر سرحد کو مضبوط نہ کر دوں اگر خداوند تعالےٰ کا فضل شامل حال رہا تو جتنا کچھ کسی شہر سے وصول کروں گا وہ اُسی کی بہبودگی میں خرچ کروں گا تاکہ تم سب مساوی ہو جاؤ۔ اگر تم نے میری بیعت کر لی تو میں تمہارا ہوں اور مجھ پر تمہارے ساتھ احسان کرنا فرض ہو جائے گا اور اگر تم میری بیعت سے ناخوش اور روگرداں ہو تو پھر میری کوئی بیعت نہیں ہے ایسی صورت میں اگر مجھ سے بہتر اور قوی تم کسی کو دیکھو تو اُس سے بیعت کر لو میں تم سب سے پہلے اُس شخص سے بیعت کر لونگا اور اُس شخص کی اطاعت میں سر مو فرق نہ کروں گا۔ میں خداوند تعالیٰ سے تمہارے اور اپنے لئے مغفرت چاہتا ہوں

عثمان ابن ابی العاتکہ کہتے ہیں کہ اول وہ خلیفہ جو عیدین میں ہتھیار لگا کر نکلا یزید ناقص اس روز قلعہ کے دروازہ سے عیدگاہ تک دورویہ ہتھیار بند سوار کھڑے ہو جاتے تھے۔ ابی عثمان لیثی سے مروی ہے کہ یزید ناقص نے بنو اُمیہ سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ تم غنا سے پرہیز کرو کیونکہ غنا یعنی گانا بجانا حیا کو کم کرتا ہے اور خواہشات لغ سانیہ کو بڑھاتا ہے اور مروت کو زائل کرتا ہے مے نوشی کی رغبت دلاتا ہے اور بدمستوں اور نشیاروں کے سے کام کراتا ہے اگر تم گانا بجانا کرو گے تو زنا کے ضرور مرتکب ہو گے کیونکہ غنا زنا کا پیش خیمہ ہے

ابن عبدالحکم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے کہ جب یزید خلیفہ ہوا تو اُسنے لوگوں کو عقیدہ قدریہ کی طرف دعوت دی اور انکو اسپر مستحکم کر دیا۔

یزید ناقص زیادہ خلافت کرنے نہیں پایا بلکہ سال خلافت میں ہی ۷ رذالحجہ کو انتقال کر گیا اسکی کل مدت خلافت چھ ماہ ہوئی۔ اسکی عمر پینتیس سال اور بقول بعض چھیالیس سال کی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسکی موت مرض طاعون سے ہوئی۔

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک ابو اسحاق اپنے بھائی یزید ناقص کے مرنیکے بعد تخت خلافت پر بیٹھا اسکے ولیعہد ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ولیعہد ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بروین سنان کہتے ہیں کہ میں نزع کی حالت میں یزید ناقص کے پاس گیا اتنے میں قطن بھی آگئے اور کہا کہ یہ سمجھو کہ میں تمہارے باپ کا ایلچی ہوں خداوند تعالی کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ تم نے اپنے بھائی ابراہیم کو کیوں ولیعہد مقرر کر دیا یہ سنکر یزید کو غصہ آیا اور کہا کہ میں ابراہیم کو ولیعہد بنا چکا ہوں پھر کہا اے ابوالعلماء آپ ہی فرمایئے کہ کسے ولیعہد بناؤں انہوں نے کہا کہ اگر آپ مجھ سے مشورہ کرتے ہیں تو میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ پھر میرے بعد آخر تک کسی سے مشورہ نہ لیں قطن یہی کہنے پائے تھے کہ خلیفہ بیہوش ہو گیا میں سمجھا کہ خلیفہ کا انتقال ہو گیا قطن وہیں بیٹھ گئے اور انہوں نے یزید کیطرف سے ایک زبانی تحریر ولیعہدی کے متعلق لکھ لی اور اسپر لوگوں کو بلا کر شہادتیں کرالیں مگر واللہ حقیقۃ الامر اسکے خلاف ہے۔ خلیفہ یزید نے کسی کو ولیعہد نہیں بنایا۔

ابراہیم محض ستر روز تخت خلافت پر رہا اسپر مروان بن محمد نے خروج کر دیا اور لوگوں سے اپنی بیعت لے لی اور ابراہیم وہاں سے بھاگ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد آکر خلع بیعت کر لی اور تمام سلطنت کا کاروبار مروان بن محمد کے سپرد کر دیا اور خود بھی مروان سے بخوشی بیعت کر لی۔

ابراہیم اس قصہ کے بعد ۱۳۲ھ تک زندہ رہا اور واقعہ سفاح میں بنی امیہ کے ساتھ سلطنت گردی کی حالت میں قتل کر دیا گیا۔

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ ابراہیم نے زہری سے حدیث سنی اور اپنے چچا ہشام سے حکایت کی اور اس سے اسکے بیٹے یعقوب نے روایت کی ہے۔

اسکی ماں ام ولد تھی اور یہ مروان بن محمد ملقب بہ حمار کا ماں کی طرف سے بھائی تھا اُسنے دوشنبہ کے دن ۱۴ صفر ۱۲۷ھ میں خلع کیا تھا۔

مدائنی کہتے ہیں کہ ابراہیم کا عجیب قصہ ہے کہ بعض اسے خلیفہ تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ ولیعہد

ہوا تھا اور بعض بادشاہ مانتے ہیں کیونکہ ولیعہد نہیں ہوا تھا اور بعض بالکل ہی انکار کرتے ہیں ایک شاعر نے اسکی نسبت یہ شعر کہا ہے (ترجمہ شعر) ہم ابراہیم سے ہر جمعہ میں بیعت کرتے ہیں مگر جسے تم امیر بنا رہے ہو وہ ضائع ہونیوالا ہے۔

کہتے ہیں کہ ابراہیم کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا۔ ثِقَتِیْ بِاللّٰہ۔

مروان الحمار

ابو عبد الملک بن محمد بن مروان بن حکم۔ یہ بنی امیہ کا آخری بادشاہ ہے چونکہ یہ شخص جعد بن درہم کا شاگرد ہے اس لئے جعدی بھی اس کا لقب ہے اور حمار کے لقب کی دو وجہ ہیں اول تو یہ ہے کہ اسکے گھوڑے کا خوگیر (نمدہ۔ تہرو) دشمنوں کے مقابلہ میں کبھی نہیں سوکھا اور مدتوں مقابلہ کے لئے تیار رہا اور لڑائی کے مکروہات سے کبھی نہیں گھبرایا بلکہ ان پر صبر کرتا رہا اور عرب کا محاورہ اور مثل مشہور ہے کہ فلاں شخص لڑائی میں گدھے سے بھی زیادہ صابر ہے اسکا یہ لقب مشہور ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ عرب میں دستور تھا کہ ہر سو سال کے بادشاہ کو حمار کہا کرتے تھے اور چونکہ بنی امیہ کی خلافت کو سو سال کے قریب ہو چکا تھا اسلئے عرب نے اسکا نام حمار رکھدیا۔

مروان بن محمد جزیرہ میں جہاں اسکا باپ امیر تھا ۷۲ھ میں پیدا ہوا اسکی ماں ام ولد تھی خلافت سے پہلے ولایات جلیلہ کا متولی یا امیر رہ چکا تھا ۱۰۵ھ میں قونیہ فتح کیا یہ شخص شہسوار مردانگی اور سختی اٹھانے اور ہوشیاری میں مشہور تھا۔

جب ولید قتل ہوا تو یہ شخص ارمینیہ میں تھا جب اسکو ارمینیہ میں یہ خبر پہنچی تو جو مسلمان اس سے راضی ہوئے ان سے بیعت لے لی جس وقت اسکو یزید ناقص کی موت کی اطلاع ہوئی تو بیحد خزانہ خرچ کر ڈالا اور ابراہیم پر خروج کر کے اسکو ہزیمت دیکر اپنی بیعت کرالی اور خود نصف صفر ۱۲۷ھ میں بادشاہ ہو گیا اور اپنے لئے خلافت کو مستحکم کر لیا۔

خلیفہ ہونیکے بعد سب سے پہلے اسنے یزید ناقص کی قبر کھدوا کر نعش نکلوائی اور اس جرم میں کہ اسنے ولید کو قتل کرایا تھا اس نعش کو سولی چڑھوا دیا۔ اسکے بعد اسکو تخت خلافت پر ایک گھڑی کو چین نہیں آیا چونکہ ہر چہار طرف سے اسپر دشمنوں نے خروج کر دیا تھا اور ۱۳۲ھ تک یہی رہا۔ پھر بنو عباس نے خروج کیا اور عبد اللہ بن علی سفاح کے چچا نے اسپر فوج کشی کی موصل کے قریب دونوں لشکروں میں نبرد آزمائی ہوئی اور آخر کار عبد اللہ نے اسکو شکست

ویدی۔ مروان شام کی طرف لوٹا تو عبداللہ نے اسکا تعاقب کیا۔ مروان مصر کی طرف بھاگا تو وہاں صالح عبداللہ کے بھائی نے قصبہ بوصیر کے قریب مقابلہ کر کے مروان کو ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں قتل کر ڈالا۔

علماء حسب ذیل نے اسکے زمانہ میں انتقال فرمایا۔ سدی الکبیر۔ مالک بن دینار الزاہد۔ عاصم بن النجود المقری یزید بن ابی حبیب۔ شیبہ بن نصلح المقری۔ محمد بن منکدر۔ ابو جعفر یزید بن المقری المدینہ۔ ابو ایوب سختیانی۔ ابو الزناد۔ ہمام بن منبہ۔ واصل بن عطا معتزلی صولی محمد ابن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ جب مروان قتل ہوا تو اسکا سر کاٹ کر عبداللہ بن علی کے روبرو پیش کیا گیا۔ عبداللہ نے اسے دیکھکر ایک جگہ رکھ دینے کو کہا۔ جب وہ رکھ دیا گیا تو ایک بلی نے آکر اسکی زبان نکالی اور چبا کر کھا گئی۔ عبداللہ بن علی نے کہا کہ زمانہ کے تمام عبرتناک اور عجائب واقعات میں مروان کی زبان کو بلی کا کھا جانا دیا وہ عبرتناک ہے اور ہمیں ایک یہی عبرت کافی ہے

سفاح اوّل خلفاء بنی عباس

عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ ابو العباس سفاح بنو عباس کا سب سے پہلا تاجدار ہے۔ یہ ۱۰۸ھ اور بقول بعض ۱۰۴ھ میں حمیمہ مضافات بلقاء میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی۔ اس سے کوفہ میں بیعت ہوئی اسکی ماں کا نام رائطہ الحارثیہ تھا اس نے اپنے بھائی ابراہیم بن محمد سے حدیث سماعت کی اور اس سے اسکے چچا عیسٰے بن علی نے روایت کی ہے یہ عمر میں اپنے بھائی منصور سے چھوٹا تھا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فتنوں کا زمانہ ہوگا تو میری اہل بیت میں سے ایک شخص جسکا نام سفاح ہوگا ظاہر ہو کر مال کو مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کو عطا کرے گا (عبیداللہ عیشی کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جب خلافت بنی عباس میں پہونچی تو اس زمانہ کے مشائخ کہتے تھے کہ واللہ آل عباس سے بڑھکر روئے زمین پر کوئی قاری قرآن ہے اور نہ کوئی افضل عابد و زاہد ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ خلافت آپ کی اولاد میں)

منتقل ہو گی اُسی وقت سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد خلافت کی اُمید وار چلی آتی تھی۔ رشید بن کریب سے مروی ہے کہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنیفہ نے جب شام کی طرف خروج کیا تھا تو محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے ملاقات کی تھی اور اثنائے ملاقات میں کہا تھا کہ اے چچیرے بھائی مجھے ایک بات معلوم ہے اُسے میں تمہیں بتلانا چاہتا ہوں تم کو کسی سے ظاہر نہ کرنا وہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ خلافت آخر آپ لوگوں میں منتقل ہو گی یہ سنکر محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے کہا کہ یہ بات آپ بھی سوائے میرے کسی پر ظاہر نہ کریں۔

مدائنی کہتے ہیں کہ میں نے ایک کثیر جماعت سے سُنا ہے کہ امام محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے ہم سے تین دفعہ یعنی یزید بن معاویہ کی موت کے وقت اور پہلی صدی کے شروع میں اور افریقہ کی بدنظمی کے دوران میں یہ کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ ہم کو لوگ بلانے آئیں گے اور اور ہمارے انصار مشرق سے ہماری مدد کے لئے آئیں گے حتےٰ کہ اُن کے گھوڑے مغرب تک ہماری مدد کو پہنچیں گے۔

جب یزید بن ابو مسلم افریقہ میں شہید کردئے گئے اور بربر بھی کامیاب نہ ہوئے تو حضرت امام محمد نے ایک شخص کو خراسان کی طرف بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو رجوع کرے اور کسی کا نام خلافت کے لئے خاص طور پر نہیں لیا پھر ابو مسلم خراسانی کو اسطرف روانہ کیا اور اُنکو ایک خط بھی دیا لوگ انکی تعمیل کرنے کو تیار تھے کہ اچانک امام محمد نے انتقال فرمایا لوگوں نے ان کے صاحبزادے ابراہیم سے بیعت کرلی جب اسکی خبر مروان کو پہنچی تو ابراہیم کو مروان نے قتل کرادیا اسکے بعد لوگوں نے ابراہیم کے بھائی سفاح سے رجوع کیا اور لوگ جماعت در جماعت سفاح کے پاس پہنچے اور آخر ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو کوفہ میں لوگوں نے اُن سے بیعت کرلی۔ سفاح نے لوگوں کو جمعہ پڑھایا اور اپنے خطبہ میں اس طرح رطب اللسان ہوئے کہ سب تعریفیں اس خداوند تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسلام کو اپنا دین منتخب فرمایا اور اسکو کرامت اور شرافت اور عظمت بخشی اور ہمیں اس دین کے لئے اختیار کیا اور ہمارے ساتھ اسکی تائید کی اور ہمیں اسکا اہل بنایا اور قلعہ قرار دیا اور ہمیں اس سے مکروہات کو علیحدہ پھینکنے کی طاقت عطا فرمائی پھر قرآن شریف کی آیات سے اپنی قرابت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب خداوند جل وعلیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس

بلایا تو تمام اُمورِ اسلام صحابہ کے سپرد کئے گئے مگر انکے بعد بنو حرب اور مروان اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ظلم شروع کر دیا اور برائیوں پر کمر باندھ لی خداوند تعالیٰ اُن پر غضبناک ہو گئے اور ہمارے ہاتھوں انتقام لیا اور جو ہمارا حق تھا ہم کو دلا دیا تاکہ ہم اُن لوگوں کی مدد کریں جو اُنکے زمانہ میں ضعیف اور کمزور ہو گئے تھے اور جس چیز کو ہمارے خاندان کے ساتھ شروع کیا تھا اُسکو اُسکو ہمارے ہی خاندان کے ساتھ ختم کر دیا ہمیں اور ہمارے اہل بیت کو کسی طرح کی توفیق نہیں مگر جو کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ عطا فرما دیں اے کوفہ والو! تم ہماری محبت کے محل اور مودت کے منزل ہو اب اس سے نہ پھرنا اور ظالموں سے بدلہ لینے میں ہم سے علیحدہ نہ رہنا کیونکہ تم لوگ ہمیں ہمارے ساتھ اسعد اور ان سے ہمارے اوپر اکرم ہو میں نے تمہارے عطیات میں سو سو کا اضافہ کر دیا ہے اب بالکل مستعد ہو جاؤ میں سفاح ہوں جو تم کو نیکیوں کا مباح کرنیوالا ہوں۔

جب علیٰ بن علی (عیسیٰ بن علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی حجازی ثم البغدادی۔ مترجم) نے حمیمہ سے کوفہ کا ارادہ کیا تو کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ چودہ آدمی جو نہایت باہمت اور دلیر تھے اُن کی حمایت کو ان کے ساتھ ہوئے جس وقت یہ خبر یعنی سفاح کی بیعت کی مروان کو پہنچی تو مقابلہ کے لئے وہ بھی نکل کھڑا ہوا اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اسے شکست ہوئی اور آخر کار قتل ہو گیا اور اسکے ساتھ بنو امیہ کے لاتعداد آدمی اور بہت سا لشکر بھی مارا گیا اور سفاح اقصائے مغرب تک پوری طرح قابض ہو گیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ سفاح کے وقت میں چونکہ جماعت کے اندر تفرقہ پڑ گیا تھا اس لئے اسکے قبضہ سے طاہرہ اور طنبہ سے لیکر سوڈان تک اور تمام اندلس نکل گیا تھا۔ نیز دیگر شہر بھی اسکے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور پھر اُسکے قبضہ میں نہیں آئے۔ سفاح نے مرض چیچک میں ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں انتقال کیا اور اپنے بھائی ابوجعفر کو ولیعہد قائم کیا۔ سفاح نے ۱۳۴ھ میں اپنا دارالخلافہ کوفہ سے انبار میں منتقل کر لیا تھا۔

صولی کہتے ہیں کہ سفاح کا قول ہے کہ جب قدرت بڑھ جاتی ہے تو شہوت کم ہو جاتی ہے اور کوئی نیکی نہیں جو ضائع ہو جائے۔ نیز دنیا میں کمینہ وہ لوگ ہیں جو بخل کو احتیاط اور بربادی کو ذلت شمار کرتے ہیں اگر حلم اور بردباری مفسدہ ہیں تو عفو معاف کرنا گویا عجز و عاجزی ہے۔ صبر بہت اچھی چیز ہے مگر جب ہی تک جب تک دین میں کوئی خلل نہ واقع ہو اور بادشاہ کو شکست نہ کر دے بخشش اتنی ہی محمود ہے جتنی کہ گنجائش ہو۔

صولی کہتے ہیں کہ سفاح لوگوں میں نہایت سخت آدمی تھا جب کسی نے وعدہ کرلیتا تھا تو تاوقتیکہ پورا نہ کردے اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ عبداللہ بن حسن نے اس سے کہا کہ میں نے ایک لاکھ درہم کا نام ہی نام سُنا ہے دیکھے کبھی نہیں سفاح نے اسیوقت ایک لاکھ درہم منگوا کر حکم دیا کہ انکے گھر پہنچا آؤ۔ اُسکی انگوٹھی کا نقش یہ تھا اَللّٰهُ ثِقَةُ عَبْدِ اللّٰهِ وَبِهٖ يُؤْمِنُ۔ انکا کوئی شعر نہیں معلوم ہوا۔

سعید بن مُسلم باہلی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن حسن سفاح کے پاس آئے اور اُسوقت سفاح کے پاس مجلس بنی ہاشم اور معززین سے پُر تھی اور سُفاح کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا عبداللہ بن حسن نے کہا کہ اے امیر المومنین جو کچھ قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ نے ہمارا حق مقرر کیا ہے وہ ہمیں عطا کیجئے۔ سفاح نے اسکے جواب میں کہا کہ آپکے جدامجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس اُمت میں مجھ سے لاکھ درجہ اچھے تھے اور ان جیسا عادل خلیفہ بہت کم ہوا ہے اُنہوں نے آپ کے دادا حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو آپ سے ہزار درجہ بہتر تھے بہت ہی کچھ قلیل عطا فرمایا تھا اس لئے مجھپر بھی یہی واجب ہے کہ میں بھی آپکو اتنا ہی دوں جتنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے صاحبزادوں کو عطا فرمایا تھا بس اگر میں اتنا ہی دوں تو انصاف ہوا اور اگر زیادہ دوں تو آپ زیادہ کے مستحق نہیں ہیں۔ عبداللہ بن حسن نے یہ سُنکر کچھ جواب نہیں دیا مگر لوگ سفاح کی اس حاضر جوابی سے دنگ رہ گئے۔

مورخین کہتے ہیں کہ دولت بنی عباس میں عرب والوں کا نام دفتروں سے کٹ گیا اور انکی جگہ دفتروں میں ترک داخل ہو گئے حتیٰ کہ دیلم پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا اور انکی دولت عظیمہ قائم ہو گئی ممالک بہت حصّوں پر قائم ہو گئے اور انکا ایک ایک حاکم مقرر ہو گیا لوگ بے راہ چلنے لگے قہر و غضب سے ملک بھر گیا کہتے ہیں کہ سفاح خونریزی بہت جلدی کرتا تھا اور اسکے عمال نے مشرق و مغرب میں اُسکا اتباع کر کے یہی حالت کر رکھی تھی مگر باوجود اسکے سخی بہت زیادہ کرتا تھا۔

اسکے عہد خلافت میں ان علماء نے انتقال کیا۔ زید بن اسلم۔ عبداللہ بن ابی بکر بن حزم۔ ربیعۃ الرائے فقیہہ مدینہ۔ عبدالملک بن عمیر۔ یحییٰ بن ابی اسحاق حضرمی۔ عبدالحمید مشہور جو بوصیر میں مروان کے ساتھ قتل ہوا۔ منصور بن معتمر۔ ہمام بن منبہ۔

منصور ابو جعفر عبد اللہ

المنصور ابو جعفر عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس آپکی ماں سلامۃ بربریہ ام ولد تھی۔

منصور ۹۵ھ میں پیدا ہوا اُس نے اپنے دادا کو دیکھا ہے مگر ان سے روایت نہیں [ک]ی بلکہ اسنے اپنے باپ اور عطاء بن یسار سے روایت کی ہے اور اس سے اسکے بیٹے مہدی نے روایت کی۔ اس سے اسکے بھائی کی خلافت میں ولیعہدی پر لوگوں نے بیعت کی یہ شخص بنی عباس میں سب سے زیادہ ہیبت دار اور بہادر اور مستقل مزاج اور جبروت و استقلال میں سب سے بہتر تھا۔ مال جمع کرنے کا نہایت شائق لہو ولعب کا تارک کامل العقل و ادب و فقہ کا پورا ماہر تھا اسنے ایک خلق کثیر کو قتل کر کے اپنا تسلط جمایا تھا اسی نے حضرت امام الاعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سلہ چونکہ ہمارے امام ہمام مقتدانا و مولانا حضرت امام الاعظم وہمام الاقدام امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ جنکی ہدایت سے ہم گمشتگان بادیہ ہدایت برگامزن ہیں کا ذکر آگیا ہے اسلئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپکے کسی قدر یہ قصہ تفصیل کیسا بیان کر دوں کیونکہ ہندوستان میں آپ سے فیض حاصل کرنیوالے اور آپکے متبعین کروڑہا کی تعداد میں موجود ہیں آپ کا نام نامی و اسم گرامی نعمان بن ثابت ہے اور آپ کا لقب امام اعظم اور آپ کی کنیت ابو حنیفہ ہے آپ ائمہ اربعہ میں ایک جلیل القدر امام ہیں اور اگر سچ پوچھئے تو بقول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ آپ تمام فقہاء کے باپ ہیں جسوقت منصور نے آپ کو بلاکر عہدہ قضا سپرد کرنا چاہا تو آپنے اس حدیث کو مدنظر رکھ کر جو شخص لوگوں میں قاضی مقرر ہوا تو گویا وہ بغیر چھری ذبح کر دیا گیا۔ انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں اسکا اہل نہیں ہوں منصور نے کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ آپنے فرمایا تو پھر جھوٹے کو بالکل قاضی نہ مقرر کرنا چاہیئے۔ یہ جواب سنکر منصور چپکا ہو گیا اور نہایت شرمندہ ہوا مگر اپنی ضد سے باز نہ آیا اور قسم کھا کر کہا کہ تم کو قبول کرنا ہوگا۔ آپنے قسم کھا کر فرمایا میں ہرگز قبول نہ کرونگا۔ آپ کی اس جرأت پر تمام دربار حیرت زدہ ہو گیا ربیع نے غصہ میں آکر کہا۔ ابو حنیفہ تم امیر المؤمنین کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہو۔ آپنے فرمایا ہاں کیونکہ میری نسبت امیر المؤمنین کو کفارہ دینا زیادہ آسان ہے بعض روایت کرتے ہیں کہ جب منصور نے بہت جبر کیا تو آپ طوعاً وکرہاً دار القضاء میں تشریف لے گئے۔ ایک قرضہ کا مقدمہ پیش ہوا جس میں مدعی کے گواہ نہ تھے اور مدعا علیہ انکاری تھا۔ مدعا علیہ کو قسم کھانے کو کہا تو وہ تیار ہو گیا۔ اُس نے لفظ اللہ ہی کہا تھا کہ حضرت امام صاحب نے گھبرا کر روک دیا اور اپنی جیب خاص سے مدعی کا قرضہ ادا فرما دیا اور فرمایا مسلمان کو کیوں قسم کھلواتے ہو پھر آکر منصور سے انکار کر دیا کہ مجھ سے یہ کام نہیں چلتا منصور نے آپ کو قید کر دیا یہ کوئی امر آپ کے ادب اور تعلیم کے خلاف نہ کر سکتا تھا قیدخانہ میں سلسلہ تعلیم برابر جاری رہا چنانچہ حضرت امام محمد نے قیدخانہ میں ہی تعلیم پائی۔ امام صاحب کی شہرت چونکہ دور دور پہنچ چکی تھی اس لئے طالبان کمال ہر گوشہ سے آپ ہی کی طرف آتے تھے قید کی حالت نے بجائے اثر اور قبولیت کے کم کرنیکو اور زیادہ کر دیا تھا اور علمی جماعت کا چونکہ شہر میں بہت اثر تھا اس لئے منصور کو امام صاحب کی طرف سے جو اندیشہ بغاوت اور خروج وغیرہ کا تھا وہ بدستور رہا۔ آخر منصور نے امام صاحب کو زہر دلوا دیا جس وقت امام صاحب کو اسکا اثر معلوم ہوا تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور اسی سجدہ کی حالت میں منصور کا قیدخانہ چھوڑ کر خداوند جل وعلیٰ کے حضور میں حاضر ہو گئے یہ خبر تمام شہر میں بجلی کی طرح فوراً پھیل گئی اور تمام بغداد اکٹھا ہو گیا حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیا اور لوگوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ اول مرتبہ آپکے جنازہ کی نماز پچاس ہزار آدمیوں نے پڑھی مگر چونکہ سلسلہ ختم نہ ہوتا تھا اس لئے چھ بار نماز پڑھی گئی اور عصر کے قریب خیزران کے مشرقی جانب بموجب آپکی وصیت کے آپکو سپرد خاک کر دیا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہتے ہیں کہ دفن کے بعد بھی آپکی بیس دن تک لوگ نماز پڑھتے رہے جو آپ کے مقبول عام ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ مترجم۔

کو عہدہ قضا قبول کرنے پر درے لگائے اور قید کر دیا تھا جنہوں نے قید خانہ میں ہی انتقال فرمایا بعض کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس پر خروج کا فتویٰ دے دیا تھا اس لئے اُسنے آپ کو زہر دلوا کر شہید کرا دیا تھا۔

منصور نہایت فصیح و بلیغ اور چرب زبان تھا گویا امارت کے لئے ہی پیدا ہوا ہی۔ غایت درجہ کا بخیل اور حریص تھا حتیٰ کہ اسکا لقب ابوالدوانیق (دمڑی کا باپ) پڑ گیا تھا کیونکہ یہ شخص اپنے عمال سے دمڑی دمڑی اور کوڑی کوڑی کا حساب لیتا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ اسنے دمڑی کی مثل ایک سکہ جاری کیا تھا جسکی وجہ سے اسکا لقب ابوالدوانیق ہو گیا تھا۔

خطیب نے ضحاک اور اسنے حضرت عباس سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ہم میں سفاح ہوگا ہم میں منصور ہوگا ہم میں مہدی ہوگا ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر منقطع ہے خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہو کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہم میں سفاح ہوگا ہم میں منصور ہوگا ہم میں مہدی ہوگا ذہبی کہتے ہیں کہ اسکے صالح ہیں)

ابن عساکر نے سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے ہم میں سے قائم اور منصور اور سفاح اور مہدی ہونگے۔ قائم اس طرح خلافت قائم کرے گا کہ ایک چلو خون بھی زمین پر نہ گریگا منصور کی رائے کبھی رد نہ ہوگی۔ سفاح نہایت سخت اور خونریز ہوگا۔ مہدی زمین کو عدل سے بھر دیگا جس طرح وہ پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی۔

خلیفہ منصور کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حرم شریف میں ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف میں ہیں اور کعبہ شریف کا دروازہ کھلا ہوا ہے ایک منادی نے آواز دی کہ عبداللہ کہاں ہے میرا بھائی ابوالعباس (سفاح) کھڑا ہوا اور چلا حتیٰ کہ درجے طے کر کے اندر پہنچا تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو اسکے ساتھ ایک نیزہ تھا کہ جس پر ایک سیاہ جھنڈا بقدر چار گز کے آویزاں تھا۔ پھر آواز آئی کہ عبداللہ کہاں ہے۔ میں اوپر گیا تو وہاں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ لیا اور اپنی امت کے واسطے وصیت فرمائی اور میرے سر پر ایک عمامہ باندھا جسکے پیچ میرے سر پر تیئیس ۲۳ آئے اور پھر فرمایا کہ اے ابوالخلفاء (خلفاء کے باپ) اسکو قیامت تک کے لئے لیجا۔

منصور شروع ۱۳۷ھ میں خلیفہ ہوا اور اُس نے خلیفہ ہوتے ہی اوّل ابو مسلم خراسانی کو جسے بنی عباس کیطرف لوگوں کو مائل کیا تھا اور اصل بانی مبانی انکی مملکت اور خلافت کا تھا قتل کردیا۔
۱۳۸ھ میں عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان اموی اندلس پر قابض ہوکر وہاں کا بادشاہ ہوگیا اور اسکی اولاد میں نسلاً بعد نسل چارسو برس اندلس کی سلطنت رہی عبدالرحمن صاحب علم اور اہل عدل تھا اسکی ماں بربریہ تھی اسلیئے لوگ بقول ابوالمظفر ابیوردی کہا کرتے تھے کہ دنیائے اسلام دو بربریوں کے بیٹوں منصور و عبدالرحمن بن معاویہ پر تقسیم ہوگئی۔
۱۴۰ھ میں منصور نے شہر بغداد کی بنا ڈالی ۱۴۱ھ میں ریوندیہ فرقہ جو تناسخ کا قائل تھا پیدا ہوگیا جنکو منصور نے قتل کروادیا اور اسی سال طبرستان فتح ہوا۔
(ذہبی کہتے ہیں کہ ۱۴۳ھ میں علماء اہل عصر نے تدوین حدیث فقہ تفسیر کیطرف توجہ فرمائی چنانچہ احادیث کی کتابیں ابن جریج نے مکہ معظمہ میں اور امام مالک نے اپنی مؤطا مدینہ طیبہ میں اور امام اوزاعی نے شام میں اور ابن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں اور معمر نے یمن میں اور حضرت سفیان ثوری نے کوفہ میں تصنیف فرمائیں اور ابن اسحاق نے مغازی کی تصنیف کی اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فقہ اور قیاس (جو مستنبط من القرآن والحدیث ہی) پر تصانیف فرمائیں پھر کچھ دنوں کے بعد ہشیم۔ لیث ابن لہیعہ نے پھر ابن مبارک امام ابویوسف ابن وہب نے تصانیف کیں۔ پھر مختلف مضامین پر مختلف کتابیں لکھی گئیں اور تدوین علم کی کثرت ہوگئی اور کتب عربیہ۔ لغت۔ تاریخ۔ رجال۔ تیسیر پر کتابیں لکھی گئیں۔ اِس سے قبل ائمہ اور علماء اپنے حافظہ سے حفظ درس دیا کرتے تھے یا بعض لوگوں کے پاس مختلف اور غیر مرتب نسخے تھے جن سے تعلیم دیا کرتے تھے)
۱۴۵ھ میں محمد اور ابراہیم ابنان عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے منصور پر خروج کیا۔ مگر منصور دونوں بھائیوں کو شکست دیکر دونوں کو قتل کروادیا اور انکے ساتھ بہت سے اہل بیت یعنی سیدوں کو بھی شہید کرادیا۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ پہلا قہر ہے جو عباسیوں اور علویوں کے درمیان واقع ہوا اور اس سے پہلے یہ دونوں ایک تھے۔
منصور نے ان علماء کو سخت اذیت دینا شروع کی جنہوں نے محمد اور ابراہیم کے ساتھ خروج کیا تھا یا خروج پر فتویٰ دیا تھا چنانچہ کسی کو قتل کرادیا اور کسی کو مارنے کی تکلیف دی اور انہیں علماء میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اور عبدالحمید بن جعفرؒ اور ابن عجلانؒ بھی شامل تھے جنہوں نے منصور پر محمد کے خروج کا فتویٰ دیا تھا۔ نیز ان میں امام مالک بن انس بھی شامل تھے اُنہوں نے بعد میں کہا کہ

ہماری گردنوں میں منصور کی بیعت ہو مگر منصور نے جواب دیا کہ تم نے بخوشی بیعت قبول نہیں کی بلکہ دباؤ سے بیعت کی ہے اس لئے تمہیں بھی امن نہیں مل سکتا۔

سنہ ۱۴۶ھ میں غزوہ قبرس واقع ہوا۔

سنہ ۱۴۷ھ میں منصور نے اپنے چچا عیسٰی بن موسیٰ کو جسکو سفاح نے منصور کے بعد ولیعہد قرار دیا تھا ولیعہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولیعہد بنایا حالانکہ عیسیٰ بن موسیٰ نے منصور کی طرف سے ابراہیم کا مقابلہ کر کے فتح پائی جسکا اس بیچارہ کو یہ معاوضہ دیا۔

سنہ ۱۴۸ھ میں تمام ممالک منصور کے قبضہ اور تصرف میں آگئے اور اسکی ہیبت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی اور تمام ممالک اس سے ڈرنے اور کانپنے لگے اور کوئی ملک سوائے اندلس کے ایسا نہ رہا جہاں اسکا قبضہ نہ ہو۔ اندلس بھی قبضہ سے اسواسطے علیحدہ رہا کہ وہاں عبد الرحمٰن بن معاویہ اموی مروانی نے سلطنت قائم کر لی تھی۔ اگرچہ اسنے امیر المؤمنین کا لقب اختیار نہیں کیا تھا بلکہ محض امیر پر اکتفا کیا تھا اور اسی طرح عبد الرحمٰن کے لڑکوں نے بھی اسی پر اکتفا کیا۔

سنہ ۱۴۹ھ میں بغداد کی تعمیر سے فارغ ہوا۔

سنہ ۱۵۰ھ میں خراسانی فوج باغی ہو کر امیر استاد سیس کی سرکردگی میں آمادہ پیکار ہو گئی اور خراسان کے اکثر حصہ پر قابض ہو گئی اور ایک امر عظیم و شر مستطیل پیدا ہو گیا منصور کو اسکا بہت بڑا فکر ہو گیا اور اسنے اسکی سرکوبی کیلئے تین ہزار لشکر روانہ کیا فارس اور اجل کے درمیان دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا منصور کا افسر فرج اجشم نامی دل کھول کر لڑا مگر آخر قتل ہو گیا اور لشکر سراسیمہ ہو کر بھاگا جب اسکی منصور کو خبر پہنچی تو اسنے ایک لاتعداد لشکر تیار کر کے حازم بن خزیمہ کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا ایک وسیع میدان میں پھر لڑائی شروع ہوئی اور فریقین نے جان توڑ کوشش کی اور یہ جنگ چونکہ اسمیں ستر ہزار جانیں ضائع ہوئی تھیں مشہور ہو گئی آخر استاد سیس کو ہزیمت ہوئی اور اسکے لشکر نے ایک پہاڑ پر پناہ لی مگر حازم نے تعاقب کر کے چودہ ہزار لشکر گرفتار کر کے تمام کو قتل کر ڈالا اور استاد سیس ایک مدت تک قلعہ میں بند رہا آخر اسنے خود مع تیس ہزار لشکر کے اپنے آپ کو منصور کے سپرد کر دیا۔

سنہ ۱۵۱ھ میں شہر رصافہ کو بنایا اور اسکی دیواروں میں مضبوطی کیواسطے چونہ گچ وغیرہ لگایا۔

سنہ ۱۵۳ھ میں منصور نے اپنی رعایا کیواسطے احکام جاری کئے کہ تمام رعایا لمبی ٹوپیاں جو بانس اور پتوں سے بنی جاتی تھیں اور حبش اوڑھا کرتے تھے اوڑھیں اسپر ابو دلامہ شاعر نے یہ اشعار کہے (ترجمہ اشعار) ہم امام سے ترقی کی امید رکھتے تھے۔ سو امام نے ٹوپیوں میں ترقی کردی یہ سر پر

رکھی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا یہودیوں کی کمر پر جھول پہنادی گئی ہے۔

۱۵۸ھ میں منصور نے نائب مکہ کو حکم بھیجا کہ سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو قید کر کے رکھ چھوڑے چنانچہ اُسنے ان دونوں حضرت کو قید کر دیا۔ لوگوں کو نہایت تشویش ہوئی کہ کہیں ان دونوں کو قتل نہ کر دے اس اثناء میں حج کے ایام آ گئے اور خداوند تعالیٰ نے منصور کو مکہ معظمہ میں صحیح و سالم نہ پہنچایا بلکہ مریض ہو کر پہنچا اور وہیں مر گیا اور اُسکے شر سے خداوند تعالیٰ نے لوگوں کو بچا لیا اُسکا انتقال ماہ ذوالحجہ میں مقام بطن واقع ہوا اور حجون اور بیر میموں کے درمیان دفن کر دیا گیا۔ سلم الخاسر شاعر کہتا ہے۔

(ترجمہ اشعار) حجاج واپس آ گئے اور ابن محمد کو چھوڑ آئے قبر کی لحد میں اور اسکو مکہ میں رہن رکھدیا اور لوگ حاضر ہوئے اور مناسک حج ادا کئے اور انکا امام پتھر کی سلوں کے نیچے حالت احرام میں ہی چھپا ہوا ہے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ جب ابوجعفر منصور خلافت سے پہلے طلب علم میں مسافرت کرتا تھا تو ایک منزل میں اسکو ایک چوکیدار نے کہا کہ تاوقتیکہ تم دو درہم ادا نہ کرو یہاں نہیں ٹھیر سکتے منصور نے کہا مجھے معاف کر میں تو بنی ہاشم ہوں اُسنے کہا دو درہم دو جب ٹھیر سکتے ہو منصور نے کہا مجھے چھوڑ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہوں مگر چوکیدار نے نہ مانا منصور نے کہا کہ میں قرآن کا قاری ہوں چوکیدار نے پھر بھی نہ سنا اور اصرار کیا منصور نے کہا کہ میں فقہ اور فرائض کا عالم ہوں مگر چوکیدار نے پھر بھی مطالبہ کیا آخر منصور تھک گیا اور اُسنے دو درہم نکالکر حوالے کئے جب یہ وہاں سے لوٹا تو اُسنے مال جمع کرنے اور اسکو کوشش کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا اور اُسنے مال جمع کرنے میں اتنا مبالغہ کیا کہ اسکا لقب ابوالدوانیق (دمڑیوں کا باپ) پڑ گیا۔

ربیع بن یونس حاجب کہتے ہیں کہ منصور کا قول ہے کہ خلفاء چار ہیں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بادشاہ بھی چار ہیں۔ معاویہؓ۔ عبدالملک۔ ہشام اور میں۔

حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھ سے منصور نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون شخص ہے میں نے کہا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ منصور نے کہا سچ کہتے ہو میری بھی یہی رائے ہے۔

اسمٰعیل فہری کہتے ہیں کہ منصور نے عرفہ کے دن منبر پر یہ خطبہ پڑھا حاضرین! میں زمین پر بادشاہ اور نائب خدا اس لئے بنایا گیا ہوں کہ میں خداوند تعالیٰ کی توفیق اور اُسکی ہدایت سے رعایا پروری کروں اور مجھے اپنے خزانہ کا اختیار اور محافظ اسلئے بنایا ہے کہ میں اُنکو خداوند تعالیٰ کے ارادہ سے تقسیم اور اُسکے حکم سے عطیات کروں مجھے خداوند تعالیٰ نے خزانہ کا قفل بنایا ہے جب کبھی مجھے باریتعالیٰ کھولیں گے تو تمہارے عطیات کیلئے اور جبتک چاہیں گے بند رکھیں گے۔ لوگو! تمہیں چاہئے کہ اللہ جل شانہٗ کیطرف مائل ہو جاؤ اور اس شریف اور مبارک عرفہ کے دن اس خداوند جل علیٰ سے کہ جس نے اپنے فضل سے اس مبارک دن میں

اپنی کتاب مجید میں تم کو سکھایا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یہ سوال کرو کہ وہ مجھے ثواب کی راہ اور ہدایت کا راستہ بتلا دیں اور تمہارے ساتھ مجھے نرمی اور احسان کرنا سکھلا دیں اور عدل کے ساتھ تمہیں مجھ سے عطیات اور وظائف دلوا دیں کیونکہ وہ سمیع اور مجیب ہیں۔ صولی کہتے ہیں کہ اس خطبہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ لوگ اسکو بخیل بتلاتے تھے۔ چنانچہ اس خطبہ کے آخر میں یہ بھی کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین مال خرچ نہ کرنیکی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ خدا کا حکم نہیں ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ منصور ایک روز خطبہ کیلئے منبر پر چڑھا اور اُسنے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَاُمِنُ بِہٖ وَاَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وہ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا امیر المؤمنین ذرا یہ بھی ذکر کر دیجئے کہ آپ کون ہیں منصور نے یہیں سے روک کر فوراً کہا مرحبا شاباش تو نے بہت بڑا ذکر چھیڑ دیا خدا کا شکر ہے کہ میں اُن لوگوں میں نہیں ہوں کہ جسوقت انسے کہا جائے کہ خداوند تعالیٰ سے ڈرو تو وہ اور بھی زیادہ معصیت کیطرف جھک جاتے ہیں۔ وعظ و نصیحت ہمارے ہی سے شروع ہوئی ہے اور ہم میں سے ہی نکلی ہے اور اے قائل خداوند تعالیٰ نے تجھے اس قابل نہیں بنایا اور نہ تجھے ایسا ہی بنایا ہے کہ تجھ پر سختیاں پڑیں اور انہیں آسانی سے برداشت کرلے۔ لوگو! اس سے اور اس جیسے لوگوں سے کنارہ کش رہو۔ اس تقریر کے بعد پھر وہی خطبہ جہاں سے چھوڑا تھا فوراً شروع کر دیا وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ گویا اسکو کاغذ پر لکھکر پڑھ رہا تھا اور یہ درمیان میں ایک علیحدہ جملہ معترضہ آگیا تھا۔

روایت کرتے ہیں کہ منصور نے اپنے بیٹے مہدی کو نصیحتیں کیں کہ اے عبداللہ کوئی خلیفہ بغیر تقویٰ کے صلاحیت نہیں رکھتا اور کوئی بادشاہ بغیر اطاعت رعایا قائم نہیں رہ سکتا اور کوئی رعایا بغیر عدل کے اطاعت نہیں کرسکتی سب سے بہتر اولیٰ وہ شخص ہے جو باوجود قدرت کے معاف کرے اور سب سے بیوقوف وہ ہی جو ظالم ہو کسی امر میں بلا غور و فکر کیا ارادہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ غور و فکر آدمی کیلئے بمنزلہ آئینہ کے ہے اور اسمیں اُسکا حسن و قبح معلوم ہو جاتا ہے۔ بیٹا ہمیشہ نعمت کا شکر ادا کرنا قدرت کیوقت معاف کرنا یاد رکھو اطاعت تالیف قلب کے ساتھ ہو فتحیابی کے بعد ہمیشہ تواضع اور رحمت اختیار کرنا۔

مبارک بن فضالہ کہتے ہیں ایک روز میں منصور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اُسنے ایک شخص کو قتل کرنیکا حکم دیا میں نے کہا یا امیر المؤمنین میں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کیدن خداوند تعالیٰ کیطرف سے ایک منادی ندا کریگا کہ جن لوگوں کا کوئی اجر خداوند تعالیٰ کے اوپر ہے وہ کھڑا ہوجائے۔ کوئی کھڑا نہیں ہوگا مگر وہ شخص جس نے کسی کو معاف کیا ہو۔ یہ سُنکر منصور نے کہا اسے چھوڑ دو۔

اصمعی کہتے ہیں کہ منصور نے ایک شخص مجرم کو سزا دینے کے لئے بلایا۔ اُسنے آکر عرض کیا۔ امیر المؤمنین ا

انتقام عدل ہے اور معاف کرنا فضل ہے۔ ہم خداوند تعالیٰ سے امیر المومنین کیلئے دعا کرتے ہیں کہ مجیب الدعوات اُن کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مصیبت میں بھی گرفتار نہ کریں۔ بلکہ دن دوگنی رات چوگنی انکے مرتبہ میں ترقی کریں۔ یہ سنکر منصور نے اُسکو معافی نامہ دیدیا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ منصور نے ایک مرتبہ شام میں ایک بدوی سے کہا کہ مقام شکر ہے کہ خداوند تعالےٰ نے تمہارے اوپر سے طاعون محض اسوجہ سے اُٹھالیا کہ تم ہمارے زیر حکومت ہو بدوی نے جواب دیا کہ تیری حکومت اور طاعون دونوں برابر ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ دونوں کو اکٹھا ہمارے اوپر مسلط نہیں کیا۔

محمد بن منصور بغدادی کہتے ہیں کہ چند زاہد منصور کے پاس آئے اور نصیحت کی کہ تجھے خداوند تعالیٰ نے دنیا کی تمام نعمتیں عطا کی ہیں کچھ اپنی آسائش کیلئے حصہ زمین بھی خریدلے اور اس رات کو بھی یاد کرلیا کر کہ جس رات کو تو سب سے پہلے قبر میں سوئیگا اور اس دنکو بھی یاد کرلیا کر جسکے بعد پھر رات نہ آئیگی۔ یہ سنکر منصور نے حکم دیا کہ انکو مال دیدیا جائے اور خاموش ہوگیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر ہمیں تیرے مال کی احتیاج ہوتی تو ہم تجھے نصیحت کرنیکی جرات نہ کرتے۔

عبدالسلام بن حرب کہتے ہیں کہ ایک روز منصور نے حضرت عمرو بن عبید کو بلا بھیجا جب وہ تشریف لائے تو اُنکے سامنے کچھ مال پیش کیا انہوں نے اُسکے قبول کرنے سے انکار کردیا منصور نے کہا واللہ آپ کو قبول کرنا ہوگا حضرت عمر بن عبید نے بھی فرمایا واللہ میں ہرگز قبول نہ کرونگا مہدی نے آپ سے کہا کہ امیر المومنین نے قسم کھائی ہے آپنے فرمایا کہ امیر المومنین کو بہ نسبت میرے کفارہ ادا کرنا زیادہ آسان ہے منصور نے کہا اچھا آپ کوئی اپنی حاجت ہو تو بیان کیجئے آپنے فرمایا کہ مجھے اتنی حاجت ہے کہ جبتک میں خود نہ آؤں مجھے نہ بلوایا جائے اور جبتک کہ خود نہ طلب کروں مجھے نہ دیا جائے منصور نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے مہدی کو ولیعہد کردیا ہے آپنے فرمایا کہ جب تمہیں موت آئیگی تو تم دوسری باتوں میں مشغول ہوگے اور تمہیں یہ خیال بھی نہیں آئیگا عبداللہ بن صالح کہتے ہیں کہ منصور نے سوار بن عبداللہ قاضی بصرہ کو لکھا کہ جو مقدمہ تمہارے یہاں زمین کے متعلق سائیس اور سوداگر کا پیش ہے اُسکو سائیس کے حق میں فیصلہ دینا۔ سوار بن عبداللہ نے جواب لکھا کہ میرے یہاں گواہ جو گذرے ہیں وہ تاجر کی تائید میں ہیں اور میں شہادت کے خلاف کس طرح فیصل کرسکتا ہوں اسپر منصور نے لکھا کہ واللہ تمہیں فیصلہ سائیس کے حق میں کرنا ہوگا اسکے جواب میں قاضی نے لکھا کہ واللہ میں فیصلہ سوداگر کے حق میں دونگا جب یہ آخری جواب منصور کے پاس آیا تو منصور نے کہا واللہ میں نے زمین کو عدل سے بھردیا اور خود میرے ہی قاضی مجھ سے عدالت میں مخالفت کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ کسی نے منصور سے قاضی سوار کی شکایت کردی اور منصور نے انہیں بلا بھیجا یہ دونوں

بیٹھے ہوئے تھے کہ منصور کو چھینک آئی اور قاضی صاحب نے اسکے جواب میں یرحمک اللہ نہ کہا منصور نے کہا کہ آپنے یرحمک اللہ کیوں نہیں کہا۔ آپنے کہا چونکہ آپنے الحمدللہ نہیں کہا۔ منصور نے کہا کہ میں نے اپنے دلمیں کہہ لیا تھا قاضی نے کہا کہ میں نے بھی اپنے دلمیں کہہ لیا تھا منصور نے کہا آپ اپنے عہدہ پر واپس جائیے۔ جب آپ نے میری ہی رعایت نہیں کی تو پھر کسی کی نہیں کی ہوگی۔

نمیر مدنی کہتے ہیں کہ منصور جب مدینہ طیبہ میں آیا تو اُسوقت وہاں کے محمد بن عمران طلحی قاضی تھے اور میں انکا کاتب تھا۔ چند شتربانوں نے کسی معاملہ میں منصور پر نالش کردی قاضی صاحب نے مجھے سمن جاری کرنیکا حکم صادر فرمایا میں نے عذر کیا تو بتاکید مجھے کہا آخر میں نے باضابطہ لکھکر اُسپر مہر کردی۔ قاضی محمد بن عمران نے کہا کہ اِسکو لیکر بھی تمہیں جاؤ۔ میں اسکو ربیع کے پاس لیکر گیا اور ربیع نے منصور کے پاس جاکر امر واقع کی اطلاع دی۔ جب ربیع خلیفہ کے پاس سے واپس آیا تو ربیع نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ میں عدالت میں طلب کیا گیا ہوں میرے ساتھ کوئی شخص نہ جانے پائے چنانچہ منصور اور ربیع دونوں عدالت میں حاضر ہوئے اور خلیفہ کی تعظیم کو ہم میں سے کوئی کھڑا نہیں ہوا بلکہ منصور کی چادر گر پڑی تو وہ بھی اُسنے خود ہی اُٹھائی آخر مقدمہ کی سماعت ہونے پر منصور کے خلاف مقدمہ فیصل کردیا گیا۔ جب مقدمہ سے فارغ ہو گئے تو منصور نے کہا کہ خداوند تعالیٰ تجھے جزاء خیر دیں میں تجھے اِس انصاف کے عوض میں دس ہزار دینار دیتا ہوں۔

محمد بن حفص العجلی کہتے ہیں کہ ابو دلامہ کے لڑکا ہوا تو اُسنے منصور کو اسکی اطلاع دی اور یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) اگر کوئی شخص کرامت اور بزرگی کیوجہ سے آفتاب پر بیٹھ سکتا ہو تو وہ اے آل عباس تمہیں ہو۔ پھر شعاع شمس سے بھی ترقی کرو اور آسمان پر بیٹھ جاؤ کیونکہ تم اکرم الناس ہو۔ یہ پڑھکر ابو دلامہ نے ایک تھیلی نکالکر منصور کے سامنے رکھدی منصور نے کہا یہ کیا ہے ابو دلامہ نے کہا کہ جو کچھ آپ کو دینا ہے مجھے اسمیں دیدیجئے منصور نے کہا کہ اِس تھیلی کو درہموں سے بھر دیا جائے۔ چنانچہ اسمیں دو ہزار درہم آئے۔

محمد بن سلام جمحی کہتے ہیں کہ کسی شخص نے منصور سے دریافت کیا کہ کیا آپکی کوئی تمنا باقی رہ گئی ہے منصور نے کہا کہ یہ تمنا باقی ہے کہ میں ایک چبوترے پر بیٹھوں اور اصحاب حدیث میرے گرداگرد ہوں۔ دوسرے دن جب وزراء اور اہلکار قلمدان اور مثلیں لیکر اسکے پاس آئے تو اُسی شخص نے کہا لیجئے یہ مراد بھی آپکی پوری ہو گئی منصور نے کہا کہ یہ لوگ وہ نہیں ہیں انکے تو کپڑے پھٹے ہوئے ہوتے ہیں ان کے پیر ننگے سر کے بال بڑھے ہوئے خود مسافر اور انکا کام نقل حدیث ہوتا ہے۔

عبدالصمد بن علی نے منصور سے کہا کہ آپنے سزا دینے پر ایسی کمر باندھی ہے گویا معاف کا نام بھی کبھی

نہیں سُنا منصور نے کہا کہ بنی مروان کا ابتک خون نہیں سوکھا اور آل ابی طالب کی تلواریں ابھی تک میان میں نہیں آئیں ہم ابھی تک ایسی قوم میں ہیں کہ جنکے دلوں میں ابتک خلفاء کا رعب و داب نہیں سمایا اور تاوقتیکہ لوگ عفو کو نہ بھول جائیں اور سزا کیلئے ہر وقت آمادہ نہ رہیں ایسا ہی رہیگا۔

یونس بن حبیب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زیاد بن عبداللہ حارثی نے منصور کو لکھا کہ میرے عطیات اور وظائف میں ترقی کی جائے اور اپنی اس عرضی میں تمام بلاغت ختم کردی منصور نے جواب میں لکھا تو نگری اور بلاغت جب کسی میں مجتمع ہو جاتی ہے تو اُس شخص میں تکبر اور ریا ہو جاتا ہے لہٰذا امیر المؤمنین تمہاری طرف سے بھی یہی اندیشہ کرتے ہیں۔ اس بلاغت کو ختم کرو۔

محمد بن اسلام کہتے ہیں کہ ایک روز منصور کو ایک لونڈی نے دیکھا کہ وہ پیوند لگا کرتا پہنے ہوئے ہے لونڈی نے کہا کہ یہ خلیفہ ہیں کہ جنکا کرتہ تک ثابت نہیں منصور نے کہا افسوس کیا تو نے ابن ہرمہ کا یہ شعر نہیں سُنا (ترجمہ شعر) شرف اُسی شخص کو حاصل ہوگا کہ جسکی چادر پرانی اور اُسکے کرتے میں پیوند لگا ہوا ہو۔

عسکری اوائل میں کہتے ہیں کہ منصور بنی عباس میں ایسا ہی بخیل تھا جیسا کہ بنو امیہ میں عبدالملک۔ ایک شخص نے اسکا کرتا پھٹا ہوا اور پیوند دہ دیکھکر کہا .... کہ خدا کی قدرت ہے کہ اُسنے منصور کو باوجود بادشاہت کے مفلسی میں مبتلا کر رکھا ہے مسلم الحادی نے اس مضمون کو گانے میں ادا کیا یہ منصور نے بھی سُن پایا اور اتنا محظوظ ہوا کہ قریب تھا کہ گھوڑے سے گر پڑے اور آدھا درہم انعام کیا۔ سلم الحادی نے کہا کہ ایک مرتبہ ہشام کے سامنے گایا تھا اُسنے خوش ہوکر مجھے دس ہزار انعام دیئے تھے۔ منصور نے کہا کہ اُسنے بیت المال سے نہیں دیئے ہونگے بلکہ اپنے پاس سے دیئے ہونگے اور اگر اب بھی اس سے لینے کی ہوس ہے تو کسی کو مقرر کر دے وہ ہشام سے وصول کر لیا کریگا۔ ان انعام والوں نے اصرار کیا اور جبتک پیچھا نہ چھوڑا جبتک وہ بغیر دئے خود ہی نہ چلدیا۔

عسکری کی اوائل میں ہے کہ ابن ہرمہ بہت بڑا شرابی تھا ایک مرتبہ اُسنے منصور کے پاس آکر یہ شعر پڑھے (ترجمہ اشعار) آپ جس شخص کو امن دیتے ہیں اسکی ماں بلا کی اموات ہوتی ہے اور جس شخص کو ہلاک کرتے ہیں اُسکی ماں روتی پھرتی ہے۔ یہ سُنکر منصور بہت خوش ہوا اور کہا کہ کیا مطلب ہے۔ اُسنے کہا کہ آپ عامل مدینہ کو لکھدیجئے کہ جب وہ مجھے نشہ میں دیکھے تو مجھ پر حد نہ لگائے۔ منصور نے کہا کہ میں خداوند تعالیٰ کے حدود میں دخل انداز نہیں ہو سکتا۔ اُسنے کہا تو پھر کوئی حیلہ ہی میرے لئے کر دیجئے منصور نے عامل مدینہ کو لکھا کہ جب کوئی شخص ابن ہرمہ کو نشہ کی حالت میں پکڑ کر لائے تو اُس لانے

والیکے سو درّے اور ابن ہرمہ کے اسّی درّے لگا دینے چاہئیں۔ اس حکم کے بعد اگر عامل مدینہ ابن خود بھی اسکو نشہ کی حالت میں دیکھتا تو کہتا کہ کون اسّی درّے لگوانے کے بدلے میں سو درّے کھائے کہتے ہیں کہ منصور نے یہ اشعار سنکر ابن ہرمہ کو ہزار درہم بھی عطا کئے تھے اور کہا تھا کہ اے ابراہیم (ابن ہرمہ) انکو احتیاط سے صرف کرنا تمہارے واسطے میرے پاس اور نہیں ہیں۔

منصور کے بہت کم اشعار ہیں چنانچہ یہ دو اشعار نقل کئے جاتے ہیں (ترجمہ اشعار) جبکہ تو صاحب الرائے ہو تو ارادہ کا پختہ بھی ہو جا۔ کیونکہ فساد رائے آدمی کو تردد میں ڈال دیتی ہو جب تو دشمن پر قابو حاصل کرے تو اسے اتنی مہلت بھی دے کہ بدلہ لینے کے قابل ہو جائے۔

عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کہتے ہیں کہ میں اور منصور قبل از خلافت ایک ہی جگہ طالبعلمی کیا کرتے تھے۔ ایک روز منصور مجھے اپنے حجرہ میں لیگیا اور میرے واسطے کھانا لایا جسمیں گوشت نہیں تھا خادم سے منصور نے کہا کہ کچھ مٹھائی بھی ہو اُسنے کہا کہ نہیں منصور نے کہا کچھ کھجوریں بھی ہیں اُسنے انسے بھی انکار کیا یہ سنکر منصور لیٹ گیا اور یہ آیت پڑھی عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ الخ جب منصور تخت خلافت پر بیٹھا تو میں اُسکے پاس گیا مجھ سے دریافت کرنے لگا کہ بنو امیہ کے مقابلہ میں ہماری بادشاہت کیسی ہو میں نے کہا کہ اتنا ظلم کسی بادشاہ کے زمانہ میں نہیں ہوا جتنا اب ہے۔ منصور نے کہا کہ مجھے مددگار نہیں ملتے۔ میں نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہو کہ بادشاہ بمنزلہ بازار کے ہو جس چیز کی نکاسی زیادہ ہوتی ہو وہی بازار میں زیادہ آتی اگر بادشاہ زاہد عابد ہے تو اُسکے پاس ایسے ہی لوگ آتے ہیں اور اگر فاسق و فاجر ہے تو ایسے ہی شخص ملتے جلتے ہیں۔

منصور کا قول ہے کہ ان تین باتوں کے علاوہ بادشاہ تمام باتیں برداشت کر لیتے ہیں اوّل افشار راز دوم حرم میں تعرض۔ سوم ملک میں بغاوت پھیلانا (صولی) نیز اسکا قول جب دشمن تیری طرف ہاتھ بڑھائے تو اگر تجھ میں طاقت ہو تو اسکا ہاتھ کاٹ ڈال ورنہ اُسے چوم لے۔

صولی نے یعقوب بن جعفر سے روایت کی ہو کہ منصور کی ذکاوت کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ مدینہ طیبہ میں آیا اور ربیع سے کہا کہ مجھے ایک ایسا آدمی تلاش کر کے دو جو تمام مشہور مقامات کی مجھے سیر کرائے۔ چنانچہ ایک ایسا آدمی آیا اور اُسنے تمام جگہ کی سیر کرائی اور مشہور مقامات بتلائے مگر از خود کچھ نہیں بتلاتا تھا جبتک کہ منصور خود نہ دریافت کرے۔ جب وہ جدا ہونے لگا تو منصور نے ایکہزار درہم اُسکو انعام میں عطا کئے اُسنے ربیع سے ان ہزار درہم کا مطالبہ کیا تو ربیع نے یہ کہکر ٹال دیا کہ امیرالمومنین نے ہمیں کوئی حکم نہیں دیا اب تم امیرالمومنین کو دوبارہ جا کر یاد دلا دو تاکہ وہ ہمیں حکم دیدیں

یہ شخص گیا تو گفتگو کا موقعہ نہ ملا جب منصور علیحدہ ہونے لگا تو اب اُسنے ازخود کہا کہ یا امیر المومنین یہ مکان عاتکہ کا ہی کہ جسمیں احوص نے یہ شعر کہا ہی (ترجمہ شعر) اے عاتکہ کے گھر تجھسے میں بدوری جدا ہوتا ہوں۔ مگر دل میرا تیرے ہی پاس رہیگا۔ منصور نے اسے ازخود پڑہنے سے منع کیا مگر جب منصور نے دلمیں غور کیا تو اس قصیدہ میں یہ شعر بھی تھا (ترجمہ شعر) میں تجھے دیکھتا ہوں کہ جو کچھ تو کہتا ہی وہی کرتا ہی بعض آدمی ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کرتے نہیں یہ سوچکر منصور فوراً ہنس پڑا اور کہا ربیع اسے ہزار درہم دیدو۔

اسحاق موصلی بیان کرتے ہیں کہ کھانا پینا اور گانا وغیرہ میں منصور اپنے ہم جلیسوں کے ساتھ نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اسکے اور ہم نشینوں کے درمیان میں ایک پردہ پڑا رہتا تھا اور یہ ہم جلیس پردہ سے بھی بیس گز کے فاصلہ پر بیٹھا کرتے تھے اور اسی طرح منصور بیس گز پردہ سے ہٹکر بیٹھتا تھا اور ہم جلیسوں کے پاس بیٹھنے والا خلفاءِ بنی عباس میں سب سے پہلا بادشاہ مہدی ہے (صولی)

صولی نے یعقوب بن جعفر سے روایت کی ہے کہ ایک روز منصور نے قثم بن عباس سے جو یمامہ کا عامل تھا عبد اللہ بن عباس عامل بحرین کے سامنے دریافت کیا کہ تمہیں اپنے نام قثم کے معنی اور جس سے یہ لفظ اخذ ہو اسکی بھی خبر ہے اُسنے کہا مجھے معلوم نہیں منصور نے کہا تم اشمیوں جیسا ہے اور جانتا خاک نہیں تو تو جاہل ہی۔ اُسنے کہا امیر المومنین آپ بتلا دیجئے منصور نے کہا کہ قثم اس شخص کو کہتے ہیں جو کھانا کھانے کے بعد کچھ سخاوت کرے اور لوگوں کو ازخود چیزیں دے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ منصور کو مکھیوں نے بہت دق کیا منصور نے مقاتل بن سلیمان کو بلاکر دریافت کیا کہ خداوند تعالی نے مکھیوں کو کیوں پیدا کیا ہی انہوں نے کہا تاکہ وہ ظالموں کو ذلیل کریں۔

محمد بن علی خراسانی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خلیفہ منصور نے ہی نجوموں کو مقرب بنایا اور نجوم کے احکام پر عمل کیا اور سب سے پہلے اسی واسطے سریانی عجمی زبان سے عربی میں کتابیں ترجمہ ہوئیں جیسے کتاب کلیلہ دومنہ۔ اقلیدس۔ سب سے پہلے منصور نے غیر ملکوں کو اہل عرب پر حاکم مقرر کیا۔ حتی کہ ایک زمانہ میں عرب لوگ حاکم ہونا ہی بند ہو گئے اور اُن کی قیادت جاتی رہی اول اسی کے زمانہ میں علویوں اور عباسیوں کے درمیان تفرقہ پڑا ورنہ پہلے باہم شیر و شکر رہتے تھے۔

احادیث جو منصور سے مروی ہیں

صولی کہتے ہیں کہ منصور اپنے زمانہ میں سب سے بڑا محدث اور نساب تھا اور اُسنے ان دو علموں کے حاصل کرنے میں بڑی کوشش کی تھی۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ خلیفہ منصور نے بروایت اپنے اب وجد اور ابن عباس کے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

صولی نے منصور سے بروایت حضرت ابن عباس روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے جو شخص اسمیں سوار ہو گیا بچ گیا اور جو کھڑا رہگیا ہلاک ہو گیا۔

منصور نے بروایت عبداللہ بن عباس روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہم نے کسی کو امیر بنا کر اسکا وظیفہ مقرر کر دیا اُسنے اگر تنخواہ سے زیادہ لیا تو وہ خائن ہے (صولی)

یحییٰ بن حمزہ حضرمی کہتے ہیں کہ مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ جب مجھے خلیفہ مہدی نے قضا سپرد کی تو مجھ سے کہا کہ احکام میں تشدد نہ کرنا۔ کیونکہ مجھے اپنے والد منصور سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اللہ جل جلالہ فرمادینگے کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں ظالم سے دُنیا اور آخرت دونوں میں انتقام لونگا اور اُس سے بھی انتقام لونگا جس نے کسی مظلوم کو دیکھا اور باوجود استطاعت کے اُسکی امداد نہ کی (صولی)

صولی نے محمد بن عباس بن فرج کے واسطے سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ قیامت کے روز کل سبب اور نسب سوائے میرے سبب اور نسب کے منقطع ہو جاوینگے۔ صولی نے ابو اسحاق کے واسطے سے منصور سے روایت کی ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ہو کہ چاند کی تین آخری تاریخوں اور جبکہ چاند برج عقرب میں ہو سفر مت کرو۔

منصور کے وقت میں حسب ذیل علمائنے رحلت فرمائی۔ ابن مقفع۔ سہل بن ابی صالح۔ علاء بن عبدالرحمٰن۔ خالد بن یزید مصری فقیہہ۔ داؤد بن ابی ہند۔ ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج۔ عطاء بن ابی مسلم خراسانی۔ یونس بن بلید۔ سلیمان الاحول۔ موسیٰ بن عقبہ صاحب مغازی۔ عمرو بن عبید معتزلی۔ یحییٰ بن سعید انصاری کلبی ابن اسحاق۔ جعفر بن محمد صادق۔ عمش۔ شبل بن عباد مقری مکہ۔ محمد عجلان فقیہہ مدنی۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ۔ ابن جریج۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ۔ حجاج بن ارطاۃ۔ حماد الراویہ۔ رؤبہ شاعر۔ جریری۔ سلیمان تیمی۔ عاصم الاحول۔ ابن شبرمہ الضبی۔ مقاتل بن حیان۔ مقاتل بن سلیمان۔ ہشام بن عروہ۔ ابو عمرو بن علاء۔ اشعب الطامع۔ حمزہ بن حبیب الزیات۔ امام اوزاعی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

المہدی ابو عبداللہ محمد بن منصور

مہدی ابو عبداللہ محمد بن منصور۔ مقام ایدج میں ۱۲۷ھ اور بقول بعض ۱۲۶ھ میں پیدا ہوا اسکی ماں کا نام ام موسیٰ بنت منصور الحمیریہ تھا۔ یہ شخص نہایت سخی اور رعایا کا محبوب اور ممدوح۔ بہت خوبصورت حسن الاعتقاد تھا۔ زندیقیوں کی بیخکنی میں ایسا اتر اکہ ان کو دنیا سے ناپید کر کے چھوڑا۔ اس خلیفہ نے سب سے اول زندیقیوں اور ملحدوں کی تردید میں کتاب الجدل لکھوائی اسنے اپنے باپ منصور اور حضرت مبارک بن فضالہ سے حدیث سماعت کی اور اس سے یحییٰ بن حمزہ جعفر بن سلیمان الضبی محمد بن عبداللہ رقاشی ابو سفیان سعید بن یحییٰ الحمیری نے روایت کی ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مہدی کی روایت میں کسی شخص نے جرح و تعدیل نہیں کی۔

جب مہدی سن بلوغ کو پہونچ گیا تو اسکو منصور نے طبرستان کا حاکم مقرر کر دیا۔ اسکو علم پڑھایا اور علمار کی صحبت میں رکھا پھر اپنا ولیعہد مقرر کر دیا جب منصور کے انتقال کی خبر بغداد میں پہنچی تو لوگوں نے یہاں مہدی سے بیعت کر لی۔ اُسنے منبر پر چڑھکر خطبہ پڑھا کہ امیر المومنین بھی ایک خدا کا بندہ ہوتا ہو جب آپ اُسے پکارتے ہیں تو جواب دیتا ہو اور جب اُسکو کوئی حکم دیا جاتا ہی تو وہ اُسکو پورا کرتا ہو وہ یہ تقریر کرہی رہا تھا کہ آنکھوں میں آنسو آگئے اور ضبط نہ کر سکا اور کہنے لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوستوں کے فراق میں روئے اور مجھپر تو ایک باپ کا صدمہ اور دوسرے خلافت کا بوجھ پڑ گیا ہے امیر المومنین کو خداوند تعالیٰ ہی کافی وافی ہیں اور اسی واسطے میں مسلمانوں کی خلافت پر خداوند تعالیٰ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ حاضرین! جس طرح تم ہماری اطاعت کا ظاہری اعلان کرتے ہو اسی طرح باطن میں بھی ہماری اطاعت رکھو تا کہ عافیت کے امیدوار اور عافیت کے سچے طلبگار بن سکو جو شخص تمہارے اندر معدلت اور انصاف کو پھیلانا چاہے اسکی محافظت کرو جو تمہارے اوپر سختی اور گرانی ہو اُسکے دفع کرنے میں کوشش کروں میں تمہارے اوپر ہمیشہ سلامتی کو نافذ کرتا رہونگا اور جتنی مجھ میں طاقت ہے حتی المقدور اپنی عمر کا حصہ تمکو عقوبت سے بچانے اور احسان کرنے میں صرف کر دوں گا۔

نفطویہ کہتے ہیں کہ جب مہدی کو خزانے حاصل ہو گئے تو اُن کو مظالم کی روک تھام میں خرچ کیا اور بہت سا ذخیرہ اسی کام میں خرچ کر ڈالا اور محتاجوں کی حاجت روائی کی اور حکام کو علیات بخشیں۔

کہتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے اوّل مہدی کو خلافت کی مبارکباد اور اُسکے باپ کی تعریف کی وہ ابو دلامہ ہیں چنانچہ یہ اشعار تہنیت اور تعزیت کے ابو دلامہ نے مہدی کے سامنے پڑھے (ترجمہ اشعار)

میری آنکھیں عجیب تماشا دیکھ رہی ہیں ایک تو خوشی کرتی ہے اور دوسری سے آنسو بہ رہے ہیں۔ باری باری ایک آنکھ روتی ہے اور ایک ہنستی ہے۔ ایک صدمہ کو برا سمجھتی ہے دوسری خوشی کو مقدم رکھتی ہے ایک خلیفہ کی موت کو بحالت احرام صدمہ جانتی ہے دوسری مہربان خلیفہ کا تخت پر بیٹھنا مبارک اور خوشی سمجھتی ہے۔ ایک خلیفہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر انتقال کیا اور تمہارے پاس اسکا نائب آیا اسکو خداوند تعالیٰ ہدایت کریں اور فضل خلافت عطا فرمائیں اور دوسرے کیواسطے جنات النعیم آراستہ کریں

۱۵۹ھ میں مہدی نے اپنا موسیٰ ہادی کو ہادی کا ہارون رشید کو ولیعہد بنایا۔

۱۶۰ھ میں ہندوستان میں سے اربد نامی اُسے فتح ہوا اور مہدی نے اسی سال حج کیا اور اس خوف سے کہ کہیں پردوں کے بوجھ سے عمارت خانہ کعبہ منہدم نہ ہو جائے کعبہ پر زیادہ پردے ڈالنے کو منع کر دیا اور تمام پردے سوائے ان پردوں کے جو مہدی نے مقرر کئے تھے اتروا ڈالے مہدی کیلئے یہاں برف مہیا کیا گیا ذہبی کہتے ہیں کہ سوائے مہدی کے کسی خلیفہ کیلئے اس سے پہلے برف نہیں مہیا کیا گیا تھا ۱۶۱ھ میں مہدی نے مکہ معظمہ کی سڑک اور سرائے اور حوض بنوائے اور جامع مسجدوں میں مقصورے بنوانے کو متروک کیا اور ممبروں کو جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تھے اتنا ہی چھوٹا کرایا

۱۶۳ھ اور اسکے بعد میں ملک روم کا اکثر حصہ فتح ہو گیا۔

۱۶۶ھ میں مہدی نے دار السلام کو دار السلطنت قرار دیا اور یہاں سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور یمن میں اونٹوں اور خچروں کی ڈاک مقرر کی۔

ذہبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مہدی ہی نے حجاز سے عراق تک ڈاک قائم کی۔ اسی سال سے مہدی زندیقوں کے پیچھے پڑ گیا اور بہت سی جگہ ان سے بحث و مباحثہ کیا کرایا اور کوئی نہ کوئی تہمت لگا ان کو پھانسی یا قتل کرا دیا ۱۶۷ھ میں توسیع مسجد حرام کے متعلق حکم دیا اور اس میں بہت سا رقبہ شامل کر دیا۔

۱۶۹ھ میں مہدی نے ایک مرتبہ شکار کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ شکار ایک ویرانے گھر میں جا گھسا گھوڑا بھی بے تحاشا دوڑتا ہوا مکان میں گھس گیا اور مہدی کی کمر میں دروازہ کے اندر داخل ہوتے ہوئے ایسی چوٹ لگی کہ مہدی اسی وقت جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ اسوقت ۲۲ محرم الحرام ۱۶۹ھ تھا بعض کہتے ہیں کہ مہدی کی موت زہر سے واقع ہوئی۔ سلم الخاسر نے اسکا ایک مرثیہ لکھا ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ ایک عورت مہدی کے پاس آئی اور کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار میری

حاجت بھی پوری کو مہدی نے کہا کہ بیٹے یہ الفاظ آجتک کسی کی زبان سے نہیں سنے لہٰذا اسکو دس ہزار درہم انعام میں بدو۔
قریش ختلی کہتے ہیں کہ صالح بن عبد القدوس بصری زندقہ کے جرم میں مہدی کے سامنے حاضر کیا گیا مہدی نے اسکے قتل کا ارادہ کیا تو اُسنے کہا کہ میں اس عقیدہ سے توبہ کرتا ہوں اور یہ اشعار پڑھے۔
ترجمہ اشعار: نہیں باز آتے دشمن جہالت سے اور نہیں باز آتا جاہل اپنے نفس سے، اور بڑھاپے میں کوئی شخص اپنی عادت نہیں چھوڑ سکتا حتیٰ کہ قبر میں نہ چھپا دیا جاوے۔ مہدی نے اسکا قصور معاف کر دیا لیکن جب وہ جانے لگا تو اسنے صالح بن عبداللہ سے کہا کہ کیا تو نے یہ مصرعہ نہیں پڑھا کہ بوڑھاپے میں کوئی شخص اپنی عادت نہیں چھوڑ سکتا اُسنے کہا کہ ہاں مہدی نے کہا کہ پھر تو اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتا ہے پھر اسکے قتل کا حکم دے دیا۔
زہیر کہتے ہیں کہ مہدی کے پاس دس محدث آئے جنمیں فرج بن فضالہ اور غیاث بن ابراہیم بھی شامل تھے اور مہدی کو کبوتر بازی کا شوق تھا غیاث بن ابراہیم سے کہا گیا کہ تم کوئی حدیث سناؤ اُسنے کہا فلاں شخص نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ نہیں سبقت ہے مگر گھوڑوں اور اور تیر اندازی (اور مہدی کیوجہ سے اسنا اور حدیث میں بڑھا دیا کہ) اور پرندوں میں مہدی نے یہ سنکر دس ہزار درہم اُسے عطا کئے جب غیاث چلنے لگا تو مہدی کو خیال آیا کہ حدیث میں پرند کا لفظ نہیں ہے اور اسنے میری خوشنودی کیوجہ سے یہ بڑھا دیا ہے اُسنے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ تم بہت جھوٹے ہو اور تم اپنے اعطار پر بہت شرمندہ ہوا اور (چونکہ یہ کبوتر ایک محدث کے جھوٹ کے باعث ہوئے تھے اسلئے) کبوتروں کے ذبح کا حکم دیا۔
کہتے ہیں کہ ایکدفعہ مہدی کے پاس شریک آئے مہدی نے اُن سے کہا کہ تمہیں ان تین باتوں میں سے ایک ضرور قبول کرنا ہوگی یا تو عہدۂ قضا کو قبول کیجئے یا میرے لڑکوں کو تعلیم دیجیے یا میرے ساتھ کھانا کھانا قبول فرمائیے شریک نے تھوڑی دیر سوچکر کہا کہ کھانا کھانا سب سے آسان کام ہے۔ مہدی نے دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے اور مٹھائیاں لگانے کا حکم دیا جب کھا چکے تو شاہی باورچی نے کہا کہ اب آپ پھنس گئے چنانچہ کہتے ہیں کہ اُنہوں نے تعلیم دینا بھی شروع کر دی اور عہدۂ قضا بھی قبول کر لیا۔
بغوی نے جعدیات میں حمدان اصفہانی سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز شریک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مہدی کا لڑکا آیا اور تکیہ لگاکر بیٹھ گیا۔ شریک نے ایک حدیث دریافت کی مگر شریک نے اسکی طرف توجہ نہ کی اُسنے دوبارہ پوچھا پھر بھی شریک نے کوئی التفات نہ کیا۔ شاہزادہ نے کہا آپ خلفاء کی اولاد کی حقارت کرتے ہیں۔ شریک نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک شاہزادوں کی بہ نسبت علم کی زیادہ قدر ہے یہ دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور پھر سوال کیا۔ شریک نے کہا ہاں طلب علم کا یہ طریقہ ہے۔

مہدی کے بہت اشعار ہیں منجملہ ان کے ہم کچھ نقل کرتے ہیں۔ صولی محمد بن عماد سے نقل کرتے ہیں کہ مہدی ایک لونڈی پر عاشق تھا اور اسپر بھی اور اسیواسطے وہ اپنے آپ کو ہر شخص سے بچائے رکھتی تھی۔ مہدی نے ایک شخص سے کہا کہ تو اپنے طور پر اسکا عندیہ دریافت کر کہ اسکا دل کس پر مائل ہو کنیزک نے اس شخص کو جواب دیا کہ مجھے خوف ہو کہ وہ مجھے ملول کر دیگا اور مجھے چھوڑ دیگا جسکا انجام میری موت ہوگی اسکے متعلق مہدی کے یہ اشعار ہیں (ترجمہ اشعار) میرے دل پر فتح پائی ایک ہلال سے زیادہ نازک معشوقہ نے جب اسپر میری محبت صحیح ہوگئی تو وہ بیماری کا عذر کرنے لگی۔ نہ اُسے میرا ہجر گوارا ہے نہ وصال سے علیحدگی بلکہ میری محبت پر وہ بوجہ خوف ملال کے باقی رہے گی۔

عمر بن بزیع جو اسکا ندیم تھا اسکے حق میں یہ اشعار لکھے تھے۔ (ترجمہ اشعار) الٰہی میری نعمتوں کو پورا کرو۔ بطفیل میرے ندیم ابوحفص کے میری زندگانی کا لطف منحصر ہے غنا و جود میں اور عطر میں بسی ہوئی باندیوں پر اور سماع اور نعمتوں پر۔

میرے نزدیک مہدی کے اشعار اُسکے باپ منصور اور اُسکے دونوں بیٹوں سے زیادہ لطیف اور بہت زیادہ بحر قصیر کے ہوتے تھے جو شاعر کیلئے ایک اعلیٰ صفت ہو چنانچہ صولی ابوکریمہ سے نقل کرتے ہیں کہ مہدی ایک کنیزک کے کمرے میں اچانک چلا گیا کنیزک اتفاق سے اپنے کپڑے اُتارے ہوئے دوسرے کپڑے پہننے کی تیاری کر رہی تھی اچانک مہدی کو آتا ہوا دیکھکر اپنے ہاتھ سے ستر کو چھپایا ہتیلی چھوٹی ہونے کیوجہ سے پوری طرح نہ چھپ سکا مہدی نے ہنسکر فی البدیہہ شعر کہا (ترجمہ اشعار) میری آنکھ نے میری ملامت کو میرا عیب کھلا دیا جب یہاں سے کھلا تو سامنے بشارت شاعر دکھلائی دیا اُسنے کہا اسپر اور اشعار چسپاں کرو چنانچہ اُسنے یہ اشعار لگائے (ترجمہ اشعار) اُسنے مجھے دیکھکر اپنے ستر کو اپنے شکم کی سلوٹ میں چھپا لیا۔ مجھے اس سے خوشی ہوئی جو میرے دونوں ہاتھوں میں نہیں سما سکتی۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ مہدی اوائل خلافت میں ایک سال تک پردہ کے پیچھے اپنے ندیموں سے پوشیدہ بیٹھا کرتا تھا۔ پھر پردہ موقوف کر کے انکے پاس بیٹھنے لگا۔ کسی نے کہا آپ کے لئے پردہ ہی بہتر ہے۔ مہدی نے جواب دیا کہ جو لذت مشاہدہ میں ہے وہ مغائبت میں نہیں۔

مہدی بن سابق کہتے ہیں کہ مہدی ایک مرتبہ ایک دستہ سواروں کے درمیان جا رہا تھا کہ ایک آدمی نے چلا کر یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) خلیفہ سے کہدو کہ تیرا حاتم خائن ہی تو خداوند تعالیٰ سے ڈر اور ہم کو حاتم سے بچالے اگر نیک بخت خائن کی مدد کرے تو وہ نیک بھی گناہ ہو نہیں شامل ہے۔ یہ اشعار سنکر مہدی نے حکم دیا کہ ہماری قلمرو میں جو حاتم ہیں انکو معزول کر دیا جائے۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ مہدی جب بصرہ میں آیا کرتا تھا تو پانچوں وقت کی نماز جامع مسجد بصرہ میں پڑھا کرتا تھا ایک روز حسب عادت آیا اور نماز کیلئے لوگ تیار ہی تھے کہ ایک اعرابی نے کہا کہ مجھے تیرے پیچھے نماز پڑھنے کا بڑا شوق ہے جبھی ظہر کی نماز پڑھنی چاہی تھی مگر شامل نہ ہوسکا۔ مہدی نے کہا کہ اس شخص کا انتظار کیا کرو دوسرے وقت اسکے انتظار میں مہدی محراب میں کھڑا ہوگیا اور جبتک لوگوں نے یہ نہیں کہا کہ آگیا ہے اسوقت تک تکبیر نہیں کہنے دی۔ لوگوں کو اسکے وسیع اخلاق پر بڑا تعجب ہوا۔

ابراہیم نافع کہتے ہیں کہ اہل بصرہ کے درمیان دو گروہوں میں ایک نہر کے متعلق جھگڑا ہوگیا ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ یہ زمین تمام مسلمانوں کے قبضہ میں خداوند تعالیٰ نے عنایت کی ہے لہذا کسی ایک شخص کو اسکی ملکیت کا حق نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی فرد واحد اسکو فروخت کرسکتا ہے اور اگر کوئی اسکو فروخت کرے تو اسکا ثمن تمام مسلمانوں کو تقسیم ہونا چاہیے یا تمام مسلمانوں کے مصالح میں خرچ ہونا چاہیے دوسرے فریق کا مطالبہ تھا کہ یہ نہر ہمارے قبضہ میں ہونی چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو زمین مردہ کو زندہ کرے وہ اسی زمین والے کا حق ہوتی ہے اور چونکہ ہماری زمین مردہ ہے اسلیے محض ہمارا ہی حق ہے۔ مہدی آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک سنکر اسقدر تعظیم کو جھکا کہ اسکا منہ زمین سے مل گیا اور کہا کہ جو حدیث شریف تم نے بیان کی ہے وہ ہمارے لئے قابل اتباع ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا زمین فی الواقع مردہ تھی یا نہیں میں اسکو تسلیم نہیں کرسکتا کیونکہ اس زمین کے گرد قدرتی طور پر پانی محیط ہے پھر یکسطرح مردہ ہوسکتی ہے ہاں اگر اسپر تم گواہ قائم کردو تو میں تسلیم کرلونگا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے خود مہدی سے بصرہ میں منبر پر ایک خطبہ سنا ہے کہ اسمیں انہوں نے بیان کیا تھا کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے تمہیں اس کام کیلئے حکم فرمایا ہے جو انہوں نے خود اپنی ذات اور ملائکہ کیلئے پسند فرمایا ہے یعنی قرآن شریف میں ارشاد کیا ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الخ اس سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ جس طرح خداوند تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دیگر رسولوں میں فضیلت دی ہے اسی طرح تمکو تمام امتوں میں افضل بنایا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سب سے اول مہدی ہی نے اس آیت کو خطبہ میں بیان کیا تھا اسکے بعد تمام خطیبوں نے اسے خطبوں میں جزء لاینفک قرار دے لیا۔

ان احادیث کا ذکر جو مہدی سے مروی ہیں

صولی نے احمد بن محمد اور انہوں نے عبدالرحمن ابن مسلم مدائنی سے روایت کی ہے کہ مہدی نے اپنے

خطبہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ کا ذکر کیا جو ابی سعید خدری سے وقت غروب آفتاب کے متعلق مروی ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ ابو یعقوب بن حفص خطابی نے بیان کیا ہے کہ مہدی نے کہا کہ ایک روز وفد عجمیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جنکی ڈاڑھیاں کٹی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں کے خلاف ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں اس قدر کٹواؤ کہ وہ ہونٹوں پر نہ گریں۔ مہدی نے اپنا ہاتھ اپنے ہونٹ پر رکھکر بتلایا تھا۔

یحییٰ بن حمزہ کہتے ہیں کہ مہدی نے جب ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی تو انہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھی میں نے کہا کہ یا امیر المومنین یہ کیا کیا۔ مہدی نے جواب دیا کہ مجھسے میرے باپ اور میرے باپ نے میرے دادا اور میرے دادا نے حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔ میں نے کہا تو پھر میں آپکے اعتبار پر اس حدیث کی روایت کروں۔ مہدی نے کہا کہ ہاں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اسناد متصل ہیں لیکن میں نہیں جانتا کہ کسی نے مہدی اور اسکے باپ سے احکام میں دلیل اور حجت لی ہو اس روایت میں محمد ابن ولید مولی بنی ہاشم منفرد ہے اور اسکے متعلق ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ میں نے اور لوگوں کو بھی اسکی متابعت میں دیکھا ہے۔

جن حضرات علماء کرام کا مہدی کے عہد حکومت میں انتقال ہوا وہ حسب ذیل ہیں۔ شعبہ۔ ابن ابی ذئب سفیان ثوری۔ ابراہیم بن ادہم زاہد۔ داؤد طائی زاہد۔ بشارت بن برد اول شعراء محدثین حماد بن سلمہ۔ ابراہیم بن طہمان۔ محمد خلیل بن احمد صاحب عروض۔

ابو محمد ہادی

ہادی ابو محمد موسیٰ بن مہدی ابن منصور اسکی ماں کا نام خیزران تھا جو بربریہ ام ولد تھی ۱۴۷ھ میں بمقام رے پیدا ہوا اور اپنے باپ کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔

خطیب کہتے ہیں کہ جس عمر میں ہادی تخت پر بیٹھا کوئی خلیفہ نہیں بیٹھا اسکی عمر نے زیادہ وفا نہیں کی یہ شخص تخت خلافت پر ایک سال اور چند ماہ متمکن رہا اسکے باپ مہدی نے اسکو زندیقوں کے قتل کی وصیت کی تھی اسنے اپنے باپ کی وصیت کے متعلق بہت کوشش کی اور بہت زندیقوں کو تہ تیغ کیا۔

اسکا لقب موسیٰ اطبق بھی تھا کیونکہ یہ اوپر کے ہونٹ کو اٹھائے رکھتا تھا جس سے اسکا منہ

کھلا رہتا تھا اسوجہ سے بچپنے میں اسکے باپ نے ایک خادم مقرر کر دیا تھا کہ وہ جس وقت اسکا منہ کھلا ہوا دیکھتا تھا تو کہہ دیتا تھا کہ موسیٰ اطبق (یعنی موسیٰ منہ بند کر) جسکے سبب منہ بند کر لیتا تھا اور اسی سبب سے اسکا نام موسیٰ اطبق پڑ گیا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ہادی شراب پیا کرتا تھا اور لہو ولعب میں مشغول رہتا تھا اور ایک نفیس گدھے پر سواری کرتا تھا۔ امر خلافت پر بہت بھول چوک کرتا تھا مگر باوجود اسکے نہایت فصیح وقادر الکلام اور اعلیٰ درجہ کا ادیب تھا ہیبت، رعب اب سطوت وشہامت بہت زیادہ تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ظالم تھا سب سے اول ہادی کے سامنے ننگی تلواریں اور نیزے اور چلوں پر چڑھے ہوئے تیر لیکر چلتے تھے اور اسکی اتباع میں اسکے عمال بھی ایسا ہی کرتے تھے اسکے زمانہ میں ہتھیاروں کی بہت زیادہ کثرت ہو گئی تھی۔

ربیع الآخر ۱۷۰ھ میں ہادی نے انتقال کیا۔ موت کے سبب میں راویوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اسنے اپنے ندیم کو بانسوں کے جنگل میں دھکا دیدیا تھا اس نے گرتے ہوئے اسکا سہارا لینا چاہا اور اسکے پکڑنے میں یہ بھی گرا ندیم کے پیٹ میں اور اسکی ناک میں بانس گھس گیا جسکی وجہ سے دونوں اسیوقت مر گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکے پیٹ میں زخم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اسکا انتقال ہو گیا بعض کہتے ہیں کہ جب اسنے ولیعہد ہارون رشید کو قتل کر کے اپنے بیٹے کو ولیعہد کرنا چاہا تو خود اسکی ماں خیزران نے اسکو زہر دیدیا تھا۔ بعضوں کا قول ہے کہ اسکی ماں خیزران امور سلطنت میں دخل رکھتی تھی اور اسکے دروازہ پر سواروں کا پہرہ رہا کرتا تھا یہ دیکھکر ہادی نے اپنی ماں کو زجر وتوبیخ کی اور ناشائستہ گفتگو کے ساتھ کلام کیا اور کہا آج سے اگر میں نے کسی امیر کو تمہارے دروازہ پر دیکھا تو میں اسے قتل کر دونگا۔ تمہارا کام چرخہ کاتنا یا قرآن شریف کی تلاوت کرنا اور تسبیح ومصلے سے شغل رکھنا ہے نہ کہ امور سلطنت میں دخل دینا۔ اسکی ماں سخت غصہ میں اٹھکر اپنی کوٹھری میں واپس چلی گئی کہتے ہیں کہ اسی روز ہادی نے اپنی ماں کے پاس زہر آلود کھانا بھیجا جس کو اس نے کتے کو ڈالدیا اور کتا مر گیا۔ یہ دیکھکر اسکی ماں نے اسکے قتل کا ارادہ کر لیا ایک روز ہادی کو سخت بخار ہوا اور وہ بخار کی تیزی میں منہ ڈھکے ہوئے لیٹا ہوا تھا کہ چند لوگوں نے اسکی ماں کے اشارے سے اسکو گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

ہادی نے اپنی موت کے وقت سات بیٹے چھوڑے۔

ہادی کے اشعار جو اسنے اپنے بھائی ہارون کے متعلق کہے تھے یہ ہیں (ترجمہ اشعار) میں نے ہارون کو نصیحت کی مگر اسنے اسکو رد کر دی۔ اور جو آدمی نصیحت کو قبول نہیں کرتا وہ شرمندگی اٹھاتا ہے

میں نے اسکو ایسے کام کیطرف بلایا تھا جس سے ہم دونوں میں دوستی قائم رہتی مگر اسنے اسکو نہ مانا اور وہ اس کام میں ظالم ہے اگر میں اگلے دن تک انتظار نہ کرتا تو اسکو وہی کرنا ہوتا جو میں کہتا تھا اور وہ اسوقت ذلیل ہوتا خطیب فضل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص پر ہادی بہت زیادہ غصہ ہوا اور کسی نے سفارش کی تو اس سے خوش ہو گیا وہ معذرت کرنے لگا تو ہادی نے اس سے کہا کہ تو کیوں خواہ مخواہ معذرت کرتا ہے میری خوشنودی اب کافی ہے۔

عبداللہ بن مصعب کہتے ہیں کہ مروان ابن ابی حفصہ ہادی کے پاس آیا اور اسکی شان میں ایک قصیدہ پڑھنے لگا جب وہ اپنے اس شعر پر پہنچا (ترجمہ شعر) ایک ان میں نے اسکی اور اسکی بخشش کی تشبیہ دی تو کسی نے مجھے یہ نہ بتلایا کہ کسکو ترجیح دیجائے۔ ہادی نے اس سے کہا کہ تو انعام کے اندر کس چیز کو ترجیح دیتا ہے تیس ہزار درہم فوراً ابھی لیتا ہے یا ایک لاکھ کا حکم لکھواتا ہے کہ پھر خزانہ سے وصول کرتا پھرے۔ مروان بن حفصہ نے کہا کہ تیس ہزار فوری اور ایک لاکھ بعد کو ہادی نے کہا اچھا تو سب ابھی لینا چاہتا ہے اور اسیوقت ایک لاکھ تیس ہزار درہم عطا کر دیے۔

صولی کہتے ہیں کہ ان عورتوں کے بطن سے دو دو خلیفہ ہوئے ہیں۔ خیزران جو ہادی اور ہارون رشید کی ماں تھی اور وہ دلادہ بنت عباس العبسیہ زوجہ عبدالملک بن مروان جسکے بطن سے ولید اور سلیمان خلیفہ پیدا ہوئے اور شاہین بنت فیروز بن یزدجرد بن کسریٰ زوجہ ولید جسکے شکم سے یزید ناقص اور ابراہیم معرض وجود میں آئے اور تخت خلافت پر بیٹھے میں کہتا ہوں کہ ان میں اور یہ نام بھی ایزاد کرنے چاہئیں۔ بائی خاتون متوکل اخیر کی کنیزک جو عباس اور حمزہ کی ماں تھی اور یہ دونوں خلیفہ ہوئے نیز اسی خلیفہ یعنی متوکل اخیر کی دوسری کنیزک جس نام کزل تھا جسکے بطن سے داؤد اور سلیمان پیدا ہوئے اور دونوں نے خلافت کی۔

اسکے بعد صولی کہتے ہیں کہ خلیفہ نے سوائے ہادی کے جرجان سے بغداد تک ڈاک نہیں جاری کی اسکی مہر پر منقش تھا۔ اللہ ثقۃ موسیٰ وبہ یؤمن۔

صولی کہتے ہیں کہ سلم الخاسر نے ہادی کی شان میں ایک قصیدہ جو نہایت لاجواب ہے بحر مستفعلن مستفعلن میں علحدہ علحدہ جز جز کر کے لکھا ہے یہ بحر اسی شاعر کی ایجاد ہے اس سے پہلے کبھی نہیں سنی گئی۔

صولی سعید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے خداوند تعالیٰ ارحم الراحمین کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہادی کے تمام گناہ ایک بات کے عوض میں جو میں نے اس سے سنی ہے بخش دینگے اور وہ یہ ہے ابو الخطاب سعدی ایک مرتبہ اپنا قصیدہ اسکو سنا رہا تھا حتیٰ کہ جب وہ اس شعر پر پہنچا

کہ (ترجمہ شعر) اے دنیا کے بہترین آدمی اور ان لوگوں کے بہترین جنہوں نے دُنیا پر حکومت کی تو یہ سُنکر ہادی نے کہا کہ چپ رہ کیا بکتا ہے میں نے کہا یا امیر المومنین اس سے اس زمانہ کے لوگ مراد ہیں شاعر نے کہا کہ دوسرا شعر سنئے خود معلوم ہو جاویگا چنانچہ دوسرا شعر پڑھا (ترجمہ شعر) مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان کیلئے تمام دنیا کی فضیلتیں ہیں اور تو انہی فضیلتوں کی وجہ سے فخر کرتا ہے یہ سُنکر ہادی نے کہا کہ تو نے اب ٹھیک کہا پھر اسکو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

مدائنی کہتے ہیں کہ ہادی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اپنا بھید کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ فتنہ اور بلا میں گھر جائیگا اور غم کھانا پڑے گا کیونکہ یہ ثواب اور رحمت ہے۔

صولی کہتے ہیں سلم الخاسر شاعر نے ہادی کی شان میں ایک قصیدہ جو متضمن بہ تہنیت و تعزیت ہے اُسکے دو اشعار حسب ذیل ہیں (ترجمہ اشعار) خلافت و ہدایت موسیٰ کو پہنچ گئی۔

امیر المومنین محمد کا انتقال ہو گیا وہ شخص جو زمانہ کے غموں کو دور کرتا تمام ہو گیا اور وہ شخص جو لطف عنایت کے لئے اکیلا کافی ہے اسکے بجائے تخت نشین ہو گیا۔

ایسا ہی ایک قصیدہ مروان بن ابی حفصہ نے بھی کہا ہے (ترجمہ اشعار) تو صبح کو فخر کرتا ہوا اٹھا ہے اور فخر قبروں میں امیر المومنین کی قبر پر کرتا ہے اگر اسکے بیٹوں کو اسکی موت کے بعد تسکین دیتا تو منبروں پر روتے روتے وہ ہمیشگی کر دیتے۔ اگر موسےٰ اسکی بجائے نہ قائم ہوتا تو میں ایک آواز شوق مثل سچے دوستوں کی آواز کے لگاتا۔

احادیث جو ہادی سے مروی ہیں

صولی کہتے ہیں کہ مطلب بن عکاشہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے قریش کی توہین کی اور یہاں تک تجاوز کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی گستاخانہ الفاظ کہے۔ میں اس معاملہ میں ہادی کے سامنے بطور گواہ پیش ہوا ہادی نے اس مجلس میں فقہاء زمانہ اور نیز مدعا علیہ کو بلایا اور ہم اسکی گواہی دی ہادی کا چہرہ ایکدم متغیر ہو گیا اور سرنگوں کر کے چپ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ میں نے اپنے باپ ہادی اور اُسنے اپنے باپ منصور اور اُسنے اپنے باپ محمد اور اُسنے اپنے باپ علی اور اُسنے اپنے باپ عبد اللہ ابن عباس سے سُنا ہے کہ جس شخص نے قریش کی توہین کی اُسنے خدا کی توہین کی اور پھر مدعا علیہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے خدا کے دشمن کیا تو قریش کی توہین سے راضی نہیں ہوا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کی توہین کی اور وہاں تک بات پہنچائی

پھر اُسکی گردن مار دینے کا حکم دیا (خطیب) یہ حدیث اسی طرح اس روایت میں موقوف ہے
اور دوسرے طریقوں سے مرفوع بھی آئی ہے
ہادی کے زمانہ میں نافع قاری اہل مدینہ وغیرہ کا انتقال ہوا ہے۔

الرشید ہارون ابوجعفر

ابوجعفر ہارون رشید بن مہدی محمد بن منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اسکو اسکے باپ مہدی نے ہادی کے بعد ولیعہد مقرر کیا تھا اپنے بھائی کے انتقال کے بعد شب یکشنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

صولی کہتے ہیں کہ اسی رات ہارون رشید کے اسکا بیٹا عبداللہ مامون پیدا ہوا اور ایسا اتفاق سوائے اس واقعہ کے کبھی نہیں ہوا کہ ایک ہی رات میں ایک خلیفہ کا انتقال ہوا ہو اور دوسرا اُسکی جگہ قائم مقام ہوا ہو اور تیسرا عالم وجود میں آیا ہو۔

اول اسکی کنیت ابوموسیٰ تھی مگر بعد میں ابوجعفر ہو گئی۔

اسنے اپنے باپ اور دادے اور مبارک بن فضالہ سے حدیث سماعت کی ہے اور اس سے اُسکے بیٹے مامون نے روایت کی ہے۔

یہ شخص نہایت اولوالعزم خلیفہ اور دنیا کے بادشاہوں میں بہت جلیل القدر بادشاہ گذرا ہے اُسنے بہت غزوے اور کثیر حج ادا کئے ہیں جیسا کہ ابوالعلا کلابی اسکی شان میں کہتا ہے (ترجمہ اشعار) جو شخص تجھ سے ملاقات کرنا چاہے وہ تجھے حرمین شریفین یا انتہائے سرحد پر تلاش کرے تو دشمنوں کے ملک میں گھوڑے کی زین پر ارض مقدس میں اونٹ کے کوہان پر ملیگا۔

یہ خلیفہ اپنے باپ کے عہد حکومت میں بمقام رے ۱۴۸ھ میں اپنی ماں خیزران کے بطن سے پیدا ہوا جسکے بطن سے ہادی پیدا ہوا تھا اسکے متعلق مروان بن ابی حفصہ نے یہ شعر کہا ہے (ترجمہ شعر) اے خیزران تو اسجگہ ہے پھر اسجگہ ہے اور تیرے دونوں بیٹے دنیا کی سیاست داری کرتے ہیں۔

ہارون رشید گورا اچھا طویل القامت خوبصورت اور ملیح شخص تھا یہ فصاحت اور بلاغت کا ماہر اور علم و ادب کا پورا عالم تھا اپنے زمانۂ خلافت میں جبتک زندہ رہا سوائے بیماری کے روزانہ سو رکعت نماز پڑھتا اور ہمیشہ اپنے مال سے ایک ہزار درہم روزانہ صدقہ کرتا تھا۔ علم و اہل علم کا دوست تھا حرمات اسلام کی تعظیم و تکریم کرتا اور دین میں رخنہ انداز لوگوں اور نص کے معارض کا سخت دشمن تھا چنانچہ جب اُسنے

بشر مریسی کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ خلق قرآن کا قائل ہے تو کہا کہ اگر میں اسپر فتحیاب ہو گیا تو اُسکو قتل کر دونگا اپنے نفس کے اسراف اور اپنے گناہوں پر بیحد رویا کرتا تھا خصوصاً جب یہ وعظ سنتا تھا تو اپنے گناہوں کو یاد کر کر کے اسکی بہت بُری حالت ہو جاتی تھی۔ اپنی مدح کرنے والوں کو بہت انعام اکرام دیا کرتا تھا اور خود شاعر بھی تھا۔

مرہ بن سماک واعظ ایک روز ہارون کے پاس آئے اسنے اُنکی بہت تعظیم وتکریم کی اور احترام کیا یہ دیکھکر ابن سماک نے کہا کہ باوجود اس بادشاہت کے تمہاری تواضع تمہارے شرف سے بھی زیادہ ہے پھر ابن سماک نے وعظ کہا اور ہارون رشید کو بہت رُلایا۔ یہ خود فضیل بن عیاض کے مکان پر جایا کرتا تھا چنانچہ عبد الرزاق کہتے ہیں کہ میں ایک دن مکہ معظمہ میں حضرت فضیل بن عیاض کی خدمت میں حاضر تھا کہ ہارون رشید سامنے سے گذرا فضیل بن عیاض نے اُسے دیکھکر کہا کہ لوگ ہارون کو اچھا نہیں سمجھتے حالانکہ میرے نزدیک زمین پر اس سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے جب یہ شخص مر جائیگا تب لوگوں پر سخت مصائب نازل ہونگے۔

ابو معاویہ ضریر کہتے ہیں کہ جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ہارون کے سامنے لیا جاتا تو وہ کہا کرتا تھا "صلی اللہ علی سیدی" میں نے اسکے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ میں چاہتا ہوں کہ خداوند تعالی کے رستہ میں قتل ہو جاؤں اور پھر زندہ ہوں اور پھر قتل ہو جاؤں یہ سنکر ہارون رشید بے اختیار رو پڑا اور اُسکی چیخ نکل گئی ایک روز میں نے اُسکو یہ حدیث سنائی کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی بحث ہوئی ہارون رشید کے پاس اتفاق سے ایک معزز قریشی بھی بیٹھا ہوا تھا اُسنے یہ سنکر کہا کہ ان دونوں پیغمبروں میں ملاقات کہاں ہو گئی تھی۔ ہارون رشید کو اسپر اتنا غصہ آیا کہ فوراً حکم دیا کہ ایسے شخص کی سزا تلوار ہے زندیق (معاذ اللہ) حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنہ کرتا ہے۔ میں نے یہ کہکر کہ امیر المومنین اس سے نادانستگی میں ایسا ہو گیا ہارون رشید کے غصہ کو بمشکل تمام ٹھنڈا کیا۔

یہی ابو معاویہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھانے کو بیٹھا جب ہم کھانا کھا چکے تو (چونکہ ابو معاویہ نابینا تھے) معمول کے موافق ایک شخص نے میرے ہاتھ دھلائے جب میں ہاتھ دھو چکا تو ہارون رشید نے کہا آپ جانتے ہیں کہ آپکے ہاتھ کس نے دھلائے ہیں میں نے کہا مجھے خبر نہیں ہارون رشید نے کہا کہ محض تعظیم علم کے لیے میں نے [illegible] ہاتھ دھلائے ہیں۔

منصور بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے ان تین شخصوں سے زیادہ [illegible] ہوئے

نہیں دیکھا فضیل بن عیاض ہاروں رشید اور ایک اور شخص۔

عبید القواریری کہتے ہیں کہ جب ہارون نے فضیل بن عیاض سے ملاقات کی تو فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ اے خوبصورت شخص تو قیامت میں اس امت کے متعلق پوچھا جاویگا۔ ہارون نے آیت وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ کے معنی دریافت کئے تو فضیل بن عیاض نے کہا کہ قیامت میں وہ اسباب وسائل جو دنیا میں تھے منقطع ہوجاوینگے یہ سنکر ہاروں رشید دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

اسکے محاسن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس وقت اسکے پاس ابن مبارک کے انتقال کی خبر پہونچی تو یہ آپ تعزیت میں بیٹھ گیا اور اعیان سلطنت کو بھی تعزیت میں بیٹھنے کے لئے حکم دیا۔

لفطویہ کہتے ہیں کہ ہاروں رشید اپنے دادا ابو جعفر منصور کے قدم بقدم چلتا تھا مگر فرق یہ تھا کہ منصور بخیل اور حریص تھا اور یہ نہیں تھا بلکہ شاید اس سے بڑھکر سخاوت اور جود وعطا میں کوئی خلیفہ اسکا ہمعصر گذرا ہو حتی کہ ایکمرتبہ اسنے سفیان بن عیینہ کو ایک لاکھ روپیہ عطا کردیا تھا اور اسحاق موصلی کو ایکدفعہ دو لاکھ روپیہ دینے کا حکم دیدیا تھا اور مروان بن ابی حفصہ کو ایک قصیدہ کے عوض میں پانچہزار دینار دئیے تھے اور اسی کے ساتھ خلعت اور اپنا خاص گھوڑا اور دس رومی غلام بھی عنایت کئے تھے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ رشید نے کہا کہ اصمعی آپ ہم پر کیوں جفا کرتے ہیں اور آپ کیوں غفلت کرتے ہیں میں نے کہا کہ واللہ امیر المومنین میں آپکی خدمت میں حاضر ہونیکی جلدی میں کسی شہر میں بھی نہیں ٹھیرا ہوں یہ سنکر ہارون خاموش ہوگیا اور جب لوگ اٹھکر چلے گئے تو مجھے یہ شعر (ترجمہ شعر) تیری ایک ہتھیلی عطار کی جیسے درہموں سے بھری رہتی ہے اور دوسری میں تلوار اور خون رہتا ہارون سے یہ سنکر مجھے داد دی اور کہا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے آپ مجھے لوگوں کے سامنے کچھ دکھیں اور تخلیہ میں نصیحتیں کیا کریں پھر مجھے پانچہزار دینار انعام میں دئے۔ مروج المسطوی میں لکھا ہے کہ ہارون رشید کا ارادہ تھا کہ بحر روم اور بحر قلزم کو موضع فرماکے قریب ملادے مگر اسکو یحییٰ بن خالد برمکی نے صلاح دی کہ اگر آپنے ایسا کیا تو رومی مسلمانوں کو مسجد حرام سے جھپٹ لیجایا کرینگے اور رومیوں کے جہاز حجاز میں آجایا کرینگے یہ سنکر اسنے ارادہ ملتوی کردیا۔

جاحظ کہتے ہیں کہ جیسے آدمی ہاروں رشید کو میسر آئے تھے کسی خلیفہ کو میسر نہیں آئے۔ برامکہ اسکے وزراء تھے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ اسکے قاضی تھے۔ مروان بن ابی حفصہ اس کا شاعر تھا عباس بن محمد اسکے باپ کا چچا اس کا ندیم تھا فضل بن ربیع جیسا نامآور عظیم الشان اسکا حاجب تھا۔ ابراہیم موصلی اسکا گویا تھا اور زبیدہ اسکی بیوی۔ غرضیکہ ہاروں رشید کا زمانہ ایک قابل شکر

زمانہ تھا جو بمنزلہ ایک دولہن کے سمجھنا چاہئے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ہارون رشید کے حالات اتنے زیادہ ہیں کہ انکی شرح بہت طویل ہے اور اسکے محاسن بھی بہت زیادہ ہیں اور اسی کے ساتھ لہو ولعب اور لذات ممنوعہ اور گانا سننا بھی کچھ کم نہیں خداوند تعالیٰ اسکی مغفرت فرمادیں۔

اسکے عہد میں حسب ذیل علماء کرام نے انتقال فرمایا۔ مالک بن انس۔ لیث بن سعد۔ قاضی ابو یوسف امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ کے خاص شاگرد رشید قاسم بن معن۔ مسلم بن خالد الزنجی۔ نوح الجامع۔ حافظ ابو عوانہ یشکری ابراہیم بن سعد زہری۔ ابو اسحاق فزاری۔ ابراہیم بن ابی یحییٰ (اُستاد امام شافعی) اسد الکوفی امام ابو حنیفہ کے بہت بڑے شاگرد۔ اسماعیل بن عیاش۔ بغیر بن مفضل جریر بن عبد الحمید زیاد البکائی۔ سعید المقری شاگرد حمزہ سیبویہ امام العربیہ ضیغم الزاہد۔ عبد اللہ عمری زاہدی۔ عبد اللہ بن مبارک۔ عبد اللہ بن ادریس کوفی۔ عبد العزیز بن ابی حازم دراوردی۔ کسائی قاریوں اور نحویوں کے اُستاد محمد بن حسن امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ان دونوں نے ایک ہی دن انتقال کیا۔ علی بن مسہر۔ غنجار عیسیٰ بن یونس سبیعی فضیل بن عیاض۔ ابن سماک واعظ مروان بن ابی حفصہ شاعر۔ معافی بن عمران موصلی معتمر بن سلیمان مفضل بن فضالہ قاضی مصر۔ موسیٰ کاظم موسیٰ ربیعہ۔ ابو الحکم مصری (اپنے زمانہ کے ولی) نعمان بن عبد السلام الاصفہانی ہشیم یحییٰ بن ابی زائدہ۔ یزید بن زریع۔ یونس بن حبیب نحوی۔ یعقوب بن عبد الرحمٰن قاری مدینہ صعصعہ بن سلام عالم اندلس شاگرد امام مالک۔ عبد الرحمٰن بن قاسم امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت بڑے شاگرد عباس بن احنف مشہور شاعر۔ ابو بکر بن عیاش مقری۔ یوسف بن ماجشون و دیگر حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۱۷۶ھ میں اسکے زمانہ کا ایک عجیب واقعہ ہے کہ عبد اللہ بن مصعب زبیری نے یحییٰ بن عبد بن حسن علوی پر یہ افترا کیا کہ اسنے ایک جمعیت قائم کی ہے اور عنقریب یہ ہارون رشید پر خروج کرنیوالا ہے یحییٰ بن عبد اللہ نے ہارون رشید کے سامنے اسے مباہلہ کیلئے بلایا اور اسکے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ دعا کرنے کو کہا۔ یارب العالمین! اگر آپ جانتے ہیں کہ یحییٰ نے مجھے امیر المومنین کے خلاف بغاوت کرنیکا اغوا نہیں کیا تو مجھے آپ اپنی قوت اور عذاب میں گرفتار کر لیجئے آمین یارب العالمین۔ عبد اللہ بن مصعب یہ کہتے ہوئے متردد اور مضطرب ہوا مگر پھر اُسنے یہ دعا کی اسکے بعد یحییٰ نے بھی دعا کی اور دونوں چپ کھڑے ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ عبد اللہ بن مصعب اُسی روز مر گیا۔

۱۷۸ھ میں شہر دلبہ امیر عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح عباسی کے ہاتھ سے فتح ہوا۔

۱۷۹ھ میں ہارون رشید نے رمضان شریف میں عمرہ کیا اور حالت احرام میں رہا حتی کہ اُسی احرام سے حج کیا اور مکہ معظمہ سے عرفات تک پیدل سفر کیا۔

۱۸۰ھ میں ایک سخت زلزلہ آیا جسکے صدمہ سے اسکندریہ کے مناروں کے اوپر کا حصّہ گر پڑا۔

۱۸۱ھ میں قلعہ صفصات لڑائی سے خود امیر المومنین ہارون رشید کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

۱۸۳ھ میں ارمینیہ میں غدر ہوگیا اور وہاں قوم خزرج (خزر) نے خروج کر دیا اسمیں بہت مسلمان ہلاک ہوئے اور خزرج نے مسلمانوں کی بہت زیادہ خونریزی کی حتےٰ کہ اُنہوں نے ایک لاکھ سے زیادہ کو قید کر لیا اور اسلام پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی جو اس سے پہلے کبھی سننے میں نہیں آئی تھی۔

۱۸۷ھ میں بادشاہ روم نقفور نامی نے ایک خط ہارون رشید کے پاس نقض عہد کا جو عہد مسلمانوں اور ملکہ ربنی ملکہ روم کے درمیان تھا روانہ کیا اسمیں لکھا تھا کہ یہ خط نقفور بادشاہ روم کی طرف سے ہارون بادشاہ عرب کی طرف ہو واضح ہو کہ جو ملکہ مجھ سے پہلے روم پر قابض تھی اُسکے زمانہ میں تمہاری وہ حیثیت تھی جو شطرنج میں رخ کی ہوتی ہے اور اسکی حیثیت بوجہ ضعیف الرائے اور حماقت کے بمنزلہ پیدل کے تھی اسی واسطے اس نے تجھے بہت سا مال دیا اور صلح کر لی لیکن اب جبکہ تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو وہ مال جو تم نے اس سے حاصل کیا تھا فوراً واپس کر دو ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان اب تلوار فیصلہ کرے گی۔ فقط یہ پڑھکر ہارون رشید کو اتنا غصہ آیا کہ غصّہ کی وجہ سے بیتاب ہوگیا۔ حتےٰ کہ اُسکے چہرے کی طرف دیکھنے کی کسی کو تاب نہ رہی چہ جائیکہ کوئی بات کر سکتا اس کے ہم جلیس اور وزیر وزراء اسکے سامنے سے اُٹھ کر چلے آئے۔ ہارون رشید نے بغیر کسی وزیر سے مشورہ کئے ہوئے دوات قلم منگا کر اُسکی گشت پر لکھ دیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہارون امیر المومنین کی طرف سے نقفور روم کے کتّے کو معلوم ہو کہ او کافرہ کے بچے میں نے تیرا خط پڑھا جس کا جواب عنقریب آنکھوں سے دیکھ لیگا سننے کی ضرورت نہیں فقط اور خود بہ نفس نفیس لشکر کو لیکر اُسی روز روانہ ہوگیا جب شہر ہرقل میں پہونچا تو وہ معرکہ آرائی کی جو آجتک مشہور چلی آتی ہے اور فتح حاصل کی بجبوری نقفور نے صلح کی درخواست کی اور ہر سال خراج دینا منظور کیا جس کو ہارون رشید نے قبول کر لیا اور واپسی کا حکم دیدیا مگر ابھی ہارون مقام رقہ تک ہی واپس آیا تھا کہ پھر کتیا کے بچے نے نقض کیا اور یہ سمجھا کہ سردی کی وجہ سے اب ہارون رشید حملہ نہیں کریگا نقض عہد کی خبر امیر المومنین کے گوش گذار کرنے کی کسی کو جرات نہ ہوئی آخر عبداللہ بن یوسف تیمی نے ان اشعار میں خبر پہونچائی

(ترجمہ اشعار) جو کچھ نقفور کو آپ نے عطا کیا تھا اُس نے پھر اُس کا نقض عہد کیا شاید ابھی اُسکی گردش کے ایام باقی ہیں میں امیر المومنین کو خوشخبری دیتا ہوں کہ بکریاں خداوند تعالیٰ نے آپ کو اور عنایت کی ہیں۔ ابو عتاہیہ نے بھی اس قسم کے اشعار پڑھے۔ ہارون رشید اطلاع پاتے ہی فوراً پھر لوٹ پڑا اور نہایت مشقت کے بعد وہاں پہنچا اور جب تک لڑتا رہا جبتک کہ اپنی مراد کو نہ پہنچ سکا۔ اور نقفور کو تباہ کر دیا۔ ابو العتاہیہ اسی کے متعلق کہتا ہے (ترجمہ اشعار) خبردار ہر قلہ جنگ سے تباہ ہو گیا۔ بادشاہ جو موافق ثواب کے تھا اُسنے فتح کر لیا۔ ہارون بجلی کی طرح وہاں شمشیر براں لئے اور چمکاتے ہوئے پہنچا اور وہ روایات جنکے لئے فتح ہلال ہے اس طرح وہاں پہنچ رہے تھے جیسے بادلوں کے ٹکڑے۔

۱۸۹ھ میں رومیوں نے اپنے یہاں سے مسلمانوں کو نکالدیا۔ اور وہاں کوئی بھی مسلمان باقی نہ رہا۔

۱۹۰ھ میں ارض روم میں پھر فوج شراحیل بن معن ابن زائدہ کی سرکردگی میں بھیجی گئی جس نے روم کے لشکر کو پراگندہ کر کے ہر قلعہ اور قلعہ صقالیہ فتح ہو گیا نیز یزید بن مخلد نے فلقونیہ فتح کیا اور حمید بن معیوب قبرس کی طرف روانہ کیا گیا جس نے اہل قبرس کو ہزیمت دیکر وہاں آگ دیدی اور انکے سولہ ہزار آدمی گرفتار کر لایا۔

۱۹۲ھ میں خراسان کی طرف ہارون نے توجہ کی اور وہاں خود گیا۔ محمد بن صباح طبری کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد نہروان تک ہارون کے ساتھ رہے اثنائے سفر میں ایک روز کچھ گفتگو ہوئی تو ہارون نے کہا کہ صباح شاید تم اسکے بعد مجھ سے نہ مل سکو انہوں نے کہا کہ خداوند تعالیٰ آپ کو بسلامتی پھر لائے ہارون نے پھر کہا کہ شاید پھر اسکے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو انہوں نے پھر ایسا ہی جوابدیا۔ ہارون نے راستہ سے ہٹ کر یہ کہا کہ تم یہاں آؤ میں تمہیں بتلاؤں راز کی بات ہے کسی سے ظاہر نہ کرنا۔ پھر اپنا پیٹ کھول کر دکھلایا۔ پیٹ کے اوپر ایک حریر کی پٹی بندھی ہوئی تھی اُسے دکھلا کر کہا کہ مجھے یہ مرض ہے جسے میں لوگوں سے چھپاتا ہوں۔ اسپر بھی میرے بیٹوں کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک کا ایک ایک نگاہبان اور جاسوس میرے ساتھ لگا ہوا ہے۔ مامون کا جاسوس مسرور ہے۔ اور امین کا جاسوس جبریل بن بختیشوع اور میں تیسرے کا نام بھول گیا کہ کیا بتلایا تھا ان میں سے ہر ایک میرے سانس گن رہا ہے اور میری زندگی کے ایام ایک ایک شمار کرتا ہے مگر میری عمر بڑھتی جاتی ہے اگر تم سے ہو سکے تو حکیم یزید کو بلا لاؤ تاکہ میں اُس سے اپنا معالجہ کراؤں۔ یہ کہکر اُسنے اپنا دُبلا پتلا گھوڑا منگایا اور میری طرف حسرت کی نگاہ سے دیکھکر اُسپر سوار ہو کر جرجان کی طرف چلدیا اور میرے والد بھی یزید کے پاس سے اُسی وقت روانہ ہو گئے مگر ہارون رشید بیماری کی حالت میں طوس پہنچا اور وہاں ۱۹۳ھ میں انتقال کر گیا

۱۷۵ھ میں ہارون رشید نے اپنی بیوی زبیدہ کی خواہش کے مطابق اپنے بیٹے امین کو ولیعہد بنایا تھا حالانکہ ابھی امین کی عمر کل پانچ سال ہی کی تھی (امین کا نام محمد اور لقب امین رکھا تھا)

ذہبی کہتے ہیں کہ دولت اسلام میں من حیث الامامت یہ سب سے پہلا ضعف تھا جو جاری ہوا۔

پھر ہارون نے اپنے بیٹے عبداللہ کو امین کے بعد کا ولیعہد ۱۸۲ھ میں کیا تھا اور اس کا لقب مامون رکھا تھا اور اُسکو تمام خراسان کی حکومت دیکر وہاں بھیج دیا تھا پھر مامون کے بعد کے لئے اپنے قاسم کو جو نہایت خوردسال تھا موتمن کا لقب دیکر ۱۸۶ھ میں ولیعہد کیا تھا اور اسکو جزیرہ اور سرحد کی حکومت دیدی تھی اور اس طرح دنیائے اسلام کو تین حصوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ بعض عقلمندوں نے اسی وقت کہا تھا کہ ہارون نے ان کے درمیان میں ایک بہت بڑی لڑائی کا بیج بو دیا ہے اور ایک شر کے اندر رعیت کو ڈال دیا ہے۔ شعراء نے بھی ان تینوں کی تقرری پر قصائد مداحیہ لکھے تھے اور اس عہدنامہ یا دستاویز ولیعہدی کو کعبہ شریف میں آویزاں کر دیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ہارون رشید نے اپنے بیٹے معتصم کو خلافت سے اس لئے محروم کر رکھا تھا کہ وہ بالکل ان پڑھ اور جاہل تھا مگر خداوند تعالیٰ نے اسی کی اولاد میں خلافت کو منتقل کر دیا اور تمام خلفاء پھر اسی کی اولاد سے پیدا ہوئے اور ہارون رشید کی دوسری اولاد سے کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔

ہارون رشید کے بعض حالات

سلفی نے طیوریات میں ابن مبارک کی سند سے لکھا ہے کہ جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تھا تو اس کا دل ایک مہدی کی کنیزک پر آگیا جب ہارون نے اُسے طلب کیا تو اُسنے یہ کہکر کہ میں تمہارے والد کی ہمبستر رہ چکی ہوں انکار کر دیا لیکن ہارون رشید محبت کے ہاتھوں سے لاچار تھا اُسنے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اسکے متعلق دریافت کیا تو قاضی ابو یوسف نے فرمایا کہ امیر المومنین اگر کنیزک کوئی بات کہے تو کیا ضرور ہے کہ وہ سچ ہی بولتی ہے کیونکہ کنیزک کہیں کی پارسا نہیں ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں کن کن باتوں پر تعجب اور افسوس کروں آیا اس بادشاہ اور خلیفہ پر کہ جسکے ہاتھ میں مسلمانوں کا خون اور اموال ہے اور اسنے اپنے باپ کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا یا اس کنیزک پر جس نے امیر المومنین جیسے عظیم الشان خلیفہ تک سے بھی کنارہ کشی اختیار کی یا اس فقیہ زمانہ اور قاضی اسلام پر جس نے خلیفہ کو اس کے باپ کی توہین اور اسکے باپ کی ہم خوابہ سے ہمبستری کرنے کا مشورہ دیا اور اپنی گردن گناہوں کا (معاذ اللہ منہ۔ مترجم) بوجھ رکھا۔

عبداللہ ابن یوسف کہتے ہیں کہ رشید نے ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف سے کہا کہ میں نے ایک باندی خریدی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس سے قبل از استبراء صحبت کروں لہٰذا اگر آپ کو کوئی حیلہ شرعی یاد ہو تو بتلائیے۔ قاضی ابو یوسف نے کہا کہ ہاں اُسکو اول اپنے لڑکے کو بطور ہبہ کے دید یجئے اور پھر خود اُس سے نکاح کر لیجئے۔

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ ایک دن رات کو ہارون نے قاضی ابو یوسف کو بلا کر کوئی مسئلہ دریافت کیا جب انہوں نے مسئلہ بتا دیا تو ہارون نے اُنکے واسطے پھر ایک لاکھ دینے کا حکم دیا۔ قاضی ابو یوسف فرمایا کہ اگر امیر المؤمنین مجھے یہ درہم صبح ہونے سے پہلے عطا کر دیں تو اچھا ہو ہارون نے صبح سے پہلے دیدینے کا حکم دیا مگر ایک شخص نے کہا کہ خزانچی اپنے گھر ہے اور خزانہ بند ہے قاضی ابو یوسف نے کہا کہ جب مجھے بلایا تھا تب بھی دروازہ بند تھا یہ سنکر دروازہ خزانہ کا کھلوا دیا گیا۔

صولی نے یعقوب بن جعفر سے روایت کی ہو کہ جس سال ہارون رشید خلیفہ ہوا اُسی سال اُسنے اطراف روم پر چڑھائی کی تھی اور وہاں سے شعبان میں واپس آکر فریضۂ حج ادا کیا تھا جب حرمین شریفین میں پہنچا تو بے انتہا مال خرچ کیا۔ انہیں ایام میں سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اسی مہینہ میں تجھے امر خلافت سپرد ہو جاوےگا تجھے چاہئے کہ غزوے اور جہاد کرے اور حج ادا کرے اور اہل حرمین پر بہت سا مال خرچ کرے ہارون رشید نے خلافت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر حکم کی تعمیل کی۔

معاویہ بن صالح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہارون رشید نے جو سب سے پہلا شعر اپنے حج میں کہا تھا اُسکا قصہ یہ ہوا تھا کہ وہ ایک مکان میں گیا تو اُسنے مکان کی دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا کہ (ترجمہ شعر) اے امیر المؤمنین کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے تیرا فدیہ ہجران کو بنایا ہو۔ ہارون نے فوراً دوات قلم منگا کر اُسکے نیچے لکھدیا کہ (ترجمہ شعر) ہاں ہدایا جو حرم میں ذبح کرنے کیلئے تیار کئے جائیں وہ مکہ میں دوڑنے سے عاجز رہ گئے ہیں۔

سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ ہارون رشید کا فہم علماء کا سا فہم تھا۔ اکثر شعراء کے کلام میں بہت اچھی اصلاح کر دیتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ نعمانی شاعر کے اس شعر میں جو اُسنے گھوڑے کی صفت میں لکھا تھا بہت اچھی اصلاح کی تھی۔

عبداللہ ابن عباس بن فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون نے قسم کھائی کہ فلاں کنیزک کے پاس (جو اسے بہت محبوب تھی) اتنے دنوں تک نہیں جائیگا جب وہ دن گن گئے تو وہ کنیزک

نہ راضی ہوئی اسپر ہارون نے کہا (ترجمہ اشعار) جب مجھے فریفتہ دیکھا تو مجھ سے روگردانی کی اور جب ہوش آیا تو صبر وار ہوگیا وہ میری مملوکہ تھی مگر مالکہ بن گئی۔ یہ زمانہ کی عجیب باتوں میں سے ہے اتنے میں ابو العتاہیہ شاعر آگیا اس سے کہا کہ تم بھی اسپر کچھ ضم کرو اُسنے اسپر انشاد کیا کہ (ترجمہ اشعار) زیادتی محبت نے مجھے اسکی نظر و نہیں ذلیل کر دیا اور اسکی محبت مجھے کیونکر نہ ہو وہ حسین ہی ایسی ہے اسی واسطے میں اسکا مملوک ہوگیا اور اسی وجہ سے لوگوں پر میری حالت ظاہر ہوگئی۔

ابن عساکر ابن علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہارون رشید نے ایک زندیق کو گرفتار کر کے اُسکے قتل کا حکم دیا اُسنے کہا آپ مجھے کس گناہ میں قتل کراتے ہیں ہارون نے کہا کہ تیرے فتنہ سے خلق خدا محفوظ رہے اُسنے کہا آپ اُن ایکہزار احادیث کو جو خود میں نے وضع کی اور جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لفظ بھی موجود نہیں اور جو تمام جگہ شائع کر دی ہیں ان کے متعلق کیا کرینگے ہارون رشید نے کہا کہ اے خدا کے دشمن کس خیال میں ہے ابو اسحاق فزاری اور عبد اللہ بن مبارک خود تنقید کر کے انکا ایک ایک لفظ نکالکر پھینک دینگے۔

صولی اسحق ہاشمی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک روز رشید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رشید نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی ہے عوام الناس کا میری طرف یہ خیال ہے کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض و عداوت ہے اور واللہ میں کسی کو حضرت علی کرم وجہہ سے زیادہ محبوب نہیں رکھتا اصل یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے بغض رکھتے ہیں اور ہم سے طعنہ زنی کرتے ہیں اور ہماری سلطنت میں فساد کرنا چاہتے ہیں وہی لوگ ایسی باتیں مشہور کرتے پھرتے ہیں اور محض اس لئے کہ میں نے اُن کو سزائیں دی ہیں اور وہ لوگ بنو امیہ کی طرف مائل ہیں رہے جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادگان تو وہ اہل سادات اور افضلیت میں سب سے مقدم ہیں۔ مجھ سے میرے باپ مہدی نے بوساطت اپنے آباؤ اجداد کے روایت کی ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا ہے کہ جس نے ان دونوں سے محبت رکھی اُس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے اِن دونوں سے بغض رکھا مجھ سے بغض رکھا اور نیز فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوائے حضرت مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم (زوجہ فرعون) کے تمام دُنیا کی عورتوں کی سردار ہیں۔

روایت کرتے ہیں کہ ابن سماک ایک روز ہارون رشید کے پاس آیا ہارون رشید کو پیاس لگی ہوئی تھی اُسنے پانی مانگا جب کسی نے پانی لاکر دیا تو ابن سماک نے کہا ذرا ٹھہر یئے اگر آپ کو

شدت کی پیاس ہو اور کہیں پانی نہ دستیاب ہو تو آپ ایک پیالہ پانی کتنے میں خرید سکتے ہیں ہارون رشید نے جواب دیا کہ نصف سلطنت میں۔ ابن سماک نے کہا اچھا آپ پانی پی لیجیے جب ہارون پانی پی چکا تو ابن سماک نے پھر پوچھا .... کہ اگر یہ پانی جو آپنے پیا ہے پیٹ میں ہی رہ جاوے تو اسکے خارج کرنے میں کیا خرچ کر سکتے ہو ہارون نے کہا کہ باقی تمام بادشاہت دیدوں ابن سماک نے کہا کہ بس آپ یاد رکھیے کہ آپ کی تمام بادشاہت ایک پیالہ پانی اور پیشاب کی قیمت رکھتی ہے۔ ایک لائق شخص کیلئے اسکی طرف رغبت کرنا محض حماقت ہے یہ سنکر ہارون رشید بہت رویا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ ہارون رشید نے ایک مرتبہ شیبان سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے انہوں نے کہا کہ تمہارا وہ مصاحب جو تمہیں خوف دلاتا ہے اور اس خوف کا انجام امن ہو اس مصاحب سے بہتر ہے جو تمہیں خوف سے نڈر کر دے اور نڈر ہونے کا انجام برا ہو۔ رشید نے یہ سنکر کہا کہ ذرا کھول کر بیان کیجیے کہ آپ کا کیا مطلب ہے انہوں نے کہا جو شخص تم سے یہ کہے کہ قیامت میں کل کو تم سے رعیت کے متعلق سوال ہونیوالا ہے خدا سے ڈرتے رہو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو تمہیں یہ بتلاوے کہ تم اہل بیت ہو تمہارے گناہ معاف ہیں کیونکہ تم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز ہو یہ سنکر رشید نے رو دیا کہ اسکے پاس بیٹھنے والوں کو اسپر رحم آ گیا۔

صولی کی کتاب الاوراق میں لکھا ہے کہ جب ہارون رشید خلیفہ ہوا اور اسنے یحیٰی بن خالد برمکی کو اپنا وزیر بنایا تو ابراہیم موصلی نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) اے مخاطب کیا تو نہیں دیکھتا کہ آفتاب مریض تھا یعنی بے نور جب ہارون کو خلافت پہونچی تو اس کا نور چمکنے لگا۔ دنیا اسکے جمال سے ملبس ہو گئی کیونکہ ہارون بادشاہ ہے اور یحییٰ اسکا وزیر یہ سنکر ہارون نے اسکو ایک لاکھ درہم انعام میں دئے۔

داؤد بن زرین واسطی نے بھی اسی قسم کے اشعار موزوں کئے تھے (ترجمہ اشعار) ہارون سے ہر شہر میں نور چمک گیا اور اسکے سبب سے عدل قائم ہو گیا وہ لوگوں کا امام ہے اور اسکا شغل حج کرنا اور غزوں میں جانا ہے۔ اسکے چہرے کے نور سے دنیا کا نور ماند پڑ گیا جس وقت وہ لوگوں کے سامنے آیا اسکی بخشش کی ہتیلی جو کشادہ ہوئی تو جتنا لوگ اس سے امید کرتے تھے اس سے زیادہ پایا۔

قاضی فاضل اپنے بعض رسائل میں لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک سوائے دو بادشاہوں کے طلب علم میں کسی نے سفر نہیں کیا ایک تو ہارون رشید کہ اپنے دونوں بیٹوں امین اور مامون کو لیکر

مؤطا امام مالک کی سماعت کیلئے امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گیا اور جس نسخہ مؤطا امام مالک میں ان دونوں نے سماعت کی تھی وہ شاہان مصر کے کتب خانہ میں موجود تھا اور دیکھئے سلطان صلاح الدین بن ایوب نے اسی مؤطا امام مالک کی سماعت کی غرض سے اسکندریہ کیطرف سفر کیا تھا اور وہاں علی بن طاہر بن عون نے ان کو مؤطا پڑھایا تھا۔

منصور نمری نے اسی کے متعلق کہا ہے (ترجمہ شعر) اسنے قرآن شریف کو اپنا امام اور دلیل بنا رکھا ہے کیونکہ قرآن شریف اسکے نزدیک واجب الحرمت ہے۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ہارون رشید کے پاس آکر یہ قصیدہ پیش کیا (ترجمہ) جب اس عورت نے بخل کا حکم دیا تو میں نے کہا بخل کم کر کیونکہ مال ایسی چیز ہے جو آتی جاتی ہے۔ میں لوگوں کو سخی کا دوست دیکھتا ہوں اور بخیل کا دنیا میں کوئی دوست نظر نہیں آتا۔ بخل بخیل کو عیب دار بناتا ہے میرا نفس اس سے بری ہے کہ مجھے کوئی بخیل کہے۔ اس جوان کے اچھے حالات میں سے ایک یہ ہے کہ جب اسکے پاس کچھ ہوتا ہے تو ہمیشہ عطا کرتا رہتا ہے۔ میں فقیر سے خوف اور تونگری کی حرمت کیوں کروں جبکہ امیرالمومنین کا میری طرف بہت اچھا خیال ہے یہ سنکر ہارون رشید نے کہا ہاں ہاں کیا خوف کرتے ہو۔ اے فضل اس کو ایک لاکھ درہم دیدو واللہ اسکے اشعار بہت ہی اچھے ہیں اور اسکے اصول اور فصول بہت ہی پاکیزہ ہیں۔ میں نے عرض کیا یا امیرالمومنین میرے اشعار سے تو یہ آپ کا فرمان بہت ہی اچھا ہے جس کی وجہ سے عطیات مل جاوینگی) ہارون نے کہا فضل اسکو ایک لاکھ اور دیدو۔

محمد بن علی خراسانی کہتے ہیں کہ خلفاء میں سب سے اول ہارون رشید ہی نے چوگان کھیلی اور نشانہ بازی کی اور خلفاء بنی عباس میں سب سے پہلے شطرنج ہارون رشید ہی نے کھیلی ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ اول ہارون نے ہی گوتیوں کے مراتب مقرر کئے۔

جسوقت ہیلانہ اسکی لونڈی (باندی) کا انتقال ہوا تو آپ نے یہ کہا (ترجمہ شعر) میں نے بڑا درد و رنج کھینچا۔ جب ہیلانہ کو موت آئی جب وہ میرے سے جدا ہو گئی تو میرا عیش جاتا رہا میں جیسا تھا ویسا ہی نہ رہا۔ یہی دنیا تھی کہ جب وہ قبر میں چلی گئی تو دنیا ہی جاتی رہی بہت سے دنیا میں انسان ہیں مگر تیری موت کے بعد میں کوئی انسان ہی نہ دیکھا واللہ میں تجھے جبتک نہیں بھولونگا جبتک ٹہنیوں کو حرکت دیتی ہے۔

ہارون رشید نے ملک خراسان کے مقام طوس میں جہاں وہ غزوہ کیلئے گیا ہوا تھا انتقال کیا اور وہیں ۳ جمادی الآخر ۱۹۳ھ میں بعمر سینتالیس سال مدفون ہوا۔ اسکے جنازہ کی نماز اسکے بیٹے صالح نے پڑھائی۔

صولی کہتے ہیں کہ ہارون رشید نے دس کروڑ دینار نقد اور اسباب وجواہرات اور چاندی اور گھوڑے

ایک لاکھ پچاس ہزار کی ملکیت کے چھوڑے۔

کہتے ہیں کہ حکیم جبریل بن بختیشوع نے ہارون رشید کے علاج میں غلطی کھائی اور اسکی موت کا سبب ہو گیا اُسنے ہارون رشید کے ایک عضو کے کاٹ ڈالنے کا ارادہ کیا تھا مگر پھر اسنے کہا کہ کل تک انتظار کیجئے۔ صبح کو آپ عافیت سے اٹھیں گے مگر وہ اُسی روز مر گیا۔

کہتے ہیں کہ رشید نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں طوس کا حاکم مقرر ہو گیا ہوں صبح اٹھکر وہ بہت رویا اور کہا کہ میری قبر کھود و چنانچہ کھود دی گئی اور خود اونٹ پر سوار ہو کر اسے دیکھنے گیا قبر کی طرف دیکھکر کہنے لگا اے ابن آدم اب اسے اختیار کر پھر چند لوگوں کو قبر میں اترنے حکم دیا اور اس میں ان سے ختم قرآن شریف کرایا اور خود قبر کے کنارے بیٹھ گیا۔

جسوقت اس کا انتقال ہو گیا تو لشکر میں امین سے بیعت ہو گئی اور امین اسوقت بغداد میں موجود تھا جب بغداد میں یہ خبر پہنچی تو امین نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا اور اسمیں لوگونکو ہارون رشید کے انتقال کی خبر سنائی اور لوگوں نے اُس روز وہاں بیعت عام کی ہارون رشید کا غلام رجاء نامی ہارون رشید کی چادر چھڑی مہر لیکر چلا اور بارہ روز میں ۱۵ جمادی الآخر کو بغداد میں پہنچکر امین کے سپرد کر دیں۔

ابو الشیص نے ہارون کا خوب مرثیہ لکھا ہے (ترجمہ) غروب آفتاب مشرق میں ہو گیا اسی واسطے میری آنکھیں روتی ہیں۔ ہم نے آفتاب کو کبھی اس سمت غروب ہوتے نہیں دیکھا تھا جدھر سے وہ طلوع ہوتا ہے۔

ابو نواس نے ایک قصیدہ متضمن بہ مرثیہ و تہنیت لکھا ہے (ترجمہ) سعد و نحس کی دنیا پر حکومت ہو گئی ہم ماتم میں بھی ہیں اور مجلس شادی میں بھی دل روتا ہے آنکھیں ہنستی ہیں ہم پر وحشت بھی طاری ہے اور انس بھی۔ ہم امین کی خلافت قائم ہونے پر خوش ہوتے ہیں اور ہنستے ہیں اور امام کی جو کل وفات ہوئی ہے وہ ہمیں رلاتی ہے۔ ایک بدر بغداد میں طلوع ہوا اور دوسرا طوس کی زمین میں غروب ہوا ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ یہ دو حدیثیں ہارون رشید سے مروی ہیں۔ اوّل بحوالہ حضرت انس رضؓ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم آتش دوزخ سے بچو خواہ وہ کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر ہو۔ دوسری بحوالہ ابن عباسؓ عن علی بن ابی طالبؓ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم اپنے منہ پاک وصاف کرو کیونکہ وہ قرآن شریف کا راستہ ہے۔

امین محمد ابو عبداللہ

امین محمد ابو عبداللہ بن رشید۔ اسکو اسکے باپ نے اپنی زندگی میں ولیعہد مقرر کیا تھا لہٰذا اسی کے موافق اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔

یہ شخص جوانمرد گورا چٹا طویل القامت جمیل نہایت زور آور حملہ کرنیوالا صاحب شجاعت تھا۔ کہتے ہیں کہ اسنے ایکمرتبہ اپنے ہاتھ سے شیر مار دیا تھا فصیح و بلیغ و ادیب اور با فضیلت آدمی تھا۔ مگر اسی کے ساتھ اوندھی رائے رکھنے والا فضول خرچ ضعیف الرائے اور احمق بھی تھا۔ خلافت کی صلاحیت اور قابلیت نہیں رکھتا تھا جس روز خلیفہ ہوا اُسکے اگلے ہی روز قصر منصور کے پاس چوگان کھیلنے کے لئے میدان بنانے کا حکم دیا۔

۱۹۴ھ میں اپنے بھائی قاسم کو جسے ہارون نے اسکے بعد ولیعہد بنایا تھا اور لقب مامون مقرر کیا تھا معزول کر دیا جسکی وجہ سے اسکے اور مامون کے درمیان رنجش پیدا ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ فضل بن ربیع نے سوچا کہ جب مامون خلیفہ ہو جاویگا تو پھر میں اس عہدہ پر باقی نہیں رہونگا یہ سوچکر امین کو برانگیختہ کر کے مامون کی خلع بیعت کرا دی اور موسیٰ ابن امین کو ولیعہد مقرر کرا دیا جب یہ خبر مامون کو پہنچی تو اُسنے امین سے قطع تعلق کر لیا اور اُسکا نام طرازین اور سکوں سے نکلوا ڈالا پھر امین نے اموں کے پاس قاصد بھیجا کہ میں نے تمہاری بجائے اپنے بیٹے موسیٰ کو ولیعہد مقرر کر دیا ہے اور موسیٰ کے بعد تم ولیعہد ہو موسیٰ کا نام ناطق بالحق رکھدیا ہے مامون نے اس حکم رد کر دیا اور اسکے ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔ مامون نے یہ چال کی کہ امین کے ایلچی کو اپنے ساتھ بٹھلا کر شراب پلائی ایلچی یہ مراحم خسروانہ دیکھکر خفیہ طور پر مامون سے بیعت کر لی اور دارالخلافہ میں جا کر وہاں کے حالات سے مامون کو خفیہ طور پر مطلع کرتا رہا اور عراق کے متعلق رائے دیتا رہا۔

جب ایلچی نے مامون کے امتناع کی خبر سنائی تو امین نے اُسکا نام ولایت عہد سے نکال ڈالا۔ اور جس کتبہ کو ہارون رشید نے کعبہ شریف میں آویزاں کرایا تھا اُسکو اُتروا کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جسکی وجہ سے طرفین میں اور بھی عداوت بڑھ گئی۔

امین کو اکثر اہل الرائے نے سمجھایا اور حازم بن خزیمہ نے لاکھ کہا کہ امیر المؤمنین جو آپکے سامنے جھوٹ بولتے ہیں وہ نصیحت نہیں کرتے اور جو سچ بولتے ہیں وہ ہلاکت میں نہیں ڈالتے آپ خلع بیعت نہ کیجئے ورنہ لوگ آپ سے ہی خلع کرینگے اور لوگوں کو نقض عہد پر نہ برانگیختہ کیجئے ورنہ وہ آپ ہی سے نقض

عہد کرینگے یہ یاد رکھئے کہ غدر کرنیوالے سے لوگ کینہ رکھنے لگتے ہیں اور نقض عہد کرنیوالے سے آدمی ترک صحبت کر لیتے ہیں مگر امین نے کسی کی ایک نہ سنی اور لوگوں کا دل عطیات سے اپنی طرف مائل کر لیا اور اپنے بیٹے موسیٰ کی بیعت کرالی اور اُسکا لقب ناطق بالحق رکھدیا حالانکہ یہ ناطق بالحق صاحب ابھی دودھ پیتے بچے ہی تھے بعض شعرائے نے اسپر نظمیں لکھیں (ترجمہ اشعار) خلافت کو یہ باتیں ضائع کر دیتی ہیں۔ وزیر کی بددیانتی امیر کا فسق اور مشیروں کا جہل فضل وزیر اور بکر مشیر وہی کام کرتے ہیں جنمیں امیر کی ہلاکت ہو خلیفہ کی لواطت ایک امر تعجب ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات وزیر کا خلق ہے وہ کرتا ہے اور وہ کراتا ہے۔ واللہ یہ خلاف امور ہیں۔ اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ہم ایک لڑکے سے بیعت کرتے ہیں جو ابھی اپنی آبدست بھی نہیں کر سکتا اور اسکی دایہ اسکے پیشاب سے فراغت نہیں پاتی یہ سب باتیں فضل و بکر کی وجہ سے ہیں اور دونوں قرآن شریف پر پانی پھیرنا چاہتے ہیں۔ اگر انقلاب زمانہ ہوتا تو یہ دونوں یا تو کسی سوداگر کا غلہ بیچتے یا کسی کے آگے محنت کرتے۔

جب مامون کو اپنی خلافت کی خلع کا یقین ہو گیا تو اسنے نام امام المؤمنین رکھ لیا اور یہی لکھوانا شروع کر دیا۔ ادھر امین نے علی بن عیسیٰ بن ماہان کو بلاد جبل۔ ہمدان۔ نہاوند قم۔ اصفہان پر جو مامون کی جاگیر میں تھیں حاکم مقرر کر کے ۱۹۵ھ میں اُدھر بھیجدیا علی بن عیسیٰ نصف جمادی الآخر کو چالیس ہزار لشکر لیکر نہایت طمطراق سے مامون کیطرف چلا اور ایک سونے کی بیڑی مامون کو قید کرنے کیلئے ساتھ لی۔ مامون نے اسکے مقابلے کیلئے طاہر بن حسین کو چار ہزار لشکر سے کچھ کم دیکر روانہ کیا مگر خدا کی شان طاہر کو فتح ہوئی اور علی بن عیسیٰ میدان جنگ میں قتل ہو گیا اور اسکا لشکر منتشر ہو گیا طاہر نے علی بن عیسیٰ کا سر کاٹکر مامون کے پاس بھیجدیا مامون نے حکم دیا کہ تمام خراسان میں یہ سر گھمایا جاوے

جب یہ خبر امین کو پہنچی تو یہ اسوقت مچھلی کا شکار کھیل رہا تھا اُسنے ایلچی سے کہا کمبخت مجھے اتنی تو مہلت دی ہوتی کہ اس حوض میں سے دو مچھلیاں مار لیتا۔ اِدھر یہ کیفیت تھی اور اُدھر مامون نے تخت خلافت پر قبضہ کر لیا

عبداللہ بن صالح جرمی کہتے ہیں کہ جب علی بن عیسیٰ میدان جنگ میں قتل ہو گیا تو بغداد میں بھی لوگوں میں سخت فتنہ وفساد برپا ہو گیا۔ اب امین کی آنکھیں کھلیں اور یہ اپنے بھائی مامون کی خلع بیعت سے نہایت شرمندہ ہوا۔ امراء کی طمع کا حال اسپر کھل گیا۔ اُدھر یہ غضب ہو گیا کہ فوج کو تنخواہ چونکہ تقسیم نہیں ہوئی تھی اُسنے شور وغوغا مچادیا جنگ نے طول کھینچا اور اسی کے ساتھ امین کے لہو ولعب اور جہالت کی وجہ سے اسکے اقبال نے تنزل اختیار کیا اور مامون نے اہل حرمین شریفین اور اکثر بلاد عراق نے چونکہ بیعت کرلی تھی اس واسطے اسکا اقبال روز افزوں ترقی کرنے لگا اور بلاد عراق وغیرہ سے نکل جانے

امین کا حال اور زیادہ ابتر ہو گیا۔ لشکر میں ابتری پھیل گئی خزانہ خالی ہو گیا اور رعایا پر سخت مصیبت آپڑی۔ شر حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ شہر جدال و قتال سے خراب ہو گئے۔ عمارتیں منجنیق اور نفط کی وجہ سے منہدم ہو گئیں حتیٰ کہ معززین بغداد بھاگ نکلے۔ شعراء نے مرثیے لکھنے شروع کر دئیے ایک شاعر نے بغداد کے متعلق لکھا (ترجمہ اشعار) میں بجائے آنسوؤں کے بغداد پر خون رویا جبکہ آئندہ خوشی رخصت ہو گئی۔ بغداد پر حاسدوں کی نظر لگ گئی اور اسکے باشندے منجنیق سے فنا کر دئیے گئے۔ بغداد پر پندرہ ماہ حصار رہا اور اکثر بنو عباس اور ارکان دولت مامون کے لشکر میں آملے اور امین کے ساتھ اسکی طرف سے لڑنیکو سوائے غنداد اور غوغائے بغداد کے کچھ نہ رہا آخر طاہر بن حسین ۱۹۸ھ کے شروع میں تلوار کے زور سے بغداد میں داخل ہوا اور امین کو معہ اسکی والدہ اور اہل خاندان کے قصر شاہی سے نکلکر مدینۃ المنصور کو جانا پڑا وہاں سے اسکا لشکر اور غلام جدا ہو گئے اور زیادہ یہ مصیبت آئی کہ کھانا پانی اسکے پاس نہ رہا۔

محمد بن راشد کہتے ہیں کہ ابراہیم بن مہدی نے مجھ سے بیان کیا کہ مدینۃ المنصور میں امین کیساتھ میں بھی تھا۔ مجھے اسنے ایک رات طلب کر کے یہ کہا کہ دیکھو یہ کیسی اچھی رات ہے چاندنی چٹک رہی ہے پانی میں چاند کا عکس پڑ کر کیا منظر پیش کر رہا ہے اگر ایسے میں دور شراب چلے تو بہت ہی اچھا ہے میں نے کہا جیسے آپ کی مرضی ہو چنانچہ شراب کا دور جاری ہو گیا اور قصر و سرود کیلئے ایک لونڈی بلائی جسکا نام ضعف تھا امین نے طلب کی اول تو امین نے لونڈی کے نام سے ہی شگون بد لیا مگر جب اس سے گانے کی فرمائش کی گئی تو اسنے نابغہ جعدی کے یہ اشعار گانا شروع کئے (ترجمہ اشعار) مجھے اپنی جان کی قسم کلیب صاحب نصرت تھا۔ اور تیری بہ نسبت اسکا گناہ بھی کم تھا مگر اسکو بھی قتل کر دیا اس سے اور بھی فال بد امین نے سمجھی اور یہ کہا کہ اور کچھ گاؤ اس نے یہ شروع کیا (ترجمہ) ان کے فراق نے مجھے رلا اور بیخواب کر دیا۔ کیونکہ احباب کے فراق میں رونا ہی آتا ہے۔ اپر زمانہ کے حادثات بہت پڑے بلکہ انہیں فنا کر کے بھی ویسے ہی دشمن ہیں۔ آج میں نے انہیں کوشش کر کے خوب رلایا حتیٰ کہ میں بھی اتنا رویا کہ میری آنکھوں میں آنسو نہ رہے۔ یہ سنکر امین کہا خدا تجھپر لعنت کرے کیا تو ایسے اشعار کے سوا کچھ جانتی ہی نہیں اسنے کہا کہ میں یہ سمجھی ہوئی تھی کہ شاید آپ کو پسند ہوں گے۔ پھر اسنے یہ گانا شروع کیا۔ (ترجمہ) قسم اس خدا کی جسکے حکم سے حرکت و سکون ہے کہ موتیں بہت زیادہ ہوئیں۔ دن اور رات میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ آسمان اور ستارے اسی طرح گھوم رہے ہیں مگر سلطان کو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف منتقل کرنیکے لئے خداوند ذوالعرش ہمیشہ رہیگا اور کبھی نہیں بدلے گا امین نے کہا خداوند

تعالیٰ تجھپر لعنت کریں دفع ہو جا لونڈی جو اُٹھکر چلی تو ایک بلوری اور قیمتی گلاس میں اُسکی ٹھوکر لگی جسکی وجہ سے وہ ٹوٹ گیا۔ امین نے کہا ابراہیم کچھ دیکھتے ہو واللہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب آگیا ہے۔ میں نے کہا خداوند تعالیٰ آپ کی عمر دراز کریں اور آپ کا ملک باقی رکھیں میں یہی کہنے پایا تھا کہ دجلہ کی طرف سے ایک آواز سُنائی دی کہ جس امر کی طرف تم دریافت کیا کرتے تھے وہ پورا ہو گیا۔ امین یہ سُنکر بہت ملول اور اداس ہو گیا اور ایک دو دن کے بعد ایک جگہ گرفتار ہو کر قید کر دیا گیا کچھ عجمی لوگ جہاں یہ محبوس تھا گھس آئے اور اُسکے ایک تلوار ماری جب یہ اوندھا گر پڑا تو اس کا سر کاٹ لیا اور اُس سر کو طاہر کے پاس لے گئے۔ طاہر نے اس سر کو ایک باغ کی دیوار سے لٹکا دیا اور یہ منادی کرا دی کہ یہ سر امین معزول کا ہے اسکا جسم کسی پہاڑ پر پھنکوا دیا۔ پھر طاہر نے یہ سر چادر چھڑی مصلیٰ جو کھجور کا بنا ہوا تھا ماموں کے پاس بھجوا دیا۔ ماموں کو اپنے بھائی کے قتل کا بہت صدمہ ہوا کیونکہ اُسکا منشاء یہ تھا کہ امین اسکے پاس زندہ بھیجا جائے اور وہ خود اُسکے لئے اپنی رائے کے موافق سزا تجویز کرے۔ اس جرم کی پاداش میں ماموں نے طاہر کو جلاوطن کر دیا حتیٰ کہ وہ کسی گمنامی میں جا کر مر گیا اور اس امین کا وہ قول پورا ہو گیا جو اُسنے اپنے دستخطی رقعہ میں ظاہر کو لکھا تھا۔ اے طاہر جو شخص آجتک ہمارے حق پر قائم ہوا اور ہم پر ظلم کیا اُسکی سزا ہمیشہ تلوار رہی لہٰذا تو بھی اسکا منتظر رہ ابو مسلم اور اسکے مانند وہ لوگ جنہوں نے امین کو اچھی رائے نہیں دی تھی انکا آل کار بھی قتل ہی ہوا شعراء زمانہ جیسے ابراہیم بن مہدی وغیرہ نے امین کے متعلق مرثیے لکھے چنانچہ زبیدہ امین کی والدہ نے یہ مرثیہ کہا (ترجمہ) طاہر آیا خداوند تعالیٰ اسکو پاک نہ کریں۔ نہ وہ طاہر ہو نہ مطہر۔ اسنے مجھے کھلے مُنہ اور کھلے بالوں گھر سے نکال دیا۔ میرے مال کو برباد اور گھر کو خراب کر دیا۔ جیسے ہارون نے مجھے دیکھا تھا میری عزت کرتا تھا اور جب تُو دنیا سے گیا تھا تو ناقص الخلق نہیں گیا تھا۔ امیر المؤمنین کو میری قربت یاد دلاؤ کہ میں نے تجھپر ذی حرمت کو ذبح کر دیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ جب امین خلیفہ ہوا تو اُسنے خصیوں کو بڑی بڑی قیمت پر خریدا اور اُن سے خلوتیں کیں اور اپنی عورتوں اور لونڈیوں کو چھوڑ دیا۔

کہتے ہیں کہ یہ اطراف کناف سے کھیلنے کودنے والوں کو بلاتا تھا اور انکی تنخواہیں مقرر کر دیتا تھا اور وحوش اور درندے اور قسم قسم کی چڑیاں پال رکھی تھیں اپنے اہل بیت اور

اُمراء سے پردہ کرتا تھا اور اُن کو ذلیل کرتا تھا۔ بیت المال کو لٹا دیا تھا جواہرات اور نفائس فضول خرچی میں ضائع کر دئیے تھے کھیل کود کے واسطے مختلف مکان بنوائے تھے۔ ایک گویئے کو اچھے گانے کے صلے میں ایک کشتی سونے کی بھر دی تھی پانچ کشتیاں کھیل کے لئے ان ان پانچ جانوروں شیر۔ ہاتھی۔ عقاب۔ سانپ۔ گھوڑے کی شکل پر بنوائی تھیں اور ان پر بہت سا مال خرچ کیا تھا۔

صولی کہتے ہیں کہ کوثر امین کا خادم لڑائی کا حال دیکھنے کیلئے نکلا تو اسکے بھی ایک پتھر آگر لگا وہ جب امین کے پاس آیا تو امین نے اسکے منہ سے خون پونچھتے ہوئے کہا (ترجمہ) میرے قرۃ العین کو محض میرے سبب سے انہوں نے مارا۔ خداوند تعالیٰ ان سے میرا بدلہ لیں جنہوں نے اُسکا منہ جھلس دیا۔ اس سے آگے کہنے پر قادر نہ ہو سکا۔ اتنے میں عبداللہ بن تیمی شاعر آگیا اس سے کہا کہ کچھ اسپر تم ایزاد کرو اُسنے کہا (ترجمہ اشعار) میرے محبوب کا کوئی شبیہ نہیں۔ اسپر تمام دُنیا حیران ہے اسکا وصل میٹھا ہے۔ لیکن اسکا ہجر سخت کڑوا ہے جسکو لوگ سب سے زیادہ افضل دیکھتے تھے۔ اسپر حسد کیا اور اس حسد کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بادشاہ کے ساتھ اُسکے بھائی نے کیا۔ امین نے اسکو تین خچر درہم عطا کئے۔

جب امین قتل ہو گیا تو تیمی مامون کے پاس آیا اور اسکی طرح سرائی کی مگر باریاب نہ ہوسکا فضل بن سہل نے اسکی سفارش کی اس نے مامون تک رسائی کرادی۔ جب تیمی باریاب ہوا تو مامون نے دیکھتے ہی کہا ہاں تیمی وہ شعر کس طرح ہے جیسے ایک بادشاہ کے ساتھ اسکے بھائی نے کیا۔ تیمی نے فی البدیہہ کہا (ترجمہ) مامون عبداللہ جسپر ظلم نقض عہد کیوجہ سے ہوا تھا فتح پاگیا وہ عہد جو اسکے باپ نے موکد کر دیا تھا اور اسپر اسکے بھائی نے عمل نہیں کیا تھا یہ سُنکر مامون نے اسکی خطا معاف کر دی اور اسکو دس ہزار درہم عطا کئے۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے خداوند تعالیٰ کی ذات پاک سے اُمید ہے کہ وہ امین کو محض اسوجہ سے بخشدینگے کہ اسنے اسماعیل بن علیہ کو جبکہ وہ اسکے پاس آیا تھا نہایت سخت الفاظ میں کہا تھا کہ حرام زادہ تو ہی قرآن شریف کو مخلوق بتاتا پھرتا ہے۔ مسعودی کہتے ہیں کہ ہمارے وقت تک کوئی ہاشمی خلیفہ ہاشمیہ کے بطن سے سوائے علی بن ابی طالب اور امام حسن اور امین کے تخت خلافت پر نہیں بیٹھا۔ امین کی والدہ زبیدہ بنت جعفر بن ابی جعفر منصور تھی جسکا اصل نام امتہ العزیز اور لقب زبیدہ تھا۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ امین میں بعض خصائل ایسے تھے جو کسی خلیفہ میں نہیں ہوئے نہایت حسین۔ بڑا سخی۔ نجیب الطرفین یعنی ماں باپ دونوں کیطرف سے شریف تھا قابل ادیب اور اچھا شاعر تھا لیکن افسوس لہو لعب اسپر غالب آگیا تھا اور حالانکہ مال خرچ کرنے میں بہت بڑا حاتم وقت تھا مگر اسی کے ساتھ کھانا دینے میں بڑا بخیل تھا۔

ابوالحسن احمر کہتے ہیں کہ میں اگر کبھی استشہاد کے وقت نحو میں بھول جاتا تو امین مجھے فوراً ایسا شعر سنا دیتا تھا میں نے بادشاہوں کی اولاد میں امین اور مامون سے زیادہ ذکی نہیں دیکھا۔

امین کا قتل محرم ۱۹۸ھ میں بعمر ستائیس سال واقع ہوا۔

امین کے عہد خلافت میں ان علماء نے انتقال کیا۔ اسمٰعیل بن علیہ۔ غندر۔ شفیق بلخی زاہد۔ ابومعاویہ ضریر۔ مورخ سدوسی۔ عبداللہ بن کثیر۔ ابونواس شاعر۔ عبداللہ بن وہب شاگرد امام مالکؒ۔ ورشں مقری وکیع و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علی بن محمد نوفلی وغیرہ کہتے ہیں کہ سفاح منصور مہدی ہادی رشید کو کبھی برسر منبر انکے اوصاف کے ساتھ نہیں پکارا گیا۔ حتیٰ کہ امین جب خلیفہ ہوا تو منبر پر امین اوصاف کیساتھ یاد کیا گیا اور خطوط و کتابت میں اس طرح لکھا جانے لگا منجانب عبداللہ محمد امین امیرالمومنین عسکری نے بھی اسے اسطرح روایت کیا ہے۔ امین کے اشعار نہایت پاکیزہ ہوتے تھے چنانچہ جب اسے خبر ملی کہ مامون اسکے حکم کی تعمیل نہیں کی تو امین نے ایک نظم لکھی جسمیں اسنے اپنی فضیلت اور مامون کے ام ولد کے بطن سے ہونیکی وجہ سے اسکی ذلت ظاہر کی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے (ترجمہ اشعار) تو اپنے اوپر ہرگز فخر نہ کر۔ فخر تو نجیب الطرفین کے واسطے ہے۔ جب لوگ فخر کرنے لگیں تو تو الگ ہٹ جا۔ کیونکہ تو اس قابل نہیں۔ تو منبر پر روزانہ بڑائی مارتا ہے مگر میرے بعد تخت خلافت پر نہیں آئیگا۔ جو تیری فضیلت بیان کرتا ہے وہ تجھے عیب لگاتا ہے اور تو میرے حق میں مقال باطل کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ نظم نہایت عالی ہے اور اسکے بھائی اور باپ کی نظموں سے ہزار درجہ بہتر اور پاکیزہ ہے۔ اسنے اپنے خادم کوثر کے متعلق بہت ہی اچھا کلام کہا ہے جو قابل تعریف ہے چنانچہ کہتا ہے (ترجمہ اشعار) لوگ نہیں ارادہ کرتے ہیں عاشق سے۔ محبت میں اندوہگیں کا۔ کوثر میری دنیا و دین ہے اور بیماری میں طبیب۔ لوگ ملامت کرنیوالے عاجز آگئے میری محبوب کی محبت سے۔

جب امین پر طاہر نے قبضہ پالیا اور امین کو خلافت سے ناامیدی ہوگئی تو اسنے کہا (ترجمہ اشعار) اے نفس حق کا خوف ہے۔ قضا و قدر سے مفر نہیں جو ڈرتا ہے وہ خطرے میں گرفتار ہوتا ہے جو دنیا کے

مزے چکھتا ہے ایک دن اسکے دانت زمانہ ضرور کھٹے کرتا ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ امین نے ایک خط طاہر کے نام اپنے کاتب سے لکھوایا جسکا مضمون اُسنے یہ بتلایا تھا کہ منجانب عبداللہ محمد امیر المومنین بنام طاہر بن حسن السلام علیکم امابعد جو میرے اور میرے بھائی کے درمیان ہو رہا ہے وہ لوگوں پر خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ قسمت میں جو لکھا ہے ہو کر رہیگا مگر میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے پروانہ راہداری دیدے تاکہ میں اپنے بھائی کے پاس چلا جاؤں اگر وہ میری تعظیم و تکریم کرے تو یہ اُسکی لائقی ہے اور اگر قتل کر دے تو ہمیشہ ہوتا آیا ہی مروت کو مروت قطع کرتی ہے اور تلوار کاٹتی ہے اگر مجھے کوئی درندہ پھاڑ دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ مجھے کوئی کتا بھونکتا رہے مگر طاہر نے انکار کر دیا۔

اسمٰعیل بن ابی محمد یزیدی کہتے ہیں کہ میرے والد نے بارہا امین اور ماموں سے گفتگوئیں کی ہیں وہ کہتے تھے کہ میں نے ان دونوں کو فصیح و بلیغ پایا حالانکہ اولاد خلفاء بنوامیہ کی فصاحت سیکھنے کے لئے بدویوں کے پاس جایا کرتی تھی مگر باوجود اسکے بنو عباس زیادہ فصیح تھے۔

صولی کہتے ہیں کہ ہم امین سے سوائے ایک حدیث روایت کرنیکے کوئی حدیث نہیں جانتے مغیرہ بن محمد کہتے ہیں کہ ایکمرتبہ حسین بن ضحاک کے پاس ایک جماعت بنی ہاشم کی بیٹھی ہوئی تھی اور ان میں متوکل کی اولاد بھی شامل تھی کہ کسی نے حسین بن ضحاک سے دریافت کیا کہ امین کی ادب میں کیا حالت تھی اُنہوں نے کہا کہ وہ بہت بڑا ادیب تھا کہا فقہ میں کیا حال تھا حسین نے کہا کہ ماموں اس سے زیادہ فقیہ تھا کہا حدیث شریف میں کبھی دسترس تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے اسکی زبان سے صرف ایک حدیث سُنی ہے۔ اُسکا ایک غلام حج کرنے گیا تھا جب اُسکے انتقال کی خبر آئی تو امین نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حالت احرام میں مرگیا تو وہ قیامت کے دن تکبیر کہتا ہوا اُٹھایا جائے گا۔

ثعالبی لطائف المعارف میں لکھتے ہیں کہ ابوالعیناء کہا کرتے تھے کہ اگر زبیدہ اپنی چوٹی کے بال کھولے تو اُسکی ہر لٹ میں سے ایک نہ ایک خلیفہ نکلے یا ولیعہد نظر آئے کیونکہ منصور اس کا دادا سفاح دادا کا بھائی۔ مہدی اسکا چچا رشید اسکا شوہر تھا۔ امین اسکا بیٹا۔ ماموں اور معتصم اسکے سوتیلے فرزند واثق اور متوکل سوتیلے بیٹوں کے بیٹے تھے اور ولیعہد تو بہت سے ہیں اسکی نظیر دنیا میں اگر ہو سکتی ہی تو بنوامیہ میں عاتکہ بنت یزید بن معاویہ ہو سکتی ہی ....

.... کیونکہ یزید اسکا باپ حضرت معاویہ اسکے دادا معاویہ بن یزید اس کا

بھائی مروان بن حکم اسکا سسر عبد الملک اسکا شوہر تھا۔ یزید اسکا بیٹا ولید اسکا پوتا۔ ہشام سلیمان اسکے سوتیلے بیٹے یزید۔ ابراہیم اسکے سوتیلے پوتے تھے۔

المامون عبد اللہ ابو العباس

مامون عبد اللہ ابو العباس بن ہارون رشید نصف ربیع الاول ۱۷۰ھ بروز جمعہ جس رات ہادی کا انتقال ہوا تھا پیدا ہوا اسکو اسکے باپ نے امین کے بعد ولیعہد مقرر کیا تھا اسکی ماں کا نام مراجل تھا جو ام ولد تھی اور اسکے چلہ ہی میں مر گئی تھی۔

اس خلیفہ نے بچپن ہی میں تحصیل علم کیا تھا۔ اسنے حدیث شریف اپنے باپ ورشہیم اور عباد بن عوام یوسف بن عطیہ۔ ابو معاویۃ الضریر۔ اسماعیل بن علیہ اور حجاج اعور سے سماعت کی۔ علم ادب یزیدی سے حاصل کیا۔ فقہا کو دور دور سے بلا کر جمع کیا اور فقہہ۔ عربیت اور ایام الناس میں کمال حاصل کیا۔ جب جوان ہوا تو فلسفہ اور علوم الاوائل اس قدر حاصل کئے کہ انکے توغل کی وجہ سے خلق قرآن کا قائل ہو گیا اس سے اسکے بیٹے فضل اور یحییٰ بن اکثم جعفر بن ابی عثمان الطیاسی امیر عبد اللہ بن طاہر۔ احمد بن حارث شیعی۔ وعبل خزاعی اور بہت سے لوگوں نے حدیث کی روایت کی۔ یہ شخص تمام خاندان بنو عباس میں حزم۔ عزم۔ حلم۔ علم۔ رائے۔ ذکاوت۔ ہیبت۔ شجاعت۔ سرداری۔ جوانمردی کے اعتبار سے بڑھا ہوا تھا۔ اسمیں بہت سے محاسن اور نیک خصلتیں موجود تھیں اگر یہ مسئلہ خلق قرآن کا قائل نہ ہوتا اور اسکی لوگوں میں اشاعت نہ کرتا تو یہ اپنی نظیر آپ ہی ہوتا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ خاندان بنو عباس میں یہ شخص سب سے زیادہ عالم تھا اور اسی کے ساتھ فصیح بلیغ قادر الکلام بھی اعلیٰ درجہ کا تھا اسکا قول ہے کہ معاویہ کو عمر کی اور عبد الملک کو حجاج کی ضرورت تھی مگر مجھے کسی کی ضرورت نہیں کہتے ہیں کہ خلفاء بنی عباس میں ابتدائی۔ متوسط اور آخری خلیفہ گذرے ہیں۔ چنانچہ سفاح ابتدائی۔ مامون متوسط۔ اور معتضد آخری خلیفہ ہے۔

کہتے ہیں کہ اسنے بعض رمضان شریف میں تینتیس مرتبہ قرآن شریف ختم کیا ہے اسکے متعلق مشہور تھا کہ شیعہ ہے کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اسنے اپنے بھائی موتمن کو معزول کر کے اپنا ولیعہد علی رضا کو بنایا تھا۔ اسکا ذکر ہم آگے کرینگے۔

ابو المعشر المنجم کہتے ہیں کہ مامون بہت بڑا عادل اور حاکموں کو عدل کی تاکید کرنے والا تھا۔ فقیہہ النفس ایسا تھا کہ بڑے عالموں میں شمار ہوتا تھا۔

رشید سے مروی ہو کہ عبداللہ مامون میں منصور جیسا عزم مہدی جیسا زہد اور ہادی جیسی عزت موجود تھی اگر میں کسی کو نسبت دیتا تو مامون ہی سے نسبت دے سکتا تھا میں نے امین کو باوجود اسکے کہ وہ خواہشات کا بندہ فضول خرچ کنیزکوں اور عورتوں کی رائے پر کاربند تھا اسوجہ سے مقدم رکھا ہو کہ وہ ہاشمیہ کا بیٹا تھا اگر وہ ہاشمیہ کا بیٹا نہ ہوتا تو مامون کو ہر طرح اسپر ترجیح حاصل تھی۔

امین کے قتل کے بعد ۱۹۸ھ میں مامون خراسان میں مستقل خلیفہ ہوا اور ابو جعفر کنیت مقرر کی۔ صولی کہتے ہیں کہ مامون کو یہ کنیت بہت زیادہ پسند تھی کیونکہ یہ کنیت منصور کی تھی جو نہایت رعب داب کا بادشاہ تھا نیز اسکا یہ بھی خیال تھا کہ جس خلیفہ کی یہ کنیت رہی ہے اسکی بہت زیادہ عمر ہوئی ہو جیسے منصور اور رشید۔

سنہ ۲۰۱ھ میں اسنے اپنے بھائی موتمن کو ولیعہدی سے معزول کر کے اسکی بجائے علی رضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر صادق کو ولیعہد مقرر کیا اور لوگوں نے اسکے اس فعل کو اسکے تشیع ہونے پر محمول کیا حتیٰ کہ یہانتک لوگوں نے کہا کہ مامون نے اپنا خلع کر کے امر خلافت علی رضا کو تفویض کرنیکا ارادہ کر لیا تھا۔ اسی نے انکو رضا کا خطاب دیا تھا اور انکے نام سے سکوں پر ضرب کرائی تھی۔ اور اپنی لڑکی سے انکی شادی کر دی تھی اور اسکی تمام ممالک محروسہ میں منادی کرادی تھی اسنے سیاہ کپڑے پہننے کی ممانعت کر کے سبز کپڑے پہننے کا حکم دیا تھا یہ حرکتیں بنی عباس پر نہایت ناگوار گزریں اور ابراہیم بن مہدی سے بیعت کر کے اسپر خروج کر دیا ابراہیم بن مہدی کو مبارک کا خطاب بھی دیدیا تھا۔ مامون نے انکا مقابلہ کیا اور لڑائی اور حرب و ضرب ہوتی رہی حتیٰ کہ مامون کو عراق کی طرف جانا پڑا مگر اسی اثناء میں علی رضا نے سنہ ۲۰۳ھ میں انتقال کیا۔ مامون نے اہل بغداد کو لکھا کہ جب علی رضا ہی کا انتقال ہو گیا تو اب شور و فساد کیا مگر ان لوگوں نے مامون کو سخت جواب لکھا۔ آخر ابراہیم بن مہدی کو سستی کے ساتھ مدد دینے لگے جسکی وجہ سے ابراہیم ماہ ذالحجہ میں دو سال سے کچھ کم لڑائی کے بعد کہیں جا چھپا اور آٹھ سال تک چھپا رہا صفر ۲۰۴ھ میں جب مامون بغداد آیا تو بنی عباس اور دوسرے لوگوں نے وہاں اسکو سیاہ لباس پہننے اور سبز کو چھوڑ دینے پر زور دیا۔ اول تو مامون نے توقف کیا مگر آخر اسکو مان لیا۔

صولی کہتے ہیں کہ مامون کے بعض گھر والوں نے کہا کہ خلافت کا امر اولاد حضرت علی کے متعلق نہ در نہ یاد رکھ کہ انکے نیک لوگوں پر بھی تیرا قابو نہ رہیگا اسنے جواب دیا کہ میں یہ اسلئے کر رہا ہوں کہ جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تھے تو انہوں نے کسی ہاشمی کو ولیعہد نہیں کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی کسی ہاشمی کو کوئی امر تفویض نہیں فرمایا تھا مگر جب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عبداللہ بن عباس کو بصرہ میں عبیداللہ کو یمن میں معبد کو مکہ میں اور قثم کو بحرین میں حاکم مقرر کیا تھا بلکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات میں لیعہد مقرر کردیا تھا انکا یہ احسان ابتک ہماری گردن پر چلا آرہا ہے لہٰذا میں اسکا بدلہ انکی اولاد کو دینا چاہتا ہوں۔

سنہ ۲۱۰ھ میں مامون نے بوران بنت حسین ابن سہل سے نکاح کیا اور ہزاروں کا مال اُسکے مہر میں دیدیا بوران کے والد نے بھی بے انتہا فیاضی کی چنانچہ تمام فوجوں کو خلعتیں دیں اور سترہ روز تک دعوت رکھی بہت سے رقعے لکھے جنپر کسی نہ کسی جاگیر کا نام تھا وہ لشکر اور بنی عباس پر تقسیم کردیں اور جو رقعہ جسکے پاس آیا وہ جاگیر اُسی کو بخشدی اور تھیلیاں زر و جواہر کی بھری ہوئی لوگوں کے سامنے لٹادیں۔

سنہ ۲۱۱ھ میں مامون نے حکم دیا کہ منادی کرادیجائے کہ جو شخص (حضرت) معاویہ کا ذکر بخیر کریگا میں اُسکی حفاظت سے بری ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الخلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

سنہ ۲۱۲ھ میں مامون نے مسئلہ خلق قرآن کا اعلان کیا اور اسی کے ساتھ فضیلت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کے اوپر کی اشاعت کی جس سے لوگوں میں اسکی طرف سے نفرت پیدا ہوگئی بلکہ اکثر شہروں میں لوگوں نے فساد شروع کردیا اور اس عقیدہ میں کسی نے اسکا ساتھ نہ دیا بالآخر ۲۱۸ھ تک مامون کو لاچار اپنے ان عقائد کے اظہار پر صبر کرنا پڑا۔

سنہ ۲۱۵ھ میں غزوہ روم کی طرف چلا اور وہاں قلعہ قرہ اور ماجد کو لڑائی سے فتح کرلیا پھر دمشق کیطرف گیا اور وہاں سے پھر روم میں ۲۱۶ھ میں واپس آیا اور یہاں کچھ قلعے فتح کرکے پھر دمشق چلا گیا تو دمشق سے مصر گیا اور عباسیوں میں یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو مصر میں داخل ہوا آخر ۲۱۷ھ میں پھر دمشق اور روم کیطرف لوٹا۔

سنہ ۲۱۸ھ میں مسئلہ خلق قرآن کے متعلق اس نے لوگوں کا امتحان لیا چنانچہ اُسنے نائب السلطنت بغداد اسحاق بن ابراہیم خزاعی طاہر بن حسین کے چچیرے بھائی کی معرفت علماء بغداد کو لکھا کہ امیر المومنین کو خوب معلوم ہے کہ جمہور اعظم اور سواد اکبر حتی کہ علماء سے لیکر ایک ادنی جاہل تک جنکو نہ دین میں نظر ہے نہ رویت نہ اُنکے دلوں میں علم کی روشنی ہے نہ برہان نیر معرفت خداوند تعالیٰ میں جو جاہل اور اندھے اور گمراہ ہیں اور جو دین کی حقیقت نہیں جانتے اور خداوند جل و علا کو اسکی قدر کے موافق نہیں پہچانتے اور جنہیں نہ اسکی کنہ حقیقت کی معرفت ہے نہ اسکی اور اسکی مخلوق کی تفریق کی شناخت۔ انہوں نے اللہ اور اسکی مخلوق اور جو کچھ قرآن شریف میں نازل ہوا ہے سب کو مساوی سمجھ رکھا ہے اسی وجہ سے ان لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن شریف قدیم ہے اسکو خداوند تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا نہ وہ اسکا اختراع کردہ ہے حالانکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا (ہم نے قرآن شریف کو عربی بنایا) اور ظاہر ہے جس چیز کو بنایا ہو وہ مخلوق ہے

جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہو وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ (ہم نے اندھیرے اور روشنی کو بنایا) اور نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاۗءِ مَا قَدْ سَبَقَ (ہم اُن لوگوں کا حال بیان کرتے ہیں جو گذر چکے ہیں) اس سے صاف ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ امور محدثات کو بیان فرماتے ہیں اور فرمایا اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ (اسکی آیتیں محکم ہوئیں اور اسکی تفصیل بیان کی) اس سے صاف روشن ہو کہ خداوند تعالیٰ اپنی کتاب کے محکم اور مفصل ہیں اور جو محکم و مفصل ہو خالق اور مبدع ہوا کرتا ہی یہ لوگ اپنے کو سنت کیطرف منسوب کرتے ہیں اور اہل حق والجماعت نام رکھتے ہیں اور جو شخص اُنکے عقیدہ کے برخلاف ہے اسکو اہل باطل و الکفر کہتے ہیں اسی پر اُنہوں نے اعتقاد کرکے غلو کر رکھا ہو اور جاہل کو دھوکے میں ڈال رکھا ہی حتیٰ کہ لوگ انکی موافقت کیوجہ سے تخشع لغیر اللہ کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور حق سے باطل کیطرف چلے گئے ہیں اُنہوں نے خداوند تعالیٰ کے سوا اپنی ضلالت کیوجہ سے اپنے من مانے خدا کو پکڑ رکھا ہو ایسے لوگ امیر المومنین کے نزدیک اُمت کے شریر بدترین خلائق توحید سے منحرف جہالت سے بھرے ہوئے جھوٹ کی اشاعت کرنیوالے شیطان انکی زبان سے بات کرتا ہے خدا کے دشمن خدا کے صدق پر تہمت لگانیوالے اور اُسکی شہادت سے طرح دینے والے ہیں جس نے صدق دل سے آنکھیں بند کرلیں اُسکو ایمان اور توحید سے کوئی حصہ نہیں ملیگا اور جو اسکے خلاف ہو وہ اندھا اور راستہ کا گمراہ کرنیوالا ہے۔ امیر المومنین کی قسم سب سے جھوٹا آدمی وہ ہے جو اللہ اور اُسکی وحی پر جھوٹ باندھے اور باطل کا ساتھ دے ایسا شخص خداوند تعالیٰ کی معرفت تک کبھی نہیں پہونچ سکتا۔ لہٰذا تمام قضاۃ کو جمع کرکے اُن کے سامنے یہ ہمارا خط پڑھا جائے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ان کا امتحان لیا جائے اور خلق وحدوث قرآن کے متعلق ان کا کیا اعتقاد ہے ان سے دریافت کیا جائے اور ان سے کہہ دیا جائے جو شخص اپنے دین پر مستقل نہیں ہے ہم اُسکی حفاظت سے بری الذمہ ہیں اور اگر وہ اس مسئلہ کا اقرار کریں اور اسکی موافقت کریں تو فبہا ورنہ ان سے کہا جائے کہ قرآن شریف میں اپنے مسئلہ اور اعتقاد کے متعلق ثبوت اور استشہاد دکھلاؤ جو شخص اس مسئلہ کا قائل نہ ہو اُسکی شہادت نہ قبول کی جائے اور جو کچھ وہ اس بارے میں کہیں ہمیں لکھدیا جائے اپنے ماتحت قاضیوں کو بھی یہی حکم دیدو اور ان سے تاکید کردو۔

مامون نے اس مضمون کا خط سات اور شخصوں یعنی محمد بن سعد کاتب یحییٰ بن معین۔ ابو خیثمہ ابو مسلم۔ یزید بن ہارون۔ اسماعیل بن داؤد۔ اسماعیل بن مسعود۔ احمد بن دورقی کو بھی لکھے اور

انکو بلا بھیجا اور خلق قرآن کے متعلق ان کا امتحان لیا اول انہوں نے اصرار کیا مگر اسنے رقہ سے بغداد نہ آنے دیا لہٰذا انہوں نے تقیہ کر کے اسکو قبول کر لیا۔

مامون نے پھر اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ وہ فقہاء اور مشائخ کو جمع کر کے انہیں اطلاع دیدے کہ ان مفصلۂ بالا سات صحابنے اس عقیدہ کو قبول کر لیا ہے اسحاق نے اسکی تعمیل کی تو اگرچہ کچھ لوگوں نے اسکو تسلیم کر لیا مگر اکثر نے انکار کر دیا یحیٰی بن معین کہا کرتے تھے کہ ہمنے اس عقیدہ کو تلوار کے زور سے قبول کر لیا ہے۔

مامون نے پھر اسی مضمون کا ایک خط اسحاق کو لکھا کہ جو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں انکو جمع کر کے اچھی طرح دریافت کیا جائے چنانچہ اسحاق نے ان حضرات کو پکڑوا بلوایا۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ بشر بن ولید کندی ابو حسان زیادی۔ علی بن ابی مقاتل فضل بن غانم۔ عبیداللہ بن عمر قواریری علی بن جعد سجادہ دیال بن ہیثم قتیبہ بن سعد سعدویہ الواسطی۔ اسحاق بن اسرائیل۔ ابن ہرس۔ ابن علیۃ الاکبر۔ محمد بن نوح عجلی۔ یحیٰی بن عبدالرحمٰن عمر۔ ابو نصر تمار۔ ابو معمر قطیعی۔ محمد بن حاتم بن میمون وغیرہم۔ ان کو مامون کا خط سنایا گیا انہوں نے سنکر آپس میں سرگوشیاں شروع کیں اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا اور نہ انکار کیا آخر اسحاق بن ابراہیم نے بشر بن ولید سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو انہوں نے کہا کہ مجھے تو امیرالمؤمنین کا یہ عقیدہ بہت مدت سے معلوم ہے اسنے کہا کہ اب چونکہ امیرالمؤمنین نے اسکی تجدید کی ہے اور انکے حکم نامہ کی تعمیل ضروری ہے انہوں نے کہا میرا قول یہ ہے کہ قرآن مجید خداوند تعالیٰ کا کلام ہے۔ اسنے کہا کہ میں آپ سے یہ سوال نہیں کرتا بلکہ یہ پوچھتا ہوں کہ آپ اسکو مخلوق مانتے ہیں یا نہیں انہوں نے کہا کہ میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ کہنا اچھا نہیں سمجھتا ہوں اور میں تو خود امیرالمؤمنین سے عہد کر چکا ہوں کہ اس مسئلہ کے متعلق آیندہ کچھ نہیں کہوں گا پھر اسحاق نے علی بن ابی مقاتل سے مخاطب ہو کر پوچھا آپ کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور اگر امیرالمؤمنین کچھ اور کہیں تو ہم سننے اور اطاعت کرنیکو تیار ہیں پھر ابو حسان زیادی نے بھی اسی قسم کا جواب دیا اور انکے بعد حضرت امام احمد حنبلؒ سے دریافت کیا آپ کیا فرماتے ہیں انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس نے کہا کہ آیا مخلوق ہے یا نہیں۔ حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ وہ کلام اللہ ہے اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہتا پھر باقیوں کا امتحان لیا اور انکا امتحان قلمبند کیا آخر میں ابن بکار الاکبر نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ قرآن شریف بنایا گیا ہے اور محدث ہے کیونکہ اسپر نص وارد ہوئی ہے اسحاق نے کہا کہ جو چیز بنائی جاتی ہے وہ مخلوق ہوتی ہے ابن بکار الاکبر نے کہا ہے کہ ہاں اسحاق نے

کہا تو پھر قرآن شریف بھی مخلوق ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں قرآن شریف کو مخلوق نہیں کہہ سکتا۔ اسحاق نے یہ سب بیانات لکھ کر خلیفہ مامون کے پاس بھیج دیئے۔

مامون نے اسکے جواب میں لکھا کہ جو کچھ تم نے لکھا تھا ہماری نظر سے گذرا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ خود کو اہل قبلہ ظاہر کرتے ہیں اور ریاست کی تلاش کرتے ہیں وہ در اصل نہ اہل قبلہ ہیں نہ اہل ریاست۔ جو شخص خلق قرآن کا قائل نہ ہو اُسکو فتویٰ اور روایت اور درس قرآن شریف سے روک دیا جائے اور جو کچھ بشر نے کہا اسمیں اُس نے جھوٹ بولا ہے اسکے اور امیر المؤمنین کے مابین کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا امیر المؤمنین کا اعتقاد در اخلاص اور قول کہ قرآن شریف مخلوق ہے سب کو معلوم ہے۔ اسکو پھر بلاؤ اگر وہ توبہ کریں تو اسکا اعلان کر دیں اور اگر اپنے شرک پر ہی اصرار کریں اور اپنے کفر اور الحاد کی وجہ سے قرآن شریف کو قدیم ہی بتلا دیں تو ان کو قتل کر کے انکا سر ہمارے پاس بھیجدو۔ اسیطرح ابراہیم بن مہدی کا پھر امتحان کرو اگر وہ قبول کرلیں تو خیر ورنہ ان کی بھی گردن اڑا دیجائے علی بن ابی مقاتل سے کہو کہ کیا تم نے امیر المؤمنین سے نہیں کہا کہ تم نے حلال و حرام کیا ہی۔ ذیال سے کہدو کہ تم جان رکھو کہ تم نے کھانے کے غلہ میں چوری کی ہے۔ احمد بن یزید ابو العوام اور ان کا قول کہ وہ قران کے متعلق اس سے اچھا جواب نہیں دے سکتے سو وہ یاد رکھیں کہ وہ اگرچہ عمر میں بوڑھے ہیں مگر عقل میں بچے اور جاہل ہیں جب آدمی لکھ پڑھ لے تو پھر اُسے اچھا جواب دینا چاہیئے اگر اب بھی ایسا ہی کریں تو انکا علاج بھی تلوار سے ہونا چاہیئے۔ احمد بن حنبل رح سے کہدو کہ امیر المؤمنین نے تمہارا جواب معلوم کیا اور اس سے تمہارے جہل اور آفت پر استدلال کیا فضل بن غانم سے کہدو کہ وہ یاد رکھیں کہ جو کچھ مصر میں کیا تھا کیا اسپر وہ امیر المؤمنیں سے نہیں شرماتے یعنی جبکہ وہ مصر میں قاضی تھے تو انہوں نے اقل مدت میں بہت سا مال جمع کر لیا تھا۔ ذیادی سے کہدو کہ تم بالکل جاہل ہو ایک چیز کا دعویٰ کر کے اسکا انکار کرتے ہو رہے ہو ابو نصر تمار تو ان سے کہو کہ تمہاری خساست عقل کا امیر المؤمنین کو پہلے ہی سے شبہ تھا۔ ابن نوح اور ابن حاتم سے کہدو کہ سود کا مال کھانے سے تمہارے اندر جو توحید کے وقوف کا مادہ تھا وہ جاتا رہا اگر امیر المؤمنین اس سود خوری عوض میں تم سے قتال کریں تو جائز ہے جسکی قرآن شریف میں مثال موجود ہے اور کیونکر نہ ہے کہ جو شخص سود لے وہ مشرک نہ ہو اور نصاریٰ کا پس خوردہ تو ایسا ہی ہوگا۔ ابن شجاع سے کہو وہ یاد رکھیں کہ امیر کا مال علی بن ہشام پر حلال تھا اسکو تم طریقہ ناجائز سے کھا چکے ہو ایسے

آدمی کی اگر عقل نہ جاتی رہے تو پھر کیا ہو سعدویہ الواسطی سے کہو کہ جس شخص نے احادیث بنائیں اور ریاست کی حرص رکھی خداوند تعالیٰ اسکو کبھی فلاح کو نہ پہونچاوینگے۔ سجادہ سے کہو کہ تمہاری انکاربھی معلوم ہوئی سو یاد رکھو کہ جو امانتیں علی بن یحییٰ نے تمہیں دی تھیں وہ جب کھا گئے تو توحید سے کیا واسطہ قواریری کو معلوم ہو کہ تمہارا اصول اور رشوت ستانی ہمیں معلوم ہے اور تمہارے مذہب اور سوئے طریق اور کمی عقل اور دین کا اسی سے پتہ چلتا ہے یحییٰ عمری اگرچہ اولاد حضرت عمر بن خطاب سے ہیں مگر انکا جواب بھی معروف ہے محمد بن حسن بن علی بن عاصم اگر وہ سلف صالحین کا مقتدی ہے تو وہ پرانی روایتوں سے ایک قدم بھی تجاوز نہ کریگا اور اس صورت میں اسکی حیثیت ایک بچہ سے بھی بڑھکر نہیں ہوگی وہ علم کے ابھی محتاج ہیں۔ امیر المؤمنین قرآن شریف کے حصول میں انکی محنت دیکھکر انکے ساتھ ابو مسہر کی معرفت بڑی توجہ کی تھی مگر وہ باوجود اسکے فکر و تردد میں رہا کرتا تھا۔ آخر امیر المؤمنین نے تلوار سے ڈرا کر اس سے اقرار لیا تھا معلوم ہوا کہ اس نے جھوٹا اقرار دیا تھا اب تم اس سے دریافت کرو اگر وہ اپنے اقرار پر قائم ہے تو اس کا اعلان کردے۔ نیز جن لوگوں کا نام ہم نے لکھا ہے اگر وہ اپنے شرک سے باز نہ آویں تو سوائے بشر اور ابن مہدی کے سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔

بیان کرتے ہیں کہ یہ حکم نامہ سُنکر سوائے احمد بن حنبلؒ اور سجادہ۔ محمد بن نوح اور قواریری کے سب نے عقیدہ خلق قرآن کو قبول کر لیا اسحاق نے ان چاروں کو قید کر دیا اور پھر اگلے روز قید خانہ میں جا کر ان سے انکا عقیدہ دریافت کیا۔ سجادہ نے اس عقیدہ کا اقرار کر لیا اور اسکے بعد زیادہ اصرار پر قواریری بھی قائل ہو گیا امام احمد بن حنبلؒ اور محمد بن نوح کو روم کی طرف روانہ کر دیا پھر مامون کو خبر پہنچی کہ جنہوں نے اس گروہ میں سے اس عقیدہ کو قبول کیا ہے وہ در اصل جبر و تشدد کی وجہ سے کیا ہے یہ سُنکر مامون نہایت غصہ ہوا اور یہ حکم لکھا کہ ان دونوں شخصوں کے ساتھ تمام گروہ روانہ کیا جائے اسحاق نے تمام کو روانہ کر دیا مگر یہ خیریت ہوئی کہ یہ لوگ ابھی مامون کے پاس پہونچنے بھی نہ پائے تھے کہ مامون کا انتقال ہو گیا اور خداوند تعالیٰ نے انپر لطف و کرم فرما کر ان سے مصیبت دور فرمائی۔

مامون روم میں بیمار ہوا جسوقت مرض میں شدت ہوئی تو اپنے بیٹے عباس کو بُلایا اسے یہ گمان تھا کہ عباس کے پہنچنے سے قبل شاید میں مر جاؤنگا مگر عباس جبکہ مامون حالت نزع میں تھا پہنچ گیا لیکن مفصلات اور بلدان میں پہلے ہی خطوط روانہ ہو چکے تھے جنکی پیشانی پر اس طرح مرقوم تھا کہ یہ خط مامون اور اسکے بھائی ابو اسحاق کیطرف سے ہے جو مامون کے بعد میں خلیفہ اس نص کے ساتھ ہونیوالا ہے کہتے ہیں کہ یہ خط

امیر المؤمنین کے حکم سے ہی لکھے گئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ جب مامون کو غشی ہوئی اُس وقت لکھے گئے۔

مامون نے جمعرات ۱۸۔ رجب المرجب ۲۱۸ھ مقام بذندون ارض روم میں انتقال کیا اور طرطوس میں دفن کیا گیا۔

مسعودی کہتے ہیں کہ چشمہ بذندون پر مامون نے خیمہ لگوایا اور وہاں ٹھنڈک صفائی۔ سرسبزی و شادابی بہت پسند کی اتفاقاً اس چشمہ میں ایک مچھلی چمکدار چاندی کی مانند دکھائی دی جسکو دیکھ کر مامون نے بہت تعجب کیا اور اسکے پکڑنے کا حکم فرمایا مگر پانی کی خنکی کیوجہ سے اسمیں پیرنے (تیرنے) کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ مامون نے اس مچھلی کے پکڑنے پر ایک تلوار کا انعام مقرر کیا آخر ایک شخص فراش نامی چشمہ میں اُتر گیا اور اُسکا شکار کرکے باہر لایا ابھی کنارے پر ہی تھا کہ مچھلی نے ایک جست کی اور اُسکے ہاتھ میں سے چھٹکر پھر دریا میں گر پڑی۔ مامون کے سینے پر چھینٹیں پڑیں اور کپڑے تر ہوگئے۔ فراش دوبارہ دریا میں اُترا اور آخر مچھلی کو پکڑ لایا۔ مامون نے اسکے کباب بنانے کا حکم دیا۔ ابھی کباب بننے بھی نہ پائے تھے کہ مامون کو جاڑہ (لرزہ) چڑھ آیا لحاف ڈالا گیا مگر لرزہ میں کچھ کمی نہیں آئی۔ مامون کو کپکپی برابر آرہی تھی اور دانت سے دانت بج رہا تھا۔ آخر اُسکے چاروں طرف آگ جلائی گئی۔ اتنے میں مچھلی کے کباب بنکر آگئے مگر مامون نے انکو چکھا تک نہیں تھا کہ موت آکر سوار ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر کو کچھ افاقہ نظر آیا تھا اسمیں اسنے زندون کے معنی پوچھے کہ عربی میں زندون کسکو کہتے ہیں۔ کسی نے جواب دیا کہ پیر پھیلائے کے معنی ہیں۔ اس سے مامون نے بدفالی لی پھر اس نواح اور جنگل کا نام دریافت کیا جواب دیا گیا کہ اسکو رقہ کہتے ہیں اور اسکی پیدائش کے وقت جو زائچہ بنایا گیا تھا اُس میں لکھا تھا کہ یہ رقہ میں مریگا اور اسی واسطے رقہ جانے سے یہ احتراز کیا کرتا تھا مگر جب اسنے سُنا کہ اس مقام کا نام رقہ ہے تو یہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہوگیا اور دعا کی الٰہ العالمین! اورائے وہ ذات جسکا ملک کبھی زائل نہیں ہونیکا اس بندے پر رحم فرما جسکی ملک زائل ہوجاویگا مگر موت کب ٹلنے والی ہے

ثعالبی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک جتنا بُعد مامون اور اسکے والد ہارون کی قبر میں ہے دوسرے خلفاء میں کسی باپ اور بیٹے میں نہیں۔ اسی طرح بنی عباس میں پانچ شخصوں کی قبروں میں بہت زیادہ بعد المشرقین ہے شائد کسی کی قبر میں ہو۔ عبداللہ طائف میں۔ عبیداللہ مدینہ میں۔ فضل شام میں قثم سمرقند میں۔ معبد افریقہ میں۔

مامون کے بعض حالات

نفطویہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حامد بن عباس بن وزیر نے بیان کیا کہ میں ایک روز مامون کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتفاقاً مامون کو چھینک آئی میں نے الحمد للہ کا جواب نہ دیا مامون نے اسکا سبب دریافت کیا تو میں نے کہا یا امیر المومنین آپ کا جلال مانع آیا مامون نے کہا کہ میں ان بادشاہوں میں نہیں ہوں جو دعا سے مستغنی ہوں۔

ابن عساکر ابو محمد یزیدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں مامون کو اسکے بچپن میں تعلیم دیا کرتا تھا ایک روز حسب معمول جو میں آیا تو مامون اسوقت زنانہ میں تھا میں نے خادم سے بلوا بھیجا تو اُسنے آنے میں دیر کی میں نے دوسرے خادم کو پھر بھیجا مگر پھر بھی نہیں آیا میں نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنا وقت بہت زیادہ ضائع کرتا ہے یہ سنکر خادموں نے بھی کہا جب آپ چلے جاتے ہیں تو شاہزادہ خادموں سے شوخی کرتا رہتا ہے اور اُنکو مارتا پیٹتا ہے آج آپ ذرا اسکی گوشمالی کر دیجئے اتنے میں مامون باہر سے آگیا تو میں نے سات درّے مار دئے۔ مامون اپنی آنکھوں کو ملتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ اتنے میں جعفر بن یحییٰ برمکی آگیا اور اُسنے شاہزادے کے آنسو رومال سے صاف کئے اور کپڑے ٹھیک کر کے فرش پر چہار زانو ہو کر بیٹھ گیا پھر شاہزادہ کو بھی فرش پر بلا لیا۔ میں اُٹھ کر باہر چلا آیا میں ڈرتا رہا کہ کہیں مامون جعفر بن یحییٰ برمکی سے میری شکایت نہ کر دے۔ جعفر نے شاہزادہ سے متوجہ ہو کر کچھ بات چیت کی اور آخر اُسے ہنسا کر چلا گیا۔ جب میں اُسکے پاس پھر گیا تو میں نے کہا مجھے ڈر تھا کہ تم میری شکایت نہ کر دو یہ سنکر مامون نے کہا اے ابا محمد میں ہارون رشید سے بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ جعفر سے کہتا کیونکہ پڑھنے میں میرا ہی فائدہ ہے۔

عبد اللہ ابن تیمی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون رشید نے سفر کا ارادہ کیا اور لشکر میں یہ حکم دیدیا کہ ہم ایک ہفتے کے بعد چلیں گے لہٰذا تمام تیار رہیں مگر ہفتہ گذرنے کے بعد ہارون نے نہ چلنے کا ارادہ کیا نہ کوئی دوسرا حکم دیا۔ لوگ مامون کے پاس آئے اور کہا کہ آپ دریافت کیجئے ہارون کو یہ معلوم نہ تھا کہ مامون بھی شعر کہتا ہے مامون نے یہ اشعار لکھکر ہارون رشید کے پاس بھیجدئے۔ (ترجمہ اشعار) اے ان شخصوں میں اچھے جنکے ساتھ چلنے والے چلتے ہیں اور جنکے گھوڑے پر ہر وقت زین کسا رہتا ہے کاش ہم سفر کی غایت کو معلوم کر لیتے یا ہمیں حکم ہو جاتا۔ یہ سوائے بادشاہ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ بادشاہ جسکے نور سے ظلمات بھی اقتباس

نور کرتا ہے۔ اگر آپ سفر میں جائیں تو اقبال بھی سفر کرے گا۔ ورنہ جہاں آپ ہونگے وہ بھی وہیں ہوگا۔ ہارون رشیدان کو پڑھکر بہت خوش ہوا اور کہا بیٹا تم اور شعر گوئی کیا کرو شعر حقیر لوگوں کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں اور جلیل القدر لوگوں کو زمین پر گرا دیتے ہیں۔

اصمعی کہتے ہیں کہ مامون کی مہر پر یہ کندہ تھا عبداللہ ابن عبداللہ۔

محمد بن عباد کہتے ہیں کہ خلفاء میں سوائے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مامون کے کوئی خلیفہ حافظ نہیں ہوا میں کہتا ہوں کہ اسکی تردید میں پہلے کر چکا ہوں۔ اب کرنا فضول ہے۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ایک روز مامون علماء کے ساتھ دربار عام میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے آکر بیان کیا کہ اے امیرالمؤمنین میرے بھائی نے انتقال کیا اور اس نے چھ سو دینار چھوڑے مجھے ایک دینار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرے حصہ میں یہی آتا ہے مامون نے تھوڑی دیر فرائض پر غور کر کے کہا کہ واقعی تیرا حصہ ایک ہی دینار بیٹھتا ہے۔ علمائے نے کہا امیرالمؤمنین کیسطرح مامون نے کہا کہ متوفی نے دو لڑکیاں چھوڑی ہیں عورت نے کہا ہاں۔ کہا دو تہائی یعنی چار سو دینار انکے ہوئے اور ایک والدہ چھوڑی چھٹا حصہ یعنی سو دینار اسکو پہنچے ایک بیوی تھی آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار اسکو ملے اور تجھے اللہ کی قسم کیا اسنے بارہ بھائی نہیں چھوڑے عورت نے کہا ہاں تو دو دو دینار بھائیوں کو یعنی چوبیس انہیں پہونچے باقی رہا ایک سو وہ تجھے پہنچا ہے۔

محمد بن حفص الانماطی نقل کرتے ہیں کہ عید کے دن ہیں نے مامون کیساتھ کھانا کھایا دسترخوان پر تین سو قسم کے کھانوں سے زیادہ کھانے چنے ہوئے تھے۔ مامون ہر ایک کی طرف دیکھکر کہتا جاتا تھا کہ یہ فلاں مرض میں نافع ہے اور یہ فلاں مرض میں مضر ہے جو شخص تم میں بلغمی مزاج ہو وہ اس کھانیکو نہ کھائے اور جو صفراوی مزاج ہو وہ اس کھانیکو تناول کرے اور جس شخص پر سودا غالب ہو وہ اسے کھائے جو شخص کم کھانیکا قصد رکھتا ہو وہ یہ کھائے یحییٰ بن اکثم نے یہ دیکھکر کہا امیرالمؤمنین اگر انکو طب میں دیکھیں تو آپ اسکی معرفت میں جالینوس ہیں نجوم میں غور کریں تو اسکے حساب میں آپ ہرمس ہیں فقہ میں دیکھیں تو اسکے علم میں علی بن ابی طالب ہیں سخاوت کا ذکر کریں تو اس صفت میں حاتم طائی ہیں صدق حدیث میں اگر ملاحظہ کریں تو اسکے لہجہ میں ابوذر ہیں کرم میں اگر نظر عمیق سے دیکھیں تو اسکے افعال میں کعب بن امامہ ہیں وفا میں اگر تعمل کریں تو اسکی وفا میں سموئل بن عادیا ہیں۔ مامون اسکو سنکر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ انسان کو اسکی عقل کیوجہ سے فضیلت حاصل ہے ورنہ گوشت پوست سب کے ہوتا ہے۔

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے مامون سے زیادہ باکمال شخص کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک روز میں اسکے پاس کمرہ میں سو رہا تھا مجھے اُسنے جگاکر یہ کہا کہ دیکھنا یحییٰ میرے پیروں کے پاس کیا چیز ہے میں نے دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا مگر اُسے اطمینان نہ ہوا اُسنے فراشوں کو پکارا تو فراش شمع لیکر حاضر ہوئے اُن سے کہا کہ دیکھو کیا چیز ہے اُنہوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بچھونے کے نیچے ایک سانپ بیٹھا ہوا ہے اُنہوں نے اُسکو مار دیا میں نے کہا کہ امیر المومنین کو اگر اُسکے کمال کیساتھ عالم الغیب بھی کہا جائے تو کچھ حرج نہیں اُسنے کہا معاذ اللہ کیا کہتے ہو البتہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص میرے سامنے یہ اشعار پڑھتا ہے (ترجمہ اشعار، اے رات کو سونیوالے جاگ اور اپنے آپکو ہنگی تلوار سے بچا) میں یہ سنکر جاگ گیا اور میں نے سوچا کہ کوئی نہ کوئی قریب یا بعید حادثہ گزرنیوالا ہے اور قریب بچھونے سے کوئی چیز نہیں آخر اسی کے نیچے سانپ مل گیا۔

عمارہ بن عقیل کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو حفصہ شاعر نے بیان کیا کہ کیا تم نے کبھی غور کیا ہے میرے نزدیک تو مامون پوری طرح شعر کی قدر نہیں سمجھتا میں نے کہا کہ اس سے کون شخص زیادہ سخن فہم ہو سکتا ہے واللہ میں نے تو اسے بہت اشعار سنائے ہیں وہ پہلا ہی شعر سنکر بعض مرتبہ اچھل پڑا ہے اور تمام ان اشعار کو جو ابتک اس نے سُنے بھی نہیں سب کا مطلب پا گیا ہے ابو حفصہ نے کہا کہ میں نے اسے ایک ایسا عمدہ شعر سنایا جو میرے نزدیک نہایت قابل تھا مگر اسکو سنکر مامون میں ذرا بھی حرکت پیدا نہیں ہوئی اور وہ یہ شعر تھا (ترجمہ اشعار) امام الہدیٰ مامون دین میں مشغول ہے اور لوگ دنیا کے اشغال میں پھنسے ہوئے ہیں میں نے کہا کہ اثر کیا خاک ہوتا تمنے بڑھیا تو اسے پہلے ہی بنا دیا جو مصلے پر بیٹھی ہوئی تسبیح ہلا رہی ہے اگر مامون میں اسقدر منہمک ہو جاتا تو پھر امور مملکت کا انتظام کسکے ہاتھ میں ہے جو تمنے وہ ہی مضمون جو تمہارے چچا نے ولید کی شان میں ادا کیا تھا کیوں نہ ادا کر دیا وہ یہ ہے (ترجمہ شعر) وہ دنیوی حصہ بھی ضائع ہونے نہیں دیتا اور نہ دنیوی اشغال دینی اشغال سے اسکو باز رکھتے ہیں۔

نصر بن شمیل کہتے ہیں کہ میں ایک دن مقام مرو میں مامون کے پاس گیا میں ایک پھٹی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھا مجھے دیکھکر مامون نے کہا نصر کیا امیر المومنین سے ایسے کپڑوں میں ملنا چاہیے میں نے کہا یا امیر المومنین گرمی کا یہی علاج ہے۔ مامون نے کہا یہ بات نہیں معلوم ہوتی بلکہ شاید تم اب غریب ہو گئے ہو آؤ حدیث شریف کے متعلق کچھ غور و خوض اور مباحثہ کریں دیکھو یہ حدیث شریف مجھ سے ہشیم بن البشیر نے بحوالہ مجالد عن الشعبی عن ابن عباس بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے بوجہ اسکے دین اور جمال کے نکاح کرے گویا اسنے فقیری اور درویشی کا دروازہ بند کر دیا۔ میں نے کہا کہ امیر المومنین کا قول ہشیم کی روایت کے مطابق صحیح ہو گیا مگر مجھ سے

عوف الاعرابی نے بحوالہ الحسن روایت کیا ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے بوجہ اسکے دین اور جمال کے نکاح کرے تو گویا اُسنے عیش کا دروازہ بند کر دیا مامون چونکہ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا یہ سُنکر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ کیا حدیث اول میں لفظ سداد غلط ہی میں نے کہا ہاں ہشیم کی غلطی ہی وہ سمجھا نہیں مامون نے کہا اچھا ان دونوں میں کیا فرق ہی میں نے فرق بیان کیا مامون نے کہا اچھا تم عرب شاعری کوئی سند پیش کر سکتے ہو میں نے عربی شاعر کا ایک سُنایا اُسکو سُنکر مامون کہنے لگا کہ خداوند تعالیٰ ایسے شاعروں کو خراب کریں جو علم ادب بھی اچھی طرح نہیں جانتے پھر اپنی تائید میں بن بیض شاعر کے اشعار پیش کئے ادھر میں اپنی تائید میں ابن ابی عروۃ المدینی شاعر کے اشعار پیش کئے آخر گفتگو شعراء عرب کے متعلق چل پڑی اور میں نے بہت سے اشعار اُسے سُنائے اُنکو ہم ترجمہ کرنیسے ترک کر دیے ہیں کیونکہ اُردو خواں صاحب بجائے لطف اُٹھانیکے اُنسے بے لطفی اور الجھن حاصل کر سکتے ہیں مترجم) مامون نے کہا نظر تم سچ کہتے ہو اور ایک کاغذ پر کچھ لکھنے لگا جسکو میں نہیں جانتا پھر درمیان میں لکھتے لکھتے کچھ علم ادب کے متعلق دریافت کرنے لگا میں نے اسکے جوابات دئیے پھر میرے واسطے پچاس ہزار درہم لکھکر خادم سے کہا کہ انہیں فضل بن سہیل کے پاس پہنچا دو میں اُنکے پاس گیا تو اُنہوں نے رقعہ پڑھ کر جس میں پچاس ہزار درہم لکھکر دئیے تھے کہا کہ تم نے امیر المومنین کی نحوی غلطیاں پکڑیں میں نے کہا معاذ اللہ البتہ ہشیم غلطی پر تھے اونہیں کا اتباع امیر المومنین کئے بیٹھے تھے فضل بن سہل نے بھی اپنی طرف سے مجھے تیس ہزار درہم دئے اور میں اسی ہزار درہم لیکر اپنے گھر آگیا۔

خطیب نے محمد بن زیاد اعرابی سے روایت کی ہو کہ میں ایکمرتبہ مامون کے پاس گیا اسوقت مامون یحییٰ بن اکثم کے ساتھ باغ میں ٹہل رہا تھا میں نے چونکہ ان دونوں کو پیٹھ پھیرے ہوئے دیکھا اس لئے میں بیٹھ گیا جب وہ سامنے آئے تو میں نے اُسکو کھڑے ہو کر خلیفہ کے ادب کے موافق سلام کیا میں نے سُنا کہ وہ یحییٰ سے کہہ رہا تھا کہ ابو محمد ان لوگوں کا علم ادب کیا اچھا ہی یہ کہکر پیٹھ کر کے پھر آگے کو چلدیا اور میں پھر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں پھر میری طرف کو رُخ کر کے آیا تو میں نے پھر کھڑے ہو کر سلام کیا مجھے سلام کا جواب دیکر کہنے لگا کہ اس شعر میں ہند بن عتبہ کے (ترجمہ شعر) ہم طارق کی بیٹیاں ہیں اور میدانوں میں زیتون پر سوار ہوا کرتے ہیں۔ طارق سے کیا مقصود ہے میں نے یہ سُنکر ہند کے نسب پر غور کیا تو ہند کے بزرگوں میں کوئی شخص اس نام کا نہیں معلوم ہوا آخر میں نے کہا کہ اسکے نسب میں تو کوئی شخص مجھے اس نام کا بھی معلوم نہیں ہوتا اسنے کہا کہ ہند نے طارق سے تارے مراد لئے ہیں

اور اُن سے اپنے آپ کو حسن کی وجہ سے منسوب کیا ہے جیسا کہ قرآن شریف ہی وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ میں نے کہا کہ واقعی یہی ہو سکتا ہے اُسنے کہا کہ اگر تم اسکی تائید کرتے ہو تو انعام کے مستحق ہو یہ کہکر اس نے میری طرف عنبر کا گولہ جو اسوقت اُسکے ہاتھ میں تھا پھینکدیا میںنے اُسے پانچہزار درہم میں فروخت کردیا

ابو عبادہ کہتے ہیں کہ مامون روئے زمین پر بادشاہوں میں اپنی نظیر آپ ہی گذرا ہے اور اسکو نام بھی یہی تھا

ابوداؤد کہتے ہیں کہ مامون کے پاس ایک خارجی داخل ہوا اُسسے مامون نے پوچھا کہ ہم سے خلاف ہونیکی تمہارے پاس کیا دلیل ہے اُسنے کہا قرآن شریف کی آیت کہا کونسی اُسنے کہا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ۔ مامون نے کہا کہ تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ یہ قرآن شریف کی آیت ہے اُسنے کہا اجماع اُمت سے مامون نے کہا کہ جب تم تنزیل آیت میں اجماع اُمت سے متفق ہو تو تاویل میں بھی اُن کے موافق ہونا چاہئیے اس نے کہا آپنے سچ کہا۔ السلام علیک یا امیر المؤمنین۔

ابن عساکر نے محمد بن منصور سے روایت کی ہے کہ مامون کا قول ہے کہ شریف کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے سے برتر لوگوں کے ظلم سہے مگر اپنے سے کمتر پر ظلم نہ کرے۔

سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ مامون نے کہا کہ میں عفو کو اتنا محبوب رکھتا ہوں کہ اگر مجرموں کو وہ معلوم ہو جائے تو اُن کے دلوں سے خوف جاتا رہے اور اس میں خوشی سما جائے۔

ابراہیم بن سعید جوہری کہتے ہیں کہ ایک مجرم مامون کے سامنے کھڑا تھا مامون نے اس سے کہا کہ واللہ میں تجھے قتل کر دونگا اُسنے کہا یا امیر المؤمنین ذرا تحمل فرمائیے اور بردباری کام میں لائیے کیونکہ نرمی کرنا بھی نصف عفو ہے۔ مامون نے کہا اب تو میں قسم کھا چکا ہوں اسنے کہا کہ اگر خداوند تعالیٰ کے سامنے آپ بحیثیت حانث ہونیکے پیش ہوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ آپ قاتل ہو کر حاضر ہوں یہ سنکر مامون نے اُسے چھوڑ دیا۔

خطیب ابوالصلت عبدالسلام ابن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک رات مامون کے کمرے میں سو گیا ادھر مشعلچی کی بھی آنکھ لگ گئی اور اتفاق سے چراغ گل ہو گیا مامون خود اُٹھا اور چراغ درست کر دیا میری آنکھ جو کھلی تو مامون کہہ رہا تھا کہ ایسا اوقات میں غسلخانہ میں ہوتا ہوں اور یہ خدمتگار مجھ پر افترا کیا کرتے ہیں اور میں سنتا ہوں اُنہیں میرے سُننے کی خبر بھی نہیں ہوتی اور میں ہمیشہ معاف کر دیا کرتا ہوں۔

صولی عبداللہ بن البواب سے روایت کرتے ہیں کہ مامون نہایت بردبار شخص تھا حتیٰ کہ ایسی باتوں کا علم کرتا تھا کہ جن کو سنکر ہمیں بھی غصہ آجاتا تھا ایک روز کشتی میں ہم دجلہ کی سیر کر رہے تھے کشتی کے بیچ میں پردہ تھا اور ہم پردہ کے ایک طرف تھے اور ملاح دوسری طرف بیٹھے تھے ان میں سے ایک ملاح نے کہا کہ تم سمجھتے ہو گے کہ میرے دل میں مامون کی کچھ قدر ہے یہ شخص میری آنکھ میں کانٹا سا کھٹکتا ہے کیونکہ یہ میرے

بھائی کا قاتل ہے واللہ یہ سنکر مامون ہنس پڑا اور ہم سے کہنے لگا کہ یارو کوئی حیلہ تم ہی بتلاؤ کہ کسی طرح میں اس جلیل القدر شخص کی آنکھ میں مقتدر ہو جاؤں۔

خطیب یحییٰ بن اکثم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مامون سے زیادہ کریم کسی شخص کو نہیں دیکھا میں ایک رات اسکے کمرے میں سو گیا ابھی میری پوری طرح آنکھ بھی نہ لگنے پائی تھی کہ اتفاق سے مامون کو کھانسی اٹھ کھڑی ہوئی اس نے اس خیال سے کہ کسی کی آنکھ نہ کھل جائے اور نیند میں خلل پڑے اپنی آستین کی قمیص سے منہ بند کر لیا اور کہنے لگا کہ عدل کی ابتدا یہ ہو کہ اول اپنے دلی دوست سے عدل کرے پھر ان سے کم درجہ والوں سے حتٰی کہ ادنیٰ شخص سے بھی عدل کرنے لگے۔

ابن عساکر نے یحییٰ بن خالد برمکی سے روایت کی ہے کہ ایکدفعہ مجھ سے مامون نے کہا کہ یحییٰ لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا بھی غنیمت جان کیونکہ فلک گردش کرتا ہے اور زمانہ کسی شخص کو اُسکی حالت پر باقی نہیں رکھتا اور نہ کسی شخص کی نعمتیں باقی رہتی ہیں۔

عبداللہ بن محمد زہری کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہو کہ غلبہ محبت مجھے غلبہ قدرت سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ غلبۂ قدرت بزوال قدرت خود زائل ہو جاویگا اور غلبۂ محبت ہمیشہ باقی رہیگا۔

شعبی کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہو کہ جو شخص تمہاری نیک نیتی کا مشکور نہو گا وہ تمہاری نیکی کا بھی مشکور نہوگا

ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ سلطان کی خود پسندی اور لجاجت بہت بُری چیز ہے اور اس سے زیادہ بُرائی قبل از تفہیم قاضیوں کی تنگ خیالی ہو اور اس سے بر تر فقہاء کی کم عقلی اور اس سے زیادہ قبیح اغنیاء کا بخل اور بوڑھوں سے مذاق کرنا اور جوانی میں سستی اور جنگ میں بزدلی ہے۔

علی بن عبدالرحیم المروزی کہتے ہیں کہ مامون کے اقوال میں سے ہو کہ وہ شخص اپنے نفس پر ظالم ہو جو ایسے شخص کی قربت چاہے جو اس سے دوری کا خواہشمند ہے اور ایسے شخص کی تواضع کرے جو اسکا اکرام نہ کرے اور ایسے شخص کی تعریف سے خوش ہو جو اسے جانتا بھی نہ ہو۔

مخارق کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مامون کے سامنے یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) میں ایسے دوست کا خواہش ہوں کہ جب مجھے اس سے کدورت ہو تو وہ اور زیادہ مجھ پر عنایت کرے۔ مامون نے کہا کہ اسے پھر پڑھو اور بار بار پڑھنے کو کہا میں نے اسکو سات مرتبہ پڑھا پھر مجھ سے کہنے لگا کہ مخارق مجھ سے یہ تمام سلطنت لیلو اور اس کی عوض میں مجھے ایسا دوست لادو۔

ہدبہ بن خالد کہتے ہیں کہ میں ایکمرتبہ مامون کے پاس گیا اور کھانے میں شریک ہوا جب دسترخوان اٹھا لیا گیا تو میں زمین پر کھانے کے ریزے گر پڑے تھے اٹھا اٹھا کر کھانے لگا یہ دیکھکر مامون نے کہا کیا ابھی پیٹ

نہیں بھرا میں نے کہا ہاں بھر چکا ہے مگر مجھ سے حماد بن سلمہ نے بحوالہ ثابت بنانی از انس روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص دسترخوان کے نیچے کے ریزے اٹھا کر کھائیگا وہ مفلسی سے امن میں رہیگا یہ سنکر مامون نے مجھے ایکہزار درہم عطا کئے۔

حسن بن عبدوس صفار کہتے ہیں کہ جب مامون نے بوران بنت حسن بن سعد سے نکاح کیا تو لوگوں نے حسن کو بہت سے تحفہ جات دئے ایک فقیر نے بھی دو توشہ دان تحفہ میں بھیجے اور ایک میں نمک اور دوسرے میں اُشنان (ایک گھاس ہے جو صفائی میں کام آتی ہے) رکھدیا اور لکھا کہ میں ایک حقیر ہدیہ جیسا کہ میں خود فقیر ہوں بھیجتا ہوں میں نے بُرا سمجھا کہ جلیل القدر لوگوں کی فہرست میں میرا نام نہ ہو اس لئے میں نے ایک میں نمک برکت کے لئے اور دوسرے میں اُشنان خوشبو صفائی کے لئے روانہ کیا ہے حسن نے ان دونوں توشہ دانوں کو مامون کے سامنے پیش کر دیا مامون نے اسے بہت پسند کیا اور انہیں خالی کرا کر دیناروں سے بھر کے اُسی فقیر کے پاس بھیجدئے۔

صولی محمد بن قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مامون کو کہتے ہوئے سُنا ہو کہ واللہ مجھے عفو میں اس قدر مزہ ملتا ہے کہ اگر لوگ اس کا اندازہ کرلیں تو میرے پاس جرم کر کے آیا کریں۔

خطیب منصور برمکی سے روایت کرتے ہیں کہ ہارون رشید کی ایک باندی تھی جسپر مامون کا دل بھی مائل تھا ایک روز وہ ہارون رشید کو وضو کرا رہی تھی اور مامون اُسکے پیچھے کھڑا ہوا تھا اُسنے باندی کو بوسہ دینے کے متعلق اشارہ کیا باندی نے آنکھ کے اشارے سے منع کیا اس میں پانی ڈالنے میں دیر ہو گئی ہارون نے باندی کیطرف دیکھکر کہا کیا ہے باندی خاموش ہو گئی ہارون کو اُسپر غصہ آیا اور کہا کہ اگر تو نے نہ بتلایا تو تجھے قتل کر دونگا اُسنے صاف صاف کہدیا اور مامون حیا اور رعب کیوجہ سے گڑ گیا ہارون نے کہا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو اُسنے کہا کہ ہاں کہا اچھا اسکے ساتھ تم اس خیمہ میں چلے جاؤ اور آپ خود باہر رہ گیا جب مامون نکلا تو ہارون رشید نے کہا کہ واقعہ کو نظم کر کے سناؤ مامون نے فی البدیہہ پڑھنا شروع کیا۔ (ترجمہ اشعار) میں نے دل سے اشارہ کر کے اُسکو اپنی طرف بلایا۔ میں نے دور سے بوسہ مانگا گر اُسنے اپنے لبوں سے بہانہ کر کے ٹالدیا۔ اور شان بھی اچھا ٹالا کہ اپنے حاجبوں یعنی آنکھ سے اشارہ کر دیا میں ابھی اپنی جگہ سے ہلنے بھی نہ پایا تھا کہ مجھے اُسپر قابو حاصل ہو گیا۔

ابن عساکر ابو خلیفہ الفضل بن حباب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سوداگر خدام و جواری سے میں نے سُنا کہ میں نے ایک شاعرہ فصیحہ ادیبہ ماہر شطرنج کنیزک فروخت کرنے کیلئے مامون کے سامنے پیش کی اور دو ہزار دینار اُسکی قیمت مانگی۔ مامون نے کہا کہ اگر یہ کنیزک میرے اس شعر پہ جو میں پڑھتا ہوں

ایک اور شعر لگا دے تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ اسکی قیمت دونگا وہ شعر یہ ہی (ترجمہ شعر) تو اس شخص کے متعلق کیا کہنی ہے جو تیری محبت میں اسقدر شیفتہ ہے کہ بیخواب و لاغر ہو کر حیران رہ گیا ہی۔ کنیزک نے فوراً چپاں کیا (ترجمہ شعر) ہم نے ایک دوست پایا کہ اُسکو درد عشق کا صدمہ پہونچا تھا مگر ہم نے اُسکو دوست بنا کر اُسپر احسان کیا۔

صولی حسین الخلیع سے روایت کرتے ہیں کہ ایکدفعہ مجھ پر مامون بہت غصہ ہوا اور میرا وظیفہ بند کر دیا میں نے ایک قصیدہ ایک شخص کی معرفت لکھ کر بھیجا جسمیں مامون کی تعریف اور اپنی تنگدستی اور بحالی کے متعلق مرقوم تھا مامونے کہا بہت اچھا ہی مگر ہمارے ہاں اس شخص کیلئے کچھ نہیں یہ سنکر حاجب نے کہا امیر المومنین کی عادت عفو آج کہاں گئی یہ سُنکر فوراً میرا وظیفہ بحال کر دیا۔

علیہ حماد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مامون جب بغداد میں آتا تو ظہر کے وقت تک عدالت میں بیٹھکر لوگوں کا انصاف اور مظلوموں کی دادرسی کیا کرتا۔

محمد بن عباس کہتے ہیں کہ مامون رشید شطرنج کا بڑا شوقین تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہ کھیل ذہن کو بہت تیز کرتا ہی اسمیں اُسنے بہت سی باتیں ایجاد کی تھیں کہا کرتا تھا کہ جب مجھ سے کوئی شخص کھیلنے کو کہتا ہی تو گویا وہ ایک کام کرنیکو کہتا ہی۔ لیکن باوجود اسکے وہ خود اچھا نہ کھیل سکتا تھا اور اسی وجہ سے کہا کرتا تھا کہ میں بساط دنیا کا انتظام کر سکتا ہوں مگر اس دو بالشت بساط پر بہت تنگ ہو جاتا ہوں۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ دعبل شاعر نے مامون کی ہجو میں یہ اشعار لکھے (ترجمہ اشعار) میں اس قوم میں ہوں کہ جنکی تلوار و نے تیرے بھائی کو قتل کر دیا اور تجھے تخت پر بٹھلا دیا۔ تجھے عدل گمنامی سے نکال کر تیرا مرتبہ بڑھا دیا۔ تجھ کو انتہا درجہ کی پستی سے بلندی پر بٹھا دیا جب اسکو مامونے سُنا تو کہا کہ دعبل بہت بڑا بے حیا ہے اتنا نہیں سمجھا کہ جو شخص بادشاہ کی گود میں پلا ہو وہ گمنام کبھی نہیں ہو سکتا سزا تو درکنار اسکے سوا دعبل کو اُف تک نہیں کہا۔

بیان کرتے ہیں کہ مامون نبیذ پیا کرتا تھا۔

حافظ کہتے ہیں کہ مامون کے مصاحب اسکا رنگ دیکھکر کہتے تھے کہ اسکے چہرے اور تمام جسم کا رنگ یکساں ہی سوائے اسکی پنڈلیوں کے کہ وہ اتنی زرد تھیں کہ گویا زعفران سے رنگ دی گئی ہیں۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ مامون کا مقولہ ہے کہ گانا وہ ہی بہتر ہے جس سے گانا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں لطف اُٹھائیں۔

علی بن حسین کہتے ہیں کہ محمد بن حامد ایک روز مامون کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور مامون پانی پی رہا تھا

کہ ایک کنیزک غریب نامی سامنے کھڑی ہوئی تھی اُسنے یکایک نابالغہ جعدی شاعر کا شعر گانا شروع کر دیا مامون کو بے محل اس گانے پر غصہ آگیا اور کہا خبردار خود ہی خود یہ گانا کیسا اسپر تمام مجلس خاموش ہو گئی اور مامون کہنے لگا کہ اگر تو نے سچ نہ بتلایا کہ اس گانے کا محرک کون ہے تو میں مارے کوڑوں کے اقرار کرا لونگا اور پھر بہت زیادہ سزا دونگا۔ ہاں اگر تو نے سچ بتلا دیا تو میں اس سچ کے عوض جو کچھ وہ محرک چاہیگا دیدونگا اور سزا سے درگذر کرونگا یہ سنکر محمد بن حامد نے کہا حضور والا! یہ قصور اس فدوی سے سرزد ہوا ہے میں نے اس سے اشارہ میں ایک بوسہ مانگا تھا۔ مامون نے کہا ہاں اب سچ بات معلوم ہو گئی کیا تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو کہا ہاں مامون نے فوراً خطبہ پڑھ کے بعوض چار سو درہم دین مہر اس کنیزک کا نکاح اس سے کر دیا اور کہا کہ لو ہاتھ پکڑو اور اسے گھر لیجاؤ جب یہ لیکر چلے تو دہلیز میں معتصم مل گئے اُنہوں نے کہا امیرا حصہ ابن حامد نے کہا کہ یہی آپ کی نظر ہے معتصم نے کہا نہیں یہ ہو کہ رات بھر اس سے گانا سنا جائے چنانچہ اُسنے صبح تک گایا اور پھر ابن حامد اُسکو اپنے گھر لے آئے۔

ابن ابی داؤد کہتے ہیں کہ بادشاہ روم نے مامون کے پاس بطور ہدیہ اور تحفہ کے دو سو رطل مشک اور دو سو سمور بھیجے مامون نے حکم دیا کہ تم اس سے دوگنا کر کے اسکے پاس بھیجدو تاکہ عزت اسلام اسکو معلوم ہو۔

ابراہیم بن حسین روایت کرتے ہیں کہ مدائنی نے مامون سے کہا کہ حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول ہے کہ بنی ہاشم سرفراز قوم اور سخت لوگ ہیں اور ہم تمام وکمال سردار ہیں مامون نے کہا کہ انہوں نے ایک بات کا اقرار کیا ہے اور ایک بات کا دعویٰ اپنے دعویٰ میں تو وہ مدعی ہیں اور اقرار میں مدعا علیہ۔

اُسامہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض دوستوں نے بیان کیا کہ احمد بن ابو خالد نے ایک روز مامون کے سامنے کوئی قصہ پڑھا اور کہا کہ ثریدی حالانکہ وہ لفظ یزیدی تھا مامون یہ سنکر ہنس پڑا اور ملازم کو آواز دیکر کہا کہ یہ بھوکے ہیں کھانا لادو انہوں نے آج صبح سے کھانا نہیں کھایا احمد بہت شرمایا اور کہا کہ نہیں مجھے بھوک نہیں ہے یہ فسانہ نگار احمق ہے یا پر تین نقطے لگا کر ثا بنا دیا ہے۔ مامون نے کہا نہیں تم کھانا ضرور کھالو۔ جب احمد کھا چکا تو ایک قصہ شروع کیا اور اس میں بجائے حمصی کے خبیصی کہہ گیا۔ مامون پھر ہنس پڑا اور غلام سے کہا کہ انکے واسطے خبیص (حلوے کی ایک قسم) لے آؤ۔ احمد نے کہا فسانہ نگار ہی اگر احمق ہو تو میں کیا کروں کمبخت نے میم پر نقطہ لگا کر با بنا دیا ہے۔ مامون نے کہا کہ اگر فسانہ نگار احمق نہ ہوتا تو تم ضرور آج بھوکے رہتے۔

ابو عباد کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ خداوند تعالیٰ نے مامون سے زیادہ کسیکو سخی اور کریم النفس

بنایا ہو۔ مامون کو جس وقت معلوم ہوا کہ احمد بن خالد بہت بڑا حریص ہے اور دنیا کی ہانڈی چاٹتا پھرتا ہے اور اسکا بھی یہ حال تھا کہ جب ذرا ضرورت ہوتی تو بغیر بلائے آموجود ہوتا چنانچہ ایک روز آکر کہنے لگا کہ میرے یہاں مہمان داری بہت رہتی ہے تو مامون نے ہزار درہم روزانہ اسکے دسترخوان کے لئے مقرر کر دئیے مگر باوجود اسکے وہ دوسروں کی ہانڈی برابر چاٹتا پھرتا رہا دعبل شاعر نے اسکی ہجو میں کہا کہ (ترجمہ شعر) ہمیں خلیفہ کا شکر ادا کرنا چاہئیے کہ اُسنے خالد کے واسطے تنخواہ مقرر کر دی اور مسلمانوں کو اُسکی اذیت سے بچا لیا اور اُسکو گھر کے شغل میں لگا دیا۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے مامون سے سُنا ہو وہ ایک شخص سے کہہ رہا تھا کہ چاہے یہ غدار ہو یا امن میں نے تجھے بخشد یا میں چاہتا ہوں کہ تو بُرائی کرے اور میں تیرے ساتھ بھلائی تو گناہ کرے اور میں عفو حتیٰ کہ وہ معافی تیری اصلاح کر دے۔

ثمامہ بن اشرس کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو جعفر بن یحییٰ برمکی اور مامون سے زیادہ بلیغ نہیں دیکھا۔

سلفی نے طیوریات میں حفص مدائنی سے روایت کی ہو کہ ایک شخص حبشی نے مامون کے پاس آکر نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں موسیٰ بن عمران ہوں۔ مامون نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ید بیضاء کا معجزہ رکھتے تھے اگر تو موسیٰ بن عمران ہو تو تو بھی یہ معجزہ دکھلا تاکہ ہم تجھ پر ایمان لے آئیں۔ اُسنے کہا کہ موسیٰ بن عمران کے سامنے چونکہ فرعون نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہا تھا (میں تمہارا رب ہوں) اس لئے یہ معجزہ دکھلایا تھا آپ بھی یہ دعویٰ کیجئے تاکہ معجزہ دکھلاؤں ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔

مامون کا مقولہ ہے کہ ہر فتنہ و فساد حکاموں کی شرارت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

ابن عساکر یحییٰ بن اکثم سے روایت کرتے ہیں کہ مامون کا ہمیشہ معمول تھا کہ وہ منگل کے دن فقہ کے متعلق بحث کرنے کیلئے علماء کی ایک مجلس منعقد کیا کرتا تھا ایک مرتبہ ایک شخص اس مجلس میں ایک کپڑا اوڑھے ہوئے اور جوتا ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور مجلس کے کنارے پر کھڑے ہو کر السلام علیکم کر کے پوچھنے لگا کہ یہ مجلس اجتماع امت کیلئے منعقد کیگئی ہو یا محض غلبہ قہر دکھلانے کیواسطے مامون نے وعلیکم السلام کے بعد کہا نہ اول غرض کیلئے اور نہ دوسرے مطلب کیواسطے بلکہ اسلئے کہ اول میرے بھائی کے متعلق مسلمانوں کا امر سپرد ہوا تھا پھر میرے اور میرے بھائی کے درمیان کچھ مناقشہ رونما ہو گیا اور وہ امر مجھ تک پہنچ گیا میں نے سوچا کہ اجتماع کلمۃ المسلمین کا زیادہ محتاج ہوں تاکہ مشرق و مغرب کے مسلمان مجھ سے راضی ہو جاویں اور ساتھ ہی اسکے یہ خیال بھی کیا کہ خلافت اگر میں نے خالی کر دی تو اسلام کی بنیاد متزلزل ہو جاویگی اور مسلمانوں کا امر مختلط ہو جاویگا اور انمیں تنازعہ پڑ جاویگا اور جہاد باطل ہو جاویگا اور

مناسک حج جاتے رہینگے اور راستہ منقطع ہو جاویگا اسلئے احتیاطاً میں انکے لئے کھڑا ہو گیا تاکہ مسلمانوں کو ایک شخص واحد کی خلافت پر راضی کر دوں اور اس شخص کو خلافت سپرد کر کے علیحدہ ہو جاؤں اس شخص نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور چلا گیا۔

محمد بن منذر الکندی کہتے ہیں کہ ہارون رشید حج ادا کرنیکے بعد کوفہ آیا اور یہاں آکر محدثین کو طلب کیا عبداللہ بن ادریس اور عیسٰی بن یونس کے علاوہ تمام محدثین آگئے ہارون رشید نے اُنکے پاس امین اور مامون کو بھیجا ابن ادریس نے ان دونوں کے سامنے سو احادیث شریف پڑھیں جسوقت یہ ختم کر چکے تو مامون نے کہا اگر اجازت ہو تو میں ان سب احادیث کو جو آپنے ابھی پڑھی ہیں از بر حفظ سنا دوں کہا ہاں سناؤ مامون نے تمام من وعن بیان کر دیں عبداللہ ابن ادریس یہ دیکھ کر اسکے حافظہ سے ششدر و حیران رہ گئے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ مامون کو بہت سی فلسفہ یونانی کی کتابیں جزیرہ قبرص سے ہاتھ لگ گئی تھیں (ذہبی نے بھی مختصراً اسکو بیان کیا ہے)

فاکہی کہتے ہیں کہ جس شخص نے اول کعبہ شریف پر سفید ریشم کے پردے چڑھائے وہ مامون ہے، اور خلیفہ ناصر کے وقت تک سفید ہی پڑتے رہے مگر سلطان محمود بن سبکتگین نے اس دوران کے اندر زرد ریشم کے پردے ڈلوا دئے تھے۔

مامون کا مقولہ ہے کہ لوگوں کی عقول کے اندر نظر کرنے میں جتنی فرحت ہوتی ہے اتنی کسی سیر میں نہیں ہوتی دوسرا مقولہ ہے کہ جب کوئی مشکل آپڑتی ہے تو اسکا ٹالنا مشکل ہو جاتا ہے جب کوئی چیز ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو اُسکا لوٹنا دشوار ہو جاتا ہے۔

نیز کہتا ہے کہ سب سے اچھی مجلس یہ ہے کہ آدمی لوگوں کی حالت پر غور کرے۔ نیز آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں بعض مثل غذا کے ہیں جو ہر حالت میں کام آتے ہیں اور بعض مثل دوا کے ہیں جو بیماری کی حالت میں کام دیتے ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جو بیماری کی مثل ہیں کہ ہر حالت میں مکروہ ہیں۔

مامون نے ایک روز بیان کیا کہ میں ایسا کسی شخص سے لاجواب نہیں ہوا جتنا کہ اہل کوفہ کے ایک شخص سے ہوا تھا کہ وہ اپنے اہل کوفہ کو لیکر آیا اور اُسنے عامل کوفہ کی شکایت کی میں نے کہا تو جھوٹا ہے وہ تو بڑا عادل شخص ہے اُسنے کہا کہ امیر المومنین نے سچ فرمایا اور میں واقعی جھوٹا ہوں مگر اس عامل کو ہمارے شہر ہی کے واسطے کیوں مخصوص فرمایا کسی دوسرے شہر میں کیوں نہ متعین کیا گیا تاکہ دوسرے شہروں کو بھی عدل وانصاف سے بھر دے جیسا کہ ہم کو انصاف سے بھر رکھا ہے۔ میں نے آخر مجبور ہو کر یہی کہا کہ اچھا جاؤ ہم نے اُسے معزول کیا۔

مامون کے اشعار یہ ہیں (ترجمہ اشعار) میری زبان میں تمہارے اسرار پوشیدہ ہیں مگر جس وقت میں گریہ کرتا ہوں تو میرے آنسو چغل خوری کر دیتے ہیں اور بھید ظاہر کر دیتے ہیں۔ اگر آنسو نہ ہوتے تو میں عشق کو چھپا لیتا مگر جو عشق نہ ہوتا تو آنسو خود نہ آتے۔

شطرنج کی تعریف میں کہتا ہے (ترجمہ اشعار) ایک مربع زمین ہے چمڑے سے سرخ۔ دو دوستوں کے درمیان میں ہے جو کرم میں مشہور ہیں۔ دونوں لڑائی کا ذکر کر رہے ہیں اور حیلے سوچ رہے ہیں حالانکہ لڑائی ایسی ہے جس میں ایک قطرہ خون کا بھی نہیں گرتا۔ یہ اسیر لوٹ مار کرتا ہے وہ اسیر گرتا ہے اور ہوشیار آدمی کی آنکھ کبھی نہیں سوتی۔ تم اس عقلمندی کو دیکھو کہ لڑائی ہو رہی ہے اور دونوں لشکروں میں نہ طبل ہے نہ علم۔

وہ احادیث جو مامون سے مروی ہیں

بیہقی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ حاکم سے سنا ہے کہ وہ بروایت ابو احمد صیرفی از جعفر بن ابی عثمان طیالسی روایت کرتے ہیں کہ میں نے (ابو عثمان طیالسی نے) عصر کی نماز مامون کے پیچھے مقصورہ میں عرفہ کے دن پڑھی جب سلام پھیرا تو لوگوں نے تکبیر کہی میں نے مامون کو دیکھا تو وہ درا بزین کے پیچھے کہتا ہے چپ ہو چپ ہو حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کل کے روز تکبیر کہنا ہے جب بقر عید کا دن ہوا تو میں نماز کیلئے گیا۔ مامون نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور حمد ثنا کے بعد کہا اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا ہم سے ہشیم بن بشیر نے بروایت ابن شبرمہ عن الشعبی عن براء ابن عازب علی عن ابی بردہ بن دینار روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے قبل از نماز بقر عید قربانی کی اس نے اپنے استعمال کیلئے گوشت کر لیا اور جس نے بعد از نماز قربانی کی وہ طریقہ سنت کو پہنچ گیا اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا الٰہا العالمین مجھے صلاحیت عنایت فرمائیے مجھ سے طلب صلاحیت کریئے اور میرے ہاتھ سے صلاحیت پہنچائیے۔

حاکم کہتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کو سوائے ابو احمد کے کسی سے نہیں لکھا اور وہ ہمارے نزدیک ثقہ ہے میرے دل میں اسکی طرف سے شبہ تھا مگر میں نے ابو الحسن دارقطنی سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک جعفر سے بھی صحیح ہے میں نے دریافت کیا کہ شیخ ابو احمد کی اس روایت میں کسی اور نے بھی متابعت کی ہے کہا ہاں مجھ سے وزیر ابو الفضل جعفر بن فرات نے از ابو الحسین محمد بن عبدالرحمن رودباری از محمد بن عبدالملک تاریخی روایت کی ہے اور وہ کل ثقہ ہیں پھر کہا کہ حدیث بیان کی

ہم سے جعفر طیالسی نے اور اُنہیں یحییٰ بن معین نے کہ مامون نے اس خطبہ اور اس حدیث کو پڑھا۔

صولی کہتے ہیں کہ ہم سے جعفر طیالسی نے بحوالہ یحییٰ بن معین بیان کیا کہ بغداد میں جمعہ کے دن جو عرفہ کا روز بھی تھا خطبہ پڑھا سلام کے بعد لوگوں نے تکبیر کہی مامون نے تکبیر کا انکار کیا اور پھر ایک جست کر کے مقصورہ کی لکڑی پکڑ کر کھڑا ہو گیا کہ کیا شور ہے غیر وقت کیوں تکبیر کہتے ہو۔ مجھ سے ہشیم نے عن مجاہد عن الشعبی عن ابن عباس روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمی جمرۃ العقبہ تک تلبیہ کیا کرتے تھے اور دوسرے روز تلبیہ کے بعد ظہر کے وقت سے تکبیر کہا کرتے تھے۔

صولی کہتے ہیں کہ ابوالقاسم نے ہم سے بروایت احمد بن ابراہیم موصلی بیان کیا کہ ہم ایک روز مامون کے پاس حاضر تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا امیر المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خلقت خدا کی عیال ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اسکی عیال کو بہت نفع پہنچائے۔ مامون نے زور سے چیخ مار کر کہا کہ چپ رہ میں تجھ سے زیادہ عالم بالحدیث ہوں مجھ سے یوسف بن عطیہ صفار نے بروایت ثابت از انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خلقت خدا کی عیال ہیں پس زیادہ محبوب ترین بندگان خدا میں خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو اسکی عیال کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔ ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو اسی طریقہ سے بیان کیا ہے اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں یوسف ابن عطیہ کے طریقہ سے بیان کیا ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ مجھ سے مسیح بن حاتم العکلی نے بیان کیا کہ عبدالجبار بن عبداللہ کہتے تھے کہ میں نے مامون کا خطبہ سنا ہے اس میں اُسنے حیا کا بیان کیا تھا اور اسکی بہت تعریف و توصیف بیان کی تھی پھر کہا تھا کہ ہشیم نے بروایت منصور از حسن از ابوبکرہ اور عمران بن حصین نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور بیہودہ گوئی جفا سے ہے اور جفا دوزخ میں ہے۔ ابن عساکر اسکو یحییٰ بن اکثم عن مامون سے بیان کیا ہے۔

حاکم کہتے ہیں کہ محمد بن احمد بن تمیم نے یحییٰ بن اکثم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے ایک روز مامون نے کہا کہ اے یحییٰ میرا جی چاہتا ہے کہ میں حدیث بیان کروں میں نے کہا امیر المومنین سے بڑھکر اس کام کے لئے کون شخص موزوں ہو سکتا ہے کہا اچھا ممبر رکھواؤ مامون ممبر پر چڑھا اور سب سے پہلے یہ حدیث بیان کی کہ ہم سے ہشیم نے اور اُن سے ابوالجہم نے اور اُن سے زہری نے اور اُن سے ابی سلمہ نے اور اُن سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں شعراء کا علمبردار امرءالقیس ہوگا۔ پھر تیس احادیث اور بیان کیں اور ممبر سے اُتر آیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا

اے یحییٰ تم نے ہماری اس مجلس کا رنگ کیسا دیکھا میں نے عرض کیا کہ آپکی مجلس یا امیرالمومنین بہت اچھی تھی آپنے ماشاء اللہ خاص و عام کو خوب سمجھایا کہنے لگا تیری قسم نہیں میں نے اس مجلس میں لوگوں میں حلاوت نہیں دیکھی یہ مجلس تو پھٹے پرانے کپڑے والوں کی ہی ہے جو قلم دوات لئے ہوئے ہوں۔

خطیب کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالحسن علی بن قاسم نے بروایت ابراہیم بن سعید الجوہری روایت کیا ہے کہ جس وقت مامون نے مصر فتح کیا تو ایک شخص اس سے کہا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے اے امیرالمومنین آپکے دشمنوں کو شکست دی اور عراقین اور شام اور اہل مصر کو آپ کا مطیع کردیا آپ ماشاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں۔ مامون نے کہا کہ مرد کی بھی ایک آرزو باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں ایک مجلس میں بیٹھوں اور یحییٰ سے کچھ املا کراؤں وہ کہتے ہوں کہ خداوند تعالیٰ آپ سے راضی ہوں آپنے کیا بیان کیا میں کہتا ہوں کہ مجھ سے حماد بن سلمہ اور حماد بن زید نے حدیث بیان کی ہے کہ ہم سے ثابت بنانی نے اور ان سے انس بن مالکؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے دو بیٹیوں یا دو بہنوں کو یا اس سے زیادہ کو پرورش کیا ہو اور وہ دونوں بیٹیاں یا بہنیں اسکے سامنے یا اس کے سامنے مرگیا تو وہ شخص میرے ساتھ جنت میں اسطرح ہوگا (اپنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی دکھلا کر) خطیب کہتے ہیں کہ اس روایت میں غلط فاحش ہے اور شبہہ یہ ہے کہ اسمیں مامون نے حماد بن سلمہ حماد بن زید سے روایت کی ہے حالانکہ مامون کی پیدائش ۱۷۰ھ کی ہے اور ۱۶۷ھ میں حماد بن سلمہ نے اور ۱۷۹ھ میں حماد بن زید نے انتقال ہی فرمالیا تھا۔

حاکم کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یعقوب .... بن اسمٰعیل نے بروایت محمد بن سہل بن عسکر بیان کیا ہے کہ ایک روز مامون اذان دینے کیلئے کھڑا ہوا تھا اور ہم اسکے پاس ہی کھڑے تھے اتنے میں ایک شخص مسافر جسکے ہاتھ میں دوات بھی آیا اور کہنے لگا کہ امیرالمومنین! محدثین کا سلسلہ ختم ہوگیا مامون نے کہا یہ کس طرح کہتے ہو نہیں فلاں باب یاد ہو مگر اسے کچھ یاد نہ تھا، سو مامون نے احادیث بیان کرنا شروع کیں۔ اور کہا ہم سے ہشیم نے حدیث بیان کی اور ان سے حجاج نے اور ان کو فلاں نے اسی طرح تمام باب پڑھ گیا پھر اس سے دوسرا باب پوچھا مگر اسنے پھر کچھ نہ بیان کیا آخر مامون نے ہی پھر دوسرا باب پڑھنا شروع کیا اور سب ختم کردیا اور اسکے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اگر کوئی تم سے محدث کا پتہ پوچھے تو میرا پتہ بتلادینا اسکے بعد اس مسافر کو تین درہم دلوا دیئے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ محمد بن ابراہیم نے بروایت یحییٰ بن اکثم بیان کیا ہے کہ میں ایک روز مامون کے

پاس رات کو سو گیا۔ نصف رات کے قریب میری آنکھ کھلی تو مجھے پیاس بہت لگی تھی میں کروٹیں بدلنے لگا مامون نے کہا یحییٰ کیا بات ہے میں نے کہا پیاس لگی ہے یہ سنکر اپنی جگہ سے جھپٹا اور فوراً ایک پیالہ پانی لاکر مجھے پلا دیا۔ میں نے عرض کیا یا امیر المومنین نہ آپنے خادم کو آواز دی نہ غلام کو پکارا مامون نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ اور انہوں نے میرے دادا اور انہوں عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قوم کا سردار انکا خادم ہوتا ہے۔

خطیب نے اسی روایت کو مامون سے اس طرح بیان کیا ہے کہ مجھ سے ہارون رشید نے اور انہوں نے مہدی نے اور انہوں نے منصور نے اور انہوں نے انکے والد نے اور انہوں نے عکرمہ نے اور انہوں نے ابن عباس نے اور انہوں نے جریر بن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قوم کا سردار انکا خادم ہوتا ہے۔

ابن عساکر بروایت ابو حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے مامون سے سنا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ نے اور انہوں نے میرے دادا نے بروایت ابن عباس کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قوم کا غلام انہی قوم میں سے ہوتا ہے۔

محمد بن قدامہ کہتے ہیں کہ جس وقت مامون کو یہ خبر ہوئی کہ مجھ سے ابو حذیفہ یہ حدیث روایت کرتے ہیں تو اُن کو دس ہزار درہم عطا کئے۔ فقط

مامون کے زمانہ ۲۰۰ھ میں جب بنو عباس کی مردم شماری کیگئی تو مرد و عورت کل تیس ہزار آدمی تھے۔

اسکے زمانہ میں حسب ذیل علمار کرام نے انتقال فرمایا۔ سفیان بن عیینہ۔ حضرت امام شافعیؒ۔ عبدالرحمٰن بن مہدی۔ یحییٰ بن سعید القطان۔ یونس بن بکیر راوی مغازی ابو مطیع بلخی شاگرد رشید حضرت امام ابو حنیفہؒ معروف کرخی زاہد۔ اسحاق بن بشر مصنف کتاب المبتدا۔ اسحاق بن فرات قاضی مصر امام مالکؒ کے جلیل القدر شاگرد۔ ابو عمر شیبانی اللغوی۔ اشہب حضرت امام مالکؒ کے شاگرد۔ حسن بن زیاد لولوی شاگرد حضرت امام ابو حنیفہؒ حماد بن اسامہ الحافظ۔ روح بن عبادہ۔ زید بن حباب۔ ابو داؤد طیالسی۔ غازی بن قیس شاگرد حضرت امام مالکؒ ابو سلیمان درانی مشہور زاہد۔ علی رضی بن موسیٰ کاظمؒ۔ فرار امام عربیہ۔ قتیبہ بن مہران صاحب امالہ قطرب نحوی۔ واقدی۔ ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ۔ نضر بن شمیل۔ سیدہ نفیسہ۔ ہشام نحوی کوفہ۔ یزیدی۔ یزید بن ہارون۔ یعقوب بن اسحاق حضرمی قاری بصرہ۔ عبدالرزاق۔ ابو العتاہیہ شاعر۔ اسد السنہ۔ ابو عاصم نبیل۔ فریابی عبدالملک بن ماجشون۔ عبداللہ بن حکم۔ ابو زید انصاری صاحب العربیہ۔ اصمعی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المعتصم باللہ ابو اسحاق محمد بن ہارون رشید

المعتصم ابو اسحاق محمد بن رشید ۱۸۰ھ میں بقول ذہبی اور شعبان ۱۷۸ھ میں بقول صولی ایک ام ولد ماردہ نامی کے بطن سے پیدا ہوا جو کوفہ کی پیدا شدہ تھی یہ ہارون رشید کے نزدیک سب سے زیادہ زن شوئی میں حقدار تھی معتصم نے اپنے والد اور اپنے بھائی مامون سے حدیث سماعت کی ہے اور اس سے اسحاق موصلی اور حمدون بن اسماعیل وغیرہ نے روایت کی ہے۔

یہ شخص بڑا شجیع صاحب قوت و ہمت تھا مگر پڑھا لکھا نہیں تھا صولی کہتے ہیں کہ معتصم کیساتھ ہمیشہ ایک غلام رہا کرتا تھا جو اسے کتاب پڑھایا کرتا تھا جب اسکا انتقال ہو گیا تو معتصم سے ہارون نے کہا اب تو تمہارا غلام مر گیا کہا بیشک یا حضرت غلام مر گیا اور کتاب کی بلا سے چھوٹ گیا اور کتابت آپ سے ہی ہے سیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہتے ہیں کہ کچھ کچھ لکھ لیتا تھا اور تھوڑا بہت پڑھ بھی لیتا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اگر معتصم خلق قرآن کے متعلق علماء کو تنگ نہ کرتا تو ایک اعظم الخلفاء اور سب سے بڑا خلیفہ ہوتا

نفطویہ اور صولی کہتے ہیں کہ معتصم کے بہت سے مناقب ہیں اور چونکہ اسکی اکثر باتوں میں آٹھ کا عدد شامل ہے اسلئے اسکو مثمن کہتے ہیں چنانچہ خلفاء بنی عباس میں وہ آٹھواں خلیفہ ہے حضرت عباس کی آٹھویں پشت سے تھا۔ نیز ہارون رشید کی آٹھویں اولاد تھا۔ آٹھ برس آٹھ ماہ آٹھ روز سلطنت کی ۲۱۸ھ میں تخت نشین اور ۱۷۸ھ میں پیدا ہوا اور اڑتالیس سال زندہ رہا اسکا طالع برج عقرب تھا جو آٹھواں برج ہے۔ آٹھ فتوحات کیں۔ آٹھ دشمنوں کو قتل کیا آٹھ لڑکیاں چھوڑیں آٹھ لڑکے چھوڑے اور جس وقت ربیع الاول کے آٹھ دن باقی تھے انتقال کیا اسکے بہت سے محاسن اور کلمات فصیحہ ہیں مگر جس وقت اسکو غصہ آجاتا تھا تو قتل سے دریغ نہ کرتا تھا۔

ابن ابو داؤد کہتے ہیں کہ معتصم اپنے بازو میری طرف پھیلا کر کہا کرتا کہ اے ابو عبداللہ میرے بازو میں خوب زور سے کاٹو میں کاٹتا تو کہا کرتا کہ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہوا۔ بہت زور سے کاٹو میں پھر کاٹتا بات یہ تھی کہ اسپر نیزہ تک کا بھی اثر نہیں ہوتا تھا چہ جائیکہ دانت کا اثر ہو۔ نفطویہ کہتے ہیں کہ معتصم بہت زیادہ سخت گیر واقع ہوا تھا آدمی کے ہاتھ کی ہڈی دو انگلیوں سے دبا کر توڑ ڈالتا تھا۔

کہتے ہیں کہ سب سے اول خلفاء میں معتصم نے ہی ترکوں کو دفتر میں ملازمت دی اور بادشاہان عجم کی مشابہت اختیار کی اور انکے قدم بقدم چلا اسکے ترک غلاموں کی تعداد دس ہزار کے قریب پہنچ گئی تھی

ابن یونس کہتے ہیں کہ دعبل شاعر نے معتصم کی ہجو لکھی پھر اس سے ڈر کر بھاگ گیا پھر آخر مصر چلا گیا پھر مغرب کی طرف بھاگ گیا۔ دعبل کے وہ اشعار یہ ہیں (ترجمہ اشعار) بادشاہان بنو عباس کو کتابوں میں سات ہی ہیں یہ آٹھواں ہمارے پاس کہاں سے آدھمکا اسیطرح اہل کہف سات ہیں۔ البتہ آٹھواں ان کا کتا ہے۔ میں اس کتے کو تجھ سے زیادہ اچھا جانتا ہوں کیونکہ تو گنہگار ہے اور وہ بے گناہ جبوقت سے تو بادشاہ ہوا ہے بہت سے آدمی ضائع ہو گئے اور وصیف واشناس (دو شخصوں کے) کی شان بڑھ گئی۔ میں امید کرتا ہوں کہ قیامت قریب ہو گی۔ توبہ کا دروازہ بند ہو جاویگا اور سورج کے وقت پانی تیرے لئے تلخ ہو جاویگا۔ ترکی لوگ تیرے پاس برابر چلے آرہے ہے تو ہی انکی ماں اور تو ہی انکا باپ ہے۔

مامون کے بعد رجب ۲۱۸ھ میں اس سے بیعت کیگئی یہ شخص مامون کے قدم بقدم چلا اُسنے اپنی عمر مسئلہ خلق قرآن کے متعلق لوگوں کے امتحان میں ختم کردی اور تمام بلاد محروسہ میں اسکے متعلق احکام نافذ کئے اور معلمین کو حکم لکھا کہ وہ لڑکوں کو اسی کی تعلیم دیں اسنے اس مسئلہ کیوجہ سے لوگوں کو بہت تکالیف دیں اور اکثر علماء کو قتل کرادیا حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے سنہ ۲۲۰ھ میں طمانچہ کھینچ مارا اسی سنہ ۲۲۰ھ میں معتصم نے بغداد سے دارالخلافہ سرمن رائے میں منتقل کرلیا جسکی وجہ یہ تھی کہ اسنے ترکوں کو سمرقند فرغانہ وغیرہ سے خرید کرا کر انپر بہت سا مال خرچ کیا انکو نفیس کپڑے پہنائے سونے کے طوق انکی گردنوں میں ڈالے چونکہ سر چڑھے ہوے غلام تھے بغداد میں گھوڑوں پر چڑھکر گھومتے اور لوگوں کو اذیت پہنچاتے تھے جس سے شہر تنگ آگیا تھا اہل بغداد جمع ہو کر آئے اور کہا اگر آپ اپنی اس فوج کو منع نہ کرینگے تو ہم آپ کے ساتھ لڑنیکو تیار ہیں معتصم نے کہا کہ کس طرح اور کن ہتھیاروں سے لڑو گے کہا جادو کے تیروں سے یہ سنکر معتصم نے کہا کہ ان تیروں سے لڑنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اور اپنا دارالخلافہ سرمن رائے میں منتقل کرلیا اور اُسکو آباد کرلیا۔

۲۲۳ھ میں معتصم نے روم پر فوج کشی کی وہاں کے باشندوں کو ایسی ایسی تکالیف پہنچائیں کہ بادشاہان پیشین میں اسکی مثال نہیں ملتی اُنکے شیرازہ کو منتشر کردیا اُنکے ملکوں کو خراب کر دیا اور عموریہ تلوار کے زور سے فتح کرلیا تیس ہزار آدمی تہ تیغ کئے اور اسیقدر قید کرلایا کہتے ہیں کہ

جس وقت معتصم نے اس لڑائی کی تیاری کی تھی تو منجموں نے کہا تھا کہ طالع نحس ہے اسمیں ہزیمت ہوگی مگر یہاں فتح ہوئی اس موقع پر ابو تمام شاعر نے ایک مشہور قصیدہ لکھا ہے جسمیں اسنے منجموں اور نجوم کی خوب گت بنائی ہے اور مذاق اڑایا ہے جسکا ایک شعر یہ ہے (ترجمہ شعر) کہاں ہے روایت اور کہاں ہے نجوم سوائے اسکے کہ اسمیں کنکریاں اور جھوٹ بھرا ہوا ہے۔

معتصم کا انتقال ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ بروز جمعرات واقع ہوا جبکہ قریب جوار کے دشمنوں کو تاخت تاراج کر رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ یہ مرض موت میں یہ آیت پڑھتا تھا حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰھُمْ بَغْتَۃً۔ نزع کی حالت میں کہنے لگا تمام حیلے جاتے رہے اب کوئی حیلہ باقی نہیں رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ نزع کی حالت میں یہ کہتا تھا مجھے اس خلقت سے نکال لیجیو۔ بعض کہتے ہیں یہ کہتا تھا۔ الٰہا العالمین آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے نہیں بلکہ اپنے سے ڈرتا تھا اور آپ سے امید رکھتا تھا اپنے سے نہیں۔

معتصم کے اشعار یہ ہیں (ترجمہ اشعار) مرغابی قریب ہوگئی اے غلام جلدی کر اور اسپ زرین کس اور لگام دے ترکوں سے کہدو کہ میں موت کے گہرے پانی میں اترنے والا ہوں جس کا جی چاہے رہے اور جو چاہے چلا جائے۔

معتصم نے اقصائے مغرب تک جانیکا قصد کیا تھا اور اسکا ارادہ تھا کہ جو ممالک ابتک بنو امیہ کے غلبہ کیوجہ سے بنو عباس کے قبضہ میں نہیں آئے انکو فتح کیا جائے۔

صولی احمد بن خطیب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز معتصم نے مجھ سے کہا کہ جس وقت بنی امیہ بادشاہ ہوئے تھے تو ہم میں سے کوئی بادشاہ نہ تھا اور جس وقت ہم بادشاہ ہوئے تو امیوں کی حکومت اندلس میں موجود ہے اسنے اندلس کیلئے سامان جنگ مہیا کرنا شروع کیا تھا اور ابھی تیاری ہی کر رہا تھا کہ موت کے فرشتہ نے آدبایا۔

صولی کہتے ہیں کہ میں نے مغیرہ بن محمد سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جسقدر بادشاہان روئے زمین معتصم کے دروازے پر جمع ہوئے اتنے کسی بادشاہ کے پاس جمع نہیں ہوئے اور نہ اتنی عظیم بالشان فتوحات کسی بادشاہ کے زمانہ میں ہوئیں اسنے بادشاہ آذربائیجان۔ طبرستان۔ سیستان۔ اشیاصنح۔ فرغانہ۔ طخارستان۔ صفہ۔ اور کابل کے بادشاہ کو قید کر لیا تھا۔

بقول صولی معتصم کی انگوٹھی پر یہ کندہ تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔

صولی کہتے ہیں کہ احمد یزیدی سے روایت ہے کہ جب معتصم اپنے اس قصر سے جو اسنے میدان میں

بنایا تھا فارغ ہوا تو اسمیں جاکر بیٹھا لوگ سلام کیلئے حاضر ہوئے اُسوقت اسحاق موصلی نے اپنا شعر لکھا تھا (ترجمہ شعر) اے گھر تجھے بلائیں بدلڈالینگی۔ کاش کہ تو پرانی ہو جاتا معتصم نیز دوسرے لوگوں نے اس شعر سے بدشگونی لی اور ایکدوسرے نے باہم اشارے کئے اور تعجب کیا کہ اسحاق نے باوجود فہم وعلم اور بادشاہوں کی صحبت میں رہنے کے ایسی صریح غلطی کس طرح کی۔ آخر معتصم نے اس قصر کو منہدم کرادیا۔

ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ معتصم جسوقت کسی سے کلام کرتا تھا تو بلاغت ختم کر دیتا تھا یہی پہلا بادشاہ ہے جسکے باورچیخانہ کا خرچ دن دونا رات چوگنا ہوتا گیا حتیٰ کہ ایک ہزار دینار روزانہ کا خرچ ہو گیا۔

ابو العینار کہتے ہیں کہ معتصم کا قول ہے جب خواہش اور طمع کو فتح ہو جاتی ہے تو عقل باطل ہو جاتی ہے اسحاق کہتے ہیں کہ معتصم کہا کرتا تھا کہ جو شخص اچھے مال و علم کیلئے طلب حق کریگا وہ ضرور حق کو پالیگا۔

محمد بن عمر رومی کہتے ہیں کہ معتصم کا ایک غلام تھا جس کا نام عجیب تھا اور واقعی یہ شخص اسم باسمیٰ ہے معتصم اسکو بہت زیادہ محبوب رکھتا تھا اسکی تعریف میں معتصم نے چند اشعار بھی مرتب کئے تھے ایکدن مجھے بلا کر کہنے لگا کہ تم جانتے ہو کہ میں باعتبار اپنے دیگر بھائیوں کے بہت کم لکھا پڑھا ہوں کیونکہ مجھ سے امیر المومنین ہارون رشید کو بہت زیادہ محبت تھی اور مجھے کھیل کود کا بہت شوق تھا مجھے جو کچھ لوگوں نے علم حاصل کرنیکے متعلق سمجھایا میں نے کسی کی ایک نہ سنی اب میں نے عجیب غلام کے متعلق چند اشعار لکھے ہیں تم انہیں سنکر مجھے سچ بتلاؤ اگر وہ اچھے ہیں تو میں انکی اشاعت کردوں ورنہ ردی کی ٹوکری میں ڈالدوں یہ کہکر اُسنے سنانے شروع کئے (ترجمہ اشعار) میں نے عجیب کو دیکھا وہ آراستہ شدہ ہرن ہے اسکا چہرہ مثل بدر کے ہے اسکا قد سرو قد ہے۔ وہ میری محبت کا طبیب ہے یہ طبیب معدوم نہ ہو جیونہ میں عجیب سے محبت رکھتا ہوں میری خواہش نے اُسکو عجیب پایا ہے۔ میں نے یہ اشعار سنکر تخت خلافت کی قسم کھا کر عرض کیا کہ یہ اشعار اُن خلفاء کی بہ نسبت جو شاعر نہ تھے بہت اچھے ہیں یہ سنکر بہت خوش ہوا اور مجھے پچاس ہزار درہم عنایت کئے۔

صولی کہتے ہیں کہ عبد الواحد بن العباسی الریاشی فرماتے تھے ایک مرتبہ بادشاہ روم نے ایک خط تہدید آمیز معتصم کے پاس بھیجا جب معتصم نے اُسکو پڑھا تو فوراً کاتب سے کہا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد میں نے تیرا خط پڑھا اور تیرا خطاب سُنا جواب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیگا سننے کا نہیں اور کفار کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ انکا ٹھکانا کہاں ہے معتصم کی جو گفتگو ایک مرتبہ شعراء سے ہوئی

اُسکو ہم نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ اُردو خواں اصحاب کیلئے خلجان بلکہ وبال جان ہی۔ مترجم)

احادیث جو معتصم سے مروی ہیں

صولی کہتے ہیں کہ مجھ سے علائی نے اور ان سے عبد الملک بن ضحاک اور اُنسے ہشام بن محمد اور اُنسے معتصم نے بیان کیا کہ میرے والد ہارون رشید اور اُنسے مہدی نے اور اُنسے منصور نے اور اُنسے اسکے والد اور اُنسے منصور کے دادا اور اُنسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بنی فلاں سے دیکھا کہ اترا کر چلتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے غضب کے آثار نمودار ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسا درخت ہی ہمیں بتلا دیجئے تاکہ ہم اس سے علیحدہ رہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ درخت نباتاتی نہیں ہی بلکہ اس سے مراد یہی بنو امیہ ہیں جب یہ بادشاہ ہونگے ظلم کرینگے اگر ان کو امانت دیجائیگی خیانت کرینگے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ چچا خداوند تعالیٰ تمہاری پشت سے ایک آدمی پیدا کریگے جس کے ہاتھ سے بنو امیہ ہلاک ہونگے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور حضرت علائی کی افترائی ہے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ ابو القاسم علی بن ابراہیم نے بیان کیا کہ ایک روز اسحاق بن یحییٰ بن معاذ معتصم کے پاس اُنکی عیادت کو گئے اور کہا کہ آپ کو انشاء اللہ صحت ہوگی معتصم نے کہا کیونکر ہو سکتی ہی میں نے اپنے والد ہارون رشید سے سنا ہی وہ اپنے والد مہدی سے بروایت منصور عن ابیہ عن جدہ عن ابن عباس بیان کرتے تھے کہ جس شخص نے جمعرات کے روز پچھنے لگوائے وہ شخص بیمار ہو جاویگا اور اسی میں مریگا۔

اسکے زمانہ میں ان حضرات علماء نے انتقال فرمایا۔ حمیدی اُستاد بخاری۔ ابو نعیم الفضل بن دکین۔ ابو غسان النہدی۔ قالون المقری۔ خلاد مقری۔ آدم بن ابی ایاس۔ عفان۔ قعنبی۔ عبد المروزی۔ عبد اللہ بن صالح کاتب لیث۔ ابراہیم بن مہدی۔ سلیمان بن حرب۔ علی بن محمد مدائنی۔ ابو عبید القاسم بن سلام۔ قرہ بن حبیب عادم۔ محمد بن عیسیٰ الطباع الحافظ۔ اصبغ بن فرج فقیہہ۔ سعدویہ الواسطی۔ ابو عمر الجرمی النحوی۔ محمد بن سلام بیکندی۔ سنید۔ سعد بن کثیر بن عفیر۔ یحییٰ بن یحییٰ تمیمی و دیگر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الواثق باللہ ہارون

الواثق باللہ ہارون ابو جعفر بقول بعض ابو القاسم بن معتصم بن رشید۔ یہ شخص ایک ام ولد رومیہ سے جسکا نام قراطیس تھا۔ ۲۰ شعبان ۱۹۶ھ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کی زندگی میں ولیعہد خلافت مقرر ہوا۔ اور ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اسنے ۲۲۸ھ میں ایک ترکی اشناس نامی کو نائب السلطنت مقرر کیا اور اسکو ایک تاج جو جواہر سے مکلل تھا پہنایا اور دو طرے جواہرات کے لگائے۔ میرے خیال میں یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جسنے نائب السلطنت مقرر کیا ورنہ ترک تو اس کے باپ ہی کے وقت میں زیادہ بڑھ گئے تھے۔

سنہ ۲۳۱ھ میں اسنے ایک خط حاکم بصرہ کو بھیجا کہ وہ اماموں اور مؤذنوں کا خلق قرآن کے متعلق امتحان کرے اسنے اسکو اپنے باپ کی متابعت میں کیا تھا۔ آخر میں وہ اس مسئلہ سے روگرداں ہو گیا۔

اسی سنہ ۲۳۱ھ میں اسنے احمد بن نصر خزاعی کو جو اہل حدیث تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم تھے قتل کر دیا اسکا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انہیں بغداد سے سامرہ میں قید کرا کر بلا لیا اور ان سے خلق قرآن کے متعلق دریافت کیا انہوں نے کہا کہ قرآن شریف مخلوق نہیں ہے اسنے پھر انسے قیامت میں خداوند تعالیٰ کی رویت کے متعلق پوچھا آپنے کہا کہ رویت سے ضرور رویت ثابت ہوتی ہے اور ایک حدیث پڑھکر سنا دی۔ واثق نے کہا تم جھوٹے ہو۔ انہوں نے کہا تم جھوٹے ہو۔ واثق نے کہا افسوس ہے کہ تم خداوند تعالیٰ کو محدود و مجسم اور ایک مکان میں مقید اور ایک دیکھنے والے کی آنکھ میں سما جانیوالا سمجھتے ہو اور یہ صریح کفر ہے۔ فقہاء معتزلہ کی جو ایک جماعت واثق کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اسنے انکی موت اور قتل کا فتویٰ دیدیا۔ واثق نے تلوار منگائی اور کہا جس وقت میں کھڑا ہوں تم میرے ساتھ ہرگز نہ کھڑے ہونا کیونکہ ایسی صفات کے خدا کو پوجنے والے شخص کے قتل کرنے میں جو قدم اٹھاؤنگا اسکا مجھے ضرور ثواب ملیگا۔ احمد بن نصر ایک چمڑے کے فرش پر پابزنجیر بٹھائے گئے اور واثق نے انکے پاس جاکر انکو شہید کر دیا اور حکم دیا کہ انکا سر بغداد بھیجدیا جائے اور وہاں لٹکا دیا جائے اور انکا جسم سر من رائے میں سولی چڑھا دیا جائے چنانچہ انکا سر اور جسم اسی حالت میں رہا حتی کہ جس وقت متوکل بادشاہ ہوا تو اسنے اتروا کر دفن کرا دیا جس وقت انہیں سولی پر چڑھایا گیا تھا تو انکے کان میں ایک پرچہ لکھکر لٹکا دیا گیا تھا کہ یہ سر احمد بن نصر بن مالک کا ہے اسکو عبد اللہ امام ہارون نے قول خلق قرآن اور نفی تشبیہ خداوند تعالیٰ کیطرف

بلایا تھا مگر اُسنے اسکا انکار کیا خداوند تعالیٰ نے اُسکو دوزخ کی طرف بلا لیا۔ اس سر پر ایک چوکیدار مقرر تھا کہ اُسکو نیزہ کے ساتھ قبلہ رُخ نہ ہونے دے۔ چوکیدار نے ایک روز بیان کیا کہ ایک رات میں نے انکو قبلہ رو ہو کر سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے دیکھا ہی یہ حکایت دوسرے طریقہ سے بھی آئی ہے۔

اسی سال روم سے ایکہزار چھ سو مسلمان قیدی چھڑوائے ابن داؤد نے کہا کہ جو شخص خلق قرآن کا قائل ہو اسکو ان قیدیوں میں سے دو دو دینار دیکر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص اسکا قائل نہ ہو اُسکو مقید ہی رکھا جائے۔

خطیب کہتے ہیں کہ احمد بن داؤد ہی واثق پر قابو یافتہ ہو رہا تھا اور وہ ہی اسکو تشدد پر مائل کرتا تھا اور لوگوں کو خلق قرآن کی دعوت دیتا تھا کہتے ہیں کہ اسنے بھی اپنی موت سے پہلے خلق قرآن سے رجوع کر لیا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص واثق کے پاس قید کر کے لایا گیا جو مقید با ہن تھا جب وہ آیا تو اسوقت ابن ابو داؤد بھی موجود تھا اُسنے ابن ابو داؤد کو مخاطب کر کے کہا کہ جس مسئلہ کیطرف تم لوگوں کو بلا رہے ہو اُسکا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تھا یا نہیں۔ اگر آنجناب کو اسکا علم تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف لوگوں کو کیوں نہ بلایا۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ علم ضرور تھا۔ قیدی نے کہا اچھا جب علم تھا تو جو کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تم اس کو کیوں کرتے ہو اور جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز رکھا تم کس طرح جائز سمجھتے ہو اسکو سنکر تمام لوگ متحیر ہو گئے اور واثق ہنسکر اپنے منہ پہ ہاتھ رکھے ہوئے زنانہ میں چلا گیا اور لیٹ گیا بار بار کہتا تھا کہ جس امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز قرار دیا ہم اُسکو جائز سمجھ رہے ہیں جس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی ہم اُسمیں تشدد کر رہے ہیں۔ اسکے بعد قیدی کیلئے تین سو دینار دینے کا حکم دیا اور انکو انکے شہر میں بھجوا دیا اسکے بعد کسی کا امتحان نہیں کیا۔ اسی روز سے ابن ابی داؤد سے بھی ناراض ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ یہ قیدی ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن محمد ازدی ابو داؤد اور نسائی کے اُستاد تھے۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ واثق ایک گورا چٹا آدمی تھا جسمیں ذرا زردی کی جھلک رہتی تھی اسکی ڈاڑھی نہایت خوبصورت تھی اور اُسکی آنکھ میں ایک نقطہ تھا۔

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ جتنی بھلائیاں آل علی کے ساتھ واثق نے کی اتنی کسی نے نہیں کیں جس وقت وہ مرا ہے تو علویوں میں کوئی شخص مفلس نہیں تھا۔

کہتے ہیں کہ واثق نہایت ادیب اور اچھا شاعر تھا ایک خادم جو اسکے پاس مصر سے بطور ہدیہ کے آیا تھا اسکو نہایت محبوب تھا اتفاقاً ایک روز واثق اُسپر غصہ ہو گیا واثق نے سُنا کہ وہ خادم کسی دوسرے خادم سے کہہ رہا ہے کہ واللہ واثق کل ہی مجھ سے بولنا چاہیگا مگر میں اس سے

کلام نہیں کرونگا۔ واثق نے یہ سنکر کہا (ترجمہ اشعار) اے وہ شخص کہ میری تکلیف پر فخر کرتا ہے تو ایک [redacted]الم بادشاہ بنکر آیا ہو۔ اگر محبت نہ ہوتی تو ہم قدر کے متعلق بات چیت کرتے ہاں اگر کبھی محبت سے افاقہ ہوا تو دیکھ ہی لینا اسکے اشعار بھی زبان زدعام ہیں۔

صولی کہتے ہیں کہ واثق مامون کو اپنے سے علم ادب اور فضیلت میں کم درجہ سمجھتا تھا اور مامون اسکی تعظیم کرتا تھا اور اپنے بیٹے پر اسکو ترجیح دیتا تھا۔ واثق فی الواقع اپنے زمانہ کے لوگوں میں بہت بڑا عالم تھا اور نہایت اچھا شاعر یہ شخص راگ میں سب سے زیادہ خلفاء کے اندر ماہر ہوا ہو اس نے بہت سی باتیں اصوات والحان سرین قریب سو کے ایجاد کی ہیں۔ عود بجانے اور اشعار واخبار میں وہ سب سے بڑا استاد مانا جاتا ہے۔

فضل یزیدی کہتے ہیں کہ خلفاء بنی عباس میں واثق کے سب سے زیادہ اشعار یاد تھے کسی نے انسے دریافت کیا کہ کیا مامون سے بھی زیادہ تھے کہا ہاں۔ اصل بات یہ ہے کہ مامون علم ادب کے ساتھ ساتھ علم اوائل۔ نجوم۔ طب۔ منطق کا بھی عالم تھا۔ اور واثق محض علم ادب عربی میں ہی کامل تھا۔

یزید مہلبی کہتے ہیں کہ واثق کی خوراک بہت زیادہ تھی اور بڑا پرخور آدمی تھا۔

ابن فہم کہتے ہیں کہ واثق کا دسترخوان چاندی کا بنا ہوا تھا جسکے چار ٹکڑے تھے ہر ایک ٹکڑا بیس آدمی اٹھایا کرتے تھے اور اس میں کٹورے گلاس آبخورے تمام چاندی ہی کے تھے ابن داؤد نے کہا کہ چاندی کے ظرف میں کھانا منع ہو۔ اسنے فوراً حکم دیا کہ انکو توڑ کر انکی چاندی بیت المال میں داخل کردی جائے۔

حسین بن یحیٰی کہتے ہیں کہ واثق نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ گویا وہ خداوند تعالیٰ سے جنت کی درخواست کرتا ہو اور ایک کہنے والا کہتا ہو کہ خداوند تعالیٰ اس شخص کے سوا جسکا دل مرت (بیابان خشک) جیسا ہو کسی کو ہلاک نفرما وینگے۔ صبح کو واثق نے ہم جلیسوں سے اسکی تعبیر لینا چاہی مگر کوئی نہ بتلا سکا آخر واثق نے ابو محلم کو بلا کر اسکی تعبیر دریافت کی انہوں نے کہا کہ مرت اس بیابان اور جنگل کو کہتے ہیں جسمیں گھاس تک نہ اگ سکے اس کے معنی یہ ہیں کہ خداوند تعالیٰ اسی شخص کو ہلاک کرینگے جسکے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہ ہوا سکا دل ایمان سے اسطرح خالی ہو جس طرح مرت گھاس سے خالی ہوتا ہی واثق نے علماء عرب کی سند کیلئے کہا بعض جلد بازوں نے فوراً ایک شعر بنی اسد کا جسمیں لفظ مرت تھا پڑھ دیا اسپر ابو محلم کو ہنسی آگئی اور کہا واللہ کیا خوب پھر سو شعراء عرب کے سو اشعار سند میں پیش کئے جنمیں لفظ مرت انہیں معنی میں استعمال ہوا تھا۔ واثق نے انکو ایک لاکھ دینار عطا کئے۔

حمدون بن اسماعیل کہتے ہیں کہ خلفاء میں کوئی شخص واثق سے زیادہ حلیم اور تکلیف و غم ل پر صبر

کر نیوالا نہیں ہوا۔ البتہ بعض وقت ان صفات کے بالکل برعکس بھی ہوجاتا تھا۔

احمد بن حمدون کہتے ہیں کہ ایک روز اسکے پاس اسکے استاد ہارون زیاد تشریف لائے اُسنے ان کی نہایت تعظیم و تکریم کی کسی نے دریافت کیا کہ یا امیرالمومنین یہ کون شخص ہیں جنکی آپ اس قدر تعظیم کرتے ہیں واثق نے کہا کہ یہ وہ شخص ہیں کہ جس نے سب سے پہلے میری زبان ذکر خدا کے ساتھ کھولی اور مجھے خداوند تعالیٰ کی رحمت کے نزدیک کر دیا۔

واثق نے ۲۴ - ۲ - ذوالحجہ ۲۳۲ھ یوم چہار شنبہ کو سرمن رائے میں انتقال کیا نزع کیوقت وہ بار بار یہ اشعار پڑھتا تھا (ترجمہ اشعار) موت میں تمام خلقت مشترک ہی۔ نہ اس سے بازاری چھوٹینگے نہ بادشاہ۔ نہ فقیروں کو دنیا چھوڑنے میں افلاس منع کرتا ہی نہ بادشاہوں کو انکا ملک کوئی فائدہ پہنچاتا ہی۔ کہتے ہیں کہ جسوقت اسکا انتقال ہوا تو لوگ متوکل کی بیعت میں مشغول ہو گئے اور اسکی لاش تنہا رہ گئی۔ ایک سوسمار آیا اور اسکی آنکھیں نکال کر کھا گیا۔

اسکے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ مسدد خلف بن ہشام۔ بزار مقری۔ اسمٰعیل بن سعید الشالنجی شیخ اہل طبرستان۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی۔ ابوتمام الطائی شاعر۔ محمد بن زیاد بن الاعرابی اللغوی بویطی شاگرد حضرت امام شافعیؒ اسکا انتقال قیدخانہ میں ہوا۔ علی بن مغیرہ الاثرم اللغوی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

واثق کے مختصر حالات

صولی کہتے ہیں کہ جعفر بن علی بن رشید سے مروی ہی کہ ہم ایک روز واثق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور دور شراب چل رہا تھا اُسکے خادم مہج نے اُسکو ایک صبوحی پلائی اور گلاب و نرگس کے پھول دئیے اسپر واثق نے ایک نظم لکھی جسکا پہلا شعر یہ تھا (ترجمہ شعر) تیری حیا نرگس و گلاب جیسی ہی۔ معتدل القامت اور معتدل القد ہی۔ کہتے ہیں کہ جیسی واثق نے یہ نظم لکھی ہی خلفاء میں کسی نے ایسے اشعار نہیں لکھے ہیں۔

صولی کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن معتز نے بیان کیا کہ واثق کو اپنے دو غلاموں سے بے حد محبت تھی ایک روز ایک خدمتگار ان میں سے اُسکی خدمت کرتا تھا اور دوسرا دوسرے روز اسکے متعلق واثق کہتا ہی (ترجمہ اشعار) میرا دل دو شخصوں میں منقسم ہے۔ کسی نے آجتک بھلا ایک روح کو دو جسموں میں بھی دیکھا ہے۔ اگر ایک مجھ سے خوش ہوتا ہے تو دوسرا ناخوش ہوجاتا ہے میرا دل دو مصیبتوں میں گرفتار ہے۔

خزبیل کہتے ہیں کہ ایک روز واثق کی مجلس میں اخطل شاعر کا یہ شعر گایا گیا (ترجمہ شعر) ایک آہوبڑ ہے جو مجھے شراب پلاتا ہی جسمیں نہ وہ تنگدل اور بخیل ہوتا ہی نہ سوار (حبشیا) چھوڑتا ہی۔ سوار کے معنی کسی نے دریافت کئے کہ سوار کے کیا معنی ہیں مگر کوئی نہ بتلا سکا واثق نے ابن عربی سے اسکے معنی دریافت کئے انہوں نے معہ سند کے اسکے معنی بیان کئے۔ واثق نے انکو بیس ہزار درہم انعام میں دئے۔

میمون بن ابراہیم حمد بن حسین بن ہشام کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ ایکروز حسین بن ضحاک اور مخارق میں بحث ہوپڑی۔ ایک ابونواس شاعر کو ترجیح دیتا تھا اور دوسرا ابوالعتاہیہ کو بہتر بتلاتا تھا واثق نے کہا کچھ شرط کرو۔ چنانچہ انہوں نے دوسو دینار کی شرط کی واثق نے کہا کوئی اس جگہ علماء میں سے موجود ہیں کہا ہاں۔ ابومعلم موجود ہیں۔ چنانچہ انہیں بلاکر اُن سے دریافت کیا گیا انہوں نے کہا ابونواس بہت بڑا شاعر ہے اور تمام اصناف سخن پر قادر ہے۔ یہ فیصلہ تسلیم کیا گیا اور اس فیصلہ پر دوسو دینار حسین بن ضحاک کو دئے گئے۔

المتوکل علی اللہ جعفر

المتوکل علی اللہ جعفر ابوالفضل بن معتصم بن رشید۔ ۲۰۵ھ یا ۲۰۷ھ میں ام ولد شجاع نامی کے بطن سے پیدا ہوا اور واثق کے بعد ذوالحجہ ۲۳۲ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔

اس نے تخت پر بیٹھتے ہی سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میلان شروع کیا اور اہلحدیث یعنی محدثین کی مدد کی اور انکی محنت اور جانفشانی پر غور کیا ۲۳۴ھ میں تمام ممالک کے محدثین مقام سامرہ میں جمع کئے ابوبکر بن ابی شیبہ کو جامع رصافہ میں اور انکے بھائی عثمان کو جامع منصور میں مقرر کیا جن کے وعظ میں روزانہ تقریباً تیس تیس ہزار آدمی جمع ہو جاتے تھے اس کام سے لوگ متوکل سے بہت خوش ہوئے اسکے لئے دعائیں کی گئیں اسکی ثنا اور تعظیم میں بیحد مبالغہ کیا گیا حتی کہ بعضوں نے کہا کہ خلفاء تین ہی ہوئے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رض جنہوں نے مرتدین کو قتل کرایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح جنہوں نے دنیا کے ظلم سے بچایا تیسرے متوکل جس نے مردہ سنت کو پھر زندہ کردیا اور فرقہ جہمیہ کو نیست و نابود کردیا۔ ابوبکر بن جناثہ اسکی شان میں کہتا ہی (ترجمہ اشعار) آج سنت ایسی معزز ہوئی ہے کہ اسکے بعد پھر کبھی ذلیل نہ ہوگی اسکا منارہ بہت اچھا قائم ہوگیا اور جھوٹ و مکر کا منارہ گر گیا۔ بدعتی دوزخ کی طرف اس طرح بھاگے ہیں کہ پھر اس طرف رخ نہ کرینگے۔ ان لوگوں سے خداوند تعالیٰ نے متوکل خلیفہ کیوجہ سے شفا بخشی گویا ہمارے رب کا خلیفہ ہی اور اسکے نبی کی چچا کی اولاد ہے اور بنی عباس میں جتنے خلیفہ ہوئے یہ سب میں بہتر ہے

اُسنے دین کے شیرازہ کو بکھرنے کے بعد جمع کردیا۔ اسنے دین سے علیحدگی اختیار کرنیوالے کا سر تن سے جدا کر دیا۔ ہمارا معبود اسکی عمر میں ترقی کرے اور دُنیا کی مکروہات سے امن میں رکھے۔

اسی سال ابن داؤد پر ایسا فالج پڑا کہ گویا وہ پتھر کا ہو گیا۔ خداوند تعالیٰ نے اُسکے افعال کا بدلہ دنیا میں دکھلا دیا۔ اس سال کی عجیب باتوں میں سے یہ ہے کہ عراق میں نہایت زور سے بادسموم چلی جسکی وجہ سے کوفہ بصرہ بغداد کی تمام کھیتیاں جل گئیں اور مسافر ہلاک ہو گئے یہ نقشہ پچاس روز تک اسیطرح رہا حتیٰ کہ اُسکے ساتھ ہمدان میں بھی آگ پہنچ گئی اور وہاں کی کھیتیاں بھی جل گئیں اور مویشی مر گئے اور شلجار میں بھی یہی حال ہوا لوگ بازاروں میں نکلنے بند ہو گئے راستوں کی آمدورفت رک گئی اور ایک خلقت عظیم اس قیامت کی نظر ہو گئی۔ اسکے بعد دمشق میں زلزلہ آیا اور ایسا آیا کہ ہزاروں مکان گر گئے اور انکے نیچے صدہا اشخاص دبکر مر گئے پھر یہی حال انطاکیہ جزیرہ اور موصل میں بھی ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس خوفناک حادثہ میں پچاس ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔

۲۳۵ھ میں متوکل نے تمام نصاریٰ کو گلوبند باندھنے کا حکم دیا۔

۲۳۶ھ میں اسنے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک اور ان مقابر کو جو اُسکے اردگرد واقع تھیں کھود وادینے کا حکم دیکر وہاں کاشتکاری کرنیکو کہا اور لوگوں کو اسکی زیارت سے منع کر دیا بہت دنوں تک یہ خراب اور جنگل بنا رہا اسکی اس حرکت کیوجہ سے لوگوں کو اسے بہت صدمہ پہنچا اور اسکو ناصبی (خارجی) کا لقب دیا اور اہل بغداد نے اسکو دیواروں اور مسجدوں پر گالیاں لکھ کر چسپاں کیں۔ شعرائے اسکی ہجو میں نظمیں چنانچہ منجملہ انکے ایک نظم یہ بھی تھی (ترجمہ) واللہ بنی اُمیہ نے پیدا ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ کو ظلم سے قتل کر دیا۔ اب اُسکے مثل ایک اور بنی اُمیہ آ گیا اور اُسنے آپکی قبر اکھڑوا پھینکی آ رنج اور افسوس تھا کہ وہ اسکے قتل میں کیوں شریک نہیں تھا۔ اسلئے انکی ہڈیاں اکھڑوا دیں۔

۲۳۷ھ میں نائب مصر کے نام حکم جاری کیا وہ ابوبکر بن محمد بن اللیث قاضی القضاۃ کی داڑھی منڈوا کر اور گدھے پر چڑھا کر اُسکی تشہیر کرے اور اُسکے تازیانے مارے اور در اصل تھا بھی وہ اسی قابل لوگ اسکے ظلم سے تنگ آ گئے تھے اور عقیدہ جہمیہ رکھتا تھا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اسکو معزول کر کے شہر میں تشہیر کرائی گئی اور روز انہیں کوڑے لگوائے گئے اور اُسکے بجائے حارث ابن مسکین کو یہ عہدہ تفویض کیا گیا۔ اسی سال عسقلان پر آگ لگ گئی تین روز میں تمام گھر اور شہر جلا کر خاک کر دیئے۔

اسی سال اُسنے حضرت امام احمد بن حنبل کو بلا کر بھیجا لیکن آپ اسکے سامنے نہ پہنچ سکے بلکہ اسکے بیٹے معتز کے وقت میں آئے۔

سنہ ۲۳۸ھ میں بادشاہ روم نے دمباط پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے خوب لوٹا آگ لگا دی اور چھ سو آدمی گرفتار کر کے دریا کے راستے سے لوٹ گئے۔

سنہ ۲۴۰ھ میں اہل حلاط نے آسمان سے ایک چیخ کی آواز سنی جس سے ہزار ہا آدمی مر گئے عراق میں مرغی کے انڈے کے برابر اولے پڑے اور مغرب میں تیرہ گاؤں زمین میں دھنس گئے۔

سنہ ۲۴۱ھ میں ستارے بہت زیادہ ٹوٹتے دکھائی دئے اور بہت رات گئے تک ٹڈیوں کی طرح ستارے آسمان میں اڑتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

سنہ ۲۴۲ھ میں سرزمین تونس۔ رے۔ خراسان۔ نیشاپور۔ طبرستان۔ اصفہان میں بڑا سخت زلزلہ آیا جس سے پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ گئے زمین بقدر قد آدم شق ہو گئی مصر کے علاقہ میں بمقام سویدا آسمان سے پتھر برسے جنکا وزن دس دس رطل کا تھا یمن میں پہاڑوں نے اتنی حرکت کی کہ لوگوں کے کھیت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ حلب میں ایک سفید جانور رمضان شریف میں ظاہر ہوا لوگوں نے سنا وہ کہتا تھا۔ لوگو! خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو۔ اسی طرح چالیس آوازیں لگائیں اور اڑ گیا دوسرے روز پھر آیا اور ایسا ہی کہا۔ لوگوں نے صدر میں اسکی خبر کی اور صدر کی تحقیق پر پانسو آدمیوں نے اسکی شہادت دی۔

اسی سال ابراہیم بن مطہر کاتب نے بصرہ سے بہلی یا تانگہ میں بیٹھکر حج کیا جس میں اونٹ جتے ہوئے تھے یہ نئی گاڑی دیکھکر لوگوں نے سخت تعجب کیا۔

سنہ ۲۴۳ھ میں متوکل دمشق پہنچا اور اسکو بہت پسند کیا یہاں ایک قصر بنوایا اور رہنے کا ارادہ کر دیا مگر یزید بن محمد المہلبی نے اسکے سامنے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) مجھے خیال ہو کہ شام عراق پر خوشیاں منائیگا جبکہ امام یہیں رہنے لگیگا۔ اگر آپنے عراق اور اسکے اہل کو چھوڑ دیا تو گویا آپ نے ملاحت کو طلاق دیدی۔ یہ سنکر وہ سمجھ گیا اور ارادہ فسخ کر کے دو تین مہینے کے بعد لوٹ گیا۔

سنہ ۲۴۴ھ میں متوکل نے یعقوب بن سکیت امام عربیہ کو جو اسکے بیٹوں کا استاد تھا مروا دیا خطا یہ تھی کہ ایکروز متوکل نے اپنے لڑکوں معتزلہ اور موید کو دیکھکر ابن سکیت سے دریافت کیا کہ تمہارے نزدیک یہ دونوں اچھے محبوب ہیں یا حسن وحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) یعقوب بن سکیت نے جواب دیا کہ معتز اور موید سے تو قنبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ہی بہتر ہے چہ جائیکہ امام حسن وحسین سے مقابلہ کیا جائے۔ یہ سنکر اسنے چند ترکوں کو حکم دیا کہ اسے چت لٹا کر اسکے پیٹ پر جبتک کودو جبتک یہ زندہ رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسنے انکی زبان تالو سے کھنچوا لی اور یہ مر گئے انکی اولاد کو دیت یعنی خون بہا بھیجدیا اور متوکل اب در اصل ناصبی (خارجی) ہو گیا۔

۲۴۵ھ میں دنیا میں ایک عام زلزلہ آیا جسکی وجہ سے شہر قلعے اور پل مسمار ہو گئے انطاکیہ میں ایک پہاڑ سمندر میں جا گرا۔ آسمان سے ایک ہولناک آواز سنائی دی مصر میں ایک بہت ہی بڑا زلزلہ آیا اور اہل بلبیس نے ایک آواز سخت مصر کی طرف سے سنی جسکی وجہ سے ہزاروں جانیں ضائع ہو گئیں مکہ شریف کے چشمے خشک ہو گئے متوکل نے عرفات سے مکہ شریف کیطرف پانی منگوانے میں ایک لاکھ دینار خرچ کئے۔

متوکل نہایت سخی آدمی تھا کہتے ہیں کہ جتنا مال شعراء کو متوکل نے دیا اتنا کسی خلیفہ نے نہیں دیا اسکے متعلق مروان بن ابی الجنوب کہتا ہے (ترجمہ شعر) مجھ سے اپنا ہاتھ روک لے اور مجھے زیادہ نہ دے۔ مجھے خوف ہے کہ میں ہلاک نہ ہو جاؤں یا کوئی سرکشی نہ آپڑے متوکل نے یہ سنکر کہا کہ میں جبتک ہاتھ نہ روکوں گا جبتک تیرا جود تجھکو غرق نہ کر دے اسنے ایک قصیدے کے صلے میں اس کو ایک لاکھ دس ہزار درہم اور پچاس کپڑے انعام میں دیے تھے۔ اتفاقاً ایک روز متوکل دو چابک لئے ہوئے تھا کہ علی بن جہم آنکلا اور اسنے ایک قصیدہ پڑھا متوکل نے اسکی طرف ایک چابک بطور انعام کے پھینک دیا اسنے اٹھا کر اسکو الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا۔ متوکل نے کہا کیا اس انعام کو کم سمجھتے ہو واللہ یہ ایک لاکھ سے زیادہ حیثیت کا ہے اسنے کہا یہ نہیں دیکھتا بلکہ کچھ اور اشعار سوچتا ہوں تاکہ اسکے صلہ میں دوسرا چابک بھی لیلوں چنانچہ اسنے اور اشعار سنا کر دوسرا چابک بھی لے لیا۔

بعض کہتے ہیں کہ جب متوکل کو خلافت تفویض ہوئی تو اسوقت آٹھ آدمی ایسے زندہ تھے جنکے باپ خلیفہ رہ چکے تھے۔ منصورؒ مہدی۔ عباسؒ بن مہدی۔ ابو احمدؒ بن رشید۔ عبداللہؒ بن امین موسیٰؒ بن مامون۔ احمدؒ بن معتصم۔ محمدؒ بن واثق۔ منتصرؒ بن متوکل۔

مسعودی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک جو کوئی شخص بھی متوکل کے پاس بھلا یا برا پہنچ گیا تو وہ مالا مال ہو گیا یہ بادشاہ لذات اور شراب میں بہت منہمک تھا اسکے چار ہزار باندیاں تھیں جن سے یہ فائدہ اٹھا چکا تھا۔ علی بن جہم کہتے ہیں کہ متوکل ام ولد معتز سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا اور اسکے بطن سے معتز آخر الخلفاء۔ سلمی کی کتاب المحن میں مرقوم ہے کہ جب شروع شروع میں حضرت ذوالنون مصری نے احوال مقامات اولیاء کو ظاہر کیا تو عبداللہ بن عبدالحکم شاگرد حضرت امام مالکؒ نے جو اسوقت رئیس مصر تھا اسکا انکار کیا اور کہا کہ انہوں نے ایک نئے علم کی ایجاد کی ہے جو سلف صالحین سے بالکل مروی نہیں ہے اور انہیں زندیق کا خطاب دیدیا امیر مصر نے یہ سنکر انکو بلایا اور اعتقاد دریافت کیا انہوں نے جواب باصواب دیا جس سے امیر مصر کو

تسلی ہوگئی اور اُسنے متوکل کو انکا حال لکھ بھیجا۔ متوکل نے اُنکی حاضری کے احکام جاری کر دیئے جسوقت یہ ڈاک کی سواری پر پہنچے اور اُنکا کلام سُنا تو بہت خوش ہوا اور اُنکی تعظیم و تکریم کی حتیٰ کہ جسوقت صالحین کا ذکر آتا تو کہا کرتا تھا کہ اس میں حضرت ذوالنون مصری کو بھی شامل کرو۔

متوکل نے لوگوں سے اول اپنے بیٹے منتصر کیلئے اور اسکے بعد معتز پھر موید کیلئے ولیعہدی پر بیعت لی تھی لیکن چونکہ معتز کی والدہ سے بہت زیادہ محبت تھی اسوجہ سے اُسنے ارادہ کیا کہ معتز کو اول ولیعہد مقرر کر دوں اسکے متعلق اُسنے منتصر سے استصواب کیا مگر اُسنے انکار کر دیا متوکل نے منتصر کی مرضی کے بغیر برسر مجلس معتز کو ولیعہد اول بنانا چاہا جس سے منتصر کی بیعزتی اور اُسکے ساتھ عہد شکنی ہوئی اُدھر ترکوں نے چند امور کیوجہ سے متوکل سے انحراف کر دیا اور منتصر کے ساتھ متوکل کے قتل کی سازش میں شریک ہوگئے۔ ایک روز آدھی رات جبکہ متوکل اپنی لہو و لعب کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا انمیں سے پانچ آدمی اندر گھس گئے اور متوکل کو معہ اسکے وزیر فتح بن خاقان کے شوال ۲۴۷ھ کو قتل کر دیا کسی نے اسے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ خداوند تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اسنے کہا کہ جو میں نے کچھ دنوں تھوڑی سی احیاء سنت کی تھی اُسکے صلہ میں خداوند تعالیٰ نے مجھے بخشدیا۔

اس قتل پر شعراء میں خوب مرثیہ خوانی ہوئی چنانچہ یزید مہلبی کہتا ہے (ترجمہ اشعار) اس کو موت آگئی اور آنکھ سوتی ہے۔ خبردار اسپر بہت سی موتیں آگئیں یہ دُکھ درد جو اسے پہنچا ہے کسی خلیفہ کو نہیں پہنچا تھا اور نہ اسکی مثل کوئی روح اور جسم ضائع ہوا تھا۔

یہ تعجب کی بات ہے کہ متوکل اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھے فتح بن خاقان سے بیحد محبت ہے میں اسکے بغیر صبر نہیں کر سکتا اگر یہ مجھ سے جدا ہو گیا تو میرا عیش منغض ہو جائیگا چنانچہ بحتری شاعر سے اپنے اسی مضمون کو نظم بھی کرایا تھا خدا کی قدرت ہے کہ دونوں ایک ہی جگہ ایک ہی وقت قتل کر دیئے گئے

اخبار متوکل

ابن عساکر کہتے ہیں کہ متوکل نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شکر پارہ مجھ پر آسمان سے گرا ہے جسپر جعفر المتوکل علی اللہ لکھا ہوا ہے۔ جب یہ تخت خلافت پر بیٹھا تو اسکے خطاب پر لوگوں نے غور و خوض شروع کیا کسی نے منتصر اور کسی نے کچھ تبلایا آخر اسنے خود احمد بن ابی داؤد سے اپنا خواب بیان کیا اور اسی خطاب متوکل کو لوگوں نے پسند کیا اور یہی خطاب سرکاری کاغذات میں درج ہونے لگا۔

ہشام بن عمار سے مروی ہے کہ ایک روز متوکل کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ کاش میں محمد بن ادریس کے زمانہ میں ہوتا انہیں دیکھتا اور کچھ ان سے پڑھتا کیونکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں۔ لوگو! محمد بن ادریس المطلبی رحمت حق ہے اور اپنے پیچھے ایک علم چھوڑ گیا ہے اُسکی اتباع کرو کہ ہدایت پاؤ یہ کہکر متوکل نے بیان کیا کہ خداوند تعالیٰ محمد بن ادریس پر رحمت واسعہ فرمائیں اور ہم لوگوں اُسکے مذہب کی حفاظت آسان کریں اور ہمیں اس سے نفع اُٹھانے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

میرے نزدیک اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ متوکل مذہب شافعی رکھتا تھا اور وہ خلفاء میں پہلا شخص تھا جس نے شافعی مذہب اختیار کیا۔

احمد بن علی بصری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ متوکل نے تمام علماء کو اپنے یہاں جمع کیا اور جب تمام آگئے تو پھر مجلس میں خود آیا۔ احمد بن معدل کے سوا تمام علماء اسکی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے متوکل نے عبیداللہ سے دریافت کیا کہ کیا اس شخص نے ہماری بیعت نہیں کی اُنہوں نے جوابدیا کہ یا امیرالمؤمنین انکی بینائی میں کچھ فرق ہے بیعت انہوں نے ضرور کی ہے یہ سنکر احمد بن معدل نے کہا کہ میری بینائی میں کچھ فرق نہیں ہے میں اچھی طرح دیکھتا ہوں مگر اے امیرالمؤمنین میں تمکو عذاب سے بچانا چاہتا ہوں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص لوگوں سے یہ اُمید رکھے کہ وہ اسکی تعظیم کیلئے کھڑے ہوں اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے یہ سنکر متوکل انہیں کے برابر میں آکر بیٹھ گیا۔

یزید مہلبی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ سے متوکل نے کہا کہ اے مہلبی خلفاء سابقین رعایا پر اسلئے سختی کرتے تھے تاکہ انکا رعب وداب قائم رہے مگر میں اسلئے نرمی کرتا ہوں کہ وہ خندہ پیشانی سے مجھے قبول کرکے میری اطاعت کریں۔ عبدالاعلیٰ بن حماد النرسی کہتے ہیں کہ میں ایک روز متوکل کے پاس گیا وہ کہنے لگا چونکہ تم ہمارے پاس تین روز سے نہیں آئے تھے اسلئے جو چیز ہم نے تمہارے واسطے رکھ چھوڑی تھی وہ دوسرے کو دیدی میں نے عرض کیا امیرالمؤمنین! خداوند تعالیٰ آپکو جزائے خیر عنایت فرماویں میں اس مضمون کی آپ کو دو بیت سنانا چاہتا ہوں اُسنے کہا پڑھو چنانچہ میں نے یہ بیت پڑھنا شروع کیں (ترجمہ اشعار) جس نیکی کا میرے متعلق آپنے ارادہ کیا ہے اُسکا شکریہ مجھ پر واجب ہے اور آپکا نیکی کرنا تو مشہور و معروف ہے لیکن وہ چیز مجھکو نہیں پہنچی تو میں شکایت نہیں کرتا کیونکہ رزق جو مقدر میں ہے وہ کسی دوسرے کے پاس نہیں جا

متوکل نے یہ سُنکر مجھے ایک ہزار دینار عطا کئے۔

جعفر بن عبدالواحد ہاشمی روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن متوکل کے پاس گیا کیونکہ اُسکی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا متوکل کہنے لگا اے جعفر بعض مرتبہ ایسا ہوجاتا ہے کہ میں ایک شعر کہہ لیتا ہوں اور دوسرا نہیں بنتا چنانچہ آج میں نے یہ شعر کہا تھا مگر اس کے آگے کچھ سمجھ میں نہیں آتا (ترجمہ شعر) جس کو ہم سے زمانہ نے جدا کردیا میں نے اسکو یاد کیا۔ تو میں نے خود اپنے ہی نفس کی تعزیت کی۔ اسپر حاضرین مجلس میں سے کسی نے یہ شعر چسپاں کردیا (ترجمہ شعر) یعنی اسے کہا کہ موت ہمارا راستہ ہے جو آج نہ مرا کل ضرور مریگا

فتح بن خاقان سے منقول ہے کہ ایکمرتبہ میں نے آکر متوکل کو سرنگوں اور متفکر پایا تو میں نے عرض کیا امیرالمومنین! کیا فکر ہے واللہ روئے زمین پر آپ سے زیادہ کسی شخص کو عیش و آرام میسر نہیں ہے متوکل نے کہا فتح مجھسے بھی زیادہ وہ شخص آرام میں ہے جو وسیع مکان اور ایک نیکبخت اور صالحہ بیوی رکھتا ہو اور اسکے ساتھ اسباب معیشت بھی اسکو میسر ہو ایسے شخص کو مجال نہیں کہ آواز بھی دے سکیں اور نہ وہ ہمارا محتاج ہے کہ ہم اسے ذلیل سمجھ سکیں۔

ابوالعیناء کہتے ہیں کہ کسی شخص نے متوکل کے پاس ایک کنیزک فضیل نامی ہدیۃً بھیجی چونکہ وہ شاعرہ بھی تھی اسلئے متوکل نے اس سے دریافت کیا کہ تو شاعرہ ہے اُسنے کہا کہ جسنے مجھے فروخت کیا اور جس نے خرید کیا انکا ایسا ہی خیال ہے کہا اچھا کچھ اپنا کلام سناؤ اُسنے پڑھنا شروع کیا کہ (ترجمہ شعر) ملک امام الہدیٰ ۲۳۲ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا اسوقت اُسکی عمر ستائیس سال کی تھی۔ امام الہدیٰ مجھے یقین ہے کہ اسّی سال حکمرانی کریگا۔ خداوند تعالیٰ اس شخص کے مقصد نہ پورے کریں جو میری اس دعا پر آمین نہ کہے۔

علی بن جہم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے متوکل کو ایک کنیزک محبوبہ نامی ہدیہ میں دی تھی جسنے طائف میں پرورش پائی تھی اور وہیں علم ادب حاصل کیا تھا اور اشعار بھی کہا کرتی تھی متوکل اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا اتفاق سے کسی امر پر اس سے رنجیدہ ہوگیا اور محل کی تمام عورتوں کو حکم دیدیا کہ اس سے کلام نہ کریں۔ ایک روز میں متوکل کے پاس جو گیا تو مجھ سے کہنے لگا کہ میں نے آج محبوبہ کو خواب میں دیکھا ہے گویا میری اسکی صلح ہوگئی ہے میں نے کہا امیرالمومنین بہت اچھا ہوا جو صلح ہوگئی متوکل نے کہا آؤ چلیں دیکھیں کہ محبوبہ کیا کررہی ہے جب ہم اُسکے کمرہ میں پہنچے تو وہ عود بجا کر یہ گا رہی تھی (ترجمہ اشعار) میں سارے محل میں پھرتی ہوں مگر کسی کو نہیں دیکھتی کہ میں اپنی شکایت اس سے کروں اور نہ مجھ سے کوئی کلام کرتا ہے گویا میں نے ایسا گناہ کیا ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔ کیا کوئی شخص ہے جو بادشاہ سے میری سفارش کرسکے۔ کیونکہ اُسنے مجھ سے خواب میں صلح کرلی ہے۔

کوئی صبح ایسی نہیں ہوتی کہ کوئی شخص مجھے اسکے ہجر میں قتل کردے۔ یہ سنکر متوکل نے اُسے آواز دی اُسنے باہر نکل کر اُسکے پیر چوم لئے اور کہا حضور! میں نے رات خواب دیکھا تھا کہ آپنے مجھ سے صلح کرلی ہے۔ متوکل نے کہا کہ واللہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے پھر اسکو اسکے مرتبہ پر بحال کر دیا جب متوکل قتل کر دیا گیا تو یہ کنیز ک اکثر یہی اشعار پڑھا کرتی تھی۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بدخوابی کے ایک روز جو کچھ نیند آئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کوئی شخص آسمان کیطرف اٹھائے ہوئے لئے جا رہا ہے اور کہنے والا یہ کہتا ہے (ترجمہ شعر) ایک بادشاہ ایک عادل بادشاہ کیطرف اٹھایا جا رہا ہے جو عفو میں مشہور ہے اور ظالم نہ تھا صبح ہی سرمن رائے سے بغداد میں یہ خبر پہنچی کہ متوکل قتل کر دیا گیا۔

عمرو بن شیبان الجہنی کہتے ہیں کہ جس رات متوکل قتل ہوا اسی روز میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص یہ اشعار پڑھتا ہے (ترجمہ اشعار) اے وہ شخص جسکی آنکھیں جسم میں سوتی ہیں اے ابن شیبان اپنے آنسو بہا دیکیا تو نے نہیں کہ چند پلید جوانوں نے ہاشمی اور فتح بن خاقان کیسا کیا سلوک کیا وہ دونوں اس ظلم کی فریاد خدا سے کر رہے ہیں۔ نیز ایک ایک اہل سموات کے سامنے بھی عنقریب انکا انجام بھی برا ہوگا۔ انکو بری بات کی توقع بری بات سے ہی کرنا چاہئے جعفر پید و اور اپنے خلیفہ کا مرثیہ کیونکہ اسپر جن اور انسان دونوں روتے ہیں۔ پھر دو مہینے کے بعد میں نے متوکل کو خواب میں دیکھا میں نے دریافت کیا کہ خداوند تعالیٰ نے آپسے کیا سلوک کیا اُسنے جواب دیا کہ کچھ دنوں جو میں نے احیاء سنت کیا تھا اسکی وجہ سے مجھے خداوند تعالیٰ نے بخشدیا میں نے دریافت کیا کہ آپکے ظالموں کیساتھ کیا معاملہ ہوگا اُسنے کہا میں اپنے بیٹے محمد کا انتظار کر رہا ہوں جب وہ یہاں آجائیگا تب میں خدا کے سامنے فریاد کرونگا

وہ احادیث جو متوکل سے مروی ہیں

خطیب کہتے ہیں کہ محمد بن شجاع الاحمر نے بیان کیا کہ متوکل نے بروایت جریر بن عبداللہ یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے نرمی کو حرام کیا اسپر نیکی حرام ہوگئی الطبرانی نے جریر سے دوسرے طریقہ پر روایت کی ہے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ نصر بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ علی بن جہم کہتے ہیں کہ میں ایک روز متوکل کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ جمال کا ذکر آگیا متوکل نے کہا کہ اچھے بال بھی جمال میں داخل ہیں مجھ سے معتصم نے اور معتصم نے مامون سے بروایت رشید مہدی منصور عن ابیہ عن جدہ روایت کی ہے حضرت

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان کی لو کے نیچے ایک مسّہ تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موتی جڑا ہوا ہے۔ آپ تمام آدمیوں سے خوبصورت تھے آپ کا گندمی رنگ میانہ قد نہ بہت چھوٹا نہ بہت لمبا تھا۔ عبدالمطلب کے کان کی لو کے نیچے بھی مسّہ تھا اور ہاشم کے کان کی لو کے نیچے بھی تھا۔

علی بن جہم کہتے ہیں کہ متوکل نے ہم سے بیان کیا کہ معتصم۔ مامون۔ رشید۔ مہدی منصور اور اسکے باپ محمد اور اسکے دادا علی اور علی کے والد عبداللہ بن عباس کے کان کی لو کے نیچے بھی یہ مسّہ تھا۔

متوکل کے زمانہ میں ان حضرات علماء نے انتقال فرمایا۔ ابو ثور۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ ابراہیم بن منذر الحزامی۔ اسحاق بن راہویہ۔ اسحاق الندیم۔ روح المقری۔ زہیر بن حرب۔ سحنون۔ سلیمان الشاذکونی۔ ابو مسعود عسکری۔ ابو جعفر نفیلی۔ ابو بکر بن شیبہ اور ان کے بھائی۔ دیک شاعر عبدالملک بن حبیب امام المالکیہ۔ عبدالعزیز بن یحیی الغول شاگرد امام شافعیؒ۔ عبداللہ بن عمر۔ قواریری۔ علی بن مدائنی محمد بن عبداللہ بن نمیر۔ یحیی بن معین۔ یحیی بن یحیی۔ یوسف الازرق المقری۔ بشر بن ولید الکندی المالکی۔ ابن ابی داؤد معتزلی خدا اس پر رحم نہ کریں۔ ابو بکر الہذلی العلاف شیخ معتزلہ۔ گمراہوں کا سردار) جعفر بن حرب اکابر معتزلہ۔ ابن کلاب المتکلم۔ قاضی یحیی بن اکثم۔ حارث المحاسبی۔ حرملہ شاگرد امام شافعیؒ۔ ابن السکیت۔ احمد بن منیع۔ ذوالنون مصری زاہد۔ ابو تراب نخشبی۔ ابو عمر الدوری المقریؒ۔ دعبل شاعر۔ ابو عثمان المازنی النحوی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المنتصر باللہ محمد ابو جعفر

المنتصر باللہ محمد ابو جعفر (یا ابو عبداللہ) بن متوکل بن معتصم بن ہارون رشید اسکی ماں ایک ام ولد رومیہ تھی جسکا نام حبشیہ تھا۔ یہ شخص خوبصورت گندم گوں۔ فراخ چشم بینی کھڑی میانہ قد جسیم کلاں شکم ملیح مہیب اور نہایت عقلمند۔ نیکی کیطرف رغبت کرنیوالا ظلم کا اٹھا دینے پر مائل اور علویوں کا محسن تھا۔ اسنے جو علویوں پر خوف طاری ہو گیا تھا زائل کر دیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر شریف کی اجازت دیدی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کو باغ فدک عطا کر دیا۔

منتصر اپنے باپ کے قتل کے بعد شوال ۲۴۷ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا اور سب سے اول اپنے بھائیوں

معتز اور موید کو ولیعہدی سے معزول کر دیا جن کو متوکل نے ولیعہد مقرر کیا تھا۔ رعیت میں عدل و انصاف پھیلایا جسکی وجہ سے لوگ باوجود اس کی ہیبت کے اسکی طرف مائل ہو گئے۔ یہ شخص حلیم اور کریم بھی اعلیٰ درجہ کا تھا اس کے اقوال میں سے ہے کہ لذت عفو لذت سزا سے زیادہ شیریں ہے صاحب قدرت کے لئے انتقام لینا ایک شرمناک فعل ہے۔

جب یہ تخت خلافت پر متمکن ہوا تو ترکوں کو برا بھلا کہنے لگا اور خلیفہ متوکل کے قتل کا الزام انہیں پر لگایا انکو سزائیں دیں حتی کہ ترک اس سے عاجز آ گئے کیونکہ یہ شخص باوجود مہیب اور شجاع ہونیکے عقلمند بھی پورا تھا اس بنا پر ترکوں نے خفیہ طور پر اسکے طبیب ابن طیفور کے پاس تیس ہزار دینار رشوت کے بھیجے اس نے اسکی بیماری میں ایک مسموم نشتر سے فصد کھولدی جسکی وجہ سے منتصر کا انتقال ہو گیا بعض کہتے ہیں کہ یہ طبیب بھول گیا تھا اور خود بھی مریض ہو گیا تھا اپنے غلام کو حکم دیا اور اُسنے زہرناک نشتر سے فصد کھولدی پھر یہ طبیب خود بھی مرگیا بعض کا قول ہے کہ اسے ایک امرود میں زہر دیدیا گیا بعض کہتے ہیں کہ خوانیق میں اسکا انتقال ہوا بہر حال جب اس پر نزع کی حالت ہوئی تو اسکی زبان پر جاری تھا کہ اے میری ماں مجھ سے دین و دنیا دونوں جاتے رہے میں اپنے باپ کی موت کا باعث ہوا اور میں بھی چلنے میں جلدی کر رہا ہوں۔ منتصر ۵ ربیع الآخر ۲۴۸ھ میں بعمر چھبیس سال کم و بیش چھ ماہ سے بھی کم خلافت کر کے انتقال کر گیا۔

کہتے ہیں کہ ایک دن یہ کھیل کیلئے بیٹھا اور اپنے باپ کے خزانہ میں سے ایک فرش نکلوا کر مجلس میں بچھایا اس فرش کے درمیان میں ایک دائرہ بنا ہوا تھا جس میں ایک سوار کی مورت بنی ہوئی تھی اور اسکے سر پر تاج رکھا ہوا تھا اور اسکے کناروں پر گرداگرد کچھ فارسی میں لکھا ہوا تھا اُسنے ایک فارسی خواں کو بلا کر اسکا مطلب دریافت کیا فارسی خواں اُسے پڑھکر کچھ ترش رو ہو کر چپکا ہو گیا منتصر نے پوچھا کیا لکھا ہے اُسنے جواب دیا کہ اسکے کچھ معنی نہیں ہیں منتصر نے اسکے دریافت پر اصرار کیا آخر اسنے کہا کہ یہ لکھا ہے کہ میں شیرویہ بن کسریٰ بن ہرمز ہوں میں نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا مگر مجھے چھ مہینے سے زیادہ سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا یہ سنکر اُسکا رنگ فق ہو گیا اور اسیوقت فرش کے جلا دینے کا حکم دیدیا حالانکہ اسمیں سونے کی بناوٹ تھی۔ لطائف المعارف ثعالبی میں لکھا ہے کہ منتصر کی خلافت میں آکر خلفاء خالص ہو گئے کیونکہ وہ خود اور اسکے باپ دادا پانچ تک تمام خلفاء ہی تھے اسیطرح اسکے بھائی معتز اور معتمد بھی خالص ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مستعصم بھی ایسا ہی خلیفہ ہوا ہے جسکو تاتاریوں نے شہید کیا تھا کہ اسکے آبا و اجداد آٹھ پشت سے خلیفہ تھے۔

ثعالبی کہتے ہیں کہ زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ خاندان کسریٰ میں جو بادشاہ خالص بادشاہ ہوا یعنی شیرویہ اُسنے اپنے باپ کو قتل کیا اور چھ ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہا اسیطرح بنی عباس میں جو خالص خلیفہ یعنی

منتصر ہوا اُسنے بھی اپنے باپ کو قتل کیا اور چھ مہینہ سے زیادہ زندہ نہ رہا۔

المستعین باللہ ابو العباس

المستعین باللہ ابو العباس احمد ابن معتصم بن رشید متوکل کا بھائی۔ یہ ۲۲۱ھ میں ام ولد مخارق نامی سے پیدا ہوا۔ یہ شخص ملیح سفید رنگ تھا اسکے چہرہ پر چیچک کے داغ تھے اور توتلا تھا۔

جسوقت منتصر کا انتقال ہوا تو ارکین سلطنت نے مشورہ کیا کہ متوکل کی اولاد سے کسکو خلیفہ منتخب کیا جائے بعضوں نے مشورہ دیا کہ احمد بن معتصم میں کیا نقصان ہے اسے کیوں نہ منتخب کر لیا جائے وہ ہمارے اُستاد کا بھی بیٹا ہی چنانچہ اسی رائے پر اتفاق ہوا اور اٹھائیس سال کی عمر میں تخت خلافت پر بٹھا دیا گیا اور ۲۵۱ھ تک خلیفہ رہا۔

لیکن جب اُسنے ترکوں کے دو شخصوں وصیف اور بغا یہ نام بطور خدمتگار کے تھے زبان ترکی میں وصیف اور بغا دونوں کے معنی خدمتگار کے آتے ہیں) کو قتل کیا اور ان ترکیوں کو جو متوکل کی قتل کی سازش میں شریک تھے معزول کر دیا اس سے بگڑ گئے اور یہ انکے خوف کیوجہ سے سامرہ سے بغداد چلا آیا اسوقت ترکوں نے معذرت چاہی اور اُسکے پاس قاصد بھیجے اور بہتیرا چاہا کہ پھر سامرہ واپس چلا آوے جسوقت خلیفہ نے واپس آنے سے انکار کیا تو ترکوں نے اسے قید کر لینے کا ارادہ کر لیا اور معتز باللہ سے بیعت کر کے مستعین سے خلع بیعت کر لی اور معتز نے ایک کثیر لشکر لیکر مستعین پر حملہ کر دیا اہل بغداد کو مستعین کے قتل پر برانگیختہ کیا آخر دونوں میں جنگ ہوئی اور کئی مہینہ تک لڑائی جاری رہی بہت سے لوگ قتل ہوئے لڑائی نے طول کھینچا اور لوگوں پر ایک بلا کا سامنا پیش آیا۔ آخر مستعین کا فریق تنگ آگیا اور مستعین کی خلع پر صلح کی کوشش کی۔ قاضی اسماعیل نے اسپر مستعین کی خلع کے معاملہ پر بہت سخت شرطیں لگائیں اور مستعین نے ۲۵۲ھ میں خلافت سے کنارہ کشی اختیار کی اور قضاۃ نے اسپر مہر کر دی مستعین واسط کی طرف چلا گیا اور وہاں نو مہینہ تک ایک امیر کی حراست میں قید رہا پھر اس امیر نے سامرہ کی طرف بھیج دیا معتز باللہ نے احمد بن طولون کو لکھا کہ تم مستعین کے پاس جا کر اسکو فوراً قتل کر دو اُسنے کہا واللہ میں اولاد خلفاء کو کبھی قتل نہیں کر سکتا پھر اس کام کیلئے سعید حاجب مامور ہوا اور اس نے مستعین کو ۳ شوال ۲۵۲ھ کو جبکہ مستعین کی عمر اکتیس برس کی تھی قتل کر ڈالا یہ شخص نیک فاضل ادیب بلیغ تھا یہی سب سے پہلا شخص ہے جسنے تین بالشت چوڑی آستینیں نکالی تھیں اور پہلے جو لمبی ٹوپی اوڑھی جاتی تھی اُسے چھوٹی کی تھی اسکی خلافت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا عبد بن حمید ابو طاہر بن السرح حارث بن مسکین بزی المقری۔ ابو حاتم سجستانی اور دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالی۔

المعتز باللہ محمد

المعتز باللہ محمد اور بقول بعض زبیر ابو عبداللہ بن متوکل بن معتصم بن رشید ۲۳۲ھ میں ام ولد رومیہ قبیحہ نامی سے پیدا ہوا اور مستعین کی خلع کے بعد ۲۵۲ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا اس کی عمر تخت نشینی کے وقت انیس سال کی تھی اس سے پہلے کسی شخص کو اس تھوڑی عمر میں خلافت نہیں ملی تھی یہ نہایت خوبصورت جوان تھا۔ علی بن حرب جو معتز کے احادیث کے استادوں میں سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے اس سے زیادہ کوئی خلیفہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے گھوڑوں کو سونے کا زیور پہنایا ورنہ اس سے پہلے خلفاء اپنے گھوڑوں کو تھوڑا سا چاندی کا زیور پہنایا کرتے تھے۔

جس سال یہ تخت خلافت پر متمکن ہوا اسی سال اشناس جسکو واثق نے نائب سلطنت بنایا تھا مر گیا اس نے ترکہ میں پچاس ہزار دینار چھوڑے جن کو معتز نے ضبط کر لیا اور اسکی بجائے نیابت سلطنت کا خلعت علی بن محمد بن عبداللہ بن طاہر کو عنایت کیا اسکے دو تلواریں باندھیں کچھ دنوں کے بعد اس کو معزول کر کے انکی جگہ اپنے بھائی ابو احمد کو نائب سلطنت بنایا اسکے سر پر سونے کا تاج رکھا اور دو جواہرات کے جڑے لگائے دو تلواریں باندھیں پھر اسکو بھی معزول کر کے واسط کی طرف بھیجدیا اور یہ عہدہ بغا شرابی کو دیدیا اور اسکو تاج شاہی پہنایا۔ اس نے معتز پر ایک سال بعد بغاوت کی مگر یہ قتل کر دیا گیا اور اسکا سر معتز کے پاس حاضر کیا گیا۔

اسی سال کے ماہ رجب میں معتز نے اپنے بھائی مؤید باللہ کو ولیعہدی سے معزول کر دیا اور اسکے درے لگوائے اور قید کر دیا وہ بیچارہ چند روز کے بعد مر گیا۔ اس فعل سے معتز گھبرایا کہ کہیں رعایا اسپر بھائی کے قتل یا قتل کرانے کا الزام نہ لگائیں اس وجہ سے قاضیوں کو جمع کر کے انکے سامنے شہادتیں پیش کیں لہذا کچھ اثر نہ ہوا معتز باللہ ترکوں سے بہت ڈرتا تھا ایک مرتبہ ان لوگوں نے جمع ہو کر اس سے کہا یا امیر المومنین ہمیں کچھ عنایت کیجئے تاکہ ہم صالح بن وصیف کو قتل کر ڈالیں اور اس شخص صالح بن وصیف سے معتز بہت ہی ڈرتا تھا اس لئے اس نے اپنی ماں سے کچھ مال ترکوں کے دینے کے لئے مانگا مگر اس نے انکار کر دیا اور اس وقت خزانہ بھی خالی تھا دینے میں تساہل دیکھ کر ترک فوراً اسکے خلع پر آمادہ ہو گئے اور صالح بن وصیف اور محمد ابن بغا کو بھی اس سازش میں شریک کر لیا ہتھیار لگا کر دار الخلافہ میں گھس آئے اور معتز کو بلا بھیجا کر فوراً باہر آجا معتز نے کہلا بھیجا کہ میں نے دوا پی ہے اور کمزور ہو رہا ہوں اس لئے باہر نہیں آسکتا انہوں نے

معتز پر ہجوم کر دیا اور اسکی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے اور بید مارا چونکہ گرمی کا موسم تھا دھوپ میں کھڑا کر دیا اول گرزوں سے مارا پھر طمانچے مار کر منہ لال کر دیا اور کہا کہ خلع کر کچھ قاضی بن ابی الشوارب کو بلا لائے اور انکے سامنے خلع کرا لیا پھر بغداد سے دار الخلافہ سامرہ میں پہنچے اور محمد بن واثق کو ساتھ لیتے گئے .... جسکو معتز نے بغداد بھیج رکھا تھا۔ معتز نے خلافت محمد بن واثق کے سپرد کر دی اور قدواس سے بیعت کر لی۔

اس واقعہ کے پانچ روز کے بعد ایک جماعت اسے حمام میں لے گئی غسل کر نیکے بعد اسے پیاس لگی تو اسے پانی نہ دیا اور حمام سے جسوقت نکالا تو برف کا پانی پلا دیا جس کے پیتے ہی معتز فوراً مر گیا۔ یہ پہلا خلیفہ ہے جو پیاسا مرا۔ یہ واقعہ ۸۔ شعبان ۲۵۵ھ میں واقع ہوا معتز کی ماں قبیحہ پہلے توڑ کے مارے چھپ گئی پھر رمضان شریف میں آئی اور صالح بن وصیف کو بہت سا مال یعنی ایک تو تین لاکھ دینار اور ایک چادر دانی جس میں بیش قیمت زمرد جڑے ہوئے تھے اور دوسری چادر دانی جس میں بڑے بڑے موتی اور یاقوت لگے ہوئے تھے دیئے۔ چادر دانیوں کی قیمت کا تخمینہ دو ہزار دینار کے قریب تھا ابن وصیف نے اتنا مال دیکھ کر کہا کہ اس کمبخت عورت نے اپنا لڑکا پچاس ہزار دینار کے عوض میں قتل کرا دیا حالانکہ اسکے پاس اس قدر مال موجود تھا ابن وصیف نے یہ مال لے کر اسکو مکہ شریف بھیج دیا جو معتمد کی خلافت تک وہیں رہی پھر سامرہ واپس بلا لیا اور ۲۶۴ھ میں انتقال کر گئی۔

معتز کے زمانہ میں ان حضرات علماء نے انتقال فرمایا۔ سری سقطیؒ۔ ہارون سعید الایلی۔ دارمی صاحب مسند۔ عتبی مسائل العتبیہ مذہب امام مالکؒ میں و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المہتدی باللہ

المہتدی باللہ خلیفۃ الصالح محمد ابو اسحاق اور بقول بعض ابو عبداللہ بن واثق بن معتصم بن ہارون الرشید ام ولد وردہ نامی کے بطن سے ۲۱۲ھ میں اپنے دادا کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوا ۲۹۔ رجب المرجب ۲۵۵ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا اور سب سے اول معتز نے اسکی بیعت کی جبکہ اسے اپنی خلافت تفویض کی تھی معتز اسکے سامنے بیٹھ گیا تھا پھر ترک قاضی کو لے آئے اور گواہ پیش کر دئے اُنہوں نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور کہا کہ معتز خلافت سے عاجز ہے معتز نے اس کا اقرار کیا

مہتدی نے عجز کو سنکر اپنا ہاتھ بیعت کیواسطے بڑھایا معتز نے اول بیعت کرلی اور مہتدی صدر مجلس میں آبیٹھا۔ مہتدی گندم گوں دبلا پتلا خوبصورت عابد وزاہد عاقل خداوند تعالیٰ کے احکام کے اجراء میں سخت قوی تھا۔ آدمی شجاع تھا لیکن اسکو کوئی معین ومددگار نہ ملا۔

خطیب کہتے ہیں مہتدی خلیفہ ہونیکے وقت سے قتل تک ہمیشہ روزہ رکھتا رہا۔

ہاشم بن قاسم کا قول ہے کہ میں ایک روز رمضان شریف میں مہتدی کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں نے چلنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے مہتدی نے کہا ابھی اور بیٹھے رہو میں بیٹھ گیا روزہ افطار کرنے کے بعد میں اُسنے نماز پڑھائی پھر کھانا مانگا ایک بید کی ڈلیا میں کھانا آیا جس میں میدہ کی روٹیاں تھیں اور ایک برتن میں کچھ نمک سرکہ اور زیتون کا تیل تھا مجھ سے کھانے کو کہا میں نے کھانا شروع کردیا اور دلمیں یہ خیال کیا کہ کھانا اور آتا ہوگا مہتدی نے میری طرف دیکھ کہا کیا تم روزہ سے نہیں تھے میں نے کہا کہ تھا اُسنے کہا کیا کل نہ رکھوگے میں نے کہا رمضان شریف کا مہینہ ہے کیوں نہ رکھونگا کہا تو اچھی طرح کھاؤ اور یہ نہ سمجھو کہ اور کھانا آئیگا ہمارے ہاں اس کھانے کے علاوہ اور کھانا موجود نہیں ہے میں نے تعجب کیا اور کہا کہ امیر المومنین یہ کیا خداوند تعالیٰ نے آپ کو تمام نعمتیں عطا کر رکھی ہیں کہا یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو مگر میں نے بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز پر جو غور کیا تو انہیں کم کھانے اور رعایا کے فکر کیوجہ سے بہت لاغر پایا جیسا تمہیں معلوم ہوگا پھر میں نے اپنے خاندان پر نظر دوڑائی تو مجھے بڑی غیرت معلوم ہوئی کہ ہم لوگ بنی ہاشم کہلا کر اُن جیسے بھی نہوں اسلئے میں نے یہ اختیار کرلیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

جعفر بن عبدالواحد کہتے ہیں کہ مہتدی کی اور میری ایک معاملہ میں کچھ گفتگو ہوئی میں نے کہا کہ امام احمد بن حنبل بھی یہی فرماتے تھے اور اس مسئلہ میں وہ اپنے آباؤ اجداد کے خلاف کرتے تھے یہ سنکر مہتدی نے کہا کہ خداوند تعالیٰ احمد بن حنبل پر رحم فرمادیں واللہ اگر میرے لئے جائز ہوتا کہ میں اپنے باپ سے قطع تعلق کرلوں تو میں فوراً کرلیتا پھر مجھ سے کہا کہ تم ہمیشہ حق بات کہا کرو جو شخص حق بات کہتا ہے وہ میری آنکھوں میں بہت زیادہ عزیز ہے۔

نفطویہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض ہاشمیوں نے بیان کیا کہ ہم نے مہتدی کے پاس ایک جامہ دانی دیکھی تھی جس میں ایک کرتا صوف کا اور ایک جوڑا کپڑوں کا رکھا کرتا تھا اور رات کے اسی جوڑے کو پہنکر مہتدی نماز پڑھا کرتا تھا۔

مہتدی نے لوگوں کو لہو ولعب سے منع کردیا تھا گانے بجانے کو حرام ٹھیرایا تھا اور عاملوں کو ظلم کرنے سے روکدیا تھا یہ دفتر کے معاملات میں سختی سے کام لیتا تھا خود اجلاس کیا کرتا تھا منشیوں کو اپنے

سامنے بٹھلاتا تھا اور اسکے حساب کتاب خود کر لیتا تھا دو شنبہ اور پنجشنبہ کو تعطیل کرتا تھا شُوسار کی ایک جماعت کے دُرّے لگوادیئے تھے جعفر بن محمود کو بغداد بھیج دیا تھا جسوقت اسکی خبر پہنچی کہ وہ رافضی ہے اس سے سخت نفرت کرنے لگا۔

موسیٰ بن بغا رَے سے ایک فوج لیکر دارالخلافہ سرمن رائے میں صالح بن وصیف کے قتل کیلئے آیا تاکہ معتز کے خون کا بدلہ لے اور اسکی ماں کے اموال کی ضبطی کا تدارک ہوجائے۔ عوام الناس نے یہ سنکر زور سے ایک آواز صالح بن وصیف پر کسی کہ اے فرعون تیرے لئے بھی ایک موسیٰ آپہونچا۔

موسیٰ بن بغا نے یہاں پہنچکر خلیفہ مہتدی سے باریابی کا اذن چاہا اس نے انکار کر دیا خلیفہ اسوقت دارالعدل میں بیٹھا ہوا تھا۔ موسیٰ بن بغا نے اسپر نرغہ کر دیا اور اسکی فوج نے خلیفہ کو اُٹھا کر ایک مریل ٹٹو پر سوار کر دیا قصر کو لوٹ لیا اور مہتدی کو دارناجود میں لیگئے اسنے کہا اے موسیٰ خداوند تعالیٰ سے ڈر آخر تیری کیا نیت ہے اُسنے کہا واللہ میری نیت بخیر ہے آپ ہم سے عہد کیجئے کہ آپ صالح بن وصیف کی طرفداری نہ کرینگے۔ مہتدی نے حلف اُٹھایا اور موسیٰ بن بغا نے مع لشکر کے خلیفہ کی بیعت کرلی۔ پھر صالح بن وصیف کو طلب کیا تاکہ اسکو اسکے کئے کی سزا دیجائے مگر صالح کہیں چھپ گیا اور مہتدی نے صلح کی کوشش شروع کی اسپر لوگوں کو تہمت لگانے کا موقعہ مل گیا کہ خلیفہ کو معلوم ہے جہاں صالح چھپا ہوا ہے اسمیں بات بڑھ گئی اور امیر المومنین سے خلع کر دینے کے متعلق آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ مہتدی تلوار لگا کر نکل آیا اور کہنے لگا مجھے تمہارا منصوبہ پوری طرح معلوم ہو گیا ہے مجھے مستعین اور معتز نہ جاننا واللہ میں اسوقت غضبناک ہو کر نکلا ہوں اور اپنی جان سے مایوس ہو کر وصیتیں بھی کر آیا ہوں یہ میری تلوار ہے اور جبتک اسکا قبضہ میرے ہاتھ میں ہوگا میں بہت سوں کو مار دونگا۔ آخر دین اور حیا اور تقویٰ بھی کوئی چیز ہیں۔ خلفاء کیساتھ دشمنی اور خداوند تعالیٰ کے خلاف جرأت کرنی سخت باعث وبال ہے اسکے بعد کہا مجھے صالح کا کوئی علم نہیں۔ یہ سنکر لوگ چلے گئے اور راضی ہو گئے۔ موسیٰ بن بغا نے منادی کرادی کہ جو کوئی شخص صالح کو حاضر کریگا اسکو دس ہزار دینار انعام میں ملیں گے مگر باوجود تلاش اور جدوجہد کے کوئی شخص اُسکے سراغ پر قابو نہ پاسکا۔ اتفاقاً موسم گرما میں چند ایک غلام دھوپ کیوجہ سے ایک مکان میں جسکا دروازہ کھلا ہوا تھا چلے گئے وہاں صالح کو سوتا ہوا دیکھ کر پہچان لیا۔ اسوقت صالح کے پاس کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا انہوں نے آکر موسیٰ کو خبر کر دی اُسنے تھوڑے سے آدمیوں کو بھیجکر اسکا سر کٹوا منگایا اور شہر میں تشہیر کر دی۔ مہتدی کو اس واقعہ سے بہت رنج ہوا مگر دل میں رکھا اور جسوقت موسیٰ باکیال کیساتھ سو کی طرف مساور کی تلاش میں گیا تو مہتدی نے باکیال کو لکھا کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے

اور اسکے ساتھ مفلح نامی سردار اتراک کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے یا ان دونوں کو قید کر لیا جائے۔ باکیان نے وہ حکمنامہ موسیٰ کے سامنے پیش کر دیا وہ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور مہتدی کے قتل کا ارادہ کر کے وہیں سے لوٹ پڑا مہتدی کی طرف سے موسیٰ کا مقابلہ اہل مغرب اہل فرغانہ اور اسوسینہ نے کیا اور ایک دن میں چار ہزار ترک قتل کر دیئے لڑائی نے طول کھینچا اور آخر خلیفہ کے لشکر نے ہزیمت کھائی خلیفہ گرفتار ہو گیا حریفوں نے اسکے خصیتین دبا کر اُسکو مار ڈالا۔

یہ واقعہ رجب المرجب ۲۵۶ھ میں واقع ہوا مہتدی نے اِس حساب سے پندرہ روز کم ایک سال خلافت کی۔ جب ترکوں نے مہتدی پر خروج کیا تو عوام الناس نے مسجدوں میں یہ لکھکر ڈالدیا کہ یا معاشر المسلمین اپنے عادل خلیفہ مثیل عمر بن عبد العزیز کیواسطے نصرت کی دعا کرو کہ خداوند تعالیٰ اسکو دشمن پر فتح کرے۔

المعتمد علی اللہ

المعتمد علی اللہ ابو العباس (ابو جعفر) احمد بن متوکل بن معتصم بن رشید ۲۲۹ھ میں رومیہ ام ولد فتیان نامی کے بطن سے پیدا ہوا۔

مہتدی کے قتل کیوقت یہ جوسق میں قید تھا اسے نکال کر لوگوں نے اس سے بیعت کر لی اُسنے اپنے بھائی موفق طلحہ کو مشرق کا عامل مقرر کر دیا اور اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد بنا کر مصر و مغرب کا حاکم بنا دیا اور اسکا لقب مفوض الی اللہ رکھکر خود عیش و عشرت اور لہو لعب میں مشغول ہو گیا رعیت سے بیفکری اختیار کی یہ دیکھکر لوگ اس سے ناخوش ہو گئے اور اسکے بھائی طلحہ کیطرف میلان کرنے لگے۔

اسکے دوران خلافت میں بصرہ اور اسکے قرب وجوار میں زنگیوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور تمام شہر کو تباہ و برباد کر دیا آگ لگادی سیاہ کاریاں کیں لشکر نے اسکا مقابلہ کیا اور اکثر جنگوں میں معتمد کے بھائی موفق نے اپنے کارنامے دکھلائے اسکے بعد عراق میں ایک عام وبا پھیل گئی جو جنگ کی بربادی سے کسی طرح کم نہ تھی اس میں بھی ہزارہا خلق مر گئی۔

وبا کے بعد زلزلے آنے شروع ہو گئے اور اسمیں ہزاروں جانوں کا نقصان ہوا ادھر زنگیوں کے ساتھ برابر جنگ رہی حتیٰ کہ ۲۷۰ھ تک لڑائی نے طول کھینچا۔ آخر اس سال زنگیوں کا سردار جسکا نام بہبود تھا خداوند تعالیٰ اسپر لعنت کرے قتل ہوا یہ شخص رسالت کا مدعی تھا اسکا دعویٰ تھا کہ میں عالم الغیب ہوں یہ اپنے ممبر پر کھڑا ہو کر حضرت عثمان حضرت علی حضرت معاویہ حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالیاں دیا کرتا تھا ایک ایک زنگی کے پاس دس دس علویہ عورتیں بطور کنیزک کے تھیں۔

جس وقت یہ خبیث قتل ہوا اسکا سر نیزہ پر رکھکر بغداد میں تشہیر کرائی گئی۔ لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور موفق کو دعائیں دیں اور شعراء نے مدحیہ قصائد لکھے لوگوں کو جہاں سے گرفتار کیا تھا وہیں لوٹایا جیسے واسط رامہرز وغیرہ۔ صولی کہتے ہیں کہ اس جنگ میں ایک کروڑ آدمیوں کے قریب کام آئے ۲۶۰ھ میں عراق اور حجاز میں سخت قحط پڑا اور ایک بوری گیہوں کی قیمت ڈیڑھ سو دینار تک پہنچ گئی۔ اسی سال روم والوں نے شہر لؤلؤ پر قبضہ کر لیا۔

۲۶۱ھ میں معتمد علی اللہ نے اپنے بیٹے مفوض الی اللہ جعفر کو ولیعہد بنایا اور اسکے بعد اپنے بھائی موفق طلحہ کو ولیعہد کیا اپنے بیٹے مفوض کو مغرب شام جزیرہ ارمینیہ کا حاکم مقرر کیا اور موفق کو مشرق عراق۔ بغداد۔ حجاز۔ یمن۔ فارس۔ اصفہان۔ رے۔ خراسان۔ طبرستان سجستان اور سندھ کا والی بنایا اور ان دونوں کیواسطے دو سفید اور سیاہ جھنڈے بنائے اور یہ شرط کی کہ اگر نیا حادثہ وقوع میں آئے اور جعفر موجود نہ ہو تو موفق کی رائے کے موافق عملدرآمد کیا جائے یہ عہد نامہ لکھکر قاضی القضاۃ ابن ابی شوارب کی معرفت خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔

۲۶۶ھ میں رومیوں نے کشت وخون کے بعد دیار بکر پر قبضہ کر لیا اور اہل جزیرہ اور اہل موصل وہاں سے نکل بھاگے۔ اسی سال اعراب خانہ کعبہ کے پردہ لوٹ لے گئے۔

۲۶۷ھ میں احمد بن عبداللہ الحجابی خراسان۔ کرمان سجستان پر قابض ہو گیا اور عراق پر قبضہ کرنیکا ارادہ کیا۔ سکوں پر ایک طرف اپنا اور دوسری طرف معتمد کا نام سکوک کرایا۔ آخر اسکے غلاموں نے اسکو آخر سنہ میں قتل کر ڈالا اور خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

موفق نے معتمد پر چونکہ ۲۶۴ھ میں فوج کشی کی تھی اس لئے معتمد کو موفق سے کچھ رنجش تھی یہ بدگمانی بڑھتی گئی آخر ۲۶۹ھ میں ابن طولون نائب الحکومت مصر اور معتمد کی آپس میں خط وکتابت ہوئی اور ایک رائے قرار پا گئی۔ ابن طولون ایک فوج لیکر دمشق کی طرف چلا اور معتمد بھی سامرا سے بغیر کسی خیال بد کے دمشق کا قصد کر کے چل پڑا جب یہ خبر موفق کو پہنچی تو اس نے اسحاق بن کنداج کو لکھا کہ تم معتمد کو کسی ترکیب سے واپس کر دو۔ چنانچہ اسحاق بن کنداج نصیبین سے معتمد کی طرف چلا اور موصل اور حدیثہ کے درمیان دونوں کی ملاقات ہو گئی اس نے کہا یا امیر المومنین آپ کا بھائی آپکا دشمن بن رہا ہے اور آپ دار الخلافہ اور اپنے مستقر کو چھوڑے ہوئے جا رہے ہیں اگر اس امر کی آپکے دشمن کو خبر ہو جائے تو وہ یقیناً آپکے آباؤ اجداد کے ملک پر قابض ہو جاویگا اور ایسی صورت میں آپ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے پھر کچھ آدمی معتمد کی نقل وحرکت دیکھنے کی غرض سے اسپر مقرر کر دئے اور معتمد سے کہلا بھیجا کہ :-

مقام آپ کے ٹھیرنے کا نہیں ہے آپ فوراً لوٹ جاویں۔ معتمد نے کہا کہ تم اس بات کا مجھے حلف دو کہ تم مجھ پر سختی نہ کرو گے نہ مجھے دشمن کے حوالے کرو گے ابن کنداج نے حلفیہ بیان کیا کہ میں آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچاؤنگا۔ حلف کے بعد معتمد سامرا کی طرف واپس چلا۔ راستہ میں ساعد بن مخلد کاتب موفق سے ملاقات ہوئی ابن کنداج نے معتمد کو اس کے سپرد کر دیا اور خود علیحدہ ہوگیا ساعد بن مخلد نے دار الخلافہ جانے سے روک دیا اور احمد بن خصیب کے مکان میں اتار دیا اور پانچ سو اسپر مسلط کر دئے کہ اسکو دار الخلافہ میں نہ جانے دیا جائے۔ جب یہ خبر موفق کو پہونچی تو اس نے اسحاق کو خلعت اور جاگیر عطا کی اور ذوالسد بن خطاب دیا اور ساعد کو ذوالوزارتین کا لقب بخشا۔ ساعد برابر معتمد کے ساتھ رہا اور معتمد بالکل اسکے قبضہ میں تھا۔ معتمد نے اپنی اس حالت اور مجبوری کے متعلق چند اشعار بھی لکھے تھے جنکا لب لباب محض اتنا ہی تعجب ہے کہ میں بادشاہ ہوں اور میرے اختیار میں کوئی شے نہیں۔ بہت کم مجھ سے آدمی ہونگے جو شاہ شطرنج جیسے ہوں یہ پہلا خلیفہ ہے جو مقہور ہوا اور اس پر آدمی تعینات ہوئے۔

پھر معتمد واسط کی طرف چلا گیا۔ جب یہ خبر ابن طولون کو پہنچی تو اس نے قاضیوں اور اعیان سلطنت کو جمع کر کے کہا کہ موفق نے چونکہ امیر المؤمنین کو قید کر رکھا ہے اس لئے اس کو ولیعہدی سے معزول کر دیا جائے۔ قاضی بکار بن قتیبہ کے علاوہ تمام آدمیوں نے اسکی تائید کی مگر قاضی بکار نے کہا کہ تم نے اول میرے سامنے معتمد کا فرمان ولیعہدی جس کے ذریعہ سے وہ ولیعہد بنایا گیا تھا پیش کیا تھا اب جبتک تم خود معتمد کی طرف سے ہی اسکی معزولی کا حکم نامہ نہ پیش کرو گے میں یہ حکم کبھی نہیں دیسکتا اسکے جواب میں ابن طولون نے کہا کہ معتمد اس وقت اسکی قید میں ہے اور مقہور ہے اس لئے وہ فرمان نہیں لکھ سکتا۔ قاضی بکار نے کہا تو اچھا میں ایسی صورت میں کوئی حکم نہیں دیسکتا ابن طولون نے کہا کہ دنیا میں جو مشہور ہوگیا ہے کہ قاضی بکار ایک عدیم المثل قاضی ہے اس لئے تم کو غرہ ہوگیا ہے تم دراصل سٹھیا گئے ہو اور بڑھاپے نے تمہاری عقل زائل کر دی ہے یہ کہہ کر ابن طولون نے قاضی بکار کو قید کر لیا اور جو کچھ انہیں عطیات سنن ماضیہ میں دی گئی تھیں وہ سب ضبط کرلیں جو بقدر دس ہزار دینار کے تھیں۔ کہتے ہیں کہ قاضی بکار نے انکو اپنے گھر میں مہر میں لگا کر رکھ چھوڑی تھیں اسیطرح بدلہ مل گئیں۔ موفق کو جب اسکی خبر پہنچی تو اسنے حکم دیا کہ ابن طولون پر برسر منبر لعنت کی جائے۔

شعبان ۲۷۱ھ میں معتمد سامرا کی طرف چلا گیا اور بغداد میں آگیا۔ اسوقت محمد بن طاہر ایک لشکر لئے ہوئے اسکے ساتھ تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا خلیفہ آزاد ہے اسی سال ابن طولون کا انتقال ہوگیا

موفق نے اسکی جگہ اپنے بیٹے ابوالعباس کو حاکم مصر وغیرہ بنایا اور اس کو اپنی فوج کے ہمراہ وہاں بھیجدیا یہاں خمارویہ ابن احمد بن طولون اپنے باپ کی جگہ مسلط ہو چکا تھا۔ ان دونوں کے درمیان ایک جنگ عظیم واقع ہوئی جس میں خون کے دریا بہہ گئے آخر اس میں مصریوں کو فتح ہوئی۔ اسی سال بغداد میں نہر عیسیٰ شق (دجلہ) کا بند ٹوٹ گیا اور بغداد کے محلہ کرخ تک پانی چڑھ آیا جسکی وجہ سے سات ہزار مکان منہدم ہو گئے۔

اسی سال طرطوس پر رومیوں نے حملہ کر دیا۔ مگر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور بے انتہا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ یہ فتح عظیم عدیم المثال سمجھی اور شمار ہوتی ہے۔

اسی سال عبداللہ بن عبید نے جو خلفاء مصر اور قضیان یمن کا مورثِ اعلیٰ گنا جاتا ہے مہدیت کا دعویٰ کیا اور اسی عقیدہ پر قائم رہا حتیٰ کہ ۲۷۸ھ میں اس نے حج کیا اور قبیلہ کنانہ نے اسکو دیکھ کر سخت تعجب کیا اور اسکے ساتھ ہوئے اور مصر چلے گئے اور ایک جماعت اسکے ساتھ مغرب تک گئی اور یہیں سے مہدی کو ترقی ہونی شروع ہوئی۔

صولی کہتے ہیں کہ ۲۷۸ھ میں ہارون بن ابراہیم الہاشمی نے بغداد میں اپنے نام کا سکہ چلانے کا حکم دیا اور چند دنوں تک اسپر عملدرآمد ہوا مگر بعد میں موقوف ہو گیا۔ ۲۷۸ھ میں دریائے نیل کا پانی سوکھ گیا اور کہیں تری کا نام و نشان باقی نہ رہا اسکی وجہ سے مصر میں قحط پڑ گیا۔

اسی سال موفق کا انتقال ہو گیا اور معتمد کو آرام سے سانس لینا نصیب ہوا۔

اسی سال فرقۂ قرامطہ کوفہ میں ظاہر ہوا۔ یہ لوگ ملحدوں کی ایک قسم ہیں اُنہوں نے غسلِ جنابت کو ناجائز اور شراب کو جائز قرار دیا اپنی اذانوں میں اتنا لفظ اور زیادہ کیا اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَنَفِیَّةِ رَسُوْلُ اللّٰہِ روزے ہر سال میں دو دن کے یعنی نیروز اور مہرجان کے فرض رکھے بیت المقدس کا حج کیا اور اسی کو اپنا قبلہ قرار دیا اور بہت چیزیں ناجائز کیں اپنے ان خرافات عقائد کو عالم جاہل سب پر پیش کیا اور لوگوں کو سخت تکالیف پہنچائیں۔

۲۷۹ھ میں معتمد کی خلافت کو ابوالعباس بن موفق کے متمکن ہونے اور فوج کے اس تابعداری کرنے سے اور بھی زیادہ ضعف پہنچا یہ دیکھ کر طوعاً و کرہاً معتمد نے ایک مجلس عامہ منعقد کر کے اپنے بیٹے کو ولیعہدی سے معزول کر دیا اور اسکی بجائے ابوالعباس کو ولیعہد بنایا لوگوں سے بیعت لی اور اسکا لقب معتضد تجویز کیا۔

اسی سال معتضد نے احکام جاری کئے کہ راستہ میں کوئی نجم یا الغانہ گو نہ بیٹھنے پائے اور کتب

فروشوں سے حلف لیا کہ کوئی شخص فلسفہ اور مناظرہ کی کتابیں نہ فروخت کرے۔

اسکے چند دن بعد معتمد کا اچانک شب دوشنبہ کو ۱۹۔ رجب المرجب ۲۷۹ھ میں ۲۳ سال سلطنت کرکے انتقال ہوگیا بعض کہتے ہیں کہ اُسے زہر دیدیا گیا تھا اور بعض کا قول ہو کہ رات کو اسکا گلا گھونٹ دیا گیا۔

موفق کا چونکہ امور پر ہر طرح غلبہ تھا اس لئے یہ اسکے سامنے مقہور ہی رہا اور بعض وجوہ سے معتضد کے سامنے بھی اسکی زندگی سخت تلخی سے گذری۔

معتمد کے زمانے میں حسب ذیل علمائے نے انتقال فرمایا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت امام مسلم، حضرت ابوداؤد، حضرت ترمذی، حضرت ابن ماجہ۔ ربیع الجیزی، ربیع المرادی۔ مزنی۔ یونس بن عبد الاعلےٰ۔ زبیر بن بکار، ابوالفضل الریاشی، محمد بن یحییٰ ذہلی۔ حجاج بن شاعر عجلی الحافظ۔ قاضی القضاۃ ابن ابی شوارب۔ سوسی المقری۔ عمر بن شیبہ۔ ابوزرعہ الرازی۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم۔ قاضی بکار۔ داؤد ظاہری۔ ابن دارہ۔ بقی بن مخلد۔ ابن قتیبہ۔ ابوحاتم الرازی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

عبداللہ بن معتز نے معتمد کی تعریف میں چند اشعار بھی لکھے ہیں جسکا ایک شعر یہ ہے۔ (ترجمہ شعر) اے وہ شخص کہ تیرے پاس بسبب بعد مسافت کے لوگ آتے ہیں اس سبب سے کہ تو تمام اکناف عالم میں ایک ایسا شخص ہے جو تیرے پاس آتا ہے وہ فائز المرام ہوتا ہے۔

المعتضد باللہ احمد

المعتضد باللہ احمد ابوالعباس بن ولیعہد موفق طلحہ بن متوکل بن المعتصم بن ہارون رشید ذیقعدہ ۲۴۲ھ میں پیدا ہوا اور صولی کہتے ہیں کہ ربیع الاول ۲۴۳ھ میں ام ولد صواب نامی اور بقول بعض ضرار نامی کے شکم سے پیدا ہوا بعض اسکی ماں کا نام ضرار بھی لکھتے ہیں۔

معتضد اپنے چچا معتمد کے بعد رجب ۲۷۹ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

خاندان خلفاء بنو عباس میں معتضد خوبصورت شجیع۔ مہیب۔ صاحب جبروت۔ عقلمند سخت گیر تھا۔ شیر پر اپنی شجاعت کی وجہ سے تنہا حملہ کیا کرتا تھا جب کسی پر غصہ ہوتا تھا تو بہت کم رحم کرتا تھا۔ مجرم کو زندہ گڑوا دیا کرتا تھا بہت بڑی سیاست کا آدمی تھا۔

عبداللہ بن حمدون کہتے ہیں کہ معتضد ایک روز شکار کیلئے چلا میں اسکے ساتھ چلا میں جب ہم ایک لکڑیوں کے کھیت کے پاس سے گذرے تو رکھوالے نے فریادیوں کے طور پر آواز دی معتضد نے دریافت کیا کہ کیا ہے اُس نے کہا کہ تین غلاموں نے آکر کھیت خراب کر دیا تھا معتضد نے ان غلاموں کو

پکڑ بلالیا اور اگلے روز اسی کھیت کے کنارے ان کو قتل کرا دیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد ایک روز مجھ سے کہنے لگا کہ سچ کہنا لوگ پوری طرح مجھ سے خوش کیوں نہیں ہیں میں نے کہا محض اس لئے کہ آپ خونریز ہیں معتضد نے کہا واللہ جب سے میں تخت خلافت پر بیٹھا ہوں کبھی میں نے ناحق خون نہیں کیا، میں نے کہا احمد بن طیب کو آپ نے کس لئے قتل کرایا تھا معتضد نے کہا کہ وہ مجھے الحاد کی طرف بلانا چاہتا تھا میں نے کہا اچھا ان تینوں غلاموں کو آپ نے کھیت کے اوپر بیگناہ قتل کرا دیا تھا معتضد نے کہا واللہ میں نے تحقیقات کے بعد انہیں قتل کرایا ہے وہ قاتل اور خود چور بھی تھے۔

قاضی اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ معتضد کے پاس گیا تو دیکھا کہ اسکے پیچھے چند رومی شخص نہایت خوبصورت نوجوان کھڑے ہوئے ہیں میں نے انکی طرف دیکھکر خاموشی اختیار کرلی جب میں چلنے لگا تو معتضد نے مجھ سے کہا قاضی جی ایدگمان نہ ہو واللہ میں نے آجتک کبھی حرام پر اپنا ازار بند نہیں کھولا۔ میں پھر ایک گیا تو معتضد نے میری طرف ایک کاغذ پھینکدیا میں نے اسے کھولکر پڑھا تو اس میں علماء کی لغزش کو کسی نے ایک جمع کرکے دکھایا تھا جس میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام ہونے کا فتویٰ دیا گیا تھا۔ میں نے کہا کہ اسکا لکھنے والا زندیق ہے۔ معتضد نے دریافت کیا کہ زندیق ہے یا جھوٹا میں نے کہا کہ جس شخص نے شراب کو مباح کہا کیا متعہ مباح نہیں کہا اور جس نے متعہ کو مباح کہا غنا کو مباح نہیں سمجھا کون ایسا عالم ہوگا جس سے لغزش نہ ہوئی ہو اور جس شخص نے علماء کی لغزشوں کو ٹٹولا اسکا دین قائم نہیں رہ سکتا یہ سنکر معتضد نے اس کاغذ کے جلا دینے کا حکم دیا

معتضد نہایت چالاک تیز فہم اور رعب و داب کا آدمی تھا ہر ایک کام دانائی سے کرتا تھا جو لڑائی کرتا اسمیں فتحیاب ہوا معاملات اور امور خوش اسلوبی سے سمجھاتا اور سلجھاتا تھا۔ بادشاہت خوب کی۔ لوگ اس کی ہیبت سے ڈرتے تھے کسی کو فتنہ پردازی کی جرأت نہ ہوتی تھی بلکہ بہت سے فتنے دب گئے تھے اسکی بادشاہت کا زمانہ نہایت چین و امن سے گذرا اس نے خراج میں کمی کردی تھی۔ عدل پھیلا دیا تھا رعیت سے ظلم اٹھا دیا تھا چونکہ خلافت بنو عباس کی بنیاد کھوکھلی اور بوسیدہ ہوچکی تھی اُسنے عمارت خلافت بنو عباس کو گرانے سے بچا لیا تھا اس لئے اسکا نام سفاح ثانی مشہور تھا۔ درحقیقت خلافت بنو عباس متوکل کے قتل کے وقت سے ہی متزلزل ہوچکی تھی معتضد کی وجہ سے اسکا اندیشہ جاتا رہا تھا۔

ابن رومی نے اسکی تعریف میں لکھا ہے (ترجمہ اشعار) تمہیں مبارک ہو اے بنو عباس کہ تمہارا بادشاہ امام الہدیٰ صاحب جود و سخا احمد ہے جس طرح ابو العباس سے تمہاری بادشاہت شروع ہوئی اسی طرح ابو العباس سے اسکی تجدید ہوگئی۔ ابن معتز نے بھی اسی طرح لکھا ہے (ترجمہ اشعار) کیا تو نہیں دیکھتا کہ بنی ہاشم کا ملک ذلت کے بعد غالب ہوگیا۔ اے طالب ملک تو معتضد جیسا ہوجا۔

کہ ملک [redacted] پر واجب ہو جائے ورنہ نہیں۔

تخت خلافت کے شروع سال میں ہی معتضد نے کتب فروشوں کو کتب فلاسفہ اور اسی قسم کی کتابوں کے فروخت کرنے سے منع کر دیا۔ قصہ گو اور منجموں کو راستہ میں بیٹھنے سے روکدیا۔ عیدالضحیٰ کی لوگوں کو خود نماز پڑھائی اور رکعت میں چھ تکبیریں اور دوسری میں ایک تکبیر کہی اور خود کوئی خطبہ نہیں پڑھا۔

۲۸۰ھ میں داعی مہدی قیروان چلا گیا اور حاکم افریقیہ سے جدال و قتال ہوا لیکن اسکے گروہ کی زیادتی ہونے لگی۔ اسی سال دیبل سے اطلاع آئی کہ ماہِ شوال میں چاندگرہن ہوا اور عصر کے وقت تک نہایت اندھیرا رہا پھر اسکے بعد کالی آندھی آئی جو تین دن تک متواتر رہی اسکے جانے پر ایک زلزلہ آیا شہر دھس گئے اور قریب ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کے مکانات کے نیچے سے نکالے گئے۔

۲۸۱ھ میں رومیوں کا شہر کوریا فتح ہوا اور اسی سال سارے طبرستان میں پانی کی کمی آگئی حتیٰ کہ تین رطل پانی ایک درہم میں ملنے لگا لوگوں نے قحط کے سبب مردار کھانا شروع کر دیا اسی سال معتضد نے مکہ معظمہ میں دارالندوہ منہدم کرا کر مسجد حرام کے پاس ایک اور مسجد تعمیر کرادی۔

۲۸۲ھ میں معتضد نے رسومات قبیح کا انسداد کیا اور نوروز کے دن آگ جلانے اور لوگوں پانی چھڑکنے سے منع کیا کیونکہ یہ سنت مجوسیوں کی ہے۔ اسی سال قطرالندیٰ بنت خمارویہ بن احمد بن طولون سے معتضد نے نکاح کیا۔ ربیع الاول میں رخصتی ہوئی اور قطرالندیٰ جہیز میں اپنے ساتھ چار ہزار ازار بند جوہر اور دس صندوق جواہرات کے لائی۔

۲۸۳ھ میں معتضد نے اپنی قلمرو میں یہ احکام جاری کئے کہ ذوی الارحام کو بھی میراث دیجائے اور دفتر میراث از سر نو قائم کئے جائیں یہ احکام سنکر لوگوں نے معتضد کو بہت دعائیں دیں۔

۲۸۴ھ میں مصر میں ایک عجیب قسم کی گہری سرخی ظاہر ہوئی حتیٰ کہ لوگوں کے چہرے اور دیواریں سرخ نظر آتی تھیں۔ لوگوں نے نہایت خشوع و خضوع سے اسکے زائل ہونیکے لئے دعائیں مانگیں یہ سرخی عصر سے رات تک رہتی تھی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال معتضد نے ارادہ کیا کہ حضرت معاویہ پر بر سر منبر (معاذ اللہ منہ تعالیٰ) لعنت کی جائے اسکو اسکے وزیر عبیداللہ نے اس فعل سے منع کیا اور کہا کہ اس کام سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہو جائیگی مگر معتضد نے ایک نہ سنی اور احکام جاری کر دیئے جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصائب بیان کئے گئے تھے یہ دیکھ کر قاضی یوسف نے کہا کہ امیر المومنین! مجھے آپ کے اس فعل سے فتنوں کا سخت اندیشہ ہے آپ ایسا نہ کیجئے

معتضد نے کہا کہ اسکا علاج میرے پاس میری تلوار ہے۔ قاضی یوسف نے کہا کہ علویوں کا کیا علاج کیجئے گا جو تمام اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں جس وقت وہ اپنے اسلاف کی منقبت سنکر ان کے حصول میں آپکے خلاف ہتھیار اٹھا بیٹھیں گے اور لوگ انکے مناقب سنکر ان کا ساتھ دینگے معتضد یہ سنکر اس خیال سے باز آگیا۔

۲۸۰ھ میں بصرہ میں ایک زرد رنگ کی آندھی آئی پھر سبز ہوگئی اسکے بعد سیاہ پڑگئی اور تمام اطراف میں پھیل گئی پھر آسمان سے ایک چادر گری جس کا وزن تقریباً ڈیڑھ سو درہم تھا اس ہوا نے پانچسو درخت اکھیڑ دئے پھر آسمان سے سیاہ و سفید پتھر برسے۔

۲۸۶ھ میں بحرین میں ابو سعید القرمطی ظاہر ہوا اور اسکی شوکت کو ترقی ہوئی اور یہ وہی ابی طاہر سلیمان ہے جس نے حجر اسود کے اکھیڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ اسکے اور افواج شاہی کے درمیان جنگ ہوئی خلیفہ کی فوج نے چند مرتبہ شکست کھائی اور یہ بصرہ اور اس کے نواح پر قابض ہوگیا۔

اخبار معتضد

خطیب اور ابن عساکر نے ابو الحسین الخصیبی سے روایت کی ہے کہ معتضد نے ایک مرتبہ قاضی ابو حازم سے کہلا بھیجا کہ فلاں شخص کے اوپر میرا اتنا قرض ہے اور مجھے خبر ملی ہے کہ آپکی عدالت میں اس شخص پر بہت سوں نے دعویٰ کیا اور آپنے اسپر ڈگری دیدی اور لوگوں کا مال دلوا دیا اب آپ مجھے بھی اسی مقدمہ میں مدعی سمجھئے اور میرا مال بھی مجھے دلا دیجئے قاضی ابو حازم نے کہلا بھیجا کہ امیر المؤمنین خداوند تعالیٰ آپکی عمر دراز فرماوے آپکو یاد ہوگا کہ جب آپنے میری گردن میں قضیات کا بوجھ ڈالا تھا تو فرمایا تھا کہ آپنے امر عدالت اپنی گردن سے نکالکر میری گردن میں ڈالدیا ہے لہٰذا مجھے جائز نہیں کہ میں بغیر گواہوں کے کسی کے دعوے کو مان لوں آپ گواہ پیش کیجئے۔ اسکے جواب میں معتضد نے لکھا کہ میرے گواہ فلاں اور فلاں دو معزز شخص ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اُن گواہوں کو آپ میرے سامنے عدالت میں بھیجئے تاکہ میں اُن سے جرح و قدح کرلوں معزز وہ آپ ہی کے نزدیک ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ دونوں بموجب شرع شریف قابل گواہی ہو سکتے ہوں تو آپکا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے ورنہ جو کچھ میرے نزدیک ثابت ہو وہ بحال رہیگا۔ معتضد کے گواہوں نے قاضی صاحب کے سامنے آنے سے ڈر کر انکار کردیا اور قاضی صاحب نے معتضد کے دعوے کو خارج کردیا۔

ابن حمدون ندیم کہتے ہیں کہ معتضد نے قصد کیا کہ بحیرہ میں ایک عمارت ساٹھ ہزار دینار لگاکر بنوالی جائے اور اپنی کنیزوں خصوصاً اپنی محبوبہ دریرہ کو لیجاکر وہیں رہا کرے ابن بسام شاعر نے

اسپر یہ اشعار کہے (ترجمہ اشعار) لوگوں بحیرہ چھوڑ دیا اور تو نے بحیرہ میں خلوت گزینی کی۔ لوگ بیٹھ کر طبل بجاتے ہیں بوجہ دریرہ کی تاریکی کے۔ یہ اشعار معتضد نے بھی سُنے مگر سنی ان سُنی کر گیا اور کان پر ٹال گیا پھر کچھ دل میں آئی اور اس عمارت کے انہدام کے احکام جاری کر دئیے۔

چند روز کے بعد دریرہ کا انتقال ہو گیا معتضد نے اسکی موت پر بڑا ماتم کیا چنانچہ مرثیہ میں کہتا ہے (ترجمہ) اے حبیب میرا حبیب مجھ سے دور نہیں۔ تو اگرچہ میری آنکھ سے دور ہے مگر دل کے قریب ہے تیرے بعد مجھ کسی بات میں لطف نہیں آیا۔ گو میرے سینہ سے تو جدا ہو گیا ہو مگر دل میں تو ہی تو بسا ہوا ہے میرا خیال تجھ سے کبھی علیٰحدہ نہیں ہوتا تجھے میرے حال کی خبر نہیں کہ تیرے بعد میری گریہ وزاری کیسی ہے۔

معتضد ربیع الآخر ۲۸۹ھ میں سخت بیمار رہا۔ اصل میں اسکا مزاج کثرت جماع سے بہت متغیر ہو گیا تھا بیماری سے پھر افاقہ ہوا مگر پھر پلٹ گیا اور دو شنبہ ۲۲۔ ربیع الآخر کو انتقال کر گیا۔

مسعودی بیان کرتے ہیں کہ معتضد کو چونکہ بہت مرضوں نے آ دبایا تھا حالتِ نزع میں ایک طبیب آیا اور اُس نے نبض پر انگلی رکھی ادھر معتضد نے آنکھ کھولی اور طبیب صاحب کے ایک ایسی لات ماری کہ گرتے ہی دم نکل گیا ادھر معتضد کی بھی جان نکل گئی۔

معتضد بہت اچھے اشعار کہا کرتا تھا اسکے اکثر اشعار مشہور ہیں (جن کا ترجمہ ترک کر دیا گیا ہے اردو خواں اصحاب ان سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتے۔ مترجم)

ابن معتز نے اس کے مرثیے لکھے ہیں۔

اس نے چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں۔

حسب ذیل علماء نے اسکے وقت میں انتقال فرمایا۔ ابن المرازی المالکی۔ ابن الدنیا۔ قاضی اسماعیل۔ حارث بن ابی اُسامہ۔ ابوالعیناء۔ مبرد۔ ابو سعید الخراز صوفیوں کے شیخ۔ بحتری شاعر و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المکتفی باللہ ابو محمد

المکتفی باللہ ابو محمد علی بن معتضد ربیع الآخر ۲۶۴ھ کی چاند رات کو ایک ترکیہ ام ولد جیجک نامی کے شکم سے پیدا ہوا۔ یہ شخص اپنے حسن میں ضرب المثل تھا چنانچہ شاعروں نے کہا ہے (ترجمہ شعر) میں نے اسکے جمال و حسن سیرت پر قیاس کیا کہ ملاحت اور خیانت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ واللہ میں کبھی ایسی بات نہ کروں گا۔ خواہ وہ حسن میں آفتاب ہو یا مہتاب یا مکتفی۔

اسے اسکے باپ معتضد نے اپنی حیات میں ولیعہد بنایا تھا۔ باپ کی بیماری میں ہی لوگوں نے اس سے بروز جمعہ بعد از نماز عصر ۱۹۔ ربیع الآخر ۲۸۹ھ میں بیعت کر لی۔

صولی کہتے ہیں کہ خلفاء میں اس کا نام سوائے اسکے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تیسرا کوئی شخص نہیں ہوا۔ اور سوائے حضرت امام حسن بن علیؓ اور ہادی اور مکتفی کے کسی کی کنیت ابو محمد نہیں ہوئی۔

جس وقت معتضد کا انتقال ہوا تو مکتفی رقہ میں تھا اسکی غیبت میں وزیر ابوالحسن قاسم بن عبید اللہ نے اسکی طرف سے بیعت لی اور اسکو اسکی اطلاع کر دی۔ یہ ۷۔ جمادی الآخر کو بغداد پہنچا اور دجلہ کی کشتی میں سوار ہو کر آیا اس روز اہل بغداد نے بڑا جشن منایا قاضی ابو عمر پل سے نیچے گر پڑے مگر صحیح وسالم اٹھا لئے گئے جس وقت مکتفی دار الخلافہ میں داخل ہوا تو شعراء نے مدح خوانی کی وزیر قاسم کو دربار خلافت سے سات خلعتیں عطا ہوئیں۔ اسنے تخت نشینی کے بعد ان قید خانوں کو جو اسکے باپ نے لوگوں کے گھر لیکر بنوائے تھے مسمار کر دئے اور انکی جگہ مسجدیں بنوا دیں۔ جو دکانیں معتضد نے اپنا قصر بنوانے کیواسطے لوگوں سے لی تھیں اس نے انہیں انکو واپس کر دیں۔ خوش خلقی اختیار کی جسکی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں میں محبوب معلوم ہونے لگا اور لوگوں نے دعائیں مانگنا شروع کیں۔

اسی سال بصرہ میں سخت آندھی آئی جسکی وجہ سے بہت درخت گر گئے جسکی مثال تاریخ ماسبق میں نہیں ملتی۔ اسی سال یحییٰ بن زکرویہ قرمطی نے خروج کیا اور لشکر شاہی میں اور اسکے درمیان ایک بہت بڑا معرکہ ہوا۔ لڑائی نے طول کھینچا اور بالآخر ۲۹۰ھ میں مارا گیا۔ اسکے بعد اس کا بھائی حسین اسکی جگہ کھڑا ہوا اس نے اپنا لقب امیر المومنین مہدی رکھا اسکے چہرے پر ایک داغ تھا جس کی تاویل اس نے اس طرح کی کہ یہ اسکے آنے کی نشانی ہے اسکے چچا کا بیٹا عیسٰے بن مہرویہ نے اپنا لقب مدثر رکھا اور یہ کہا کہ سورۂ مدثر میں اسی کا نام مذکور ہے اپنے غلام کا نام المطوق بالنور رکھا اور تینوں نے شام میں بھیڑیوں کی طرح ایک اودھم مچا دی آخر یہ تینوں ۲۹۱ھ میں قتل کر دئے گئے۔

اسی سال ۲۹۱ھ میں انطاکیہ (بالام) نواحی روم میں فتح ہوا اور لاتعداد مال غنیمت ہاتھ آیا۔

۲۹۳ھ میں دجلہ میں اس قدر طغیانی آئی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی طغیانی نہ آئی تھی جسکی وجہ بغداد کا اکثر حصہ تباہ ہو گیا کہتے ہیں کہ اکیس ہاتھ پانی اوپر چڑھ آیا تھا۔

صولی مکتفی کی مدح اور قرمطی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں (ترجمہ اشعار) ہمیں خلیفہ مکتفی کافی ہے

اے آلِ عباس تم انسانوں کے سردار ہو تمہیں خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم انسانوں پر حکومت کرو۔ تمہیں میں سے اولیا ہیں اور بادشاہ۔ جس شخص نے تمہاری اطاعت کی وہ مؤمن ہے اور جس نے نافرمانی کی وہ کافر ہے۔

صولی کہتے ہیں کہ میں نے مکتفی سے سنا وہ اپنی بیماری کی حالت میں کہتا تھا کہ واللہ مجھے ان سات سو دیناروں کا بہت ہی بڑا خوف ہے جو میں نے اپنے خرچ میں لگا لئے تھے حالانکہ میں جانتا تھا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور مجھے چنداں ان کی احتیاج بھی نہیں تھی مجھے خوف ہے کہ کل قیامت میں خداوند تعالیٰ ان کے متعلق سوال نہ کر لیں میں اس غلطی پر خداوند تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں۔

مکتفی نے جوانی میں ہی شب یکشنبہ بتاریخ ۲۲۔ ذیقعدہ ۲۹۵ھ میں انتقال کیا اور آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں۔

اسکے وقت میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل ثعلب امام العربیہ قنبل مقری۔ ابو عبداللہ بوشنجی فقیہہ۔ بزار صاحب مسند۔ ابو مسلم الکجی۔ قاضی ابو حازم۔ صالح جزرہ۔ محمد بن نصر المروزی۔ ابو حسین نوری۔ شیخ صوفیہ۔ ابو جعفر ترمذی۔ شیخ شافعیہ عراق کے و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ میں نے تاریخ نیشاپور مصنفہ عبدالغافر میں بروایت ابی الدنیا لکھا دیکھا ہے کہ جس وقت مکتفی تخت خلافت پر بیٹھا تو میں نے یہ دو اشعار لکھ کر اسکے پاس بھیجے (ترجمہ اشعار) مروت والوں کے نزدیک استاد کا حق باپ کے برابر ہوتا ہے سب سے بہتر وہی ہیں جو اسکی رعایت کریں اور اہلبیت نبوت اسکی بہت رعایت کرتے ہیں۔ یہ پڑھ کر میرے پاس دس ہزار درہم بھجوا دئے۔ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی الدنیا المکتفی کے زمانہ تک زندہ رہا ہے۔

المقتدر باللہ ابو الفضل

المقتدر باللہ ابو الفضل جعفر بن معتضد رمضان المبارک [illegible] میں ام ولد رومیہ یا ترکیہ غریب نامی کے بطن سے پیدا ہوا۔ بعضوں نے اسکی ماں کا نام شعب بھی لکھا ہے۔

مکتفی جب بہت زیادہ بیمار ہوا تو لوگوں نے اسکی جانشینی کے متعلق دریافت کیا اور جس وقت اسے یقین دلا دیا گیا کہ مقتدر بالغ ہو گیا ہے تو مکتفی نے اسکو ولیعہد مقرر کر دیا۔ یہ شخص تیرہ برس کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھ گیا اس سے پہلے اتنی کم عمر کا کوئی خلیفہ تخت خلافت پر نہیں بیٹھا تھا۔

وزیر عباس بن حسن نے اسے بچہ سمجھ کر لوگوں سے اسکے متعلق استصواب کیا اور خود اسکے خلع کی رائے دی لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ مقتدر کا خلع کر کے اسکی بجائے عبداللہ بن معتز کو خلیفہ مقرر کیا جائے عبداللہ بن معتز نے کہا کہ میں خلافت اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ خونریزی نہ ہو یہ خبر مقتدر کو بھی پہونچی تو اس نے بہت سا مال عبداللہ بن معتزلہ کے پاس بھیجکر اُسے اپنے سے راضی کر لیا اور اُسنے خلافت سے انکار کر دیا مگر لوگ اسپر راضی نہ ہوئے آخر ۲۰ ربیع الاول ۲۹۶ھ میں جبکہ وہ گیند سے کھیل رہا تھا اسپر چڑھ آئے۔ مقتدر یہ دیکھکر گھر میں گھس گیا اور دروازہ بند کر لیا اسمیں دو وزیر اور ایک جماعت کام آئی۔ لوگوں نے عبداللہ بن معتز کو بلا لیا قاضیوں اور اعیان سلطنت اور رؤساء شہر نے ابن معتز سے بیعت کر لی اور اس کا لقب غالب باللہ مقرر کر دیا۔ محمد بن داؤد بن جراح کو وزیر اور ابو المثنیٰ احمد بن یعقوب کو اس کا قاضی مقرر کر دیا اور نئے خلیفہ کے نام سے احکام جاری ہونے لگے۔

معافی بن ذکریا جریری کہتے ہیں کہ جس وقت مقتدر کا خلع اور ابن المعتز سے بیعت ہو گئی تو لوگ محمد بن جریر طبری کے پاس آئے اور اس خبر کی اطلاع کی انہوں نے دریافت کیا کہ وزیر اور قاضی کون کون مقرر ہوئے ہیں پھر محمد بن داؤد اور ابو المثنیٰ نام سن کر فرمانے لگے کہ یہ امر پورا ہوتا معلوم نہیں ہوتا کسی نے دریافت کیا کہ کیوں کیا کوئی ان میں قابل نظر نہیں آتا چنانچہ ایسا ہی ہوا

ابن معتز نے مقتدر باللہ کو کہلا بھیجا کہ تم محمد بن طاہر کے مکان پر چلے جاؤ تاکہ میں دار الخلافہ میں چلا جاؤں اسکا جواب مقتدر نے اثبات میں دیا اور جو کچھ اسکے پاس تھوڑی سی جمیعت باقی رہ گئی تھی اور جس سے وفاداری کا عہد کر لیا تھا اسکو لیکر چلا ابن معتز نے جب اس چھوٹی سی جماعت کو اس شان و شوکت کے ساتھ دیکھا تو کچھ مرعوب ہو گیا اور خداوند تعالیٰ نے اُسکے دل میں کچھ ایسا رعب ڈالا کہ وہ بھاگنے کا ارادہ کرنے لگا۔ آخر ابن معتزلہ اور اسکا وزیر اور قاضی بھاگ پڑے اور بغداد میں قتل عام شروع ہو گیا مقتدر نے ان فقہاء اور امراء کو جنہوں نے اسکی خلع کی تھی پکڑ کے یونس خزانچی کے سپرد کر دیا۔ قتال و جدال کی یہانتک نوبت پہنچی کہ سوائے چار آدمیوں کے جس میں قاضی ابو عمر بھی تھے سب قتل ہو گئے ابن معتزلہ گرفتار کر کے قید خانہ بھیجا گیا جسکی چند روز کے بعد قید خانہ سے لعش ہی نکلی۔

اسوقت جاکر مقتدر باللہ کا تسلط بیٹھا۔ ابو الحسن علی بن محمد بن فرات سے وزارت سپرد ہوئی اُس نے مظالم کی بیخکنی اور عدل کی اشاعت کی اور مقتدر کو بھی عدل کرنیکی ترغیب دلائی مگر مقتدر اپنے صغر سن کی وجہ سے امور سلطنت ابو الحسن کو سپرد کر کے خود لہو و لعب میں مشغول ہو گیا اور تمام خزانہ لٹا ڈالا۔ اسی سال مقتدر نے یہود و نصاریٰ سے خدمت نہ لینے کے متعلق احکام جاری کئے اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ بجائے زین کے محض پالان پر سوار ہوا کریں۔ اسی سال مغرب میں مہدی غالب ہو گیا اور امامت اسی کے قبضہ میں

آ گئی خلافت کا بھی دعویٰ کیا چونکہ لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کیا تھا لوگ اسی کی طرف دور دور سے بھاگ کر آنے شروع ہو گئے۔ ملک مغرب اس کے قبضہ میں آ کر ترقی کرنے لگا۔ مملکت بڑھ گئی اور مہدیت کی نیو جم گئی۔ امیر افریقیہ زیادۃ اللہ بن اغلب تاب نہ لا کر مصر کی طرف بھاگا۔ پھر عراق چلا آیا ملک مغرب کی حکومت بنو عباس سے نکلکر مہدی کے قبضہ میں آ گئی۔ مورخین کے نزدیک زوال خلافت بنو عباس اسی تاریخ سے شمار ہوتا ہے گویا اس حساب سے بنو عباس کی سلطنت جمیع ممالک اسلامیہ پر ایک سو ساٹھ سال سے کچھ اوپر رہی اور اسکے بعد سے زوال شروع ہو گیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مقتدر کی صغرسنی کیوجہ سے اسکے وقت میں نظام سلطنت میں بہت خلل واقع ہوا۔

۳۰۰ھ میں بیور کے اندر ایک پہاڑ زمین کے اندر دھنس گیا اور اسکے نیچے سے اتنا پانی نکلا کہ اسمیں کئی گاؤں ڈوب گئے۔

اسی سال ایک خچری نے بچھیرا دیا اللہ تبارک و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں جو چاہیں کریں۔

۳۰۱ھ میں علی بن عیسیٰ کو قلمدان وزارت سپرد کیا گیا اُسنے نہایت ایمانداری عدل اور تقویٰ سے کام لیا شراب فروشی اور شراب نوشی کے سخت احکام جاری کئے ایک سال میں رعایا سے پانچ لاکھ دینار خراج کے معاف کر دئے۔

اسی سال قاضی ابو عمر دوبارہ قاضی بنائے گئے اور مقتدر اسی سال سب سے اول سوار ہو کر اپنے مکان سے شماسیہ گیا اور خود کو عوام میں ظاہر کیا۔

اسی سال حسین حلاج معروف بہ منصور اونٹ پر سوار ہو کر بغداد آیا اور اُسنے انا الحق کا دعوےٰ کیا یہ چرچا بغداد میں پھیلا اس شخص کا اعتقاد تھا کہ خداوند تعالیٰ انسان میں حلول کر سکتے ہیں اسکے متعلق تحقیق کیگئی تو معلوم ہوا کہ نہ یہ قرآن شریف جانتا ہے نہ علم حدیث نہ فقہ سے واقف ہے۔ اس عقیدہ کی وجہ سے قید کر لیا گیا اور آخر ۳۰۹ھ میں قاضی ابو عمر وغیرہ کے فتووں کے موافق سولی پر چڑھا دیا گیا۔ عوام الناس کو بذریعہ منادی کے اول یہ اطلاع دیدی گئی تھی کہ حسین قرامطی ہے اسکی سزا یابی کے وقت ہر شخص کو میدان میں موجود ہونا چاہیئے۔

اسی سال یعنی ۳۰۱ھ میں مہدی فاطمی چالیس ہزار بربری لیکر مصر پر چڑھنے کے ارادے سے چلا مگر راستہ میں دریائے نیل چونکہ حائل تھا اس لئے اسکندریہ کی طرف واپس چلا گیا اور وہاں پہنچکر فتنہ و فساد پیدا کر دیا۔ مقابلہ کیواسطے فوج شاہی روانہ کیگئی جس کا مقابلہ برقہ میں ہوا لیکن فوج شاہی کو شکست ہوئی اور مہدی اسکندریہ اور فیوم پر قابض ہو گیا۔

سنہ ۳۰۲ھ میں مقتدر باللہ نے اپنے پانچ لڑکوں کے ختنہ کرائے اور اسپر چھ لاکھ دینار خرچ کر دیئے اپنے لڑکوں کے ہمراہ بہت سے یتیم بچوں کے بھی ختنہ کرائے اور انپر احسانات کئے۔

اسی سال مقتدر نے سب سے اول جامع مسجد مصر میں نماز پڑھائی۔ علی بن علی شیخہ نے ایک کاغذ پر دیکھکر خطبہ پڑھا اور باوجود لکھنے کے ایسی فاش غلطی کھائی کہ لوگ ہنس پڑے یعنی آیت اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کی بجائے وَاَنْتُمْ مُشْرِکُوْنَ ہ پڑھ گیا جسکے معنے ہیں کہ خداوند تعالیٰ سے ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے اور جب مرو تو (بجائے مسلمان مرو کے یہ کہہ گیا کہ) مشرک مرو۔

اسی سال قوم دیلم جو مجوسی تھے حسن بن علی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

سنہ ۳۰۴ھ میں ایک جانور بغداد کے اندر جسے لوگ زیریب کہتے تھے ظاہر ہوا یہ رات کیوقت بچوں کو کھا جاتا تھا اور عورتوں کی چھاتیاں کاٹ کر لیجاتا تھا لوگ اس سے اپنی حفاظت کرتے تھے اور طشت و سینیاں بجا بجا کر اسکو ڈراتے تھے۔ بچوں کو ٹوکروں کے اندر رات کو ڈھکتے تھے۔ یہی قصہ بہت دنوں تک رہا۔

سنہ ۳۰۵ھ میں ملک روم نے مقتدر کیطرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور کچھ تحفہ تحائف دیکر اپنے آدمیوں کو اُسکے پاس بھیجا مقتدر نے ان لوگوں کے لئے بڑی تیاریاں کیں اول سب سے آگے ایک لاکھ ساٹھ ہزار فوج بابِ شماسیہ سے دارالخلافہ تک مسلح کھڑی کی انکے پیچھے سات ہزار خدمتگار پھر سات سو حاجب کھڑے کئے دارالخلافہ کی دیواروں پر اڑتالیس ہزار دیباج کے پردے زینت کیواسطے ڈلوائے۔ بائیس ہزار قسم کے فرش بچھائے شکاری درندے زنجیروں میں بندھوا کر قریب ایک سو کے اپنے سامنے کھڑے کرائے۔

اسی سال بادشاہ عمان نے مقتدر کے پاس تحائف روانہ کئے جس میں ایک سیاہ رنگ کا پرندہ بھی تھا جو طوطی سے بھی زیادہ فارسی اور ہندی میں فصاحت سے کلام کرتا تھا۔

سنہ ۳۰۶ھ میں مقتدر کی والدہ نے ایک مارستان کا افتتاح کیا جس کا سالانہ خرچ چار ہزار دینار

اسی سال مقتدر کی غفلت اور لاپرواہی سے سلطنت کا تمام نظم ونسق حرم شاہی کے ہاتھ میں آگیا حتیٰ کہ مقتدر کی ماں ہر جمعہ کو اجلاس کرنے لگی اور قاضیوں و اعیان سلطنت کی حاضری میں فرامین جاری کرنے لگی اس خدمت کے عوض میں بیت المال سے تنخواہ لیتی تھی۔

اسی سال القائم محمد بن مہدی فاطمی مصر پر چڑھ آیا اور اکثر صعید پر قابض ہو گیا۔

سنہ ۳۰۸ھ میں بغداد کے اندر غلہ کی سخت گرانی ہو گئی جسکی وجہ سے رعایا گرسنگی میں مبتلا ہو گئی کہتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ ہوئی تھی کہ حامد بن عباس سواد جو بغداد کا حاکم تھا اُسنے بغداد پر بڑا ظلم توڑا تھا جسکی وجہ سے رعایا میں بےچینی ہو کر فضیحت اور غارتگری شروع ہو گئی۔ رعایا منتشر ہو گئی۔ کئی روز تک لڑائی جاری

رہی قید خانہ میں آگ لگادی گئی قیدی بھاگ گئے وزیر سلطنت کو پتھر مار مار کر قتل کر ڈالا اور دولتِ عباسیہ کا بد تر حال ہوگیا ان اسباب کی بنا پر بغداد تک غلہ نہ پہونچا اور گرانی ہوگئی۔

اسی سال القائم جزیرہ قسطاط پر قابض ہوگیا جسکی وجہ سے وہاں کے باشندوں کو بڑا قلق ہوا اور وہ خود لڑائی کیلئے کھڑے ہوگئے جدال وقتال شروع ہوگیا جسکی تفصیل بہت طویل ہے۔

۳۰۹ھ میں حسین حلاج معروف بہ منصور قاضی ابو عمر اور فقہاء و علمائے کے فتووں کے بموجب سولی پر چڑھا دیا گیا اسکے متعلق لوگوں نے بہت تصانیف کی ہیں اگر مفصل حالات دیکھنا ہوں تو ان میں دیکھ لیں۔

۳۱۱ھ میں مقتدر نے حکم جاری کیا کہ معتضد کے فرمان کے بموجب ذوی الارحام کو وراثت میں حصہ دیا جائے

۳۱۲ھ میں والی خراسان کے ہاتھ سے فرغانہ فتح ہوگیا۔

۳۱۴ھ میں رومی ملطیہ پر بزور شمشیر قابض ہوگئے اور اسی سال موصل میں دجلہ کا پانی اتنا منجمد ہوگیا کہ جانور اس پر چلنے لگے جو کبھی پہلے ایسا نہیں ہوا تھا۔

۳۱۵ھ میں دمیاط میں رومی گھس آئے شہر کو لوٹا اور جامع مسجد میں ناقوس بجادیا۔

اسی سال دیلم نے رے اور جبال پر حملہ کیا خلقت کو قتل کر ڈالا اور بچوں کو ذبح کردیا۔

۳۱۶ھ میں قرمطی نے ایک مکان بنوایا جسکا نام اسنے دار الہجرت رکھا اسکی وجہ سے فساد اٹھ کھڑا ہوا اس نے بہت سے شہروں پر قبضہ کرلیا مسلمانوں پر اچانک چھاپہ مارا اور انہیں اذیتیں پہنچائیں اسکی وجہ سے انکے دلوں میں اسکی ہیبت بہت ہوگئی اسکے مرید بہت بڑھ گئے۔ خلافت کی جڑیں ہل گئیں۔ مقتدر نے چند مرتبہ مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کیں مگر شکستیں کھا کھا کر واپس آگئیں نوبت یہاں تک پہونچی کہ حج بند ہوگیا۔ مکہ والے مکہ شریف کو چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔

اہل روم نے خلاط پر حملہ کردیا اور وہاں کی جامع مسجد سے منبر نکالکر اسکی جگہ صلیب قائم کردی۔

۳۱۷ھ میں مونس خادم الملقب بہ مظفر کو معلوم ہوا کہ مقتدر میرے بجائے ہارون بن غریب کو امیر الامراء (عرض بیگی) بنانا چاہتا ہے اس لئے اُسنے خروج کردیا اور عشاء کے بعد محرم کی چودھویں رات کو تمام فوج اور امراء کو ساتھ لیکر دار الخلافہ پر چڑھ آیا یہ دیکھکر مقتدر کے ہواس جاتے رہے اور یہ خود بھی اسی وقت اپنی ماں اور خالہ اور بیوی کو لیکر مع چھ لاکھ دینار کے گھر سے نکل کھڑا ہوا لوگوں نے مونس کی اشتمالک سے اسکی خلع پر شہادت دیدی اور محمد بن معتضد نے مونس اور دیگر امراء نے بیعت کرلی۔ القاہر باللہ کا اسکو خطاب ملا قلمدان وزارت ابی علی بن مقلہ کے سپرد کردیا گیا یہ ہفتہ (بار) کا دن تھا اسکے اگلے روز یکشنبہ کو القاہر باللہ نے اجلاس کیا وزیر نے اسکی خبر تمام ممالک محروسہ میں پہونچادی

دوشنبہ کے روز افواج نے بیعت کے انعام وغیرہ کا مطالبہ کیا چونکہ مونس اسوقت موجود نہیں تھا اسلیے کچھ تامل ہوا مگر فوج نے شور و شغب برپا کر دیا دربان کو قتل کر ڈالا مونس کے گھر پر چڑھ گئے اور مقتدر کا مطالبہ کیا۔ آخر اپنے کندھوں پر بٹھا کر مقتدر کو دار الخلافہ میں لائے اور القاہر باللہ کو پکڑ کر مقتدر کے سامنے پیش کر دیا۔ القاہر روتا تھا اور اپنے دل میں اللہ اللہ کرتا تھا مقتدر نے کہا بھائی ڈرو مت تمہارا کچھ قصور نہیں ہے تم نے کبھی بیحرمتی کی واللہ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ اس اثناء میں لوگوں میں بھی سکون پیدا ہو گیا اور پہلا وزیر پھر بحال کر دیا گیا ممالک محروسہ میں از سر نو پھر اسکی اطلاع لکھی گئی کہ مقتدر ہی بدستور خلیفہ قائم ہے مقتدر نے فوج کو بہت انعام و اکرام تقسیم کیا۔

اسی سال حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ مقتدر نے منصور دیلمی کو روانہ کیا جو کہ معظمہ میں بخیر یت تمام پہنچ گئے۔ ذوالحجہ کو ابو طاہر قرمطی دشمن خدا بھی وہاں پہنچ گیا جس نے وہاں پہنچکر مسجد حرام میں حاجیوں کو قتل کیا اور انکی لاشیں چاہِ زمزم میں پھنکوا دیں حجر اسود کو گرز مار کر توڑ ڈالا اور اُسکو دیوار خانہ کعبہ سے جدا کر دیا گیارہ روز تک یوں ہی پڑا رہنے دیا اور پھر اُسکو لے چلا چنانچہ بیس سال سے زیادہ دنوں تک انہیں کے قبضہ میں رہا۔ پچاس ہزار دینار اُسکے معاوضہ میں پیش کیے گئے مگر اُس نے دینے سے انکار کر دیا آخر مطیع کے زمانۂ خلافت میں واپس آیا۔

کہتے ہیں کہ جب حجر اسود کو مکہ معظمہ سے دار الہجرت تک لیگئے تو اُسکے نیچے چالیس اونٹ وہاں تک مر گئے اور جب اُسکو واپس لائے تو ایک اونٹ مکہ شریف تک واپس لے آیا۔

محمد بن ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ سنہ قرامطہ میں میں خود مکہ شریف ہی میں موجود تھا ایک شخص میزاب کعبہ کو اکھیڑنے چڑھا مجھ سے دیکھ کر صبر نہ ہو سکا اور میں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ الٰہی یہ ظلم مجھ سے برداشت نہیں ہوتا فوراً ہی یہ شخص اپنے سر کے بل گرا اور گرتے ہی مر گیا۔

قرمطی نے باب کعبہ پر چڑھ کر یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) میں خدا کے ساتھ ہوں اور قسم خدا کی میں ہی خلقت کو پیدا کرتا اور فنا کرتا ہوں۔ ابو طاہر قرمطی نے اسکے بعد کچھ زیادہ دنوں تک فلاح نہ پائی اور چیچک میں مر گیا۔

اسی سال بغداد میں ایک ہنگامہ بڑا اور کھڑا ہو گیا جسکا سبب یہ ہوا کہ آیت عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (قریب ہے کہ پہنچا دے تیرا رب تجھے مقام محمود میں) میں آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حنابلہ کہتے تھے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ خداوند تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھلا دینگے اور دوسرا فریق کہتا تھا کہ اسکے یہ معنی نہیں بلکہ اس سے شفاعت مراد ہے۔ یہ فساد بڑھا اور اس میں ایک جماعت کثیرہ قتل ہو گئی۔

۳۱۹ھ میں قرمطی کوفہ میں آ دھمکا اہل بغداد کو خوف لاحق ہوا کہ وہ کہیں بغداد پر چڑھائی نہ کر دے لوگوں نے

بہت تضرع وزاری سے دعائیں کیں قرآن شریف بلند کئے اور مقتدر کو گالیاں دیں۔

اسی سال دیلیم دینور پر چڑھ آئے اور لوگوں کو تیز اور قتل کر دیا۔

سنہ ۳۲۰ھ میں مونس پھر مقتدر پر چڑھ آیا اور ایک بہت بڑا لشکر بربریوں کا ساتھ لایا ادہر خود مقتدر بنفس نفیس میدان میں آیا جب دونوں لشکر بڑے اور ہنگامہ آرائی ہوئی تو ایک بربری نے مقتدر کے ایک تیر مارا جسکی وجہ سے مقتدر زمین سے زمین پر گرا اسی بربری نے اسکو تلوار سے قتل کر ڈالا اور اسکا سر کاٹ کر نیزے پر رکھا کپڑے اتار لئے اور اسکی نعش کو ننگا کر کے پھینکدیا لوگوں نے ستر عورت حسن حاشا کے سے چھپایا اور گڑھا کھود کر دہیں داب دیا۔ یہ ۲۷ شوال سنہ ۳۲۰ھ یوم چہار شنبہ تھا۔

کہتے ہیں کہ مقتدر کے وزیر نے اس روز اس کا زائچہ دیکھا تھا قتل کے تھوڑے ہی دیر پہلے مقتدر نے دریافت کیا تھا کہ اسوقت کیا وقت ہوگا اُسنے کہا تھا کہ زوال کا وقت ہوگا مقتدر نے لفظ زوال سے شگون لیا اور واپس پھرنے کا ارادہ کیا تھا مگر فوراً ہی مونس کی فوج آگئی اور لڑائی شروع ہوگئی۔

جس بربری نے مقتدر کو قتل کیا تھا لوگ اسکے پیچھے ہوئے اور یہ دار الخلافہ کیطرف تاہو کے نکال لانیکی فکر میں جا رات میں اسکو ایک شخص کانٹوں کا گٹھڑ اٹھا ہوئے ملا اُس شخص نے اسکو رحم کر کے ایک قصائی کی دوکان تک پہونچا دیا وہاں اسکے ہو کانٹا قصائی اپنی دوکان میں گوشت لٹکانے کے واسطے لگائے رکھتے ہیں لگا یہ اس میں اٹک گیا اور گھوڑا اسکے آسن کی سستی کیوجہ سے اُسکے نیچے سے نکل بھاگا یہ زمین پر گرا اور لوگوں نے اسکو پکڑ کر اُسی کانٹوں کے بوجھ میں زندہ پھونک دیا۔

مقتدر عقلمند صحیح الرائے شخص تھا مگر شہوات اور شراب سے مجبور تھا اور اسی کے ساتھ فضول خرچ بھی پورا تھا عورتیں اسپر حاوی آگئی تھیں چنانچہ اُسنے انکو تمام خلافت کے جواہرات دیکھنے بعض کو دہ دُرِ یتیم جس کا وزن تین مثقال تھا دیدیا تھا زیدان نے قہرمان کو ایک تسبیح جواہرات کی جو اپنی مثل آپ ہی تھی دیدی تھی غرض بے انتہا مال ضائع کر دیا تھا اسکے پاس رومی اور صقالبی اور حبشی غلاموں کے علاوہ گیارہ ہزار خصی غلام رہتے تھے۔

اس نے بارہ لڑکے چھوڑے جن میں سے تین یعنی راضی متقی مطیع خلیفہ ہوئے اسیطرح متوکل اور رشید کی اولاد خلیفہ ہوئی۔ عبد الملک کے البتہ چار بیٹے خلیفہ ہوئے جسکی نظیر سوائے بادشاہوں کے خلفاء میں نہیں ملتی۔ یہ ذہبی کا قول ہے مگر میں کہتا ہوں کہ میرے اپنے زمانہ تک اولاد متوکل میں سے پانچ آدمی خلیفہ ہوئے المستعین عباس۔ المعتضد داؤد۔ مستکفی سلیمان۔ القائم حمزہ۔ المستنجد یوسف اور اسکی نظیر نہیں ملتی۔

لطائف المعارف ثعالبی میں ہے کہ متوکل اور مقتدر کے علاوہ کوئی شخص جعفر نامی خلیفہ نہیں ہوا اور یہ دونوں قتل ہوئے متوکل شب چہار شنبہ کو اور مقتدر روز چہار شنبہ کو۔

مقتدر کی خوبیوں اور محاسن میں ابن شاہین سے یہ حکایت مروی ہے کہ اسکے وزیر علی بن عیسٰی نے ارادہ کیا کہ ابو محمد بن صاعد اور ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی کی آپس میں صلح کرا دوں چنانچہ وزیر علی بن عیسٰی نے ابوبکر سے کہا کہ ابو محمد چونکہ تم سے بڑے ہیں اس لئے تم اُٹھ کر ان سے معافی مانگو۔ ابوبکر بن ابی داؤد نے جواب دیا کہ یہ مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا وزیر نے یہ جواب سنکر کہا کہ کیا تم سٹھیا گئے ہو یہ سن کر ابوبکر کھڑا ہو گیا اور کہا شاید تم مجھے اس لئے ذلیل کرتے ہو کہ مجھے تمہاری معرفت چونکہ تنخواہ ملتی ہے واللہ میں کبھی آئندہ تمہارے ہاتھ سے کوئی چیز نہ لونگا اور محض تنخواہ کیوجہ سے ذلیل نہ ہونگا یہ خبر مقتدر کو پہونچی اور ابوبکر کی تنخواہ خود اپنے ہاتھ سے شمار کر کے اپنے غلاموں کے ہاتھ بالا بالا اُسکے پاس بھجوانے لگے۔

مقتدر کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ محمد بن داؤد ظاہری۔ یوسف بن یعقوب قاضی۔ ابن سریج شیخ شافعیہ۔ جنید شیخ صوفیہ۔ ابو عثمان حیری زاہد۔ ابوبکر بردیجی۔ جعفر فریابی۔ ابن بسام شاعر۔ نسائی صاحب سنن۔ حسن بن سفیان صاحب سنن۔ جبائی شیخ المعتزلہ۔ یموت بن مزرع نحوی۔ ابن جلار شیخ الصوفیہ۔ ابو یعلی الموصلی صاحب مسند۔ اُشنانی المقری۔ ابن سیف بڑے جلیل القدر قاری مصر۔ ابوبکر رویانی صاحب مسند۔ ابن منذر الامام۔ ابن جریر الطبری۔ زجاج نحوی۔ ابن خزیمہ۔ ابن زکریا طبیب۔ اخفش صغیر۔ بنان الجمال۔ ابوبکر بن داؤد سجستانی۔ ابن سراج نحوی۔ ابو عوانہ صاحب الصحیح۔ ابو القاسم بغوی صاحب مسند۔ ابو عبید بن حربویہ۔ کعبی شیخ معتزلہ۔ ابو عمر قاضی۔ قدامہ کاتب و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

القاہر باللہ ابو منصور

القاہر باللہ ابو منصور۔ محمد بن معتضد بن طلحہ بن متوکل ایک ام ولد فتنہ نامی کے شکم سے پیدا ہوا جس وقت مقتدر قتل ہو گیا تو لوگوں نے اپنی طرف سے اُسکو اور محمد بن مکتفی کو نامزد کیا جس وقت لوگوں نے ابن مکتفی سے خلافت کے لئے کہا تو اُسنے انکار کر دیا اور کہا مجھکو خلافت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرا چچا القاہر زیادہ مستحق خلافت ہے۔ قاہر نے خلافت کو منظور کر لیا اور بیعت ہو گئی اور جیسا کہ اسکے پہلے القاہر اس کا لقب ہوا تھا یہی لقب بدستور رہا۔

اُس نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مقتدر کی اولاد پر تاوان مقرر کر دیا اُنکو خوب زدوکوب کیا حتی کہ مقتدر کی والدہ کا تو پٹتے پٹتے انتقال ہو گیا۔

۳۲۱ھ میں فوج نے شور و شغب مچا دیا اور بگڑ گئی۔ مونس اور ابن مقلہ اور چند دیگر اشخاص نے متفق ہو کر القاہر کو تخت سے علیحدہ کرنیکی تجویز کر لی اور اسکی بجائے ابن مکتفی سے بیعت کرنے پر راضی ہو گئے مگر قاہر نے ایک حیلہ سے غدر کو روک دیا اور جتنے سرکردگان غدر تھے سب کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ ابن مکتفی کو دیوار میں چنوا دیا۔ ابن مقلہ روپوش ہو گیا۔ روپوشی پر اسکے گھر کو آگ لگوا دی دوسرے مخالفین کے گھر لٹوا دئے اس فارغ ہو کر القاہر فوج کی طرف متوجہ ہوا اور اسکو انعام و اکرام دیکر اپنے سے راضی کر لیا۔ معاملہ اس طرح سے رفع دفع ہو گیا اور رعایا کے دل میں اپنا رعب و عظمت قائم ہو گیا۔ اس نے اپنے لقب میں المنتقم من اعداء دین اللہ کا اضافہ کیا اور سکوں پر اسکو سکہ کرا دیا۔

اسی سال اس نے گانیوالی باندیوں کو رکھنے سے منع کر دیا۔ شراب کی بندش کر دی۔ گویّوں کو قید کر لیا۔ مخنثوں کو شہر بدر کر دیا۔ لہو ولعب کے آلات کو توڑ ڈالا گانیوالی لڑکیوں کو جو سادہ گاتی تھیں اور سرود گویاں نہیں تھیں بیچ ڈالنے کا حکم دیا اور باوجود ان باتوں کے خود اس قدر شراب پیتا تھا کہ کسی وقت نشہ نہیں اُترتا تھا اور گانا اِس قدر سنتا تھا کہ کبھی بس نہیں کرتا تھا۔

۳۲۲ھ میں دیلم جو مرداویج کے رہنے والے تھے اصفہان پر چڑھ آئے انکے مددگار و معاونین میں علی بن بویہ بھی تھا۔ جس نے بہت مال جمع کر کے اپنے مخدوم سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور محمد بن یاقوت کے نائب خلیفہ سے ملکر محمد کو شکست دیدی تھی اور خود ابن بویہ فارس پر مسلط ہو گیا تھا۔ اسکے والدین مفلس اور قلاش تھے اپنا گذارہ مچھلیاں پکڑ پکڑ کر کیا کرتے تھے۔ ایک دن اُسنے خواب میں دیکھا کہ میں نے پیشاب کیا ہے اور میری پیشاب گاہ سے آگ کا شعلہ نکلا ہے جس نے پھیل کر دنیا کو روشن کر دیا۔ اُس نے خود اس کی یہ تعبیر لی کہ میری اولاد بادشاہ ہو گی اور اسکی سلطنت کے حدود جہاں تک یہ شعلہ پہونچا ہے وہیں تک ہونگے۔ شدہ شدہ تھوڑے زمانہ کے بعد یہ مرداویج بن زیاد دیلمی کا ندیم ہو گیا اور دیلمی نے اس کو کرخ سے مال لانے کے لئے بھیج دیا یہ وہاں سے پانچ لاکھ درہم لیکر چلا اور راستہ میں ہمدان پر قبضہ کرنا چاہا مگر اہلِ ہمدان نے شہر کے دروازے بند کر لئے جس کی وجہ سے اُس نے لڑائی شروع کر دی اور آخر بزور شمشیر اس کو فتح کر لیا بعض کہتے ہیں کہ ہمدان والوں سے صلح ہو گئی تھی اور صلح کے ذریعہ ہمدان میں داخل ہوا تھا غرض فتح

کے بعد یہ شیراز پہنچا اور یہاں خرچ کی وجہ سے مال میں کمی آگئی اتفاقاً ایک روز جو ایک مکان میں یہ چت لیٹا تو چھت میں سے ایک سانپ نکل آیا اس نے حکم دیا کہ چھت گرادی جائے اسکے گرانے پر چھت میں سے چند صندوق سونے کے بھرے ہوئے برآمد ہوئے اس نے سب کو اپنے لشکر میں تقسیم کردیا اور درزی کو کپڑا سینے کے لئے بلوایا درزی اتفاق سے بہرا تھا اُسنے خیال کیا کہ کسی نے میری چغلخوری کردی خود بخود کہنے لگا واللہ میرے پاس سوائے بارہ صندوقوں کے اور زیادہ کچھ نہیں ہے اور نہ مجھے یہ خبر ہے کہ اِن صندوقوں میں کیا ہے۔ صندوق منگائے گئے اور اُن میں سے بے انتہا مال نکلا۔ ایک روز گھوڑے پر چلا جارہا تھا گھوڑے کے پیر زمین میں دھس گئے کھدوا کر دیکھا تو وہاں سے خزانہ برآمد ہوا۔ غرض اس طرح بہت مال ابن بویہ کے پاس جمع ہوگیا اور اکثر شہروں پر قابض ہوگیا۔ خراسان اور فارس خلافت سے نکلکر اسکے قبضہ میں آگئے۔

اسی سال القاہر باللہ نے اسحاق بن اسماعیل نوبختی کو کنوئیں میں اُلٹا لٹکواکر کنوئیں کو پٹوادیا جسکا قصور محض اتنا تھا کہ اُسنے قبل از خلافتِ قاہر ایک کنیزک کو قاہر سے بڑھکر قیمت میں خرید لیا تھا۔

اسی سال ابن مقلہ مفرور نے جو کہیں روپوش تھا آکر افواج شاہی کو ورغلان دیا اور کہا کہ قاہر نے چند تہ خانے بنوائے ہیں عنقریب وہ تم سب کو کسی روز اُن میں قید کردیگا اسی طرح کی اور چند باتیں بیان کیں جنکی وجہ سے فوج نے غدر کردیا اور تمام آدمی متفقہ تلواریں لیکر اسپر چڑھ آئے قاہر بھاگ گیا اور جمادی الآخر ۳۲۲ھ میں بلوائیوں کے ہاتھ میں قید ہوگیا۔ لوگوں نے عباس محمد بن مقتدر سے بیعت کرلی اور الراضی باللہ کا خطاب دیکر تختِ خلافت تفویض کردیا اسکے بعد لوگوں نے وزیر اور قضاۃ ابوالحسین بن قاضی ابو عمرو حسن بن عبداللہ بن ابی الشوارب اور ابو طالب بن بہلول کو قاہر کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے اُس نے کہا کہ میں ابو منصور بن معتضد ہوں میری تم نے بیعت کی تھی میں تم سے کسی طرح بیزار نہیں ہوں تم سب پر میری اطاعت فرض ہے خود کھڑے ہو اور دوسرے لوگوں کو میری اطاعت کی ترغیب دو۔ وزیر نے اسکے جواب میں قاہر کو خلع کی رائے دی اور اُٹھ کر چلے آئے۔

قاضی ابوالحسین کہتے ہیں کہ میں راضی کے پاس گیا اور اس سے تمام باتوں کا اعادہ کیا اور کہا کہ میرے نزدیک اُسکی امامت فرض ہے پھر میں چلا آیا میرے چلے آنے بعد قاہر کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروادیں جسکے سبب وہ اندھا ہوگیا۔

محمود اصفہانی کہتے ہیں کہ قاہر کے خلع کا سبب درصل اسکی بدخلقی اور خونریزی تھی جب اُسنے خلع

کرنے سے انکار کیا تھا اسکی آنکھیں نکلوا ڈالی گئیں جو اسکے رخساروں پر آپڑیں۔
صوفی کہتے ہیں کہ قاہر نہایت جلد باز خونریز۔ بدخلق۔ متلون المزاج۔ دائم الخمر تھا۔ اگر اسکا حاجب نیک نیت اور سلامتی پسند نہ ہوتا تو یہ شخص نسلوں کی نسلوں کو قتل کر ڈالتا جب کبھی نیزہ ہاتھ میں لیتا تھا تو بغیر کسی انسان کے قتل کے ہاتھ سے رکھتا ہی نہ تھا۔
علی بن محمد خراسانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاہر نیزہ لئے ہوئے میرے پاس چلا آیا اور کہنے لگا کہ خلفاء بنی عباس کے خصائل اور عادات مجھ سے بیان کرو کہ سفاح خونریزی میں بہت جلد باز تھا اسکے دیکھا دیکھی اسکے عمال بھی اسی کا اتباع کیا کرتے تھے۔ باوجود اسکے سفاح بہادر شخص اور مال جمع کرنے والا تھا۔
کہا منصور کی کیا حالت تھی میں نے کہا کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے آل عباس اور آل ابی طالب کے آپس میں تفرقہ ڈالا اور وہ آپس میں پہلے کی طرح متحد نہیں رہے اسنے ہی سب سے اول منجمین کو مقرب بنایا اسی کیواسطے سب سے پہلے کتب سریانیہ اور عجمیہ جیسے کلیلہ دمنہ کتاب اقلیدس۔ کتب یونان ترجمہ ہوئیں جنھیں لوگوں نے دیکھا اور وہ انکے گرویدہ ہو گئے اپنے علوم کو چھوڑ دیا جس وقت یہ غفلت محمد بن اسحاق نے دیکھی تو مغازی اور سیر میں کتابیں لکھیں منصور ہی سب سے پہلا وہ خلیفہ ہے جس نے عرب پر سب سے اول حکام کو مقرر کیا۔
کہا اچھا مہدی کا حال بیان کرو میں نے کہا کہ وہ نہایت سخی عادل اور منصف تھا اور جو کچھ اسکے باپ نے لوگوں کا غصب کر لیا تھا اس نے سب واپس کر دیا۔ زندیقوں کے قتل میں بے انتہا کوشش کی۔ مسجد حرام مسجد مدینہ اور مسجد اقصیٰ بنوائیں۔
ہادی کے متعلق دریافت کرنے پر میں نے کہا کہ وہ جابر متکبر تھا اسی کے مسلک پر اسکے عمال بھی چلتے رشید کے حالات دریافت کرنے پر میں نے کہا کہ اسنے ہمیشہ غزوؤں اور حج کرنے پر مواظبت کی ہے اسنے مکہ کے راستہ میں مکانات اور حوضیں بنوائیں۔ اذنہ۔ طرطوس۔ مصیصہ مرعش۔ وغیرہ آباد کئے عام لوگوں پر احسانات فرمائے۔ خاندان برامکہ نے اسی کے زمانہ میں عروج کیا۔ رشید سب سے پہلا خلیفہ ہے جس نے خلفاء بنی عباس میں چوگان کھیلا۔ نشانہ بازیاں کیں اور شطرنج کھیلی۔
امین کے استفسار پر میں نے کہا کہ وہ بہت بڑا سخی تھا مگر لذات میں منہمک ہو گیا اور فسادات بڑھ گئے مامون کے دریافت حال پر میں نے جواب دیا کہ وہ نجوم وفلسفہ سے مغلوب ہو گیا تھا نہایت حلیم اور سخی شخص تھا۔

معتصم کے متعلق میں نے کہا کہ وہ بھی مامون کے قدم بقدم چلا مگر اسکو شاہسواری اور عجمی بادشاہوں کی تشبیہ کا شوق بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ غزوے اور فتوحات اُسنے بہت سی کیں واثق اپنے باپ کے طریقہ پر کاربند رہا۔

متوکل مامون اور معتصم کے بالکل برعکس واقع ہوا تھا حتی کہ انکے اعتقادات سے بھی مخلف تھا مناظرہ وغیرہ کو رد کردیا اور اسکے مرتکب کیلئے سزا مقرر کردی۔ قرأت۔ حدیث اور سماعت حدیث کا حکم دیا۔ خلق قرآن کی مخالفت کی لوگ اس سے بہت خوش ہوئے۔

پھر باقی خلفاء کا حال دریافت کیا اور میں نے خاطر خواہ جواب دیا۔ پھر کہنے لگا کہ تم نے مجھسے اس خوبصورتی سے بیان کیا کہ گویا ان سب کو میرے سامنے لا بٹھایا یہ کہکر چلا گیا۔

مسعودی کہتے ہیں کہ قاہر نے مونس اور اسکے دوستوں سے بہت سا مال چھین لیا تھا جس وقت خلافت سے خلع کیا اور اندھا ہو گیا تو ہر شخص نے اپنے اپنے مال کا مطالبہ کیا اس نے دینے سے انکار کیا اس پر لوگوں نے اُسے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں مگر اُس نے کسی طرح اقرار نہ کیا آخر راضی باللہ نے اسے بلا کر کہا کہ دیکھو لوگ تم سے اپنے اپنے مالوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اور میرے پاس اسوقت کچھ نہیں ورنہ تمہاری طرف سے میں ادا کر دیتا جو کچھ تمہارے پاس ہے اب وہ تمہارے کسی مصرف کا نہیں بہتر یہ ہو کہ تم اقرار کرلو اور بتلا دو کہ وہ مال کہاں رکھا ہے تاکہ لوگوں کو ادا کر دیا جائے۔ قاہر نے کہا کہ وہ تمام مال میں نے باغ میں دفن کر دیا تھا (قاہر نے ایک باغ لگایا تھا جس میں اُس نے دور دور سے پودے منگوا کر لگوائے تھے اور نہایت شوق سے اُس میں بارہ دریاں اور مکان بنوائے تھے) وہاں ہی ہوگا کھدوالو الراضی باللہ بھی اس باغ اور مکانوں کا عاشق تھا اسے کھدوانا نہیں چاہتا تھا کہا کہ کوئی معین جگہ بتلادو جہاں سے کھود لیا جائے۔ قاہر نے کہا میں خود اندھا ہوں دیکھ نہیں سکتا جو خاص جگہ بتلادوں چند مختلف مقامات سے کھدوا کر دیکھ لو۔ راضی نے مجبوراً باغ کو کھدوانا شروع کیا مکانوں کی نیو تک کھود ڈالی۔ درخت کٹوا دئے مگر مال کا کہیں نشان نہ ملا قاہر سے پھر کہا کہ اب بتلاؤ مال کہاں ہے آخر تم نے کہاں رکھا تھا۔ قاہر نے جواب دیا کیسا مال میرے پاس مال کہاں بات صرف یہ تھی کہ مجھ سے یہ نہیں دیکھا گیا کہ تو اس باغ میں عیش و آرام کرے لہذا میں نے یہ بہانہ کر کے باغ اُجڑوا دیا۔ راضی یہ سنکر شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا اور قاہر کو قید کر دیا ۳۳۳ھ تک قید رکھا پھر چھوڑ دیا۔

جس وقت مستکفی کا زمانہ شروع ہوا تو ایک روز قاہر جامع مسجد منصور میں سفید کپڑے پہنے ہوئے صف کے اندر کھڑا ہوا نمازیوں سے بآواز بلند کہہ رہا تھا کہ للہ مجھے کچھ دو مجھے تم جانتے ہو میں کون ہوں اسکی غرض اور منشا سوال سے محض یہ تھی کہ لوگ خلیفہ وقت پر طعن و تشنیع کریں ورنہ سوال کرنے کی اُسے کوئی حاجت نہیں تھی اِس سوال کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے گھر سے باہر نکلنے سے روکدیا گیا اور مرتے دم تک گھر ہی میں رہا۔ آخر جمادی الاول ۳۳۹ھ میں بعمر ۵۳ سال انتقال کر گیا اور اپنے بعد میں چار بیٹے عبدالصمد۔ ابوالقاسم۔ ابوالفضل۔ عبدالعزیز چھوڑے۔

ان کے زمانہ میں ان علماء نے انتقال فرمایا۔ امام طحاوی شیخ حنفیہ۔ ابن درید۔ ابوہاشم بن جبائی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الراضی باللہ ابو العباس

الراضی باللہ ابو العباس محمد بن مقتدر بن معتضد بن طلحہ ابن متوکل ۲۹۷ھ میں ایک ام ولد رومیہ سے جس کا نام ظلوم تھا پیدا ہوا اور قاہر کی خلع کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا تخت نشینی کے بعد اُسنے ابن مقلہ کو حکم دیا کہ وہ قاہر کے عیوب ایک جگہ کتاب کی صورت میں جمع کر کے لوگوں کو سنادے

اسی سال یعنی ۳۲۲ھ میں مرداویج مقدم دیلم کا اصفہان میں انتقال ہو گیا اسکی سلطنت بہت بڑھ گئی تھی لوگوں میں چرچا ہوا کرتا تھا کہ دیلم کا ارادہ ہے کہ وہ بغداد پر حملہ کرے یہ کہا کرتا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں عرب کی سلطنت برباد کر کے اہل عجم کی سلطنت پھر از سرِ نو قائم کرونگا۔

اسی سال علی بن بویہ نے راضی سے کہلا بھیجا کہ جن شہروں پر میں قابض ہو چکا ہوں وہ شہر مجھے بالعوض ایک کروڑ اسی لاکھ درہم سالانہ کی جاگیر میں دیدئے جائیں۔ راضی نے فوراً اسکو ایک پرچم اور خلعت بھیجدیا ابن بویہ نے اُسی روز سے مال کے حصول میں سختی چھوڑ دی تھی۔

اسی سال مہدی والی مغرب پچیس سال سلطنت کرنیکے بعد مرگیا۔ یہی شخص خلفاء مصر کا جنہیں جاہل فاطمیین کہتے ہیں مورث اعلیٰ تھا۔ مہدی کا دعویٰ تھا کہ وہ علوی ہے حالانکہ اسکا دادا مجوسی تھا۔

چنانچہ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ عبید اللہ الملقب بہ مہدی کا دادا مجوسی تھا عبید اللہ جسوقت مغرب میں داخل ہوا تو اُس نے دعویٰ کیا کہ میں علوی ہوں لیکن علماء نسب میں سے کسی نے اسکے دعوے کو تسلیم نہیں کیا کہ یہ علوی ہے اصل میں وہ باطنی خبیث تھا۔ ملت اسلام کے مٹانے میں بڑا حریص تھا علماء و فقہاء اسلام کو غارت کرنا چاہتا تھا تا کہ خلقت میں اغوا کرنا آسان ہو جائے

اسکی اولاد بھی اسی کے قدم بقدم چلی جس نے شراب اور زنا کو مباح کردیا۔ روافض کو ترقی دی۔

عبید اللہ مہدی کے مرنیکے بعد اسکا بیٹا القائم بامر اللہ ابوالقاسم محمد اسکی جگہ تخت پر بیٹھا۔

اسی سال محمد بن علی شلمغانی المعروف بہ ابن ابی العزاقر کا ظہور ہوا اس کا دعویٰ تھا کہ میں خدا ہوں مردہ کو زندہ کرتا ہوں لیکن اسکو قتل کردیا گیا اور اسکی نعش کو سولی پر چڑھا دیا گیا اسی کے ساتھ اسکے تمام ساتھیوں کو بھی قتل کردیا گیا۔

اسی سال ابوجعفر شجری حاجب فوت ہوگیا کہتے ہیں کہ اس وقت اسکی عمر ایک سو چالیس سال کی تھی اور اسکے حواس پوری طرح قائم تھے۔

اسی سال اہل بغداد کا حج منقطع ہوا اور ۳۲۷ھ تک رہا۔

۳۲۳ھ میں راضی باللہ پوری طرح قابض ہوگیا اور اسکو اطمینان ہوگیا اسکے دونوں بیٹے ابوالفضل اور ابوجعفر مشرق اور مغرب پر قابض ہوگئے۔

اسی سال ابن شنبوذ کا مشہور واقعہ گذرا۔ قرأت شاذہ سے توبہ کرائی گئی۔ وزیر ابو علی بن مقلہ کے سامنے محضر نامہ پر دستخط کرائے گئے۔

اسی سال جمادی الاول کے مہینے میں آندھی آئی دنیا سیاہ ہوگئی عصر سے مغرب تک سخت اندھیرا رہا۔ ذوالقعدہ میں تمام رات بڑے بڑے ستارے ٹوٹتے رہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں ٹوٹے تھے۔

۳۲۴ھ میں محمد بن امیر رائق واسط اور اسکے قرب وجوار پر مسلط ہوگیا۔ شہروں پر اسی کی حکمرانی ہوگئی وزارت ودفاتر باطل کردئے اور خود ان پر اس طرح قابض ہوگیا کہ تمام اموال اسی کی طرف آنے لگے۔ بیت المال حرف غلط اور راضی شاہ شطرنج بنگیا اور سوائے نام کے بالکل خلافت اسکے ہاتھوں سے نکل گئی۔

۳۲۵ھ میں امور سلطنت بالکل مختل ہوگئے۔ شہروں پر اول تو باغی قابض ہوگئے اور جنپر کہیں کہیں عامل قابض تھے وہاں سے بھی خراج بند ہوگیا ہر طرف طوائف الملوکی پھیل گئی راضی کے ہاتھ میں سوائے بغداد اور اطراف بغداد کے کچھ نہ رہا اور اسپر طرہ یہ کہ انکا نظم ونسق بھی راضی کے ہاتھ میں نہ تھا بلکہ ابن رائق کے قبضہ میں تھا۔

چونکہ اس وقت خلافت برائے نام رہ گئی تھی اس میں ضعف آگیا تھا ارکان دولت عباسیہ کا نام ہی نام باقی رہ گیا تھا قرامطہ و مبتدعہ اقالیم پر قابض ہوگئے تھے تو امیر عبدالرحمن بن محمد اموی مروانی بادشاہ اسپین کی ہمت بڑھی اور اس نے کہا کہ سب سے زیادہ خلافت کا میں حقدار ہوں اور اس نے

اپنا لقب امیر المؤمنین الناصر الدین اللہ مقرر کیا یہ شخص اکثر حصۂ اندلس پر قابض تھا نہایت صاحب ہیبت جہاد کرنیوالا غزوؤں کا شوقین اور خوش سیرت واقع ہوا تھا اس نے بہت سے متغلبین کی خبریں اکھیڑ دی تھیں اور ستر قلعے فتح کئے تھے۔

یہ ایک عجیب زمانہ تھا کہ دنیا اسلام میں تین شخصوں نے دعوی خلافت کر کے اپنا لقب امیر المؤمنین کر رکھا تھا۔ راضی باللہ عباسی نے بغداد میں۔ امیر عبدالرحمٰن نے اندلس میں۔ مہدی نے قیروان میں

۳۲۶ھ میں بجکم نے علی بن رائق پر خروج کیا اسکی دہشت سے ابن رائق کہیں چھپ گیا بجکم بغداد میں داخل ہو گیا راضی نے اسکی بڑی عظمت و تکریم کی اس کا درجہ بلند کیا اور اسکو امیر الامراء کا خطاب دیکر بغداد اور خراسان کا امیر مقرر کر دیا۔

۳۲۷ھ میں ابو علی عمر بن یحیٰی العلوی نے اپنے دوست قرمطی کو لکھا کہ حاجیوں کا راستہ کھولدے اور ہر حاجی سے فی قطار پانچ دینار محصول لیکر حج کی اجازت دیدے چنانچہ اس نے اجازت دیدی اور لوگوں نے حج ادا کیا یہ پہلا سال ہے جس میں حاجیوں سے ٹیکس وصول کیا گیا۔

۳۲۸ھ میں دجلہ میں اتنا پانی چڑھا کہ انیس گز چڑھ آیا جسکی وجہ سے بغداد غرق ہو گیا آدمی اور چوپائے ڈوب گئے مکانات منہدم ہو گئے۔

۳۲۹ھ میں راضی بیمار ہوا اور ماہ ربیع الاول میں بعمر اکتیس سال پندرہ روز انتقال کر گیا راضی باللہ نہایت سخی عقلمند ادیب شاعر فصیح علماء کو دوست رکھنے والا تھا اسکے بہت اشعار مدون ہیں حدیث شریف کی سماعت بغوی وغیرہ سے کی تھی۔

خطیب کہتے ہیں کہ راضی کے بہت زیادہ فضائل ہیں منجملہ انکے کہ وہ آخری خلیفہ ہے جسکے اشعار مدون ہوئے [redacted] آخری خلیفہ تھا جس نے فوج کی تنخواہوں کے متعلق قوانین مرتب کئے [redacted] آخری خلیفہ گذرا ہے جس نے جمعہ میں خطبہ پڑھا وہ آخری خلیفہ ہوا ہے جس نے ندماء کے ساتھ ہم جلیسی اختیار کی اور وہ آخری خلیفہ ہے جس نے خلفاء متقدمین کی رسوم کے مطابق انعام تقسیم کئے۔ وہ آخری خلیفہ ہے جس قدماء کے مطابق اپنی ہیئت اور لباس مقرر کیا۔

اسکے چند اشعار حسب ذیل ہیں (ترجمہ اشعار) ہر ایک صفائی کا انجام کدورت ہے ہر کام میں اندیشہ لگا ہوا ہے۔ شباب رجوع کرتا ہے موت یا بڑھاپے کی طرف۔ سب سے اچھا واعظ بڑھاپا ہے جو انسان کو ڈراتا ہے۔ اے وہ شخص جو فریب کاری میں متحیر اور سرگرداں رہتا ہے کہاں ہیں جو ہم سے پہلے تھے نہ خود رہے نہ انکا کوئی نشان۔ الٰہی میری خطائیں بخش دیجئے آپ سب سے بہتر بخشنے والے ہیں۔

ابوالحسن ابن عبد قویذ کر کرتے ہیں کہ اسماعیل خطبی شب عید کو راضی کے پاس گئے راضی نے اُن سے کہا کہ اے اسماعیل میں نے ارادہ کیا ہی کہ میں کل لوگوں کو عید کی نماز پڑھاؤں سعید کی نماز پڑھانے کے بعد کیا دعا مانگوں۔ اُنھوں نے کہا کہ امیر المؤمنین قرآن شریف کی یہ آیت بطور دعا کے پڑھنا۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ الخ راضی نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا میرے لئے یہ دعا بہت بہتر ہے اس کے بعد چار سو دینار ایک غلام کو دے کر اُن کے ساتھ کر دیا۔

راضی کے زمانۂ خلافت میں ان حضرات علماء نے انتقال فرمایا۔ نفطویہ۔ ابن مجاہد المقری۔ ابن کاس حنفی۔ ابن ابی حاتم۔ مبرمان۔ ابن عبد ربہ صاحب العقد۔ اصطخری شیخ شافعیہ۔ ابن شنبوذ ابوبکر انباری و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المتقی للہ ابواسحاق

المتقی للہ ابواسحاق ابراہیم بن مقتدر بن معتضد بن موفق طلحہ بن متوکل اپنے بھائی راضی کے مرنیکے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا اسکی عمر تخت نشینی کے وقت چونتیس سال کی تھی اسکی ماں بھی ایک ام ولد تھی جس کا نام خلوب اور بقول بعض زہرہ تھا۔

اُس نے کسی بات میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا نہ اپنی کنیز کو اُسنے کبھی فائدہ حاصل کیا بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور عبادت کرنیوالا تھا۔ اسنے کبھی نبیذ تک نہیں پی۔ کہا کرتا تھا کہ مجھے قرآن شریف کے سوا کسی مصاحب وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ چونکہ سلطنت کا نظم ونسق پہلے ہی بگڑ چکا تھا اسلئے تمام امور سلطنت ابوعبداللہ احمد بن الکوفی کاتب بجکم کے ہاتھ میں تھے اور متقی سوائے نام اور تدبیر کے کسی بات کا مختار نہیں تھا۔

اسکی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں گنبد خضرا (سبز گنبد) جو مدینۃ المنصور میں تھا رات کو بارش اور رعد میں گر پڑا یہ گنبد بغداد کا تاج سمجھا جاتا تھا اور چونکہ یہ منصور نے تعمیر کرایا تھا اسلئے خلفاء بنی عباس میں متبرک مانا جاتا تھا۔ اسکی اونچائی اسی گز کی تھی اسکے نیچے ایک ایوان تھا جو طول میں بیس گز مربع تھا اسکے اوپر ایک سوار کی تصویر بنی ہوئی تھی جسکے ہاتھ میں نیزہ تھا اسکی خاصیت تھی کہ جس طرف سے دشمن آنیوالا ہوتا تھا اسی طرف اسکا بھی مُنہ پھر جاتا تھا۔

اسی سال بجکم ترکی قتل ہو گیا اسکی بجائے امیر الامراء کورتگین دیلمی کو مقرر کیا گیا متقی نے بجکم کا تمام مال جو بغداد میں تھا ضبط کر لیا جسکا تخمینہ ایک کروڑ دینار سے زیادہ تھا۔

اسی سال ابن رائق نے حملہ کر دیا کورتگین اسکے مقابلہ کو نکلا مگر کورتگین کو ہزیمت ہوئی اور شرمندگی کے مارے کہیں چھپ گیا ابن رائق اسکی جگہ امیر الامراء ہوگیا۔

۳۳۰ھ میں بغداد میں اسقدر قحط ہوا کہ ایک بوری گیہوں کی قیمت تین سو سولہ دینار ہوگئی اتنا سخت قحط ہوا کہ لوگوں نے مردار چیزیں تک کھالیں اس سے پہلے بغداد میں اتنا سخت قحط کبھی نہیں پڑا تھا۔

اسی سال ابو الحسین علی بن محمد یزیدی نے خروج کیا خلیفہ متقی اور ابن رائق دونوں مقابلہ کیلئے نکلے مگر دونوں نے شکست کھائی اور موصل کی طرف بھاگ گئے بغداد اور دار الخلافہ میں لوٹ مار مچگئی خلیفہ جسوقت تکریت پہونچا تو اس جگہ سیف الدولہ ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن حمدان اور اس کا بھائی حسن ملا ابن رائق قتل کر دیا گیا اور اسکی بجائے خلیفہ نے حسن بن حمدان کو مقرر کر کے اس کا لقب ناصر الدولہ رکھا اور ان دونوں سیف الدولہ اور ناصر الدولہ کو ہمراہ لیکر بغداد کی طرف رُخ کیا جس وقت یہ خبر یزیدی نے سُنی تو وہ واسط کی طرف بھاگ گیا۔

ماہ ذوالقعدہ میں پھر خبر پہنچی کہ یزیدی بغداد پر پھر حملہ کرنا چاہتا ہے اس سے لوگوں میں سخت اضطراب پھیلا اور بغداد کے معزز لوگ اِدہر اُدہر بھاگ گئے۔ خلیفہ ناصر الدولہ کو لیکر باہر نکلا سیف الدولہ نے بڑھکر مداین کے قریب یزیدی سے مقابلہ کیا زور سے لڑائی ہوئی آخر یزیدی ہزیمت کھاکر بھاگا اور واسط میں جاکر دم لیا مگر سیف الدولہ نے بڑھکر اُسکو وہاں سے بھی نکالدیا اور اُسکو چار و ناچار بصرہ جاکر رہنا پڑا۔

۳۳۱ھ میں رومیوں نے ارزن نصیبین وغیرہ کی طرف حملہ کر دیا لوگوں کو قتل کیا مار ا پیٹا وہاں کے گرجا میں ایک رومال رکھا ہوا تھا جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا روئے مبارک اس سے پونچھا تھا اور آپ کی صورت پاک اس میں منقش ہوگئی تھی اس کو طلب کیا اور اس شرط پر دینا تجویز کیا گیا کہ اسکے عوض تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے چنانچہ انہوں نے قیدی رہا کر دئے اور وہ رومال انہیں دیدیا گیا۔

اسی سال سیف الدولہ پر واسط میں امراء چڑھ آئے سیف الدولہ بریدمیں بھاگ کر چلا گیا وہاں سے بغداد جانیکا ارادہ رکھتا تھا ناصر الدولہ اپنے بھائی سیف الدولہ کے بھاگ جانے سے خوف زدہ ہو کر موصل چلا گیا۔ توزون واسط سے بغداد کیطرف چلا۔ سیف الدولہ جو بغداد پہونچ چکا تھا اسکے خوف سے موصل چلا گیا توزون ماہ رمضان بغداد میں داخل ہوگیا۔ متقی نے اس کی بڑی خاطر مدارات کی اور اُسکو امیر الامراء کا خطاب دیدیا۔ کچھ دنوں کے بعد خلیفہ اور توزون میں

اَن بَن ہو گئی۔ توزون نے ابوجعفر بن شیرزاد کو واسط سے بغداد کی طرف روانہ کر دیا اُسنے یہاں پہنچکر بغداد کو اپنے تصرّف اور قبضہ میں کر لیا متقی نے ابن حمدان کو اپنی مدد کے لئے لکھا وہ ایک لشکرِ عظیم لیکر خلیفہ کی مدد کو آپہنچا۔ ابنِ شیرزاد اسکے خوف سے کہیں چھپ گیا۔ متقی مع اپنے اہل کے تکریت چلا گیا۔ ناصر الدولہ ایک لشکر کثیر عربوں اور کردوں کا لیکر توزون کے مقابلہ کیلئے نکلا۔ عکبراء کے مقام پر معرکہ آرائی ہوئی۔ ابن حمدان تاب مقابلہ نہ لاسکا اور متقی کو ہمراہ لیکر موصل چلا گیا مگر توزون نے پھر رستہ میں آدبایا اور ابن حمدان اور متقی کو نصیبین کے قریب شکست دی خلیفہ نے مجبور ہو کر اخشید والی مصر کو اپنی مدد کے لئے لکھا مگر خلیفہ کی اس حرکت سے بنو حمدان بگڑ گئے۔ اب خلیفہ نے توزون کو صلح کے لئے لکھا اس نے مان لیا اور عہد و پیمان کے بعد صلح ہو گئی۔

یہاں یہ صلح کا قصّہ درپیش تھا اُدھر اخشید والی مصر جسے خلیفہ نے بلایا تھا مصر سے چلا راستہ میں معلوم ہوا کہ توزون سے صلح ہو چکی ہے آخر رقہ میں خلیفہ سے ملاقات ہوئی والی مصر نے عرض کیا یا امیر المؤمنین ایمیں آپ کا غلام بلکہ غلام زادہ ہوں آپ پر ترک اور انکی شرارت اور غداری واضح ہو ہی چکی ہے بہتر ہو کہ آپ میرے ساتھ مصر تشریف لے چلیں مصر پر آپ حکومت کریں اور اطمینان سے رہیں لیکن متقی نے ایک نہ سُنی۔ اخشید پھر مصر واپس چلا گیا۔

متقی رقہ سے ۴۔ محرم ۳۳۳ھ کو بغداد کی طرف چلا۔ توزون استقبال کے لئے نکلا انبار و ہیت کے درمیان دونوں کی ملاقات ہوئی توزون گھوڑے سے کود کر زمین چوم کے رکاب پکڑ کر ساتھ ہو لیا متقی نے بار بار سوار ہونیکو کہا مگر توزون نے نہ مانا اور اسی طرح سے ان خیموں تک جو خلیفہ کیلئے نصب کرائے گئے تھے ساتھ آیا متقی یہاں آکر آرام بیٹھ گیا مگر توزون نے خود خلیفہ اور ابن مقلہ کو جو اُن کے ساتھ تھے گرفتار کر لیا۔ خلیفہ کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور اُسکو بغداد پہنچا دیا یہاں اس سے انگوٹھی چادر اور چھڑی چھین لی گئی۔

توزون نے بغداد پہنچ کر عبداللہ بن مکتفی سے خلافت پر بیعت کر لی اور اس کا لقب مکتفی باللہ مقرر کر دیا۔ متقی نے بھی چار و ناچار خلع کر کے اس سے بیعت کر لی۔ یہ حادثہ ۲ محرم ۳۳۳ھ اور بقول بعض صفر میں واقع ہوا۔

جب قاہر کو اس کی اطلاع پہنچی تو اُس نے خوشی میں یہ اشعار کہے (ترجمہ اشعار) میں اور ابراہیم دونوں بوڑھے اور اندھے ہو گئے۔ دونوں بوڑھوں کے لئے گوشۂ تنہائی بہتر ہے۔ توزون کی امارت ہمیشہ قائم رہیو اور گرم سلائی ہمیشہ اسکی اطاعت کرتی ہے۔ یہ بھی کہا کہ ہم

وہ ہی اندھے ہوئے ہیں تیسرے کی بھی ضرورت ہے۔ یہ ایسا کمبخت اور منحوس تھا کہ کچھ دنوں کے بعد مستکفی بھی ان میں آشامل ہوا۔

توزون پر پورا ایک سال نہیں گذرا تھا کہ مر گیا۔

بیچارہ متقی ایک جزیرہ میں جو سندیہ کے قریب تھا قید کر دیا گیا اور پچیس برس قید رہ کر شعبان ۳۵۷ھ میں اس قید ہستی سے رہا ہو گیا۔

اس زمانہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حمدی ایک چور تھا جو وقت ابن شیرزاد نے بغداد پر پا قبضہ کیا تو اس پر پچیس ہزار دینار ماہانہ بطور ٹیکس کے مقرر کر دئے۔ یہ شخص لوگوں کے گھروں میں شعل اور چراغ لیکر جایا کرتا تھا۔ چیدا اور ست دندے کہ بکف چراغ دارد۔ پوری طرح اس پر صادق آتا تھا۔ چاندنی میں مال لوٹ لیا کرتا تھا۔ اسکورج دیلمی اس وقت بغداد کا کوتوال تھا اس نے اسکو ۳۳۲ھ میں پکڑ لیا اور کوڑے مار دئے۔

متقی کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی۔ ابو یعقوب نہرجوری خلیفہ جنید بغدادی۔ قاضی ابو عبداللہ محاملی۔ ابو بکر فرغانی صوفی۔ حافظ ابو العباس بن عقدہ۔ ابن ولاد نحوی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المستکفی باللہ ابو القاسم

المستکفی باللہ ابو القاسم عبداللہ بن مکتفی بن معتضد اسکی ماں ایک ام ولد تھی جس کا نام املح الناس تھا متقی کے خلع کے بعد صفر ۳۳۳ھ میں بعمر اکتالیس سال اس سے بیعت کی گئی۔

توزون اسی کے زمانہ میں مر گیا توزون کیساتھ ابو جعفر بن شیرزاد تھا۔ اس کو سلطنت کی خواہش پیدا ہوئی اور فوج سے عہد و پیمان لے لیا۔ خلیفہ نے اسکو خلعت عطا کیا اسکے بعد احمد بن بویہ بغداد پہنچا ابن شیرزاد کہیں چھپ گیا ابن بویہ بلا روک ٹوک دار الخلافہ میں چلا آیا اور خلیفہ کے سامنے بیٹھ گیا خلیفہ نے اسکو خلعت عطا کیا اور معز الدولہ کا خطاب دیدیا اسی کے ساتھ اسکے بھائی علی کو عماد الدولہ کا اور تیسرے بھائی حسن کو رکن الدولہ کا خطاب دیا ان خطابات کو سکوں پر سکوک کرایا گیا مستکفی نے اس دوران میں اپنا لقب امام الحق رکھ لیا اور اسکو بھی سکوں پر ضرب کرا دیا۔

معز الدولہ چند روز کے بعد امور سلطنت پر بہت حاوی ہو گیا اور مستکفی کے پانچہزار درہم روزانہ وظیفہ مقرر کر کے اس کو گوشہ تنہائی میں بٹھا دیا۔ دیلمیوں میں یہ سب سے پہلا نائب السلطنت عراق

ہوا ہے اسی نے سب سے اول محصل خراج مقرر کئے اسی نے کشتی گیری اور پیراکی (تیراکی) کا شوق لوگوں میں پیدا کیا ان کو انعامات دئے حتیٰ کہ نوجوانان بغداد اسمیں اس قدر منہمک ہوئے اور کمال حاصل کیا کہ پیراکی ایک ہاتھ پر انگیٹھی اور اسپر دیگچی رکھے ہوئے پیرا جاتا تھا اور گوشت بھونا جاتا تھا۔

چند روز کے بعد معز الدولہ مستکفی سے کچھ بدگمان ہو گیا اور ایک روز جمادی الآخر ۳۳۴ھ میں جب وہ دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور اعیان سلطنت اپنے اپنے مرتبوں پر کھڑے ہوئے تھے دیلم کے دو شخص خلیفہ کی طرف بڑھے خلیفہ نے یہ دیکھ کر خیال کیا کہ یہ دونوں دست بوسی کیا چاہتے ہیں اس غرض سے انکی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا دونوں نے خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر تخت سے زمین پر گرا دیا اور اسی کے عمامہ سے باندھ لیا دیلمیوں نے دار الخلافہ پر ہجوم کیا اور حرم خلافت کو اس قدر لوٹا کہ بالکل صاف کر دیا معز الدولہ اپنے گھر چلا گیا مستکفی کو پیدل اسکے گھر تک لے گئے اور خلع کرنے کو کہا۔ دونوں آنکھیں نکلوا ڈالیں اسوقت اسکی خلافت کو ایک سال چار مہینے ہوئے تھے فضل بن مقتدر کو لاکر اس سے لوگوں نے بیعت کر لی مستکفی نے چاروناچار خلافت کا چارج اسکے سپرد کر دیا۔ پھر مستکفی قید کر دیا گیا اور ۳۳۸ھ میں بعمر چھیالیس سال جیلخانہ ہی میں مر گیا مستکفی کے متعلق مشہور تھا کہ وہ شیعہ ہے۔

المطیع لله ابو القاسم

المطیع لله ابو القاسم الفضل بن مقتدر بن معتضد ایک ام ولد مشغلہ نامی کے بطن سے ۳۰۱ھ میں پیدا ہوا اور مستکفی کی خلع کے بعد جمادی الآخر ۳۳۴ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا معز الدولہ نے اسکے خرچ کے لئے سو دینار روزانہ اس کا وظیفہ مقرر کیا۔

اسکی خلافت کے سال اول میں اس قدر بغداد میں گرانی ہوئی کہ لوگ مردار تک اور لید تک کھا گئے بہت سے راستوں پر بھوک کے مارے مر گئے۔ بہت سوں نے کتے کاٹ کاٹ کر کھا لئے۔ باغ اور زمین روٹیوں کے عوض میں بیچ ڈالے مسکینوں کے پاس چھوٹے چھوٹے بھونے ہوئے بچے پائے گئے۔ گویا لوگ بچوں کو بھون بھون کر کھا گئے۔ معز الدولہ کے واسطے ایک بوری آٹے کی بیس ہزار درہم میں خریدی گئی۔ دمشق میں ایک بوری کا نرخ انیس قنطار تھا۔ اسی سال معز الدولہ اور ناصر الدولہ کی آپس میں چھڑ گئی۔ معز الدولہ میدان میں نکلا تو اسکے ساتھ مطیع بھی تھا۔ جب میدان سے لوٹا جب بھی مطیع بطور قیدی کے ہمراہ تھا۔

اسی سال اخشید والی مصر انتقال کر گیا اسکا اصل نام محمد بن طغج فرغانی تھا۔ اخشید کے معنی شہنشاہ کے

ہیں تمام بادشاہانِ فرغان کا یہ لقب ہے جیساکہ بادشاہانِ طبرستان کا اصبہند جرجان کا صول ۔ ترکوں کا خاقان ۔ اشروسنہ کا افشین ۔ سمرقند کا سامان لقب ہوتا ہے ۔ اخشید نہایت شجاع اور مہیب تھا ۔ قاہر کے زمانہ سے پہلے مصر کا حاکم مقرر ہوا تھا اس کے آٹھ ہزار غلام تھے ملک کافور کا بھی یہ آقا تھا ۔

اسی سال قائم عبیدی جو والی مغرب تھا وہ بھی مر گیا اُسکے بجائے اُسکا بیٹا اور ولیعہد منصور باللہ اسماعیل مقرر ہوا ۔ قائم اپنے باپ سے زندیق اور ملعون تھا ۔ انبیاء علیہم السلام کی شان میں اس نے گالیاں دلوائی تھیں ۔ علماء کا قتل کرایا تھا ۔

۳۳۵ھ میں معز الدولہ نے مطیع سے از سر نو عہد و پیمان لیا اور اس پر سے پہرہ علیحدہ کرکے دار الخلافہ میں آنے کی اجازت دی ۔

۳۳۶ھ میں معز الدولہ نے دربارِ خلافت میں درخواست کی کہ کاروبارِ سلطنت میں اس کے بھائی علی بن بویہ الملقب بہ عماد الدولہ کو اسکے ساتھ شامل کر دیا جائے اور اسکے مرنیکے بعد اسکی جگہ عماد الدولہ ہی مقرر کیا جائے مطیع نے اسکی درخواست منظور کر لی مگر عماد الدولہ کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ اسی سال میں انتقال کر گیا مطیع نے اسکے بھائی رکن الدولہ کو معز الدولہ کا مددگار بنا دیا ۔

۳۳۹ھ میں حجر اسود پھر اپنی جگہ رکھا گیا اور اسکے گرد ایک چاندی کا حلقہ بنا دیا گیا جس کا وزن سات سو ستر درہم اور نصف درہم تھا ۔

محمد بن نافع خزاعی کہتے ہیں کہ حجر اسود نصب کرنے سے قبل میں نے بڑے غور سے دیکھا اسکے سرے پر ایک سیاہ لکیر تھی باقی تمام سفید تھا اس کا طول بقدر ایک گز کے تھا ۔

۳۴۱ھ میں ایک قوم ظاہر ہوئی جو تناسخ کی قائل تھی چنانچہ انمیں ایک شخص نے یہ دعوی کیا تھا کہ میرے اندر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح حلول کر آئی ہے اسکی بیوی نے دعوی کیا تھا کہ میرے اندر حضرت فاطمہؓ کی روح نے حلول کیا ہے ایک دوسرے شخص کا دعوی تھا کہ میرے اندر حضرت جبرئیل کی روح ہے لوگوں نے اول تو انہیں بہت مارا پیٹا مگر پھر بعد میں اُن کو اس غرض سے چھوڑ دیا کہ وہ اپنے کو اہلِ بیت سے منسوب کرتے تھے ۔ معز الدولہ چونکہ اہلِ بیت کا بہت زیادہ عقیدتمند تھا اس لئے لوگوں کو اُن کے چھوڑ دینے کے متعلق کہنے لگا اور ان سے تعارض نہ کیا در اصل معز الدولہ کا یہ فعل ملعونانہ تھا ۔

اسی سال منصور عبیدی والی مغرب شہر منصوریہ میں جس کو خود اُسنے ہی آباد کیا تھا انتقال کر گیا اسکی جگہ اس کا بیٹا اور ولیعہد سعد جس کا لقب معز الدین تھا بادشاہ ہوا اور اس نے قاہرہ آباد کیا

منصور نیک طینت شخص تھا اُسکے باپ کے وقت میں جو مظالم ہوئے تھے اسکی تلافی کیا کرتا تھا لوگ اس کو دوست رکھتے تھے اسکے بیٹے سعد کی بھی نیک طبیعت واقع ہوئی تھی ملک مغرب اسکے تصرف اور قبضہ میں پوری طرح آگیا تھا۔

۳۳۴ھ میں والی خراسان نے اپنے یہاں سب سے اول مطیع کے نام کا خطبہ پڑھوایا جو آجتک کبھی وہاں نہیں پڑھا گیا تھا مطیع نے یہ خبر سنکر ایک پرچم اور خلعت اُسکو عطا فرمایا تھا۔

۳۴۴ھ میں مصر میں ایک سخت زلزلہ آیا جسکی وجہ سے بہت سے مکانات منہدم ہوگئے تین ساعت برابر زلزلہ رہا لوگوں نے جناب باری میں نہایت تضرع وزاری سے دعائیں مانگیں

۳۴۶ھ میں سمندر باشتی گز اتر گیا اسمیں پہاڑ اور جزیرہ اور ایسی ایسی اشیاء نظر آنے لگیں جو کبھی پہلے نہیں دیکھی تھیں رے اور اُسکے اطراف میں سخت زلزلہ آیا شہر طالقان زمین میں دھنس گیا اسکے باشندوں میں سے کل تیس آدمی بچے باقی سب مرگئے۔ مضافات رے میں ڈیڑھ سو گاؤں زمین میں اُتر گئے حلوان کا اکثر حصہ خسف ہوگیا مُردوں کی ہڈیاں زمین سے باہر نکل پڑیں چشمے جاری ہوگئے رے میں ایک پہاڑ ٹوٹ گیا ایک گاؤں ہوا میں معلق لٹکا گیا پھر گر کر دھنس گیا جگہ جگہ سے زمین پھٹ گئی شگاف پڑگئے ان میں سے سڑا ہوا پانی نکلا بعض میں سے محض دھواں نکل پڑا ابن جوزی نے اس طرح اسکو بیان کیا ہے)

۳۴۷ھ میں اقلیم۔ حلوان اور پہاڑوں میں پھر زلزلہ آیا جسکی وجہ سے بہت سی خلقت مرگئی اسکے بعد ٹیڑ (ٹڈی) آئی اور دنیا میں پھیل گئی غلوں اور درختوں کو صاف کرگئی۔

۳۵۰ھ میں شہر بغداد کے اندر معزالدولہ نے ایک بہت بڑا مکان بنوایا اس کی بنیادیں چھتیس گز نیچی رکھوائیں۔

اسی سال ابوالعباس عبداللہ بن حسن بن شوارب کو عہدہ قضا سپرد کیا گیا جسوقت یہ معزالدولہ کے مکان سے خلعت لیکر رخصت ہوئے تو ان کے آگے باجا بجتا جاتا تھا۔ ایک فوج اردلی میں تھی انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ دولاکھ درہم سالانہ معزالدولہ کے خزانہ میں داخل کیا کرونگا مطیع نے انکو قاضی بنانے اور یہ شرط لکھانے سے منع کیا تھا مگر اسکی کون سنتا تھا اس کا بس فقط اتنا تھا کہ ابوالعباس کو اپنے سامنے کبھی نہیں آنے دیا۔

اسی سال رومیوں نے جزیرہ اقریطش پر قبضہ کرلیا جو ۲۳۰ھ سے مسلمانوں کے قبضہ میں چلا آتا تھا

اس سال والی اندلس الناصر الدین اللہ نے انتقال کیا اور اسکی جگہ تخت پر اسکا بیٹا حاکم بیٹھا۔

۳۵۱ھ میں شیعوں نے مسجد کے دروازوں پر لکھدیا کہ (نعوذ باللہ من ہذا الکفر مترجم) معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعنت ہو جس شخص نے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا حق باغ فدک غصب کر لیا اسپر لعنت ہو جس نے امام حسنؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدفون ہونے دیا اسپر لعنت ہو جس نے ابوذر کو نکالا اسپر لعنت ہو۔ رات کو کسی نے ان کو مٹا دیا چاہا معزالدولہ نے پھر لکھوانے کا ارادہ کیا مگر وزیر مہلبی نے کہا کہ اس جملہ پر یہ لکھوانا چاہئیے کہ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظالموں پر خدا لعنت کرے اور حضرت معاویہؓ پر صاف صاف لعنت لکھنے کو کہا چنانچہ لکھوا دیا لیا۔

۳۵۲ھ میں عاشوراء کے دن معزالدولہ نے بازار بند کروائے طباخوں (باورچیوں) کو کھانے پکانے سے منع کرایا۔ بازار میں ایک کلسار لکڑی نصب کرا کر اسپر ایک موٹا کپڑا ڈلوا دیا۔ عورتیں بال کھولے اور اپنے منہ پر طمانچے مارتی ہوئی حسین کا ماتم کرتیں شارع عام پر نکلیں۔ یہ بغداد میں پہلا دن تھا جس میں یہ بدعت کی گئی۔ اسکے بعد کئی برس تک جاری رہی۔

اسی سال ۱۸ ذوالحجہ کو عید غدیر خم ایک دھوم دھام سے منائی گئی اور باجے بجائے گئے۔

اسی سال ایک بطریق (سردار) نے ملک آرمینیہ سے دو لڑکے جو آپس میں جڑے ہوئے تھے ناصر الدولہ ابن حمدان کے پاس بھیجے ان کی عمر پچیس سال کی تھی انکا پہلو جڑا ہوا تھا گویا کمر ایک تھی پیٹ ناف معدہ دو دو تھے بھوک پیاس اور پیشاب کا وقت الگ الگ تھا۔ دونوں کے لئے دو دو ہاتھ ران پیر اور احلیل تھے انمیں سے ایک کا میلان عورتوں کیطرف اور دوسرے کا مردوں کیطرف تھا۔ ایک انمیں سے مر گیا دوسرا زندہ رہا۔ مردے میں سے بدبو آنے لگی تو ناصر الدولہ نے اطباء کو جمع کر کے مردے کو زندے سے علیٰحدہ کرنا چاہا مگر نہ ہو سکا۔ مردے کی بدبو کیوجہ سے دوسرا بھی مریض ہوا اور مر گیا۔

۳۵۳ھ میں سیف الدولہ کیلئے ایک اتنا اونچا خیمہ بنایا گیا جسکی چوبیں پچاس گز لمبی تھیں۔

۳۵۴ھ میں معزالدولہ کی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا مطیع تعزیت اور جنازہ میں شریک ہونیکے لئے معزالدولہ کے مکان پر گیا۔ معزالدولہ یہ خبر سنکر مکان سے باہر آیا اور تین مرتبہ زمین چوم کر جنازہ میں شریک ہونیکی تکلیف سے منع کیا خلیفہ اپنے مکان پر لوٹ آیا۔

اسی سال کہ بادشاہ روم نے شہر قیساریہ بلاد المسلمین کے قریب آباد کیا۔

۳۵۶ھ میں معزالدولہ کا انتقال ہو گیا اسکے بجائے اسکا بیٹا بختیار مقرر کیا گیا اور اسکو عزالدولہ کا خطاب دیا گیا۔

۳۵۷ھ میں دمشق پر قرامطی قابض ہو گئے اور ہر شخص کو مصر اور شام سے حج کے واسطے

جانے سے روک دیا پھر مصر پر قبضہ کرنا چاہا مگر بنو عبید آئے اور ان سے پہلے قابض ہو گئے اخشیوں
کی سلطنت اقلیم مغرب، مصر، عراق پر قائم ہو گئی۔ چونکہ مصر میں کافور اخشیدی کے مرنے کے بعد بدانتظامی
پھیل گئی تھی۔ لشکر کو تنخواہیں نہ ملتی تھیں اس لئے لوگوں نے معز کو لکھا کہ تم آجاؤ۔ اس نے اپنے غلام
جوہر کو ایک لاکھ فوج دیکر روانہ کر دیا۔ وہ اس پر جا کر قابض ہو گیا اور جس جگہ آجکل قاہرہ ہے وہاں
جا اترا۔ معز کے لئے ایک دار الامارت بنوایا جو اس وقت قصرین کے نام سے مشہور ہے بنی عباس
کا نام خطبوں میں سے نکال دیا۔ سیاہ کپڑے کا پہننا بند ہو گیا۔ خطیبوں کو سفید کپڑے پہننے کے
متعلق حکم ہوا خطبوں میں ان الفاظ کے پڑھنے کا حکم دیا گیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی
وَعَلٰی عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی وَعَلٰی فَاطِمَةَ الْبَتُوْلِ وَعَلٰی الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سِبْطِ الرَّسُوْلِ وَصَلِّ عَلٰی الْاَئِمَّةِ اٰبَاءِ
اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُعِزِّ بِاللّٰهِ۔ یہ کل واقعات شعبان ۳۵۸ھ میں وقوع پذیر ہوئے۔

ربیع الآخر ۳۵۹ھ میں اذان کے اندر مصر میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کا اضافہ کیا گیا اور جامع ازہر کی
بنا شروع ہوئی جو رمضان ۳۶۱ھ میں پوری ہو گئی۔

اسی سال یعنی ۳۵۹ھ میں عراق میں ایک ستارہ اتنا ٹوٹا کہ جسکی روشنی دنیا میں پھیل گئی تھی کہ
شعاع آفتاب کے مثل ہو گئی ستارہ ٹوٹنے کے بعد ایک سخت گرج کی آواز آئی۔

۳۶۰ھ میں اذان کے اندر حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ دمشق میں بھی جعفر بن فلاح نائب دمشق کے
حکم سے زیادہ کیا گیا اور کسی کو اسکی مخالفت کی جرأت نہ ہوئی۔

۳۶۲ھ میں سلطان بختیار (عز الدولہ) اور مطیع کی آپس میں چل گئی۔ مطیع نے کہا کہ میری بغیر
خطبہ کے کوئی بھی حیثیت قائم نہیں رہتی اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں گوشہ نشینی اختیار کئے لیتا ہوں
عز الدولہ نے مطیع کی تنخواہ بند کر دی۔ مطیع نے تنگدستی کی وجہ سے اپنا اثاث البیت چار لاکھ درہم
میں فروخت کر دیا۔ لوگوں کی زبان پر مشہور ہو گیا کہ خلیفہ اور عز الدولہ کے آپس میں کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔

اسی سال بغداد میں عز الدولہ کا ایک غلام قتل ہو گیا وزیر ابو الفضل شیرازی نے اسکے بدلہ
میں تمام شہر میں ایک طرف سے آگ لگوادی نہایت زور سے آگ لگی بہت سے گھر اور مال اور
آدمی آگ کی نذر ہو گئے حتیٰ کہ وزیر بھی نہ بچا اور جل مرا (خدا اسپر رحم نہ فرمادیں) ایسی آگ بغداد
میں کبھی نہیں لگی تھی۔

اسی سال رمضان شریف میں المعز بالله اپنے آباء واجداد کے تابوت لیکر مصر پہنچ گیا۔

۳۶۳ھ میں ابو الحسن محمد بن ام شیبان ہاشمی کو مطیع نے عہدۂ قضا پر لگا دیا حالانکہ انہوں نے

انکار بھی کیا مطیع نے ان سے بہت سی شرطیں لکھوائیں منجملہ انکے یہ کہ عہدہ قضا کی تنخواہ نہ لیں گے۔ کسی کی خلعت قبول نہ کرینگے۔ خلاف شرع کسی کی سفارش نہ سنیں گے۔ انکے کاتب کے لئے تین سو درہم ماہانہ اور حاجب کے لئے ڈیڑھ سو درہم ماہانہ تنخواہ مقرر ہوئی۔ تعمیل احکام کرنے والے کے لئے سو درہم اور خزانچی اور سر دفتر کے سات سو درہم ماہوار مقرر ہوئے۔ جو فرمان تقرری اس موقع پر لکھا گیا وہ حسب ذیل ہے۔

عبداللہ الفضل المطیع اللہ امیر المؤمنین اس تحریر کے بموجب محمد بن صالح ہاشمی کو تقرر عہدہ قضا کے وقت اہل مدینۃ السلام۔ مدینۃ المنصور۔ مدینۃ الشرقیہ جانب شرق اور جانب غرب کوفہ اور وہ مقامات جنکو فرات سیراب کرتی ہے اور واسط۔ کرخی اور جنکو دجلہ سیراب کرتا ہے وہ مقامات۔ خراسان۔ حلوان۔ قرمیسین۔ دیار مصر۔ دیار ربیعہ۔ دیار بکر۔ موصل حرمین۔ شریفین۔ یمن۔ دمشق۔ حمص۔ جند قنسرین۔ عوام مصر۔ اسکندریہ۔ جند فلسطین اردن اور کل وہ تمام علاقہ جات جو عباسیین کے تحت تصرف میں ہیں اس امر میں پابند اور مقرر کرتے ہیں کہ وہ کل ان ممالک کے عالموں حاکموں اور قاضیوں کے قاضی القضاۃ کا کام کرینگے۔ حکام کے حالات معلوم کیا کرینگے اور ممالک محروسہ کے حکام کا جائزہ لیا کرینگے تمام نواحی اور امصار مملکت کے طریقوں پر نظر رکھیں گے انکو نہائشیں کرتے رہیں گے ان کے عیوب پر چشم نمائی سے کام لیا کرینگے تاکہ خاص و عام دونوں میں احتیاط باقی رہے اور دین اسلام کے موافق قضیے فیصل ہوں ہر جگہ نیک نیتی رہے ایسے شخصوں کو حاکم مقرر کیا کرینگے جو دیانتدار اور صاحب امانت ہوں۔ ان کی عفافت ظاہر ہو۔ پرہیزگاری میں سب سے مقدم ہوں شریعت کے پابند ہوں تقویٰ سے موصوف ہوں صاحب علم ہوں عقلمند ہوں بردبار ہوں میلے کپڑے نہ پہنتے ہوں سفید ستھرا لباس رکھتے ہوں لباس کی طرح دل کے بھی صاف ہوں عالم ہوں نیکے ساتھ معاملات دنیا سے بھی پوری واقفیت رکھتے ہوں عقبیٰ کی سلامتی کو جانتے ہوں خدا سے ڈرتے ہوں کیونکہ خدا سے ڈرنا ہی ایک پوری پوری ڈھال ہے وہ خود بھی اپنے معاملہ میں کتاب اللہ پر عمل پیرا ہوں اور ہر کام میں اسی کے موافق فیصلہ دیتے ہوں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکی راہبر ہو۔ اجماع امت کی رعایت کرتے ہوں ائمہ راشدین کی اقتدا کرتے ہوں کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع سے جو ثابت نہ ہو اسمیں اجتہاد سے کام لیتے ہوں فریقین کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہوں انصاف اور عدل سے کام کرتے ہوں حتیٰ کہ غریب اُن سے ڈرنا چھوڑ دیں اور امیر لگا رچان اپنی طرف

نہ دیکھیں وغیرہ وغیرہ۔

میں کہتا ہوں کہ خلفاء سابقین کا یہ دستور اور آئین تھا کہ جسکو وہ قاضی مقرر کرتے تھے وہ دار السلطنت میں مقیم رہتا تھا۔ وہی تمام ممالک محروسہ اور اقالیم ملوکہ کے قاضیوں اور حاکموں کا افسر ہوتا تھا پھر یہ اپنی طرف سے جسے چاہتا تھا نائب بنا کر دیگر ممالک میں بھیجدیتا تھا اور یہ نائب ہر جگہ روانہ کئے جاتے تھے اسی واسطے اسکا لقب قاضی القضاۃ ہوتا تھا اور دوسرا کوئی شخص اس لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہو سکتا تھا اور اسکے سوا نائبوں کو قاضی کہا جاتا تھا یا قاضی فلاں شہر کہکر پکارے جاتے تھے مگر اب ایک ایک شہر میں چار چار قاضی القضاۃ ہیں چاہے انکے ماتحت ایک بھی قاضی نہ ہو۔ پہلے قاضی القضاۃ کی حکومت اتنی وسیع ہوتی تھی کہ وہ بادشاہ پر بھی حاکم ہوتا تھا اور اب رعایا پر بھی اچھی طرح حاکم نہیں ہوتا۔

اسی سال یعنی ۳۶۳ھ میں مطیع پر فالج گر پڑا اس کی زبان بھاری پڑ گئی۔ عز الدولہ نے اپنے حاجب سبکتگین کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ وہ خود خلع کر کے اپنے بیٹے الطائع اللہ کے کاروبار خلافت سپرد کر دے اُس نے ایسا ہی کیا اور ۲۳۔ ذوالقعدہ ۳۶۳ھ بروز چہار شنبہ الطائع اللہ کو خلیفہ بنا دیا۔

مطیع کی مدت خلافت انتیس ۲۹ سال دو ماہ ہیں اسکے بعد قاضی بن ام شیبان نے اسکی خلع کا حکم دیا خلع کے بعد اس کا لقب شیخ الفاضل ہو گیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مطیع اور اس کا بیٹا بنی بویہ کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی یا شاہ شطرنج تھے مقتضیؒ تک ضعف کی یہی حالت رہی مقتفی اللہ نے کچھ درستی کی برخلاف اسکے مصر میں بنی عبید رافضیوں کی سلطنت خوب مضبوط ہوتی رہی بلکہ ان سلطنت کی وہی حالت ہو گئی جیسی کبھی بنو عباس کی تھی۔

مطیع اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر واسط کی طرف چلا گیا اور محرم ۳۶۴ھ میں انتقال ہو گیا۔

ابن شاہین کا قول ہے کہ جہانتک مجھے تحقیق ہے مطیع نے اپنی مرضی سے ہی خلع بیعت کیا تھا۔

خطیب کہتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ جس وقت نیک لوگ مر جاتے ہیں تو ان کی اولاد ذلیل ہوتی ہے۔

مطیع کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا۔ خرقی شیخ حنابلہ۔ ابوبکر شبلی صوفی۔ ابن قاضی امام شافعیہ۔ ابو رجاء اسوانی۔ ابوبکر صولی۔ ہیثم بن کلیب الشاشی۔ ابو الطیب الصعلوکی۔ ابو جعفر النحاس النحوی۔ ابو نصر فارابی۔ ابو اسحاق المروزی امام الشافعیہ۔ ابو القاسم الزجاجی النحوی کرخی شیخ حنفیہ۔ دینوری صاحب المجالسہ۔ ابوبکر ضبعی۔ قاضی ابو القاسم التنوخی۔ ابن حداد صاحب الفروع۔ ابو علی بن ابو ہریرہ از کبار شافعیہ۔ ابو عمر زاہدی۔ مسعودی صاحب مروج الذہب۔

ابن دستوریہ۔ ابو علی طبری۔ فاکہی صاحب تاریخ مکہ۔ متنبی شاعر۔ ابن حبان صاحب الصحیح۔ ابن شعبان امام مالکیہ۔ ابو علی القالی۔ ابوالفرج صاحب الاغانی۔

الطائع للہ ابوبکر

الطائع للہ ابوبکر عبدالکریم بن المطیع اسکی ماں ایک ام ولد ہزار نامی تھی۔

جس وقت یہ اپنے باپ کی جگہ تخت خلافت پر بیٹھا اسوقت اسکی عمر تینتالیس[۴۳] سال کی تھی خلافت سپرد ہونے کے دوسرے روز چادر خلافت اوڑھ کر سوار ہو کر مع لشکر جلو میں تھا۔ سبکتگیں کو ایک روز پہلے خلعت اور پرچم و نصر الدولہ کا خطاب عنایت ہو چکا تھا وہ اس وقت سامنے چلتا تھا۔

کچھ دنوں کے بعد عزالدولہ اور سبکتگیں میں ان بن ہو گئی۔ سبکتگیں نے ترکوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور عزالدولہ سے خوب دل کھول کر لڑا۔

اسی سال یعنی ۳۶۳ھ میں حرمین شریفین کے اندر المعز العبیدی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

۳۶۴ھ میں سبکتگیں کے مقابلہ میں عضدالدولہ عزالدولہ کی مدد کو بغداد آیا مگر بغداد میں آکر خود عضدولہ کو بغداد ایسا پسند آیا کہ خود یہاں اپنی وجاہت قائم کرنے لگا فوج و لشکر کو انعام و اکرام دیکر اپنا کر لیا تمام لشکر عزالدولہ پر چڑھ آیا وہ بیچارہ دروازہ بند کر کے گھر میں گھس گیا۔ عضدولہ نے طائع کی طرف سے طائع کے ممالک محروسہ میں فرامین لکھ بھیجے کہ عضدولہ نائب السلطنت مقرر ہو گیا ہے اس وجہ سے طائع اور عضدولہ میں چل گئی۔ چونکہ عضدالدولہ تعابو یافتہ تھا اس لئے طائع کا نام خطبوں میں سے خارج کرادیا الغرض ۲۰ رجادی الآخر ۳۶۴ھ سے لیکر ۱۰ رجب تک خطبوں میں طائع کا نام کسی جگہ نہیں پڑھا گیا۔

اسی سال اور اس کے بعد کے سالوں میں روافض کا بہت زور و شور ہو گیا مصر۔ شام۔ مشرق۔ مغرب میں آنا زور بندھا کہ نماز تراویح کی بندش عبیدی کی خاطر سے ہو گئی کہ نماز تراویح کہیں نہ پڑھی جائے۔

۳۶۹ھ میں رکن الدولہ بویہ نے اپنے ممالک مقبوضہ اپنی اولاد میں تقسیم کر دیے۔ چنانچہ عضدولہ کے حصہ میں فارس۔ کرمان اور موید الدولہ کے حصے میں رے۔ اصفہان اور فخر الدولہ کے حصہ میں ہمدان وغیرہ آئے۔

اسی سال رجب المرجب میں مجلس حکم نے عزالدولہ کے مکان میں اجلاس کیا قاضی القضاۃ بن معروف بھی جلیس تھے انہوں نے حکم دیا کہ عزالدولہ سے التماس کی جائے کہ وہ اس مجلس محکم کو آکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اسی سال عزالدولہ اور عضدالدولہ کی آپس میں لڑائی ہوگئی عزالدولہ کا ایک ترکی غلام اس لڑائی میں قید ہوگیا جسکی وجہ سے عزالدولہ کو سخت صدمہ پہنچا اسکی یاد میں اُسنے کھانا پینا چھوڑ دیا شوقیہ اشعار پڑھتا تھا باہر نکلنا چھوڑ دیا رونے کے سوا دوسرا کام نہ تھا حتیٰ کہ اجلاس کرنا بھی چھوڑ دیا اور عضدالدولہ کو لکھا کہ وہ غلام واپس کر دیا جائے اور بہت تضرع اور زاری لکھی لوگوں نے اسپر مذاق اُڑانا شروع کر دیا عضدالدولہ نے کچھ پرواہ نہ کی اور صاف انکار کر دیا آخر عزالدولہ نے اس غلام کے عوض دو کنیزیں جن میں سے ایک کنیز ایک لاکھ دینار میں خریدی گئی تھی بھیجیں اور قاصد سے کہدیا کہ تو مختار ہے جو کچھ عضدولہ اس غلام کے عوض میں مانگے فوراً دیدینا مجھے منظور ہے خواہ مجھے دنیا بھر کو ہی چھوڑنا پڑے۔ آخر خدا خدا کر کے عضدالدولہ نے وہ غلام واپس کر دیا۔

اسی سال کوفہ میں بجائے عزالدولہ کے عضدالدولہ کا نام پڑھا جانے لگا۔

اسی سال المعزالدین اللہ عبیدی والی مصر مرگیا اسکے بجائے اسکا بیٹا نزار ملقب بعزیز بادشاہ ہوا خاندان عبیدین میں یہ پہلا بادشاہ تھا جو بطور میراث مصر پہ بادشاہ ہوا تھا۔

۳۶۶ھ میں المستنصر باللہ الحکم بن ناصرالدین اللہ اموی شاہ اندلس (اسپین) کا انتقال ہوگیا اور اسکی جگہ اس کا بیٹا المؤید باللہ ہشام تخت سلطنت پر بیٹھا۔

۳۶۷ھ میں عزالدولہ اور عضدالدولہ کی پھر جنگ ہوگئی اس لڑائی میں عضدالدولہ فتحیاب ہوگیا اور عزالدولہ گرفتار ہوکر قتل کر ڈالا گیا۔ طائع باللہ نے عضدالدولہ کو خلعت عطا فرمایا اور ایک تاج مکلل بجواہر اور کنگن مرحمت فرمائے خود اپنے ہاتھ سے اسکے گلے میں تلوار حائل کی دو جھنڈے دئے جن میں ایک چاندی کا تھا جو امراء کو بطور اعزاز کے دیا جایا کرتا تھا دوسرا سونے کا تھا جو ولیعہدوں کے واسطے مخصوص تھا اور آجتک سوائے عضدولہ کے کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔ ایک عہد نامہ ولیعہدی اسکے لئے مرتب کیا گیا اور وہ تمام حاضرین مجلس کے سامنے پڑھ کر سنایا گیا جس کو سنکر حاضرین مجلس نے نہایت تعجب کیا کیونکہ آجتک یہی دستور چلا آتا تھا کہ ولیعہد خلیفہ وقت کا بیٹا یا قریبی رشتہ دار ہی ہوا کرتا تھا۔ وہ عہد نامہ عضدولہ کے سپرد کرتے وقت طائع نے کہا کہ یہ میرا عہد ہے اسی کے

موافق عمل کرنا۔

۳۶۸ھ میں طائع کی طرف سے فرمان جاری ہوا کہ صباح اور مغرب اور عشاء کے وقت عضد الدولہ کے مکان پر نوبت بجا کرے اور منبروں پر خطیب خطبوں میں عضد ولہ کا نام پڑھا کریں۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ یہ وہ باتیں ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں نوبت کی اجازت تو کبھی ولیعہدوں کو بھی نہیں ملی تھی۔ ایک مرتبہ معز الدولہ نے چاہا تھا کہ مدینۃ السلام میں نوبت بجوائے اسکی مطیع سے اجازت چاہی تھی مگر مطیع نے فوراً انکار کر دیا تھا اور اجازت نہیں دی تھی۔ جتنا کچھ عضد الدولہ کو دیا گیا اور اُسکے ساتھ بارگاہِ خلافت سے مراعات ہوئیں امر خلافت کمزور اور ضعیف ہوتا چلا گیا۔

۳۶۹ھ میں عزیز والی مصر کا ایلچی بغداد آیا اور اُسنے طائع سے عضد الدولہ کے متعلق سفارش کی کہ وہ اس کو اپنے القاب میں تاج الملت کا لقب اور زیادہ کرنے اور تاج پہننے کی اجازت دیدے اور خلعت کی تجدید کر دے۔ ان تمام سفارشوں کی منظوری ہو گئی طائع ایک تخت پر بیٹھا سو آدمی تلواریں لیکر اسکے گرد اردلی میں کھڑے ہوئے۔ پوری زینت کی گئی۔ سامنے خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا قرآن شریف رکھا چادر شریف مونڈھے پر ڈالی عصا ہاتھ میں لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک حائل کی گئی عضد الدولہ کے بیٹھے ہوئے پردے ڈال دیے گئے تاکہ کوئی لشکر کا آدمی عضد الدولہ سے قبل طائع کو نہ دیکھ سکے ترک اور دیلمی خالی ہاتھ بغیر ہتھیار لگائے داخل ہوئے دونوں طرف رؤسا اور اعیان سلطنت کھڑے ہوئے اسکے بعد عضد الدولہ کی طلبی ہوئی جس وقت وہ آیا پردے اُٹھائے گئے عضد الدولہ نے زمین خدمت چومی اور سرداران لشکر اور زیادتی افواج کو دیکھ کر ڈر گیا یہ دیکھکر طائع نے کہا کیوں جھجکتے کیوں ہو کیا خدا کی شان نظر نہیں آتی۔ عضد الدولہ نے کہا واقعی آپ خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور سات مرتبہ زمین کو بوسہ دیا طائع نے کہا آگے آؤ عضد الدولہ اور آگے بڑھا اور دو مرتبہ زمین چومی۔ پھر طائع نے کہا اور زیادہ قریب آؤ عضد الدولہ آگے بڑھا اور طائع کی پابوسی ادا کی۔ طائع نے کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا مگر عضد الدولہ کی ہمت نہ ہوئی کہ کرسی پر بیٹھ جائے طائع نے یا صرار کہا اور عضد الدولہ انکار کرتا رہا آخر طائع نے قسم دی اور عضد الدولہ کو جرأت ہوئی اول اُسنے کرسی کو بوسہ دیا اور پھر اُسپر بیٹھ گیا اس کے بعد خلیفہ نے اس سے کہا خداوند تعالیٰ جل مجدہٗ نے جو کچھ مجھے امور رعیت

بخشتے ہیں اور جو کچھ مشرق سے مغرب تک میرے ممالک محروسہ میں ہے اُس کا تمہیں مختار کل کرتا ہوں اور سوائے اپنی ذات خاص اور اسباب خاصہ کے تمہیں اختیار کامل دیتا ہوں کیا تم اسے قبول کرتے ہو۔ عضد الدولہ نے کہا کہ مجھے اپنے مولا امیر المؤمنین کی اطاعت کی خداوند تعالیٰ توفیق بخشیں اور اس میں میری اعانت فرمائیں میں اسے قبول کرتا ہوں۔ اسکے بعد عضد الدولہ کو خلعت پہنایا گیا اور دربار برخاست ہو گیا۔

میں کہتا ہوں کہ ذرا اس خلیفہ کو دیکھو کہ کس طرح امر خلافت کو ضعف پہونچایا ہے جتنی اس خلیفہ کے وقت میں خلافت ضعیف ہوئی اتنی کبھی کسی خلیفہ کے زمانہ میں ضعیف اور کمزور نہیں ہوئی تھی اور جتنی تقویت نائب السلطنت عضد الدولہ کو اس وقت ہوئی کبھی کسی نائب السلطنت کو نہیں ہوئی تھی اور میرے زمانہ میں تو اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ نائب السلطنت کو خود خلیفہ آکر شروع ماہ میں مبارک اور تہنیت پیش کرتا ہو۔ اکثر ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ نائب السلطنت ہی صدر اجلاس میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور اسکے ساتھ دو آدمی خارج از مرتبہ بھی بیٹھ جاتے ہیں پھر خلیفہ آتا ہے اور معمولی لوگوں کی طرح اُٹھ کر چل دیتا ہے اور نائب سلطان برابر صدر اجلاس میں بیٹھا رہتا ہے کسی کو مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ مجھ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے بیان کیا تھا کہ جس وقت نائب السلطنت اشرف برسبائی آمد کی طرف اپنے دشمنوں کے مقابلے کیلئے چلا ہے تو خلیفہ بطور حاجبوں کے اسکے ساتھ ساتھ تھا۔ ہیبت اور عظمت جتنی کچھ تھی وہ سب نائب السلطنت کی تھی۔ خلیفہ کی حیثیت محض ایک رئیس کی سی تھی جو نائب سلطان کی خدمت کیلئے ساتھ ہو لیا ہو۔

۳۶۷ھ میں عضد الدولہ ہمدان سے بغداد آیا طائع نے اُسکا استقبال کیا حالانکہ یہ کبھی آجتک نہیں ہوا تھا کہ خلیفہ کسی کے استقبال کے لئے نکلا ہو۔ البتہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مطیع معز الدولہ کی لڑکی کی تعزیت کے لئے ضرور گیا تھا۔ معز الدولہ نے اسکی عزت کی تھی اور زمین خدمت چومی تھی طائع کے زمانہ میں یہ ہوا کہ عضد الدولہ نے طائع کے پاس قاصد بلانے کو بھیجا۔ طائع فوراً کھڑا ہو گیا تاخیر کرنیکی جرأت نہ ہوئی۔

۳۷۲ھ میں عضد الدولہ کا انتقال ہو گیا خلیفہ نے اسکے بجائے اسکے بیٹے صمصام الدولہ کو شمس الملت کا خطاب دیکر مقرر کر دیا اور سات خلعتیں اور ایک تاج اور دو جھنڈے عطا کئے۔

۳۷۳ھ میں مؤید الدولہ عضد الدولہ کا بھائی مر گیا۔

۳۷۵ھ میں صمصام الدولہ کا ارادہ ہوا کہ ریشمی اور سوتی کپڑے پر جو بغداد اور اُسکے اطراف میں

سُننے جاتے ہیں ٹیکس لگادے جس میں ایک کروڑ درہم سالانہ کی آمدنی کی توقع تھی۔ یہ سُنکر لوگ جامع مسجد منصور میں جمع ہوگئے اور ارادہ کرلیا کہ ہم جمعہ کی نماز نہیں پڑھنے دینگے اور ایک فتنہ برپا کردیا صمصام الدولہ کو مجبوراً اس ارادہ سے باز رہنا پڑا۔

۳۷۶ھ میں صمصام الدولہ پر اُس کا بھائی شرف الدولہ پر چڑھ آیا صمصام الدولہ کو ہزیمت ہوئی۔ شرف الدولہ نے صمصام الدولہ کی آنکھیں نکلوا ڈالیں۔ تمام فوج کا میلان شرف الدولہ کی طرف ہوگیا جس وقت یہ بغداد میں داخل ہوا تو طائع نے شہر سے باہر نکل کر مبارکباد دی اور اسکو نائب السلطنت بناکر ایک تاج عنایت کیا اور عہدنامہ لکھ کر خود شرف الدولہ سے پڑھوایا اور آپ سنتا رہا۔

۳۷۸ھ میں شرف الدولہ نے مامون کی طرح کا ایک رسدگاہ (جس میں سیاروں کی چال معلوم کیا کرتے ہیں۔ مترجم) بنوایا۔

اسی سال بغداد میں قحط پڑگیا جسکی وجہ سے بہت سے آدمی ہلاک ہوگئے۔ بصرہ میں سخت گرمی پڑی اور لو چلی پھر آندھی آئی۔ دجلہ کا پانی اسقدر سوکھ گیا کہ زمین نظر آنے لگی جو کشتیاں پہلے کبھی ڈوب گئیں تھیں وہ نظر آنے لگیں۔

۳۷۹ھ میں شرف الدولہ مرگیا اور ابو نصر اپنے بھائی کو اپنا قائم مقام کرگیا۔ طائع اُسکے مکان تعزیت کیلئے گیا ابو نصر نے چند مرتبہ زمین خدمت چومی پھر ابو نصر طائع کے پاس آیا اور طائع نے اعیان سلطنت کی موجودگی میں اسے ہفت خلعت جس میں سب سے اعلیٰ درجہ کی سیاہ عبا اور سیاہ عمامہ عطا کیں گلے میں گلوبند اور ہاتھ میں کنگن پہنائے حاجب تلواریں لئے ہوئے سامنے چلے اور ابو نصر زمین خدمت چومی اور کرسی پر بیٹھ گیا عہدنامہ پڑھا گیا۔ طائع نے اسکا خطاب بہاء الدولہ ضیاء الملت مقرر کیا۔

۳۸۱ھ میں طائع کو بہاء الدولہ نے گرفتار کرلیا اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اُسنے بہاء الدولہ کے ایک خواص کو گرفتار کرلیا تھا۔ خلیفہ سائبان میں تلوار حائل کئے ہوئے بیٹھا تھا کہ بہاء الدولہ آیا اور زمین خدمت چوم کر کرسی پر بیٹھ گیا اتنے میں بہاء الدولہ کے آدمی آگئے اور طائع کو تخت سے گھسیٹ کر گرادیا دیلمی جو کثرت سے آگئے تھے اُنہوں نے خود اسکو اسی کے کپڑوں سے باندھ کر دارالسلطنت پہنچادیا۔ اس واقعہ سے تمام شہر کانپ اٹھا۔ بہاء الدولہ نے طائع کو لکھا کہ خود کو خلع کرکے اپنے قادر باللہ کو سلطنت سپرد کردے اس تحریر پر تمام اکابر اور اشراف سلطنت کے دستخط تھے

واقعہ ۱۹ شعبان ۳۸۱ھ کو ہوا۔ قادر باللہ اسوقت بطیحہ میں تھا اُسکو بلا بھیجا اور اس سے بیعت کرلی۔
طائع قادر باللہ کے یہاں اچھی طرح نہایت تعظیم و تکریم سے رہتا رہا۔ ایک مرتبہ اسکے پاس ایک معمولی روشنی کا چراغ بھیجدیا تھا جس کا اُسنے انکار کیا پھر اُسوقت سے اُسکے پاس پوری روشنی کا چراغ پہنچتا رہا۔ آخر شب عید الفطر ۳۹۳ھ میں اس دنیائے دنی کو چھوڑ کر سفر آخرت کرگیا۔ قادر باللہ نے جنازے کی نماز پڑھائی اُسکے دوست خدام و اکابر اسکے ساتھ ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچا آئے۔ شریف رضی نے اسکے مرثیہ میں ایک قصیدہ لکھا۔ طائع آل ابی طالب سے بہت زیادہ منحرف تھا۔
اسکے زمانہ میں لوگوں کے دلوں سے بالکل ہیبت اُٹھ گئی تھی حتیٰ کہ شعراء نے اسکی ہجو لکھی تھی۔
اسکے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ حافظ ابن سنی۔ ابن عدی۔ قفال کبیر۔ سیرافی نحوی۔ ابوسہل صعلوکی۔ ابوبکر رازی حنفی۔ ابن خالویہ۔ ازہری امام اللغت۔ ابوابراہیم فارابی صاحب دیوان الادب۔ رفاء شاعر۔ ابوزید المروزی شافعی۔ دارکی۔ ابوبکر ابہری شیخ المالکیہ۔ ابو اللیث سمرقندی امام الحنفیہ۔ ابوعلی الفارسی نحوی۔ ابن حلاب مالکی۔

القادر باللہ ابو العباس

القادر باللہ ابو العباس احمد بن اسحاق بن مقتدر یہ بادشاہ ایک ام ولد موسومہ بہ تمنی یا دمنہ کے بطن سے ۳۳۶ھ میں تولد ہوا اور طائع کی خلع کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا۔
الطائع للہ کی خلع کے وقت چونکہ یہ موجود نہیں تھا۔ ار رمضان المبارک کو بغداد بلایا ہوا آیا اور ار رمضان کو مجلس عام کے سامنے تخت پر بیٹھا شعراء نے اسکے سامنے قصائد تہنیت پڑھے شریف رضی شاعر کہتا ہے (ترجمہ شعر) اے بنی عباس خلافت کی شرافت کو آج پھر ابو العباس نے زندہ کردیا ہے۔ اس صاحب قوت کو زمانہ ایک اتفاق کے ساتھ قائم رکھے۔
خطیب کہتے ہیں کہ قادر باللہ نہایت دیانتدار اور صاحب سیاست تھا۔ ہمیشہ تہجد ادا کیا کرتا تھا صدقہ و خیرات بہت کرتا تھا حسن طریقت میں بہت مشہور تھا۔ فقہ میں علامہ ابی بشر ہروی شافعی سے زیادہ قابل تھا۔ ایک کتاب خصائل صحابہ تکفیر معتزلہ قائلین خلق قرآن میں لکھی تھی جو ہر جمعہ کو محدثین کے سامنے جامع مسجد مہدی میں پڑھی جایا کرتی تھی (ترجمہ ابن الصلاح فی طبقات الشافعیہ)
ذہبی کہتے ہیں کہ شوال سنہ اول تخت نشینی میں ایک مجلس عظیم منعقد کی گئی جس میں قادر باللہ اور بہاء الدولہ دونوں نے آپس میں وفاداری کی قسمیں کھائیں اور قادر نے سوائے اپنے گھر کے تمام

سلطنت اس کے سپرد کردی۔

اسی سال والی مکہ ابوالفتوح الحسن بن جعفر علوی نے لوگوں سے اپنی بیعت لیلی اور راشد باللہ اپنا لقب اختیار کرلیا۔ خلافت اسکے سپرد ہوگئی اور مکہ معظمہ سے بادشاہ مصر کی سلطنت اٹھ گئی۔ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد ابوالفتوح میں ضعف آگیا اور عزیز عبیدی کی اطاعت پھر قبول کرلی۔

۳۸۲ھ میں وزیر ابونصر سابور اردشیر نے کرخ میں ایک مکان نو آکر اس کو آباد کیا دارالعلم اسکا نام رکھا اسمیں ایک کتب خانہ قائم کیا کتابیں خرید کر اس میں رکھیں اور سب کو علماء کیلئے وقف کردیا۔

۳۸۴ھ میں عراقی جو حج کو گئے تھے وہ راستے میں سے ہی واپس آگئے کیونکہ اصیفرالاعرابی نے بلا ٹیکس کے ان کو جانے سے روک دیا تھا۔ اسی طرح اہل شام اور اہل یمن بھی واپس ہوگئے تھے البتہ اہل مصر نے حج کیا تھا۔

۳۸۷ھ میں سلطان فخرالدولہ مرگیا اور اسکے قائم مقام اسکا بیٹا رستم جسکی عمر کل ۴ برس کی تھی رے وغیرہ کا حاکم مقرر ہوا اس کا لقب قادر نے مجدالدولہ تجویز کیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ بات نہایت تعجب کی ہے کہ ۳۸۷ھ اور ۳۸۸ھ میں نو بادشاہ فوت ہوگئے منجملہ ان کے منصور بن نوح بادشاہ ماوراء النہر۔ فخرالدولہ والی رے وجبال۔ عزیز عبیدی صاحب مصر بھی تھے۔ ابومنصور عبدالملک شاعر نے ان نو بادشاہوں کے متعلق مرثیہ بھی لکھا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ عزیز صاحب مصر ۳۸۶ھ میں انتقال کرگیا۔ اسنے اپنے والد کی فتوحات میں حمص۔ حماۃ۔ حلب کا اضافہ کیا تھا۔ موصل اور یمن میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور ان ممالک میں اسکے نام کا سکہ بھی مضروب ہوا۔ جھنڈے پر اس کا نام لکھا گیا۔ اسکے انتقال کے بعد اسکی جگہ اسکا بیٹا منصور بیٹھا اور اپنا لقب الحاکم بامراللہ مقرر کیا۔

۳۹۰ھ میں سجستان میں ایک سونے کی کان برآمد ہوئی۔ لوگ اسکی مٹی کو صاف کرکے سونا نکالتے تھے

۳۹۳ھ میں نائب دمشق اسود الحاکمی نے مغربی کو پکڑوا کر ایک گدھے پر سوار کرکے تشہیر کرایا۔ ایک منادی آگے آگے ندا کرتا جاتا تھا کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ) سے محبت رکھے تشہیر کے بعد ان کو قتل کرادیا گیا۔ خداوند تعالیٰ انپر رحم فرمایں اور انکے قاتل اور اسکے بادشاہ حاکم کو قیامت میں رسوا اور بدنام کریں۔

۳۹۴ھ میں شریف ابواحمد حسین بن موسیٰ موسوی کو بہاؤالدولہ نے قاضی القضاۃ بنایا اور اسی کے ساتھ امیر الحاج منصف حج وغیرہ کا عہدہ بھی تفویض کیا اور انکی ماتحتی میں شیراز تک علاقہ کردیا مگر

القادر باللہ نے ان کو منظور نہ کیا اس واسطے انہوں نے اپنے عہدہ کے متعلق کام نہیں کیا۔
۳۹۶ھ میں حاکم نے مصر میں ایک علماء کبار کی جماعت کو قتل کر ڈالا۔ مسجدوں کے دروازوں اور بازار راستوں پر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں لکھوائیں عمال کو حکم دیا کہ صحابہ رض کو گالیاں دلوائی جائیں کتے پالنے والوں کو قتل کا حکم دیا فقاع (ایک قسم کا شربت یا شراب غیر نشہ آور ہے) اور ملوخیا (ایک ساگ ہے جس کو جنازی بستانی اور بقول بعض سفید مرد بو لتے ہیں) کو باطل قرار دیا اور اس مچھلی کو جس پر چھلکا نہ ہو کھانے سے منع کر دیا اور منع کرنے کے بعد جس شخص نے اسے فروخت کیا اس کو قتل کر ڈالا۔
۳۹۷ھ میں حاکم نے مصر اور حرمین شریفین میں حکم دیا کہ جس جگہ میرا نام لیا جائے بازار ہو یا جلسہ عام سننے والا ادب اور تعظیم کے لئے کھڑا ہو جایا کرے اور سجدہ کیا کرے۔
۳۹۸ھ میں بغداد کے اندر شیعہ سنیوں میں فساد ہو گیا۔ فساد نے اتنا طول کھینچا کہ قریب تھا کہ شیخ ابو حامد اسفرائنی مقتول ہو جائیں۔ رافضیوں نے بغداد میں یا حاکم یا منصور کہہ کر چیخنا شروع کیا۔ قادر باللہ نے اس فساد کو رفع کیا اور جواہل فارس قادر کے دروازہ پر موجود تھے ان کو اہل سنت کی مدد کے لئے روانہ کیا جنہوں نے شیعوں کی سرکوبی کر دی۔
اسی سال حاکم نے قمامہ کے گرجا کو جو بیت المقدس میں تھا گروا دیا۔ مصر کے تمام گرجاؤں کو اسکے ساتھ گرا دینے کا حکم دیا نصاریٰ کے متعلق احکام جاری کئے کہ وہ اپنی گردنوں میں ایک گز لمبی اور پانچ رطل مصری وزنی صلیب لٹکائے رکھیں۔ یہودیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی گردنوں میں قرامی لٹکائے رکھیں سیاہ عمامے باندھیں یہ دیکھ کر بہت سے یہودی اور عیسائی مسلمان ہو گئے کچھ دنوں بعد پھر ان احکام کو منسوخ کر دیا اور جو لوگ باکراہ مسلمان ہوئے تھے ان کو ان کے دین میں جانے کا حکم دیا۔
۳۹۹ھ میں ابو عمرو قاضی بصرہ معزول کر دئے گئے اور ان کی جگہ قاضی ابو الحسن بن ابی شوارب مقرر کئے گئے۔
اسی سال سلطان بنی امیہ کی اندلس میں سلطنت ضعیف ہو گئی اور سا نکا نظام جاتا رہا۔
۴۰۰ھ میں دجلہ چڑھ آیا جس سے سخت نقصان ہوا۔
۴۰۲ھ میں حاکم نے کھجور اور انگور کی فروخت بند کر دی۔
۴۰۴ھ میں رات یا دن میں عورتوں کو راستوں میں نکلنے کی ممانعت کر دی اور یہ حکم اسکے

مرنے تک بحال رہا۔

سلاسھ میں حاکم مصر کے ملاقہ میں موضع حلوان کے اندر قتل کر دیا گیا خداوند تعالیٰ اسپر لعنت کریں اسکے بعد اسکی جگہ اس کا بیٹا علی بیٹھا اور اپنا لقب اُسنے الظاہر لاعزاز دین اللہ مقرر کیا انہیں ایام سے اسکی سلطنت ضعیف ہوگئی اور حدود سلطنت سے حلب اور اکثر شام نکل گیا۔

سلاسھ میں القادر باللہ شب دوشنبہ ۱۱ ذوالحجہ کو بعمر ستاسی سال اکتالیس برس تین ماہ سلطنت کر کے انتقال کر گیا۔

اسکے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ ابو احمد عسکری ادیب۔ رمانی نحوی۔ ابوالحسن ماسرجسی شیخ الشافعیہ۔ ابو عبداللہ المرزبانی۔ صاحب بن عباد وزیر مویدالدولہ (یہی ہے جس نے وزراء میں سب سے پہلے صاحب کا لقب حاصل کیا تھا) دارقطنی الحافظ۔ ابن شاہین۔ ابوبکر اودی امام الشافعیہ۔ یوسف بن سیرانی۔ ابن رولاق المصری۔ ابن ابی زید المالکی شیخ المالکیہ۔ ابوطالب المکی صاحب قوت القلوب۔ ابن بطتہ الحنبلی۔ ابن شمعون واعظ خطابی۔ خاتمی۔ اللغوی۔ ابو قوی ابوبکر زاہر سرخسی شیخ الشافعیہ۔ ابن غلبون المقری۔ کشمیہنی راوی صحیح۔ معافی بن زکریا النہروانی۔ ابن خویز منداد۔ ابن جنی۔ جوہری صاحب الصحاح۔ ابن فارس صاحب المجمل۔ ابن مندة الحافظ۔ اسمٰعیل شیخ الشافعیہ اصبغ بن الفرج شیخ المالکیہ۔ بدیع الزماں (جس نے سب سے پہلے مقامات مرتب کئے) ابن لال۔ ابن ابی زمنین۔ ابوحیان التوحیدی۔ الواواء شاعر۔ الہروی صاحب الغریبین۔ ابوالفتح البستی شاعر۔ حلیمی شیخ الشافعیہ۔ ابن الفارض۔ ابوالحسن القابسی۔ قاضی ابوبکر باقلانی۔ ابوطیب صعلوکی۔ ابن الکفانی۔ ابن بناتہ صاحب الخطب صیمری شیخ الشافعیہ۔ حاکم صاحب مستدرک۔ ابن کج۔ شیخ ابوحامد الاسفرائنی۔ ابن فورک۔ شریف الرضی۔ ابوبکر الرازی صاحب الالقاب۔ حافظ عبدالغنی بن سعید ابن مردویہ۔ ہبتہ اللہ بن سلامتہ الضریر المفسر۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی شیخ الصوفیہ۔ ابن البواب صاحب الخط۔ عبدالجبار المعتزلی۔ محاملی امام الشافعیہ۔ ابوبکر القفال شیخ الشافعیہ۔ استاد ابواسحاق الاسفرائنی اللالکائی۔ ابن الفوار عالم اندلس۔ علی بن عیسٰے ربعی نحوی ودیگر اشخاص۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اسکے زمانہ میں حسب ذیل حضرات بھی تھے۔ سرتاج اشعریہ ابواسحاق الاسفرائنی سرتاج معتزلہ قاضی عبدالجبار۔ سرتاج رافضہ شیخ المفید۔ سرتاج کرامیہ محمد بن الہیصم۔ سرتاج القراء ابوالحسن حامی۔ سرتاج المحدثین حافظ عبدالغنی بن سعید۔ سرتاج الصوفیہ ابوعبدالرحمٰن سلمی۔ سرتاج الشعراء

ابوعمر بن صلاح ۔ سرتاج المجودین ابن بواب ۔ سرتاج الملوک سلطان محمود بن سبکتگین ۔ اور میرے نزدیک اس فہرست میں یہ لوگ بھی زیادہ کرنے چاہئیں ۔ سرتاج الزنادقہ حاکم بامر اللہ ۔ سرتاج اللغوین جوہری سرتاج نحویان ابن جنی ۔ سرتاج بلغاء بدیع ۔ سرتاج خطباء ابن بناتہ ۔ سرتاج المسرین ابو القاسم بن حبیب نیشاپوری ۔ سرتاج الخلفاء قادر باللہ ۔ اسواسطے کہ وہ بھی بہت بڑا فقیہہ اور صاحب تصنیف تھا اسکی نسبت یہ کہدینا کافی ہے کہ شیخ تقی الدین بن صلاح نے اسکو فقہاء شافعیہ سے شمار کیا ہے اور طبقہ فقہا ہی میں ذکر کیا ہے ۔ علاوہ یہ کہ اسکی سلطنت بہت زیادہ رہی ہے ۔

القائم بامر اللہ ابو جعفر

القائم بامر اللہ ابو جعفر عبداللہ بن القادر باللہ نصف ذیقعدہ ۳۹۱ھ کے اندر ایک ارمینی ام ولد موسومہ بدر الدجیٰ و بقول بعض قطر الندیٰ کے شکم سے پیدا ہوا یہ اپنے والد ہی کی حیات میں ولیعہد تھا اسکے والد نے ہی اسے قائم بامر اللہ کا خطاب دیا تھا ۔ اسکے باپ کے مرنیکے بعد ۴۲۲ھ میں خلافت اس کے سپرد کر دی گئی ۔

ابن اثیر کہتے ہیں کہ القائم بامر اللہ نہایت خوبصورت ۔ صبیح ۔ متقی ۔ عابد ۔ زاہد ۔ عالم ۔ خدا پر پورا بھروسہ رکھنے والا ۔ بہت خیرات کرنیوالا ۔ صابر ۔ اعلیٰ درجہ کا ادیب ۔ خوشخط ۔ عادل ۔ محسن ۔ حاجتیں پوری کرنیوالا تھا جس شخص نے جو کچھ مانگا کبھی کسی کو محروم نہیں رکھا ۔

خطیب کہتے ہیں کہ ۴۵۰ھ کے نرغہ تک جو اسپر ہوا یہ بعزت قائم رہا ۔ نرغہ کا سبب یہ ہوا کہ ارسلان ترکی البساسیری کی عظمت اور عزت بہت زیادہ ہو گئی تھی اور اسکا مقابل چونکہ کوئی شخص نہیں تھا اس لئے اسکی شان اور وقعت اور بھی زیادہ ترقی کر گئی تھی اسکا ذکر ہر شخص کی زبان پر جاری تھا عربی اور عجمی سب اس سے ڈرتے تھے منبروں پر اسکے واسطے دعائیں مانگی جاتی تھیں ۔ لوگوں کا مال لوٹتا تھا گاؤں خراب کر دئیے تھے قائم چونکہ دبا ہوا تھا اسلئے کوئی چارہ کار نہیں تھا اول تو وہ قائم سے اچھی طرح رہا مگر بعد میں کچھ سوء ظن ہو گیا اس لئے اُسنے دار الخلافہ کے لوٹنے اور خلیفہ کو گرفتار کر لینے کا ارادہ کر لیا ۔ یہ دیکھکر خلیفہ نے ابو طالب محمد بن میکائیل عرف المعروف بطغرلبیک سے مدد چاہی جو رے میں حاکم تھا اسکے آنے تک بساسیری کے گھر میں آگ لگا دی طغرلبیک ۴۴۷ھ میں مدد کے لئے آپہنچا ۔ بساسیری رحبہ کی طرف بھاگ گیا وہاں اس سے بہت ترک آملے پھر اُسنے والی مصر کو لکھا اُسنے مال سے اُسکی امداد کی پھر ینال طغرلبیک کے بھائی کو اُسنے اپنی مدد کو لکھا اور اس بات کا لالچ دیا کہ اگر میری فتح ہو گئی

تو میں تجھے طغرلبک کی بجائے منصب عطا کر دونگا۔ تپال نے اس لالچ میں آکر اپنے بھائی طغرلبک پر خروج کر دیا۔ بساسیری اب باطمینان تمام ۴۵۰ھ میں بغداد چلا آیا اسکے ساتھ رایات مصریہ بھی تھی خلیفہ نے باہر نکل کر اسکا مقابلہ کیا۔ جامع مسجد منصور میں والی مصر المستنصر کا خطبہ پڑھا جانے لگا اذان میں حی علی خیر العمل زیادہ ہو گیا اسکے بعد جامع خلیفہ کے علاوہ تمام جگہ اسکے نام کا خطبہ شروع ہو گیا۔ لڑائی نے ایک مہینے طول کھینچا۔ آخر ذوالحجہ میں بساسیری نے خلیفہ کو گرفتار کر کے غانہ لیجا کر اُسکو وہاں قید کر دیا۔

ادھر طغرلبک نے اپنے بھائی پر فتح پائی اور اُسے قتل کر دیا۔ پھر غانہ کے متولی کو لکھا کہ خلیفہ کو رہا کر کے بعزت تمام دار الخلافت میں پہونچا دے چنانچہ اُسنے خلیفہ کو رہا کر دیا اور خلیفہ ۵ ذیقعدہ سنہ ۴۵۱ھ میں اپنے مکان پر پہنچ گیا۔ جس وقت خلیفہ دار الخلافت میں داخل ہوا ہے تو نہایت بزرگی اور احتشام کے ساتھ تھا۔ امراء اور حاجبین اُسکے جلو میں تھے۔ طغرلبک نے ایک لشکر تیار کر کے بساسیری پر فوج کشی کر دی اور اسپر فتح پاکر قتل کر دیا اور سر کاٹ کر بغداد بھیجدیا۔

جس وقت خلیفہ لوٹ کر دار الخلافہ میں آیا ہے اُسنے مصلے پر سونا اختیار کر لیا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نمازیں پڑھتا رہتا تھا جس نے اُسکو تکلیف پہونچائی تھی اُسکو معاف کر دیا جس جس نے اسکے مکان سے کچھ لوٹا تھا وہ بغیر قیمت کے واپس نہیں لیا اور یہ کہا کہ ان سب چیزوں کا حساب مجھے خداوند تعالیٰ کو دینا ہے تکیہ پر پھر کبھی سر نہ رکھا۔ کہتے ہیں کہ جب اسکا گھر لوٹا گیا تھا تو کوئی چیز لہو ولعب کی اسکے مکان سے بر آمد نہیں ہوئی تھی جو اسکی دینداری کی ایک اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت اسکو بساسیری نے قید کر دیا تو اُسنے یہ دعا لکھ کر مکہ معظمہ میں بھیجکر کعبہ شریف کے دروازوں آویزاں کرا دی تھی۔

بعد مسکین کی طرف سے اللہ العظیم کی بارگاہ میں۔ الٰہا العالمین! آپ بھیدوں کے جاننے والے ہیں دلوں کا حال آپ پر خوب روشن ہے۔ الٰہی آپ تو علم میں غنی ہیں اور اپنی خلقت کا حال پوری طرح جانتے ہیں۔ الٰہی اس بندے نے آپ کی نعمتوں کا کفران کیا تھا شکر نعمت نہیں بجالایا تھا عواقب سے ناامید ہو گیا تھا موت کو بھول گیا تھا۔ آپکے حکم کی تعمیل سے قاصر رہا حتے کہ ہم پر ایک باغی مسلط ہو گیا ہمارے ساتھ اُسنے دشمنی کی۔ الٰہی! نصرت اور مدد کم ہو گئی۔ ظلم غالب آگیا الٰہی! آپ ہر چیز پر مطلع ہیں آپ عالم اور منصف ہیں۔ حاکم ہیں آپ ہی سے ہم فریاد کرتے ہیں آپ ہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ آپ ہی سے پناہ مانگتے ہیں۔ الٰہی آپ کی مخلوق نے مجھ پر غلبہ کیا ہے

میں آپ ہی سے فریاد کرتا ہوں۔ آپ ہی کو انصاف سونپتا ہوں آپ ہم سے ظلمات کے پردے اٹھا دیجئے۔ اور اپنے فضل وکرم کے دروازے کھول دیجئے۔ ہم میں انصاف کیجئے آپ ہی خیر الحاکمین ہیں۔

۴۲۸ھ میں الظاہر عبیدی والی مصر مر گیا۔ اسکی جگہ اس کا بیٹا المستنصر ہفت سالہ قائم ہوا اس نے ساٹھ برس اور چار مہینہ سلطنت کی۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اتنی مدت کسی خلیفہ یا بادشاہ نے حکومت نہیں کی اسکی دوران سلطنت میں مصر کے اندر ایسا قحط پڑا جسکی نظیر سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے اور کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ یہ قحط سات سال تک رہا۔ بعض آدمیوں نے دوسرے آدمیوں کو کاٹ کاٹ کر کھالیا۔ ایک ایک روٹی پچاس پچاس دینار میں فروخت ہو گئی۔

۴۴۳ھ میں معز بن ادلیس نے خطبوں سے عبیدیوں کا نام ملک مغرب میں نکلوا دیا اور وہاں بنو عباس کا نام پڑھا جانے لگا۔

۴۵۱ھ میں سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگیں بادشاہ غزنہ اور سلطان جعفری بک بن سلجوق طغرل بک کے بھائی والی خراسان کے درمیان ایک بہت بھاری لڑائی کے بعد عہد نامہ صلح مرتب ہوا اور اُسکے ایک سال بعد ہی جعفری بک کا انتقال ہو گیا اُسکی جگہ اُسکا بیٹا الب ارسلان تخت نشین ہوا۔

۴۵۴ھ میں خلیفہ نے بہت ردوکد اور ہر امکانی کوشش مدافعت کے بعد اپنی بیٹی کی شادی طغرل بک سے کر دی یہ ایک ایسی بات تھی جو آجتک کبھی نہیں ہوئی کہ کسی عباسی نے کسی عباسیہ کی شادی غیر سے کی ہو حتیٰ کہ بنی بویہ کو بھی باوجود ان کی حکومت اور قہر کے جو خلفاء پر تھا کبھی لڑکی نہیں دی تھی۔ میں کہتا ہوں اب تو میرے زمانہ میں یہ حال ہے کہ میرے زمانہ کے خلیفہ نے اپنی بیٹی نائب السلطنت کے ایک غلام سے بیاہ دی چہ جائیکہ خود نائب السلطنت ہو۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

۴۵۵ھ میں خلیفہ کی بیٹی کو لیکر طغرل بک بغداد آیا مواریث اور خراج کو واپس کر دیا پھر بغداد پر ڈیڑھ لاکھ دینار کا ٹیکس لگا کر رے کو چلا گیا وہاں پہنچکر رمضان شریف میں انتقال کر گیا خداوند تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کریں اسکے بعد اس کا قائم مقام اسکا بھتیجا الب ارسلان والی خراسان ہوا اس کو بھی قائم نے خلعت روانہ کیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو بغداد کے منبروں پر سلطان کے لقب سے پکارا گیا۔ جتنی قوت اسے حاصل ہوئی کسی سلطان کو حاصل نہیں ہوئی۔ آپ نے نصاریٰ کے اکثر شہروں کو فتح کیا۔ نظام الملک کو اپنا وزیر بنایا اس نے وزیر سابق عمید الملک کی برائیوں مثلاً اشعریوں کو

بُرا بھلا کہنا ترک کرایا شافعیہ کی مدد کی امام الحرمین اور ابوالقاسم القشیری کی تعظیم وتکریم کی مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی۔ بیان کرتے ہیں کہ سب سے اول فقہاء کے لئے یہی مدرسہ بنایا گیا تھا۔

۴۵۸ھ میں باب ازج میں ایک ایسی لڑکی پیدا ہوئی جسکے بدن پر دوسرے دو چہرے اور دو گردنیں تھیں۔

اسی سال ایک ستارہ چاند کے برابر نمودار ہوا جس کی بہت بڑی شعاع پڑتی تھی لوگ اسے دیکھکر خوف کھاتے تھے۔ دس رات تک اسی آب وتاب کے ساتھ نکلا پھر روشنی کم ہوتی گئی حتیٰ کہ بالکل غائب ہوگیا۔

۴۵۹ھ میں بغداد میں مدرسہ نظامیہ بالکل مکمل ہوگیا اسکے مدرس شیخ ابواسحاق شیرازی مقرر ہوئے طالب علم ہر چہار طرف سے آئے مگر شیخ ابواسحاق کہیں چھپ گئے ان کے بجائے ابن صباغ صاحب شامل نے درس دینا شروع کردیا اسکے بعد لوگوں نے شیخ ابواسحاق شیرازی کو بھی خوش کرلیا اور انہوں نے درس وتدریس کا کام شروع کردیا۔

۴۶۰ھ میں رملہ میں اس قدر زور کا زلزلہ آیا کہ رملہ کو بالکل خراب وخستہ کردیا کنوؤں سے پانی اوچھل کر گرنے لگا پچیس ہزار آدمی ہلاک ہوئے سمندر اپنی جگہ سے بقدر ایک مسافت کے دور ہٹ گیا۔ مچھلیاں جو وہاں رہ گئی تھیں لوگ ان کو پکڑنے لگے کہ یکایک پھر پانی لوٹ کر آیا اور تمام آدمی وہیں رہ گئے اور ہلاک ہوگئے۔

۴۶۱ھ میں جامع مسجد دمشق میں آگ لگ گئی اُسکے نقش ونگار پر پانی پھر گیا اسکی خوبصورتی جاتی رہی اس کی چھت میں جو چاندی سونا لگا ہوا تھا سب جاتا رہا۔

۴۶۲ھ میں سلطان الب ارسلان کو امیر مکہ کے ایلچی نے آکر اطلاع دی کہ مکہ معظمہ میں مستنصر کے نام کا خطبہ موقوف ہوکر پھر عباسیوں کا خطبہ شروع ہوگیا ہے۔ اذان میں حی علیٰ خیر العمل پڑھنا چھوڑ دیا گیا ہے۔ سلطان نے اس خوشخبری کو سنکر ایلچی کو تیس ہزار دینار اور خلعت عطا فرمایا اس خطبہ کے تغیر وغیرہ کا سبب وہی قحط تھا جسکی وجہ سے سلطنت مصر کے نظام میں سخت خلل اور ضعف آگیا تھا کیونکہ یہ قحط برابر سات سال تک رہا تھا حتیٰ کہ آدمیوں نے آدمیوں کو کھالیا تھا ایک پیمانہ غلہ کی قیمت سو دینار ہوگئی تھی ایک کتا پانچ دینار اور ایک بلی تین دینار میں فروخت ہوگئی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت قاہرہ سے ایک پیمانہ میں جواہر بھر کر نکلی اور اُس نے آواز دی کہ کوئی شخص ہے جو ان جواہرات کے بدلہ میں اس پیمانہ کو غلہ سے بھردے مگر اسکی طرف کسی نے

التفات نہیں کیا۔

۴۶۲ھ میں حلب والوں نے جب عباسیوں اور سلطان الب ارسلان کی قوت اور مستنصر کی زوال سلطنت دیکھی تو اپنے یہاں عباسیوں کے نام کا خطبہ شروع کر دیا۔

اسی سال مسلمانوں اور اہل روم میں سخت معرکہ آرائی ہوئی اور الحمد للہ کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اس جنگ میں سلطان الب ارسلان نے خود بنفس نفیس بحیثیت سپہ سالار کے کام کیا تھا اور بادشاہ روم کو گرفتار کر لایا تھا مگر بعد میں ایک بہت بڑی رقم لیکر اُسکو چھوڑ دیا تھا اور پچاس سال کیلئے صلح عہد نامہ میں لکھوائی تھی۔ بادشاہِ روم کی رہائی کے بعد سلطان الب ارسلان نے دریافت کیا کہ جہت خلیفہ کدھر ہے لوگوں کے بتلانے کے بعد سلطان نے سجدہ شکر کر کے بجا آوری خدمت خلیفہ کا اشارہ کیا۔

۴۶۴ھ میں بکریوں میں ایک عام وبا آئی کہ ریوڑ کے ریوڑ صاف ہو گئے۔

۴۶۵ھ میں سلطان الب ارسلان قتل ہو گیا اور اسکے بجائے اُسکا بیٹا ملک شاہ قائم ہوا۔ اسکا لقب جلال الدولہ مقرر ہوا اس نے بھی قلمدانِ وزارت نظام الملک کے سپرد کیا اور اسکو اتابک جسکے معنے امیر الوالد کے ہیں خطاب دیا یہ پہلا شخص ہے جس کو یہ اول خطاب دیا گیا۔

اس سال مصر میں بدستور قحط موجود رہا حتیٰ کہ ایک عورت نے ایک خمیری روٹی ہزار دینار کو خرید کر کھائی۔ وبا بھی زیادہ رہی۔

۴۶۶ھ میں بغداد میں سیلاب چڑھ آیا دجلہ میں تیس گز سے بھی زیادہ پانی آگیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ جان و مال کا نقصان ہوا چوپائے مر گئے لوگ کشتیوں میں پناہ گزیں ہوئے حتیٰ کہ دو مرتبہ جمعہ کی نماز کشتیوں میں ہی ہوئی۔ خلیفہ نے نہایت تضرع وزاری کے ساتھ درگاہِ خداوندی میں دعائیں مانگیں۔ ایک لاکھ بلکہ زیادہ مکان مسمار ہونیکی وجہ سے بغداد ایک چٹیل میدان بن گیا۔

۴۶۷ھ میں ۱۳ شعبان جمعرات کی رات کو قائم بامر اللہ کا انتقال ہو گیا جسکی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے فصد کھلوائی تھی رات کو آرام سے سویا مگر سوتے ہوئے کہیں زخم میں رگڑ لگی اور منہ کھل گیا۔ رات بھر خون چلا کیا صبح آنکھ کھلی تو نقاہت اس درجہ تھی کہ ہلا نہیں جاتا تھا یہ دیکھ کر آپ نے اپنے پوتے عبداللہ بن محمد کو جو ولیعہد تھا بلایا اور اسکو وصیتیں کرنیکے بعد انتقال کر گیا۔ قائم بامر اللہ نے پینتالیس سال خلافت کی۔

اسکے زمانہ میں حسب ذیل علمائے انتقال فرمایا۔ ابوبکر برقانی۔ ابو الفضل فلکی ثعلبی مفسر۔ قدوری شیخ حنفیہ۔ ابن سینا شیخ الفلاسفہ۔ مہیار شاعر۔ ابو نعیم صاحب حلیہ۔ ابو زید دبوسی۔ بردعی مالکی صاحب تہذیب۔ ابو الحسن بصری معتزلی مکی صاحب الاعراب۔ شیخ ابو محمد جوینی۔ مہدوی صاحب تفسیر۔ ثعلبی۔ ثمانینی۔

ابو عمرو دوانی۔ خلیل صاحب ارشاد۔ سلیم رازی۔ ابو العلاء مقری۔ ابو عثمان صابونی۔ ابن بطال شارح بخاری۔ قاضی ابو الطیب طبری۔ ابن شیطی مقری۔ ماوردی شافعی۔ ابن باب شاد۔ قضاعی صاحب شہاب۔ ابن برہان نحوی۔ ابن حزم ظاہری۔ ابن سیدہ صاحب محکم۔ ابو یعلی بن فراء شیخ حنابلہ۔ حضرمی شافعی۔ ہذلی صاحب الکامل فی القراٰت فورانی۔ خطیب بغدادی۔ ابن رشیق صاحب عمدہ۔ ابن عبد البر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المقتدی بامر اللہ ابو القاسم

المقتدی بامر اللہ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن قائم بامر اللہ۔ یہ ابھی حمل ہی میں تھا کہ اسکا باپ مرگیا باپ کے مرنیکے چھ ماہ بعد ایک ام ولد ارجوان نامی کے بطن سے تولد ہوا اپنے دادا کے انتقال کے بعد انیس سال تین ماہ کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا اسکی تاجپوشی کیوقت شیخ ابو اسحاق شیرازی اور ابن صباغ اور دامغانی موجود تھے۔

اسکے زمانۂ خلافت میں شہروں کے اندر بہت سی نیکیاں اور آثار حسنہ ظاہر ہوئے اسکے ایام خلافت میں قواعد خلافت غلبہ پکڑ گئے حرمت خلافت بڑھ گئی بخلاف گذشتہ ایام کے وہاں اسکے بالکل برعکس تھا اسکے محاسن میں سے یہ ہی کہ بغداد میں گانے بجانے کی ممانعت کر دیگئی حمام میں بغیر لنگی باندھے ہر شخص کے جانیکی بالکل بندش ہوگئی۔ لوگوں کے مکانوں کی تاکہ بے پردگی نہ ہو اس لئے حاموں کے برج گرادئے۔ بنجار بنی عباس میں یہ خلیفہ نہایت دیندار۔ مخیر۔ قوی النفس عالی ہمت تھا۔

اسکی خلافت کے سال اول میں مکہ معظمہ میں عبیدیوں کا پھر خطبہ پڑھا جانے لگا۔

اسی سال نظام الملک نے منجموں کو جمع کر کے اول نقطۂ برج حمل سے نوروز شروع کرایا اس سے قبل نوروز نصف برج حوت میں آفتاب کے آجانے کے روز سے شروع کیا جاتا تھا۔ اب تقویم نظامی ہی مبداء التقاویم ہوگیا جو اب تک چلا آرہا ہے۔

۴۶۸ھ میں دمشق میں مقتدی کے نام کا خطبہ شروع ہو گیا۔ اذان میں سے حی علی خیر العمل نکال ڈالا گیا یہ سنکر لوگوں کو بہت خوشی ہوئی۔

۴۶۹ھ میں بغداد میں ابو نصر استاد ابو القاسم قشیری اشعری آئے اور مدرسہ نظامیہ میں وعظ کہا وعظ میں چونکہ تمام دلائل اشعریہ بیان کئے تھے لہٰذا حنابلہ کو غصہ آیا اور ایک فتنہ کبیر کھڑا ہو گیا لوگ مخالف اور موافق بڑھ گئے جسکی وجہ سے بہت ہی فتنہ نے ترقی کی اور ایک جماعت اس فساد میں مقتول

ہو گئی۔

اسی سال فخر الدولہ بن جہیر وزارت مقتدی سے معزول ہو گیا کیونکہ وہ سخت حنبلی تھا۔

۴۷۵ھ میں مقتدی نے سلطان کی طرف شیخ اسحاق شیرازی کو روانہ کر کے عمید ابوالفتح کی شکایتیں کیں۔

۴۷۶ھ میں قحط جاتا رہا اور ارزانی شروع ہو گئی۔

اسی سال خلیفہ مقتدی نے ابو شجاع محمد بن حسن کو قلمدان وزارت سپرد کیا اور اُسکا لقب ظہیر الدین رکھا۔ میرے خیال میں یہ پہلا خطاب ہے جس میں دین کی طرف نسبت کی گئی ہو۔

۴۷۷ھ میں سلیمان بن قتلمش سلجوقی والی قونیہ واقصرا اپنے لشکر کو لیکر شام کی طرف گیا اور انطاکیہ پر جو ۳۵۸ھ سے بادشاہ روم کے قبضہ میں تھا قابض ہو گیا سلطان ملک شاہ نے اسپر مبارکباد دی۔

ذہبی کہتے ہیں کہ روم کے شہروں کے بادشاہ آل سلجوق سے تھے ان کی سلطنت ایک مدت تک رہی ان کی اولاد زمانہ ملک الظاہر بیبرس تک بادشاہ رہی۔

۴۷۸ھ میں بغداد میں کالی آندھی آئی۔ بجلی اور کڑک بے انتہا تھی۔ ریت مٹی آسمان سے بارش کی طرح برس گئی۔ کئی جگہ بجلی گری لوگوں نے خیال کر لیا کہ قیامت آگئی۔ مگر تین ساعت کے بعد عصر کے پیچھے یہ حالت جاتی رہی۔ اس حالت کو امام ابوبکر طرطوشی نے بچشم خود ملاحظہ فرمایا اور اپنی کتاب امالی میں لکھا ہے۔

۴۷۹ھ میں یوسف بن تاشقین والی بستہ و مراکش نے مقتدی کے حضور میں درخواست کی کہ جو ممالک اُسکے قبضہ میں ہیں اُسکو وہ عنایت کر کے سُلطان کا لقب مرحمت فرمایا جائے۔ اسکی درخواست منظور ہو گئی اور اس کو خلعت اور علم بھیجکر امیر المسلمین کا خطاب عطا کر دیا گیا۔ ان عطیات سے اسکے علاوہ فقہاء مغرب بھی بہت خوش ہوئے اسی طرح یوسف بن تاشقین نے شہر مراکش کی بنیاد رکھی۔

اسی سال سلطان ملک شاہ بغداد میں پہلی مرتبہ داخل ہوا۔ دار المملکت میں قیام کیا خلیفہ کے ساتھ چوگان کھیلا اور پھر اصفہان واپس چلا گیا۔

اسی سال حرمین شریفین میں مقتدی کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور عبیدی کا موقوف ہو گیا

۴۸۱ھ میں المؤید ابراہیم بن مسعود بن محمود سبکتگین والی غزنہ کا انتقال ہو گیا اور

اُسکی جگہ اُس کا بیٹا جلال الدین تخت نشین ہوا۔

سنہ ۴۸۲ھ میں تاج الملک مستوفی الدولہ نے بغداد کے باب الابزر میں مدرسہ بنایا اور ابوبکر شاشی نے اسمیں درس دینا شروع کیا۔

سنہ ۴۸۴ھ میں فرنگیوں نے تمام جزیرہ سقلیہ پر قبضہ کر لیا اس جزیرہ کو مُسلمانوں نے سنہ ۲۱۲ھ میں فتح کیا تھا اور اسپر آل اغلب بہت دن تک خلیفہ کی طرف سے حکمراں رہے تھے اسکے بعد اسپر عبیدی مہدی نے قبضہ کر لیا تھا ان سے فرنگیوں نے چھین لیا۔

اسی سال ملک شاہ پھر بغداد آیا اور ایک بہت بڑی جامع مسجد بنوائی اُمراء نے اسکے چاروں طرف اپنے مکانات بنوائے پھر ملک شاہ اصفہان چلا گیا۔

سنہ ۴۸۵ھ میں پھر بغداد آیا اور خلیفہ مقتدی کو کہلا بھیجا کہ فوراً بغداد خالی کر کے جہاں سینگ سماویں چلا جاوے یہ سُنکر خلیفہ بہت گھبرایا اور کچھ مہلت مانگی خواہ مہلت ایک ہی ماہ کی ہو مگر ایک ساعت کی مہلت دینے سے بھی انکار کر دیا۔ خلیفہ نے بادشاہ کے وزیر سے مہلت مانگی آخر اُسنے بھی بہزار وقت دس روز کی مہلت دی ابھی دس روز گذرنے بھی نہ پائے تھے کہ سلطان ملک شاہ اچانک بیمار ہو کر مر گیا۔ لوگوں نے اس اتفاق کو خلیفہ کی کرامت پر محمول کیا کہتے ہیں کہ خلیفہ مقتدی نے ایام مہلت میں روزے رکھنے شروع کر دئے اور افطار کے وقت راکھ پر بیٹھ کر خداوند جل مجدہٗ سے نہایت عجز و انکساری کے ساتھ ملک شاہ کے متعلق دعا مانگا کرتا تھا خداوند تعالیٰ نے اُسکی دُعا قبول کر لی۔

جس وقت سلطان ملک شاہ کا انتقال ہو گیا تو اُسکی بیوی نے اُسکی موت کو چھپایا اور خفیہ طور پر امراء سے اپنے بیٹے محمود کے لئے جسکی عمر پانچسال کی تھی ولیعہدی کا عہد لیلیا اُنہوں نے اسکا حلف اُٹھا لیا۔ پھر مقتدی سے درخواست کی کہ اسکو سلطان بنا دیا جائے مقتدی نے درخواست منظور کر لی اور اسکو ناصر الدنیا والدین کا خطاب دیدیا۔ چند دن کے بعد محمود کے بھائی برکیارق بن ملک شاہ نے خروج کر دیا خلیفہ نے اُسکو بھی سلطان بنا کر رکن الدولہ کا خطاب عنایت کیا اور ممالک محروسہ میں اسکی اطلاع بھیجدی۔ یہ واقعہ محرم سنہ ۴۸۷ھ میں واقع ہوا۔ اسکے اگلے روز اچانک خلیفہ کا انتقال ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ کو اسکی جاریہ شمس النہار نے زہر دیدیا تھا۔ اسکے بعد اسکے بیٹے المستظہر سے بیعت ہو گئی۔

مقتدی کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ عبدالقاہر جرجانی۔ ابوالولید باجی۔ شیخ

ابو اسحاق شیرازی - اعلم النحوی - ابن صباغ صاحب شامل - التولی - امام الحرمین - الدامغانی حنفی - ابن غضال مجاشی - بردوی شیخ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ -

المستظہر باللہ ابو العباس

المستظہر باللہ ابو العباس احمد بن المقتدی باللہ شوال ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا اپنے باپ کی موت کے وقت بعمر سولہ سال تخت خلافت پر بیٹھا -

ابن کثیر کہتے ہیں کہ مستظہر باللہ نہایت نرم طبیعت، کریم الاخلاق - نیک کاموں کیطرف بہت جلد رغبت کرنیوالا، خوشخط - انشاپرداز تھا - ان فنون میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا جو اسکے علم عزیز پر ایک عجیب دلیل ہے، علم وسیع رکھتا تھا، سخی - علماء کو دوست رکھنے والا اصلحاء کا جاں نثار تھا -

اس خلیفہ کو بدقسمتی سے خلافت میں چین نہ ملا بلکہ اسکے ایام خلافت جنگوں کی وجہ سے ہمیشہ مضطرب رہے سال اول خلافت میں مستنصر عبیدی والی مصر مر گیا اسکی بجائے اسکا بیٹا المستعلی احمد تخت پر بیٹھا اسی سال بلنسیہ پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا -

۴۸۸ھ میں احمد خاں بادشاہ سمرقند مقتول ہو گیا کیونکہ وہ پورا زندیق تھا اسکو امراء نے گرفتار کر لیا تھا اور فقہا نے اسکے قتل کا فتویٰ دیدیا تھا (خداوند تعالیٰ اوس پر رحم نہ کریں) اسکی جگہ اس کے چچیرے بھائی کو امراء نے تخت نشین کر دیا -

۴۸۹ھ میں سوائے ستارہ زحل کے تمام ہفت ستارے برج حوت میں جمع ہو گئے اسپر منجموں نے متفقہ حکم لگایا کہ عنقریب حضرت نوح جیسا طوفان آئیگا، مگر اسکے سوا اور کچھ بھی نہ ہوا کہ حجاج جس وقت دار المناقب میں جمع ہوئے تو ایک سیلاب آیا اور اکثر حجاج کو بہا لے گیا -

۴۹۰ھ میں سلطان ارسلان ارغون بن الب ارسلان سلجوقی والی خراسان قتل ہو گیا اور سلطان برکیاروق نے اسکے تمام ممالک پر قبضہ کر لیا اور تمام شہر اور آدمی اسکے آگئے -

اسی سال حلب اور انطاکیہ - معرہ - شیرز میں ایک مدت تک عبیدیوں کا خطبہ پڑھا گیا اور پھر عباسیوں کا پڑھا جانے لگا -

اسی سال فرنگی آئے اور نیقیہ پر قبضہ کر لیا یہ سب سے پہلا شہر ہے جو ان کے قبضہ میں آیا اور اپنی مرضی کے موافق اس میں کفر جاری کیا - اسکے قرب و جوار میں خوب لوٹ مار کی یہ اہل فرنگ کی شام پر پہلی پیشقدمی تھی کہ دریائے قسطنطنیہ کے راستہ سے ایک بڑی فوج کیساتھ کی تھی - بادشاہ

اور رعیت کے درمیان اس سے ایک سخت اضطراب پھیل گیا تھا۔

کہتے ہیں کہ بادشاہ مصر نے جب سلجوقیوں کی قوت اور غلبہ شام پر دیکھا تو اہل فرنگ کو لکھ بھیجا کہ تم آکر شام پر قبضہ کر لو لیکن ہر طرف سے لوگ فرنگیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

۴۹۲ھ میں باطنیوں کا اصفہان میں پوری طرح زور ہو گیا۔ اسی سال اہل فرنگ نے ڈیڑھ سال کی قلعبندی کے بعد بیت المقدس کو فتح کر لیا اور اسی کے ساتھ علماء عباد اور زہاد کی ایک جماعت کو جنکی تعداد ستر ہزار سے بھی زائد تھی قتل کر ڈالا مشاہدہ کو ڈھا دیا۔ یہودیوں کو ایک کنیسہ میں جمع کر کے اس میں آگ دیدی۔ باقیماندہ لوگ بھاگ کر بغداد آ گئے اور انہوں نے وہاں کے مظالم ایسے ایسے بیان لئے کہ جنکو سنکر بے اختیار آنسو نکل آئے۔ ان اندوہناک مظالم کو سنکر شاعروں نے ایسے پرزور قصیدے لکھے کہ بادشاہوں نے غیرت زدہ ہو کر باتفاق حملہ کر دیا اور بیت المقدس فرنگیوں سے چھین لیا۔

اسی سال محمد بن ملک شاہ نے اپنے بھائی برکیاروق پر خروج کر دیا جس میں یہ فتحیاب ہو گیا خلیفہ نے محمد بن ملک شاہ کو خلعت اور غیاث الدنیا والدین کا لقب عنایت کیا بغداد کے خطبوں میں اسکا نام بھی داخل ہو گیا مگر کچھ دنوں کے بعد ان دونوں میں کچھ کشمکش ہو گئی۔

اسی سال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا قرآن شریف طبریہ سے کسی خوف کے سبب دمشق میں لایا گیا۔ لوگ دور دور سے اسکی زیارت کرنے کو آئے اور آخر اس مصحف شریف کو مقصورہ کی جامع مسجد کے ایک حجرہ میں رکھ دیا۔

۴۹۴ھ میں باطنیوں کا عراق میں زور پھیل گیا انہوں نے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا انہیں مقتولوں میں رویانی صاحب البحر بھی تھے لوگ ان سے سخت خوفزدہ ہو گئے امراء نے دہشت کے مارے کپڑوں کے نیچے زرہیں پہننی شروع کر دیں۔

اسی سال اہل فرنگ نے شہر سرج۔ حیفا۔ ارسوف۔ قیساریہ پر قبضہ کر لیا۔

۴۹۵ھ میں مستعلی والی مصر فوت ہو گیا اور اسکی بجائے اسکا پنجسالہ بیٹا الآمر باحکام اللہ منصور تخت پر بیٹھا۔

۴۹۶ھ میں سلطان کے خلاف بہت سے فتنے اٹھے اسکا نام خطبوں سے نکالدیا گیا اور محض خلیفہ کا نام خطبوں میں باقی رہ گیا۔

۴۹۷ھ میں دونوں سلطانوں یعنی محمد اور برکیاروق کی آپس میں صلح ہو گئی جسکا سبب یہ ہوا کہ جسوقت ان دونوں میں لڑائی اور عداوت ہو گئی تو ایک عام فساد پیدا ہو گیا کھلے خزانہ غارتگری اور

خونریزی ہونے لگی۔ شہر کے شہر تباہ ہو گئے سلطنت پر لوگوں نے دست تطاول دراز کرنا شروع کر دیا جو بادشاہ مقہور سے تھے قاہر نظر آنے لگے یہ حالت دیکھ کر عقلائے نے بیچ میں پڑ کر صلح کرادی صلح نامہ کو قسم اور عہدوں کے ساتھ مضبوط اور مرتب کرا دیا خلیفہ نے خلعت سلطنت برکیارق کے پاس بھیجدیا اور خطبوں میں بھی اس کا نام داخل کرا دیا۔

۴۹۵ھ میں سلطان برکیارق کا انتقال ہو گیا اسکے بعد امراء نے اسکے بیٹے جلال الدولہ ملک شاہ کو جسکی عمر پانچسال کی تھی قائم مقام کر دیا مگر اسکے اوپر اسکے چچا محمد نے خروج کر دیا اور اکثر آدمی اسکے ساتھ ہو گئے خلیفہ نے بھی محمد کو خلعت دیدیا اور وہ بحیثیت سلطان کے اصفہان کی طرف چلا گیا۔ یہ سلطان نہایت ہیبت ناک متمکن اور بہت سی فوج والا تھا۔

اسی سال بغداد میں مرض چیچک کا اتنا زور ہوا جس میں لاتعداد بچے ضائع ہو گئے اسکے بعد سخت وبا پھیل گئی۔

۴۹۹ھ میں ایک شخص نے نواحی نہاوند میں نبوت کا دعوی کیا بہت سے آدمی اسکے ساتھ ہو گئے اور آخر قتل کر دیا گیا۔

۵۰۰ھ میں قلعہ اصفہان جو باطنیوں کے قبضہ میں تھا چھین کر ڈھا دیا گیا جس میں بہت سے آدمی باطنیوں کے قتل ہوئے انکے پیشرو کی کھال کھنچوا کر اسمیں بھس بھروا دیا گیا اور اس کامیابی کا سہرا ایک سخت محاصرہ کے بعد سلطان کے سپرد رہا۔ فلِلّٰہ الحمد۔

۵۰۱ھ میں سلطان محمد نے سرائے کا محصول اور بغداد کا ٹیکس موقوف کر دیا جسکی وجہ سے لوگوں نے بہت دعائیں دیں اسی کے ساتھ اور حسن اخلاق سے لوگوں کے ساتھ پیش آنے لگا۔

۵۰۲ھ میں باطنیوں نے پھر زور پکڑا اور اہل شیراز کی غفلت دیکھکر شیراز میں گھس آئے قلعہ پر قابض ہو گئے لوگوں نے اپنے اپنے دروازے بند کر لئے اکثر بھاگ گئے مگر باطنیوں نے پکڑ پکڑ کر سب کو ہلاک کر دیا اس دار و گیر میں شیخ شافعیہ رویانی صاحب البحر بھی بغداد میں قتل ہو گئے جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔

۵۰۳ھ میں دو سال کے حصار کے بعد اہل فرنگ نے طرابلس فتح کر لیا۔

۵۰۴ھ میں اہل فرنگ نے مسلمانوں کو بیحد تکالیف پہونچائیں۔ لوگوں نے شام کے اکثر حصہ پر انکے قابض ہونیکا یقین کر لیا مسلمانوں نے ان سے صلح کرنی چاہی مگر انہوں نے فوراً انکار کر دیا آخر لاکھوں دینار لیکر صلح کی اور باوجود صلح کے پھر غدر کر کے وہی حالت مچادی خداوند تعالیٰ

ان پر لعنت کریں۔

اسی سال مصر میں کالی آندھی آئی اور کچھ اس قسم کی تھی کہ مارے اندھیرے کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں دکھائی دیتا تھا آسمان سے ریت برس رہی تھی لوگوں نے یہ حالت دیکھکر ہلاکت کا یقین کر لیا پھر کچھ روشنی نمودار ہوئی اور اسکے بعد پھر زردی چھا گئی۔ یہی حالت عصر سے مغرب تک باقی رہی۔

اسی سال اہل فرنگ اور ابن تاشفین بادشاہ اندلس (اسپین) میں لڑائی ہو گئی مگر مسلمانوں کی خدا کے فضل سے فتح ہوئی بہت سے فرنگی قتل اور قید ہوئے بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا بڑے بڑے شجاعان فرنگ مارے گئے۔

۵۰۷ھ میں مودود بادشاہ موصل ایک لشکر لیکر فرنگیوں کے بادشاہ سے بیت المقدس میں لڑنے کیلئے پہونچا ایک سخت گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ پھر مودود دمشق گیا اور جمعہ کی نماز پڑھکر جامع مسجد سے نکل رہا تھا کہ اچانک ایک باطنی نے حملہ کیا بادشاہ زخمی ہو گیا اور اسی کے صدمہ سے اسی روز انتقال کر گیا بادشاہ فرنگ نے والی دمشق کے نام خط روانہ کیا کہ تمہارے ایک ادنیٰ غلام نے تمہاری عید کے دن خدا کے گھر میں تمہارے بادشاہ کو مار ڈالا نہایت شرم کی بات ہے۔

۵۱۱ھ میں ایک سیل آیا اور نہایت بارش ہوئی جسکی وجہ سے بخارا اور اسکے گرد و نواح کے اکثر گاؤں ڈوب گئے بہت آدمی ہلاک ہوئے حتیٰ کہ شہر کے دروازہ تک پانی پہنچ گیا۔ دروازہ کو خیبر فرسخ تک پانی بہا کر لے گیا اور مٹی کے اندر چھپ گیا دو سال کے بعد پھر نظر آیا۔ خدا کی شان یہی سیل ایک لڑکے کی چارپائی جسپر بچہ لیٹا ہوا تھا بہا لے گیا۔ مگر چارپائی ایک زیتون کے درخت میں اُلجھ گئی اور بچہ بچ گیا اور بڑا بوڑھا ہو کر اُسے انتقال کیا۔

اسی سال سلطان محمد کا انتقال ہو گیا اسکی جگہ اسکا بیٹا محمود جسکی عمر اس وقت چودہ سال کی تھی سلطان بنایا گیا۔

۵۱۲ھ میں خلیفہ المستنصر باللہ بروز چہارشنبہ تیرہ ربیع الاول پچیس سال خلافت کرکے اس دنیائے دنی سے چل بسے۔ ابن عقیل شیخ حنابلہ نے اسے غسل دیا اور اسکے بیٹے المسترشد نے نماز جنازہ پڑھائی پھر کچھ تھوڑی مدت کے بعد اسکی دادی ارجوان نامی جو مقتدی کی والدہ تھی مر گئی ذہبی کہتے ہیں کہ جہانتک مجھے معلوم ہے کسی خلیفہ کی دادی اپنے پوتے کے زمانہ خلافت تک سوائے مقتدی کی والدہ کے کوئی زندہ نہیں رہی اس نے اپنے پوتے اور پڑپوتے کو تخت خلافت پر دیکھا ہے۔

مستظہر اشعار بھی کہا کرتا تھا اور اسکے اشعار مشہور ہیں۔
سلفی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو الخطاب بن جراح نے بیان کیا کہ میں نے مستظہر کو رمضان شریف میں ایک روز نماز پڑھائی اور کسائی کی روایت کے مطابق جو اُسنے مجھ سے روایت کی تھی سورۂ یوسف میں اِنَّ ابنکَ سرق (تحقیق تیرا بیٹا چوری کیا گیا ہی) پڑھا جب میں نے سلام پھیرا تو مستظہر نے کہا کہ یہ قرأت بہت درست ہی کیونکہ اسکی رو سے اولاد انبیاء علیہم السلام کی کذب سے تنزیہ ہوتی ہے۔
اسکے زمانہ میں ان حضرات علماء نے انتقال فرمایا ابو المظفر سمعانی۔ نصر المقدسی۔ ابو الفرج الرازی شیدلہ۔ رُویانی۔ خطیب تبریزی۔ کیا ہراسی۔ امام غزالی۔ شاشی جس نے مستظہر کے لئے کتاب الحلیہ لکھی اور اس کا نام مستظہری رکھا۔ ابیوردی اللغوی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المسترشد باللہ ابو منصور

المسترشد باللہ ابو منصور الفضل بن المستظہر باللہ ربیع الاول ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کی وفات کیوقت ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ نہایت باہمت عالی جراٗت باہیبت صاحب الرائے شخص تھا امور خلافت اچھی طرح ضبط میں لایا اور ایک خوبصورتی کیساتھ انکو ترتیب دیا۔ رسم خلافت کو زندہ کیا اور از سر نو قوت دی۔ ارکان شریعت کو پختہ اور مضبوط کیا اسکی باتونکو آراستہ کیا خود بہ نفس نفیس جنگوں میں شریک ہوا چند مرتبہ حلہ۔ موصل۔ خراسان کیطرف گیا حتی کہ اکمرتبہ ہمدان کے قریب اسکی فوج نے شکست کھائی اور یہ قید کر کے آذربائیجان بھیجدیا گیا۔
ابو القاسم بن بیان۔ عبد الوہاب بن ہبتہ اللہ السبتی سے حدیث سماعت کی اور اس سے محمد ابن عمر بن مکی الاہوازی اور اسکے وزیر علی بن طراد اور اسماعیل بن طاہر الموصلی نے روایت کی ہے (اسکو ابن سمعانی نے بیان کیا ہے) اسکے علم و فضل کے متعلق اتنا کہدینا کافی ہے کہ ابن صلاح نے اسکو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ وہ خلیفہ ہے کہ جسکے لئے ابو بکر الشاشی نے فقہ میں ایک کتاب لکھ کر اس کو اسکے نام سے مشہور کیا ہے اور اسکے صلہ میں عدۃ الدنیا والدین کا خطاب پایا ہے نیز ابن سبکی نے بھی اسکو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے۔
مسترشد باللہ اوائل میں بہت عابد و زاہد تھا صوف کا لباس پہنا کرتا تھا اپنے مکان میں علیحدہ ایک جگہ عبادت کے لئے بنوا رکھی تھی۔

اسکو اسکے باپ نے ہی اپنے زمانہ میں ولیعہد مقرر کر کے اسکا نام سکوں پر مضروب کرا دیا تھا یہ نہایت خوشخط تھا خاندان بنی عباس کے تمام خلفاء پر اس فن میں سبقت رکھتا تھا۔ اکثر کاتب اس سے صلاح لیا کرتے تھے۔ اسکی شہامت۔ ہیبت۔ شجاعت۔ پیشقدمی۔ اقدام جنگ اظہر من الشمس ہیں مگر اسکے زمانہ میں تشویش بہت رہی اور مخالفین نے اسکے مطلع کو مکدر رکھا۔ اس حالت اور تشویش کو دور کرنے کے لئے خود نکلا کرتا تھا حتیٰ کہ آخر مرتبہ جس وقت وہ عراق کی طرف گیا ہے تو شکست کھا کر گرفتار ہوا اور جام شہادت نوش کر گیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ۵۲۵ھ میں جب سلطان محمود بن ملک شاہ مرگیا تو اسکی بجائے اسکی جگہ اسکا بیٹا داؤد سلطان مقرر ہوا کچھ دنوں کے بعد داؤد پر اسکے چچیرے بھائی مسعود بن محمد نے خروج کر دیا۔ دونوں میں خوب لڑائی ہوئی۔ آخر صلح ہو گئی بغداد میں سلطنت کے نام کا خطبہ مسعود کے نام کا شروع ہو گیا اور اسکے بعد داؤد کا نام بھی لیا جاتا تھا چند دنوں کے بعد خلیفہ اور مسعود میں ان بن ہو گئی خلیفہ خود فوج کی کمان کرنے کیلئے باہر نکلا مگر خلیفہ کے لشکر نے نمک حرامی کی اور اکثر فوج نے خلیفہ کا ساتھ چھوڑ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ مسعود کو فتح اور خلیفہ کو شکست ہوئی اور خلیفہ معہ خواص کے اس قلعہ میں جو ہمدان کے قریب ہی قید کر دیا گیا۔ اہل بغداد نے جس وقت اسکی اطلاع سنی تو لوگ اپنے سروں میں خاک ڈالتے روتے شور کرتے ہوئے بازاروں میں نکلے اور عورتیں خلیفہ کیلئے سر کے بال کھولے بین کرتی ہوئی گھروں سے نکل پڑیں اس روز نماز اور خطبہ سب بند رہا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس روز بغداد میں بہت زلزلے آئے اور پانچ روز تک برابر پانچ پانچ چھ چھ مرتبہ زلزلے آتے رہے لوگ اس سے ڈر ڈر کر دعائیں کرتے تھے۔

سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے مسعود کے پاس قاصد بھیجا کہ تم فوراً خود خلیفہ کے پاس جاؤ اور زمین خدمت چوم کر خود کو گنہگار ثابت کر کے معافی چاہو کیونکہ آندھی بجلی زلزلے اور اسکا دس روز تک رہنا لشکر میں تشویش شہروں میں انقلاب عظیم کا پیدا ہو جانا ایسی آسمانی اور زمینی علامتیں ہیں کہ جن کے دیکھنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ مجھے خداوند تعالیٰ کی جانب سے اپنی جان کا خوف ہے نیز جامع مسجدوں میں نماز اور خطبوں کا نہ ہونا کتنی بڑی غضب کی بات ہے کہ جسکے بار کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اللہ۔ اللہ۔ تم فوراً امیر المؤمنین سے اسکی تلافی کرو اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دارالخلافہ میں پہنچا دو۔ جیسے ہمارے آباؤ اجداد کی عادت رہی ہے اسکے مطابق اسکا غاشیہ اٹھاؤ۔ مسعود نے سلطان سنجر کے تمام احکام کی پوری طرح تعمیل کی زمین خدمت چوم کر

معافی مانگی اس اثناء میں سلطان سنجر نے ایک اور قاصد مع ایک لشکر کے مسعود کے پاس بھیجا تاکہ خلیفہ کو باعزت دار الخلافہ تک لاویں مگر اس فوج میں سترہ باطنی چھپکر ساتھ ہو لئے جنکی نہ سلطان سنجر کو خبر ہوئی نہ مسعود کو۔ بعض کہتے ہیں کہ خود مسعود ہی نے انکو متعین کیا تھا بالآخر یہ تمام باطنی خلیفہ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور مع خلیفہ کے خواص کے اسکو قتل کر ڈالا اور لشکر کو اس واقعہ کی اس وقت خبر ہوئی جسوقت وہ لعنتی اپنا کام تمام کر چکے تھے۔ آخر سب گرفتار کر کے قتل کر دیئے گئے خداوند تعالیٰ ان پر لعنت کریں۔ سلطان عزاداروں کی طرح بیٹھا اور بہت سوگ کیا۔ لوگوں کے شور وغوغا سے ایک قیامت برپا ہوگئی جس وقت اس واقعہ ہائلہ کی خبر بغداد پہونچی تو اور بھی حشر برپا ہو گیا۔ لوگ برہنہ پا کپڑے پھاڑتے ہوئے دوڑے عورتیں برہنہ سر بال کھولے لوٹتی تھیں اور مرثیہ پڑھتی تھیں۔ کیونکہ مسترشد اپنی شجاعت اور عدل اور نرم مزاجی کی وجہ سے ہر شخص کے نزدیک محبوب تھا۔

مسترشد خداوند تعالیٰ اسپر رحم فرماویں پنجشنبہ بتاریخ ۱۶ ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں شہید ہوا اسکے بعض اشعار یہ ہیں (ترجمہ اشعار) میں وہ گھوڑا ہوں جو جنگوں میں بلایا جاتا ہوں۔ میں دنیا کو بغیر مزاحمت کے قبضہ میں لے آتا ہوں۔ میرا گھوڑا بہت جلد ارض روم پر پہنچکر اسپر قابض ہو جاویگا قریب ہے کہ میری تلوار کی چمک اہل چین بھی دیکھ لیں۔

جس وقت یہ قید ہوا اس وقت کے اشعار یہ ہیں (ترجمہ اشعار) کچھ تعجب نہیں اگر شیر پر ایک کون کے کتے فتح پائیں کیونکہ وحشی (قاتل حضرت حمزہؓ) کے ہتیار نے حضرت حمزہؓ کو جام شہادت پلایا تھا اور ابن ملجم (قاتل حضرت علیؓ) نے حضرت علیؓ کو شہید کر دیا تھا۔

جس وقت مسترشد کو شکست ہوئی تو لوگوں نے اُسے بھاگ جانے کی رائے دی مگر اُسنے انکار کر دیا اور کہا (ترجمہ اشعار) لوگ کہتے ہیں کہ دشمنوں نے نرغہ کیا ہے اپنی جگہ قائم رہو۔ جو نہ بھاگنے کی رائے دیتا ہے میں نے اُسکا کہنا مان لیا میں جس وقت سے پیدا ہوں مجھ سے خیر کبھی نہیں روکی گئی اور نہ زمانہ نے مجھے شر سے ستایا۔ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ ہی نفع پہونچاتے ہیں اور وہ ہی نقصان دیتے ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مسترشد نے عید الضحیٰ میں ایک مرتبہ نہایت بلیغ خطبہ پڑھا تھا جو اپنی شان کا آپ ہی تھا۔

وزیر جلال الدین حسن بن علی بن صدقہ مسترشد کی تعریف میں کہتا ہے (ترجمہ اشعار)

اگر تمام دنیا کو بمنزلہ پانی کے تسلیم کیا جائے تو امیر المؤمنین اسکا زلال ہیں۔ میں نے جس وقت سے عقل کی مجسم تصویر کھینچائی تو بالکل امیر المؤمنین کی تصویر ہوئی۔ اگر دین شرع اور تقوے کا پاس ولحاظ ہوتا تو میں امیر المؤمنین کی عظمت دیکھکر جل جلالہٗ کہتا۔

۵۲۲ھ میں مسترشد کے زمانہ خلافت کے اندر موصل میں بادلوں سے آگ برسی جسکی وجہ سے بہت سے مکانات اور دیہات جل گئے۔

اسی سال الآمر باحکام اللہ منصور والی مصر لاولد قتل ہوگیا اور اسکی بجائے اس کا چچیرا بھائی حافظ عبدالمجید بن محمد بن منتصر قائم ہوا۔

اسی سال بغداد میں پردار بچھو ظاہر ہوئے جنکے دو کانٹے بھی تھے۔ لوگ ان سے بہت خوف کرتے تھے بہت سے بچوں کی ان کی وجہ سے جان جاتی رہی۔

مسترشد کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا ہے:۔

شمس الائمہ ابو الفضل امام الحنفیہ۔ ابو الزاد بن عقیل الحنبلی۔ قاضی القضاۃ ابو الحسن الدامغانی۔ ابن بلنیمہ المقری۔ طغرائی صاحب لامیۃ العجم۔ ابو علی الصدفی الحافظ۔ ابو نصر القشیری ابن القطاع اللغوی۔ محی السنۃ البغوی۔ ابن الفحام المقری۔ حریری صاحب مقامات۔ میدانی صاحب الامثال۔ ابو الولید بن رشد المالکی۔ امام ابوبکر الطرطوشی۔ ابو الحجاج السرقسطی۔ ابن السید البطلیوسی۔ ابو علی الفارقی شافعی۔ ابن الطراوۃ النحوی۔ ابن باذش۔ ظافر الحداد شاعر۔ عبدالغافر فارسی وغیرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

الراشد باللہ ابو جعفر

الراشد باللہ ابو جعفر منصور بن مسترشد ۵۰۲ھ میں ایک ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ پیدا ہوا تو اسکے پاخانہ کی جگہ بند تھی۔ اطباء نے باہم مشورہ کر کے ایک سونے کے آلے سے چیر دیا اور اس سے نفع ہوگیا۔

اسکے والد مسترشد نے اسے اپنی زندگی میں ۵۱۳ھ میں ولیعہد مقرر کیا اور یہ اپنے باپ کے قتل کے بعد ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔

راشد نہایت فصیح۔ ادیب۔ شاعر۔ بہادر۔ عقلمند۔ سخی۔ نیک سیرت۔ عادل اور اشرار سے نفرت رکھنے والا شخص تھا۔

جس وقت سلطان مسعود بغداد واپس آیا تو یہ موصل کی طرف خروج کر گیا اس نے قضاۃ اور اعیانِ سلطنت اور علماء کو جمع کر کے ایک محضر لکھوایا جس میں بہت سے آدمیوں کی شہادت قلمبند کرائی گئی کہ راشد نے یہ یہ ظلم کیا فلاں فلاں کا مال چھین لیا۔ خونریزی کی شراب پی۔ یہ محضر لکھوا کر علماء قاضیوں کے سامنے پیش کر کے فتویٰ چاہا کہ آیا ایسے ایسے حرکات کرنیوالے خلیفہ کا خلع نائب السلطنت کو جائز ہے یا نہیں اور وہ اسکی معزولی کا مجاز رکھتا ہے یا نہیں۔ آیا اسکی امامت صحیح ہے سلطان وقت اُسکے بجائے کسی دوسرے کو خلیفہ منتخب کر سکتا ہے۔ علماء نے اسکے خلع کے جواز کا فتویٰ دیدیا جس میں قاضی شہر ابن کرخی بھی موجود تھے لوگوں نے فوراً اسکے چچا محمد مستظہر کو المقتفی لامر اللہ کا خطاب دیکر ۱۶ ذوالقعدہ ۵۳۰ھ میں اس سے بیعت کر لی۔

جب راشد کو اس امر کی اطلاع پہونچی تو موصل سے آذربائیجان کیطرف ایک بڑی فوج کو ساتھ لیکر چلا گیا فوج کو بہت مال تقسیم کیا اس الچ سے انہوں نے وہاں پہونچکر ایک فساد شروع کر دیا وہاں سے پھر ہمدان چلے گئے اور وہاں بھی وہی فساد مچایا بہت سوں کو قتل کیا کچھ کو سولی پر چڑھا دیا علماء کی ڈاڑھیاں منڈوا ڈالیں پھر اصبہان پہونچا اُسکا محاصرہ کر لیا خوب لوٹ مار کی اور یہیں سخت بیمار پڑ گیا آخر ۱۶ رمضان ۵۳۲ھ میں عجمی اسکے خیمے میں آگھسے اور چھریوں سے اسے قتل کر ڈالا پھر اسکے باقیماندہ مصاحبین کو بھی قتل کر دیا۔ یہ خبر بغداد پہونچی تو ایک روز اسکا ماتم کیا گیا۔

عماد کاتب کہتے ہیں کہ راشد باللہ حسن یوسف اور سخاوتِ حاتم رکھتا تھا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ صولی کا بیان ہے کہ لوگوں کا قول ہے کہ ہر چھٹا خلیفہ جو مقرر ہوا وہ معزول ہوا میں نے جو اسپر غور و تامل کیا تو مجھے بہت ہی عجیب بات معلوم ہوئی اور مجھے اسپر تعجب ہوا میں نے ان کا تمام قول شروع کتاب میں نقل کر دیا ہے۔

چادر اور چھڑی مرتے دم تک راشد ہی کے پاس رہیں اور اسکے قتل کے بعد مقتفی کے پاس پہنچیں۔

المقتفی لامر اللہ ابو عبد اللہ

المقتفی لامر اللہ ابو عبد اللہ محمد بن المستظہر باللہ ۱۲ ربیع الاول ۴۸۹ھ کو ایک حبشیہ ام ولد کے شکم سے پیدا ہوا اور راشد باللہ کے خلع کے بعد جبکہ اسکی عمر چالیس سال کی تھی تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ المقتفی لامر اللہ کے لقب اختیار کرنیکی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے خلیفہ ہونیکے چھ روز پہلے حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے ارشاد فرمارہے ہیں کہ عنقریب خلافت تجھکو پہنچنے والی ہے تو اپنا لقب المقتفی لامر اللہ اختیار کرنا چنانچہ اُس نے یہی لقب اختیار کیا۔

جس وقت تخت خلافت پر متمکن ہوکر المقتفی عدل وانصاف کرنے لگا اور بغداد پر اچھی طرح قابض ہوگیا تو سلطان مسعود نے دار الخلافہ کی تمام چیزیں جیسے جانور اثاث چاندی سونا چوپائے پردے وغیرہ لیلئے اور خلافت کے اصطبل میں سوائے چار گھوڑوں آٹھ خچروں کے اور کچھ بھی نہ چھوڑا کہتے ہیں کہ مقتفی سے مسعود نے بیعت کرتے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ نہ گھوڑے چھوڑے جاوینگے نہ کوئی دوسرا سامان آلات سفر وغیرہ پھر ۵۳۱ھ میں سلطان مسعود نے تمام وہ چیزیں جو بارگاہ خلافت سے تعلق رکھتی تھیں سوائے چند باغات وغیرہ کے تمام لیلیں اسکے بعد پھر اپنے وزیر کو بھیجا کہ خلیفہ سے ایک لاکھ دینار وصول کرے مقتفی نے کہا سخت تعجب کی بات ہے تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ مسترشد اپنا کل مال لے کر مسعود کے پاس چلا گیا تھا اسپر جو حالت گذری وہ دُنیا جانتی ہے جو کچھ باقی بچا تھا اسکو خود مسعود لیگیا تھا حتی کہ گھر کا سامان بھی نہیں چھوڑا تھا۔ راشد جس وقت خلیفہ ہوا اُسپر بھی جو کچھ گذرا اظہر من الشمس ہے مسعود نے انہیں ایام میں دار الضرب کی بھی تلاشی لیلی تھی اور جو کچھ ملا تھا لیگیا تھا اب میں تم کو مال کہاں سے لاکر دوں البتہ ابھی اس بات کی کسر باقی ہوگئی ہے کہ میں اپنا گھر بار تمہارے سپرد کرکے کہیں نکل جاؤں میں نے خداوند تعالیٰ سے عہد کرلیا ہے کہ میں مسلمانوں پر ظلم کرکے ایک حبہ بھی وصول نہ کرونگا۔ سلطان مسعود یہ سنکر اپنے ارادے سے باز آگیا مگر لوگوں نے مال جمع کرنے میں بڑی سختی کرنا شروع کردی اور لوگوں پر بہت سختی کرنے لگا۔ آخر جمادی الاول میں خلیفہ کے تمام شہر اور تمام معاملات اور ترکات خلیفہ کی طرف لوٹ آئے۔

اسی سال ۲۹ رمضان شریف کو چاند نظر نہ آیا اہل بغداد نے تمام دن روزہ رکھا جس وقت شام ہوئی تو ۳۰ تاریخ کو بھی چاند نہ دکھلائی دیا حالانکہ مطلع بالکل صاف تھا یہ ایک ایسی بات تھی جو کبھی نہیں ہوئی۔

۵۳۳ھ میں بخرہ میں دس فرسنگ تک سخت زلزلہ آیا جس میں بہت آدمی ہلاک ہوگئے حتی کہ بخرہ زمین میں دھنس گیا اور اُسکی جگہ زمین سے سیاہ پانی نکلا۔

اسی سال شہروں کی آمدنیوں پر امراء قابض ہوگئے۔ سلطان مسعود عاجز اور ایسا بے بس ہوا کہ اُس کا نام ہی نام باقی رہ گیا۔ سلطان سنجر کا بھی یہی حال ہوا کہ وہ مغلوب ہوتا چلا گیا خداوند تعالیٰ عجیب بے نیاز ہیں جسے چاہیں ذلیل کردیں ان دونوں کی ذلت پر خلیفہ مقتفی کی حرمت بڑھ گئی اور ممالک محروسہ پر پورا زور ہوگیا۔ دولت بنو عباس کی اصلاح کی ابتدا ہوگئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

۵۴۱ھ میں سلطان مسعود بغداد آیا اور ایک دار الضرب کی بنیا ڈالی خلیفہ نے جو شخص سکہ بناتا

تھا اُسے گرفتار کر لیا اور سلطان مسعود نے خلیفہ کے حاجب کو پکڑ لیا۔ خلیفہ کو اس بات پر بہت غصہ آیا مسجدوں کے دروازے تین دن تک بند رہے آخر دونوں فریق نے اپنا اپنا قیدی چھوڑ دیا اور یہ فساد مٹ گیا۔

اسی سال ابن عبادی واعظ مجلس وعظ میں بیٹھے تھے سلطان مسعود بھی وعظ میں آیا واعظ صاحب نے سلطان سے لوگوں پر ظلم اور انکی لاچاری بیان کر کے یہ کہا کہ محصول لوگوں سے ظلم کے ساتھ وصول کیا جاتا ہے اور آپ اس مال محصولہ کو ایک ہی رات میں کسی مطرب کو دیدیتے ہیں۔ چاہئے تھا کہ آپ خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے۔ سلطان نے ان کی اس نصیحت کو قبول کر لیا اور شہر میں منادی کرادی کہ اب کوئی محصول نہیں لیا جائیگا۔ یہی حکم تختیوں پر لکھ کر اول ان تختیوں کو شہر میں ایک شان و شوکت اور باجے گاجے کے ساتھ پھرایا پھر ان کو نصب کرا دیا۔ تختیاں الناصر الدین اللہ کے وقت تک بغداد میں نصب رہیں مگر اسنے یہ کہکر اکھڑوا دیں کہ عجمیوں کی رسم کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔

۵۴۳ھ میں اہل فرنگ نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ نورالدین محمود بن زنگی والی حلب اور اُسکے بھائی نے انکا مقابلہ کیا الحمد للہ مسلمانوں کو فتح ہوئی نورالدین فرنگیوں سے برابر لڑتا رہا اور آخر وہ تمام شہر جو فرنگیوں نے مسلمانوں سے چھینے تھے واپس لیلئے۔

۵۴۴ھ میں الحافظ الدین اللہ والی مصر مر گیا اُسکی جگہ اُسکا بیٹا الظاہر اسمٰعیل سلطنت پر قابض ہوا۔

اسی سال بغداد میں سخت زلزلہ آیا اور دس مرتبہ بغداد پانی کی طرح ہل گیا۔ حلوان کا ایک پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑا۔

۵۴۵ھ میں یمن میں خون کی بارش ہوئی۔ زمین کئی روز تک سُرخ رہی لوگوں کے کپڑے بھی سُرخ ہو گئے۔

۵۴۷ھ میں سلطان مسعود انتقال کر گیا۔

ابن ہبیرہ وزیر مقتفی کہتا ہے کہ جس وقت مسعود کے آدمیوں نے مقتفی پر دست تطاول دراز کیا اور بے ادبی کی اور ہم نے خود میں طاقت مقاومت نہ دیکھی تو یہ رائے ہوئی کہ ایک مہینہ برابر مسعود کے لئے بد دعا کی جائے جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رعل اور ذکوان کیلئے ایک مہینہ تک کی تھی۔ (رعل اور ذکوان عرب میں دو قبیلے تھے مترجم) چنانچہ میں نے اور خلیفہ نے پوشیدہ طور پر اپنی اپنی جگہ

۲۹ رجادی الاول کی رات سے بد دعا کرنی شروع کی پورا ایک مہینہ گذر نے پایا تھا کہ مسعود اپنے تخت پر مر گیا۔ نہ ایک دن مہینہ سے زیادہ ہوا نہ کم۔

مسعود کے انتقال کے بعد تمام لشکر ملک شاہ کی سلطنت پر متفق ہو گیا اور ملک شاہ سلطان ہو گیا مگر خاص بیگ نے اسپر خروج کر دیا اور اسکو گرفتار کر لیا۔ پھر خاص بیگ نے اسکے بھائی محمد کو خوزستان سے بلا بھیجا اور سلطنت اسکے حوالے کر دی اُس روز سے خلیفہ خود مختار خلیفہ ہو گیا اور تمام جگہ اسکے احکام جاری ہو گئے۔ مدرسہ نظامیہ میں جتنے مدرس سلطان کی طرف سے تھے تمام معزول کر دیئے گئے۔

اب خلیفہ کو خبر ملی کہ نواحی واسط میں کچھ شورش ہو رہی ہے خلیفہ خود لشکر لیکر پہنچا اور انکی سرکوبی کے بعد حلہ اور کوفہ پر قبضہ کرتا ہوا بغداد واپس آیا۔ اس روز بغداد میں عجیب زینت کی گئی تھی۔

۵۴۸ھ میں لوگوں نے سلطان سنجر پر غرغہ بول دیا اسکو گرفتار کر کے خوب ذلیل کیا اُس کے ممالک محروسہ پر قابض ہو گئے خطبہ البتہ اُسی کے نام کا باقی رکھا گویا بے ملک نواب ہو گیا یہ اپنے نفس پر روتا تھا آخر برسمِ بیت اسکو سلطان کا لقب دیکر ایک سائیس کے برابر اسکی تنخواہ مقرر کر دی۔

۵۴۹ھ میں الظاہر باللہ عبیدی قتل ہو گیا اسکے قائم مقام اسکا بیٹا الفائز عیسٰی جسکی عمر بہت ہی کم تھی ہوا۔ اسکی صغر سنی کیوجہ سے سلطنت کے کاموں میں بہت زیادہ خرابی واقع ہو گئی موقع دیکھکر مقتفی نے نور الدین محمود بن زنگی کو لکھا کہ تم فوراً مصر پہنچکر اسپر قابض ہو جاؤ۔ نور الدین اسوقت فرنگیوں سے برسر پیکار تھے اسنے جنگ چھوڑنا مناسب نہ دیکھا کیونکہ دمشق میں اسنے بہت سے قلعے اور شہر فتح کر لئے تھے جسکی وجہ سے اسکی حدودِ سلطنت بہت زیادہ وسیع ہو گئے تھے۔ اسی کے ساتھ بلادِ روم پر بھی قابض ہو گیا تھا۔ اسکی ہیبت دور دور کے لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی تھی مگر مجبوراً مقتفی کے حکم کے مطابق نور الدین مصر گیا خلیفہ نے اسے ملک العادل کا خطاب بخشا۔

اسوقت مقتفی کی شان و شوکت اور بھی زیادہ بڑھ گئی مخالفین اس سے مرعوب ہو گئے دشمنوں نے جہات مختلفہ سے یکدم متفق ہو کر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں مگر باوجود ان تمام امور کے اسکی عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا حتٰی کہ شب یکشنبہ ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں اسکا انتقال ہو گیا۔

ذہبی کہتے ہیں مقتفی سرتاج خلفاء۔ عالم۔ ادیب۔ شجاع۔ حلیم۔ خوش اخلاق۔ خلافت کی تمام خوبیاں رکھنے والا۔ امین شخص تھا۔ ائمہ میں بھی اس کی کم مثال ملتی ہے۔ اسکے خلافت کے زمانہ میں کوئی بات دیانت اور امانت کے خلاف نہیں ملتی۔ اسنے اپنے استاد ابو البرکات ابن ابی الفرج بن السنی سے حدیث سماعت کی تھی۔ ابن سمانی کہتے ہیں کہ کچھ اسنے اپنے بھائی مسترشد کے ساتھ

ابوالقاسم بن بیان سے بھی سنی تھیں اور اس سے اسکے امام ابو منصور الجوالیقی لغوی اور اسکے وزیر ابن ہبیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔

مقتفی نے کعبہ شریف میں ایک نیا دروازہ بنوایا تھا اور اپنے دفن کے لئے عقیق کا ایک تابوت تیار کرایا تھا یہ شخص نیک سیرت۔ مشکور الدولت۔ دیندار عقلمند۔ فاضل۔ صاحب الرائے سیاست داں خلیفہ تھا اُسنے معاملاتِ خلافت کو از سر نو زندہ کیا۔ رسوم خلافت کو جاری فرمایا۔ تمام کاروبار سلطنت خود کرتا تھا۔ غزووں میں بہ نفس نفیس شامل ہوتا تھا۔ اسکے ایام خلافت خداوند تعالیٰ نے برکت رکھی تھی۔

ابوطالب عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالسمیع ہاشمی اپنی کتاب مناقب العباسیہ میں لکھتے ہیں کہ مقتفی کا زمانہ عدل وافعال حسنہ کیوجہ سے سرسبز وشاداب تھا یہ شخص خلیفہ ہونیسے قبل اکثر عبادت میں مصروف رہا کرتا تھا اوائل ہی میں شغل دین تلاوت قرآن شریف تحصیل علوم اسکا گذرا وقات تھا۔ خلیفہ معتصم کے بعد ایسا نرم دل خوش اخلاق بہادر شجیع کوئی خلیفہ نہیں گذرا جیسا کہ مقتفی گذرا ہے باوجود اس بہادری اور شجاعت کے عبادت اور پرہیزگاری بھی اسکی خصوصیات میں داخل تھیں اسکی فوج نے جہاں کہیں جانے کا قصد کیا وہاں ہمیشہ فتحمند ہی رہی۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ مقتفی کے زمانۂ خلافت میں بغداد اور عراق پھر خلفاء کے قبضہ میں آگیا اسوقت کوئی شخص منازعت کرنیوالا نہیں رہا تھا مقتدر کے زمانہ خلافت کیوقت سے اسکے شروع زمانہ تک بغداد اور عراق پر خلفاء کا قبضہ برائے نام تھا نائب السلطنت دراصل بادشاہ ہوتے تھے۔

مقتفی کے نائب سلطنت سلطان سنجر والی خراسان اور سلطان نورالدین مرحوم والی شام تھے مقتفی نہایت سخی کریم حدیث شریف کو درست رکھنے والا خود عالم اور عالموں کا قدردان تھا۔

ابن سمعانی نے بروایت ابو منصور جوالیقی ایک حدیث بھی المقتفی لامر اللہ امیر المومنین سے بطور حدثنا کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے۔

جب مقتفی نے امام ابو منصور جوالیقی لغوی کو امام بنانے کے لئے بلایا اور وہ آئے تو انہوں نے حاضر ہو کر اس طرح سلام کیا السلام علیٰ امیر المومنین ورحمۃ اللہ اسوقت طبیب ابن تلمیذ نصرانی بھی دربار میں موجود تھا اس نے امام ابو منصور سے مخاطب ہو کر کہا یا شیخ کیا امیر المومنین کو سلام کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ امام ابو منصور نصرانی کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے اور مقتفی سے کہا کہ امیر المومنین میرا یہ سلام سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے پھر اپنی تائید

میں ایک حدیث بھی سنادی پھر کہا کہ اگر کوئی شخص اس بات پر قسم کھالے کہ کوئی نصرانی یا یہودی کوئی بھی علم حاصل نہیں کر سکتا تو اسپر کبھی کفارہ نہیں آنے کا کیونکہ ان دونوں کے دلوں پر خداوند تعالیٰ نے مہر کردی ہے جو بغیر ایمان لائے کبھی نہیں ٹوٹ سکتی (یعنی یہ لوگ کوئی بات نہیں سمجھ سکتے نہ کوئی علم حاصل کر سکتے ہیں۔ مترجم) مقتفی نے کہا واقعی آپ سچ فرماتے ہیں ابن تلمیذ بھی عالم شخص ہے مگر آخر انسان ہے جس سے غلطی ممکن ہے۔

مقتفی کے زمانہ میں حسب ذیل علمائے انتقال کیا۔ ابن الابرش نحوی۔ یونس بن مغیث جمال الاسلام بن مسلم الشافعی۔ ابوالقاسم الاصفہانی صاحب الترغیب۔ ابن برجان۔ مازری مالکی صاحب المعلم۔ زمخشری۔ رشاطی صاحب الانصاب جوالیقی امام خلیفہ مقتفی۔ ابن عطیہ صاحب التفسیر ابوالسعادات بن شجری۔ امام ابوبکر بن عربی ناصح الدین ارجانی شاعر۔ قاضی عیاض۔ حافظ ابوالولید بن دباغ۔ ابوالاسعد ہبۃ الرحمٰن القشیری۔ ابن علام الفرس المقری۔ نقاع الشاعر شہرستانی صاحب الملل والنحل۔ قیسرانی شاعر۔ محمد بن یحییٰ شاگرد امام غزالی۔ ابوالفضل بن ناصر الحافظ۔ ابوالکرام شہروزی المقری۔ العاؤ شاعر۔ ابوالنحل امام شافعیہ و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المستنجد باللہ ابوالمظفر

المستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف بن المقتفی ۵۱۰ھ میں ایک گرجستانی ام ولد طاؤس نامی کے بطن سے پیدا ہوا ۵۴۷ھ میں اسکو مقتفی کے ولیعہد مقرر کیا اور مقتفی کی موت کیوقت اس سے بیعت کی گئی۔

مستنجد عدل و انصاف اور نرم طبیعت میں موصوف تھا لوگوں پر سے بہت سے ٹیکس معاف کر دیئے تھے حتیٰ کہ عراق سے تمام ٹیکس اٹھادئے تھے۔ مفسدین کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آیا تھا۔ ایک آدمی گرفتار ہو کر آیا جو لوگوں کو بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ گرفتار کرنیوالے شخص کو مستنجد نے دس ہزار دینار مرحمت فرمائے اور یہ کہا کہ اگر اسکے ساتھی کو بھی گرفتار کر کے لاؤ گے تو دس ہزار دینار اور انعام دونگا تاکہ مخلوق خدا ان کے شر سے محفوظ رہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ مستنجد باللہ فہم ثاقب رائے صائب ذکار غالب فضل باہر رکھتا تھا۔ نظم بدیع اور نثر بلیغ لکھتا تھا۔ علم ہیئت میں اتنا ماہر تھا کہ عمل آلات فلک اور اسطرلاب کی معرفت خوب رکھتا تھا۔

اسکے اشعار حسب ذیل ہیں (ترجمہ اشعار) مجھے میری محبوبہ نے میرے سفید بالوں کیوجہ سے عار دلایا حالانکہ وہ وقار ہے کاش کہ وہ مجھے عام کی باتوں سے عار دلاتی۔ اگر میرے بال سفید ہو گئے تو کچھ ہرج نہیں کیونکہ رات کی زینت چاند سے ہی ہوتی ہے۔

بخیل کے متعلق کہتا ہے (ترجمہ اشعار) بخیل لوگوں کے گھروں میں جب شمع جلتی ہو اور وہ اسکے اُجالے میں بیٹھتے ہیں تو جس وقت شمع کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں تو اُن کے آنسو بھی نکل پڑتے ہیں۔

اپنے وزیر ابن ہبیرہ کی تدبیر مصالح المسلمین دیکھکر بہت خوش ہوا اور کہا (ترجمہ اشعار) دو نعمتیں جو تیرے لئے خاص و عام ہیں صفت کی گئی ہیں انکا ذکر قیامت تک رہیگا اول تیری سخاوت کہ دنیا بھر اسمیں تیری خبر ہے دوسرے تیرا وجود جو لوگوں پر احسان کرتا ہے جس وقت یحیٰی مرگیا تھا تو اسکی جگہ جعفر ہو گیا تھا۔ مگر تیرے بعد کوئی یحیٰی اور جعفر ہونیوالا نہیں ہے جو تیرے ساتھ برائی کی نیت کرتا ہے۔ میں اسے پاتا ہی نہیں بلکہ تجھے ہی تجھے مظفر پاتا ہوں۔

اسکے خلافت کے سال اول یعنی ۵۵۵ھ میں الفائز صاحب مصر کا انتقال ہو گیا اسکی جگہ اسکا بیٹا عاضد الدین اللہ جو عبیدیین میں سب سے آخری خلیفہ ہے تخت پر بیٹھا۔

۵۶۲ھ میں امیر اسد الدین شیرکوہ کو سلطان نور الدین نے دو ہزار سوار دیکر مصر کی طرف روانہ کیا اس نے جزیرے میں اُتر کر مصر کا محاصرہ کر لیا دو ماہ برابر یہ محاصرہ رہا والی مصر نے اہل فرنگ سے مدد چاہی اور وہ دمیاط کی طرف سے اسکی مدد کو آپہنچے۔ اسد الصعید کی طرف چلا گیا یہاں پہنچکر مصریوں کے ساتھ خوب جنگ ہوئی اور باوجود اپنے لشکر کی کمی اور دشمن کی کثرت کے فتح پائی۔ جس میں ہزاروں فرنگی تہ تیغ ہوئے۔ اسد الدین نے لڑائی کے بعد صعید کا خراج معاف کر دیا۔ اہل فرنگ نے اسکندریہ کا قصد کیا مگر اُن سے پہلے صلاح الدین یوسف بن ایوب اسد الدین کا بھتیجا قابض ہو چکا تھا۔ اہل فرنگ نے یہاں پہونچکر اسکندریہ کا چار ماہ برابر محاصرہ رکھا آخر اسد الدین اس طرف بڑھا یہ خبر سنکر اہل فرنگ بھاگ پڑے اور اسد الدین خالی میدان پاکر شام کیطرف چلا گیا۔

۵۶۴ھ میں اہل فرنگ ایک بہت بڑا لشکر دیار مصر کی طرف بڑھے اور حملہ کے بعد بلبیس پر قابض ہو گئے قاہرہ کا محاصرہ کر لیا والی مصر نے انکے خوف سے قاہرہ میں آگ دیدی پھر سلطان نور الدین کو اپنی مدد کے لئے لکھا اسد الدین اپنے لشکر کے ساتھ اسکی مدد کو پہنچا جسوقت اہل فرنگ نے اسد الدین کی آمد کے متعلق سُنا تو وہ قاہرہ سے بھاگ نکلے اسد الدین یہاں پہنچا تو العاضد

والی مصر نے اُسکے سامنے قلمدانِ وزارت پیش کیا اور خلعت عطا کی جس کو اُس نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا مگر اسکی عمر نے وفا نہ کی اور یہ ۵۶۵ھ میں انتقال کر گیا۔

اسد الدین کے بعد والی مصر العاضد نے اسکی جگہ اسکے بھتیجے صلاح الدین یوسف بن ایوب کو وزیر بنایا اور اُسکا لقب ملک الناصر مقرر کیا صلاح الدین آخر عمر تک اسکا وزیر رہا اور بہت دنوں تک ذات کی ۸ ربیع الثانی ۵۶۶ھ میں خلیفہ المستنجد باللہ نے انتقال کیا۔

ذہبی فرماتے ہیں کہ جس وقت سے مستنجد بیمار ہوا تھا اسکے مرنے تک آسمان پر سخت شفق رہی جس کی روشنی اور سرخی دیواروں پر نظر آتی تھی۔

اسکے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا۔ ویلمی صاحب مسند الفردوس۔ عمرانی صاحب البیان شافعیہ۔ ابن بزری شافعی۔ وزیر ابن ہبیرہ و شیخ عبد القادر جیلانیؒ امام ابو سعید سمعانی ابن نجیب سہروردیؒ۔ ابو الحسن بن ہذیل المقری و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المستضئ بامر اللہ الحسن

المستضئ بامر اللہ الحسن بن المستنجد باللہ ۵۳۶ھ میں ایک ام ولد ارمینیہ غضہ نامی کے بطن سے پیدا ہوا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔

ابن جزری کہتے ہیں کہ اسنے تخت خلافت پر متمکن ہونیکے بعد منادی کرادی کہ آج سے تمام ٹیکس معاف ہیں اسکے بعد روک تھام کی اور ایسا عدل پھیلایا کہ ہم نے اپنی عمروں میں کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا۔ ہاشمیوں۔ علویوں۔ علماء۔ مدرسین۔ سراؤں پر بے انتہا مال خرچ کیا۔ مال ہمیشہ خرچ کرتا رہتا تھا اسکے نزدیک مال کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ نہایت حلیم بامروت اور طبیعت کا بیحد نرم تھا جس وقت تخت خلافت پر بیٹھا تمام ارباب دولت کو خلعتیں عطا کیں چنانچہ مخزن درزی کہتے ہیں کہ ایک ہزار تین سو قبائیں ابریشم کی لوگوں پر تقسیم کیں۔ بغداد میں جس وقت اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا تو اس نے حسب عادت قدیم بہت دینار تصدق کئے۔ روح بن حدیثی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا اور اُن کے واسطے ستر غلام عنایت کئے۔

حیص بیص شاعر مستضئ کی شان میں لکھتا ہے (ترجمہ اشعار) اے امام الہدیٰ تیری سخاوت بارش پر بھی فوقیت لیگئی جو تو مال اور سونے چاندی کے ساتھ کرتا ہے۔ کن الفاظ کے ساتھ تیری تعریف کروں حالانکہ تیری سخاوت نے برسات پر بھی تجاوز کر لیا تو ایک مستقل معجزہ ہے جو عقلوں

اور فکروں کا خارق ہے۔ تیرے نفس نے خوف اور بخشش کو آگ اور پانی کے درمیان جمع کر دیا۔ (یعنی دشمنوں کے لئے تو آگ ہے اور دوستوں کیلئے پانی ہے۔ مترجم)

ابن جوزی کہتے ہیں کہ خلیفہ مستضئی بامر اللہ اکثر آدمیوں سے پردے میں رہا کرتا تھا۔ بغیر خدام کے کبھی سوار نہیں ہوتا تھا اور نہ خدمتگاروں کے سوا اُسکے پاس کوئی جا سکتا تھا۔

اسکے زمانۂ خلافت میں دولت بنی عبید کا خاتمہ ہو گیا مصر میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور سکّوں پر بھی مصر میں اسی کا نام مضروب ہو گیا جب یہ خوشخبری لیکر ایک شخص بغداد آیا تو بازار میں چراغاں کیا گیا۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام النصر علی مصر ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مستضئی کے زمانۂ خلافت یعنی ۵۶۷ھ میں بغداد کے اندر روافض کا زور بالکل گھٹ گیا لوگوں کو امن نصیب ہوا۔ سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی یمن۔ برقہ۔ توزر۔ مصر اور اسوان تک اسکے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اکثر بادشاہ اسکے زیر فرمان ہو گئے۔

عماد کاتب کہتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین بن ایوب نے ۵۶۷ھ میں جامع مسجد مصر کے اندر اطاعت و فرمانبرداری کا اجراء کیا۔ اول جمعہ میں مصر کے اندر بنی عباس کے نام کا خطبہ پڑھوایا بدعت کو نیست و نابود کیا راہ شریعت کو صاف کیا دوسرے جمعہ میں قاہرہ کے اندر بنی عباس کا خطبہ پڑھا اسکے بعد یوم عاشوراء کو العاضد باللہ صاحب مر گیا۔ صلاح الدین نے قصر اور اسکے تمام ذخائر اور نفائس پر قبضہ کر لیا جو چیزیں پسند کیں انکو رکھ لیا اور باقی کو فروخت کر دیا اس فروختگی کا سلسلہ دس سال تک جاری رہا۔ سلطان نور الدین نے یہ خوشخبری دیکر شہاب الدین المنظفر بن العلامہ شرف الدین ابن ابی عصرون کو بغداد روانہ کیا اور مجھے (عماد کاتب) حکم دیا کہ ایک بشارت نامہ لکھو تاکہ وہ تمام ممالک اسلامی میں پڑھا جائے۔ میں نے تعمیل حکم کر کے ایک تہنیت نامہ لکھا جس کی ابتداء اس طرح تھی کہ خداوند تعالیٰ احق کے بلند کرنیوالے اور اسکے ظاہر کرنیوالے اور باطل کو نابود کرنیوالے کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے۔ آگے چل کر میں نے لکھا تھا کہ ان شہروں میں کوئی منبر ایسا نہیں رہا جس پر مولانا امام مستضئی بامر اللہ امیر المؤمنین کا خطبہ نہ پڑھا گیا ہو تمام مسجدیں عباد و زہاد کے لئے چھوڑ دی گئیں بدعت کی تمام سوانح ڈھا دی گئیں۔ اسکے بعد لکھا تھا کہ قریب ڈھائی سو سال کے جھوٹے دعویداروں اور شیطانوں کے متبعین کا دور دورہ تھا اس لئے خداوند تبارک و تعالیٰ نے ہماری حکومت قائم کر دی ہمارے لئے زمین کو کشادہ کر دیا اور ہمکو ہماری آرزوؤں کے

موافق الحاد اور رفض کے مٹا دینے پر قدرت دیدی اور ہم نے اُن کو مٹا دیا۔ ہمیں اِس بات کی توفیق دی کہ ہم نے بنی عباس کی سلطنت حقہ کو قائم کرا دیا وغیرہ وغیرہ۔ اُسمیں عماد شاعر کا یہ قصیدہ بھی موجود تھا (ترجمہ قصیدہ) ہم نے مصر میں مستضئ کے نام کا خطبہ قائم کر دیا جو نائب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام عصر ہے ہم نے اسکی مدد کے ساتھ العاضد کو ذلیل کیا اور اُسی کے ساتھ اُسکے مددگاروں کو بھی ہم نے اُسے چھوڑ دیا جو ہلاکی کی طرف بلاتا تھا وہ اس وقت ذلت کے ساتھ پتھروں کے نیچے اور بوریئے کے اندر ہے۔

جب یہ تہنیت نامہ مستضئ کے پاس پہنچا تو اُسنے اسکے جواب میں سلطان نورالدین اور صلاح الدین کو خلعت اور تشریفات خطباء مصر کو علم اور پرچم اور عماد کاتب کا خلعت اور ایکسو دینار روانہ کئے۔

ابن اثیر کہتے ہیں کہ جسوقت سلطان صلاح الدین مصر پر پوری طرح قابض و مسلط ہو گیا اور اُسکے قابض ہونیکے ساتھ عاضد کمزور ہوتا چلا گیا تو سلطان نورالدین نے سلطان صلاح الدین کو لکھا کہ مصر میں خلفاء بنو عباس کا خطبہ پڑھا جائے مگر سلطان صلاح الدین نے اسوجہ سے کہ کہیں مصری سرکشی نہ کر بیٹھیں اس حکم کی تعمیل میں پہلو تہی کی۔ سلطان نورالدین نے سلطان صلاح الدین کو اسکی پھر زیادہ تاکید لکھی اس عرصہ میں اتفاقیہ عاضد بیمار ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین نے اس امر کے متعلق امراء سے مشورہ کیا بعض نے اسکی تائید کی اور بعض نے مخالفت اتفاق سے مصر میں ایک شخص عجمی جسکا نام امیر العالم تھا آ گیا جب اُسنے یہ لیت و لعل دیکھا تو اُسنے کہا کہ اچھا سب سے اول میں اس کام کو شروع کرتا ہوں چنانچہ محرم کے سب سے پہلے جمعہ میں وہ امام سے پہلے منبر پر چڑھ گیا اور مستضئ کے واسطے دعا کی کسی شخص نے اسکی مخالفت نہ کی۔ جب دوسرا جمعہ آیا تو صلاح الدین نے خطیبوں کو عاضد کا خطبہ چھوڑ دینے کے متعلق حکم دیا اور اُنہوں نے تعمیل حکم کی کسی شخص کو مجال اُف کرنے تک کی نہ ہوئی۔ عاضد کا مرض روز بروز روبہ ترقی تھا آخر یوم عاشوراء کو مر گیا۔

۵۶۹ھ میں سلطان نورالدین نے آستانہ خلافت میں بہت سے تحائف روانہ کئے جنمیں ایک گدھا بھی تھا جسکے بدن پر خط بنے ہوئے تھے وہ گدھا بہت کودنے والا تھا خطوط کیوجہ سے اُسکو عتابی کہتے تھے (عتابی بضم عین وہ کپڑا ہے ریشمی جسپر خطوط موجوں کی طرح بنے رہتے ہیں مترجم)

لوگ جوق در جوق ان تحائف کو دیکھنے کے لئے آئے جنمیں ایک شخص عتابی نامی بھی تھا جو نہایت بلید الذہن ناقص الفضیلۃ ڈینگ مارنے والا تھا۔ لوگوں نے کہا اگر نورالدین نے ہمارے پاس حمار عتابی (حمار یعنی گدھا) روانہ کیا ہے تو ہمارے پاس عتابی حمار موجود تھا۔

اسی سال نارنگی کے برابر اولے پڑے جنکی وجہ سے گھوڑے گدھے مواشی مر گئے دجلہ اسقدر چڑھ آیا کہ بغداد ڈوب گیا اور جمعہ خارج شہر لوگوں نے پڑھا فرات بھی چڑھ آیا جسکی وجہ سے گاؤں اور کھیتیاں غرق ہو گئیں لوگوں نے یہ حالت دیکھکر خداوند تعالیٰ کے سامنے عجز و انکساری سے دعائیں مانگیں یہ بات تعجب کی ہے کہ یہ پانی اس قدر تھا مگر دجیل کے باغات اور کھیتی بغیر پانی کے سوکھ گئی۔

اسی سال سلطان نور الدین والی دمشق کا انتقال ہو گیا اُسکی جگہ اُسکا بیٹا ملک الصالح اسمٰعیل جو بہت خورد سال تھا تخت پر بیٹھا اہل فرنگ نے سواحل کی طرف حرکت کی مگر بہت سا مال دیکر صلح کر لی گئی اگرچہ وہ قریب ہی آ گئے تھے۔

اسی سال عبیدیین کے خیر خواہوں نے سلطنت عبیدی کو پھر قائم کرنا چاہا۔ صلاح الدین کے اُمراء بھی اکثر اُن کے ساتھ مل گئے مگر بر وقت صلاح الدین کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی اور اس نے ان سب کو پکڑ کر قصرین کے درمیان سولی پر چڑھا دیا۔

۵۷۲ھ میں سلطان صلاح الدین نے مصر اور قاہرہ کے گرد ایک فصیل بنوانے کا حکم دیا اور اسکا اہتمام امیر بہاؤ الدین قراقوش کے سپرد کیا گیا۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ اس فصیل کا دور اُنیس ہزار تین سو گز ہاشمی تھا۔

اسی سال سلطان صلاح الدین نے جبل مقطم میں قلعہ بنوانے کا حکم دیا اور یہیں دار السلطنت منتقل کرنیکا ارادہ کیا مگر ابھی یہ قلعہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہونچا تھا کہ سلطان صلاح الدین کا انتقال ہو گیا۔ اسکی تکمیل سلطان ملک الکامل یعنی سلطان صلاح الدین کے بھتیجے کے زمانہ میں ہوئی اور یہی سب سے اول اس میں آباد ہوا۔

اسی سال سلطان صلاح الدین نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مزار شریف بنوایا۔

۵۷۴ھ میں بغداد کے اندر نہایت زور شور کی آدھی رات کے قریب آندھی آئی اور آسمان کے اطراف میں آگ کی مناریں سی قائم ہو گئیں لوگوں نے یہ دیکھکر حضور بارگاہِ خداوندی میں تضرع و زاری دعائیں کیں۔ صبح کو یہ بات جاتی رہی۔

۵۷۵ھ میں سلخ شوال کو خلیفہ مستضئی نے انتقال فرمایا اور اسکی جگہ اسکا بیٹا احمد تخت نشین ہوا اس کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا۔ ابن خشاب نحوی۔ ملک النحاۃ ابو نزار الحسن بن صافی۔ حافظ ابو العلاء ہمدانی۔ ناصح الدین بن دہان نحوی۔ حافظ الکبیر ابو القاسم بن عساکر

اولاد امام شافعیؒ حیص بیص شاعر۔ حافظ ابوبکر بن خیر و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الناصر الدین اللہ احمد

الناصر الدین اللہ احمد ابو العباس المستضئی بامر اللہ۔ ار رجب ۵۵۳ھ کو ایک ترکی ام ولد زمرد نامی کے بطن سے پیدا ہوا اور ذیقعدہ ۵۷۵ھ کی چاندرات کو تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

اس کو حدیث کی روایت میں محدثین کی ایک جماعت نے اجازت دی تھی جن میں ابو الحسین عبد الحق الیوسفی اور ابو الحسن علی بن عساکر البطاحی بھی داخل ہیں اُسنے بھی خود ایک جماعت کو اجازت حدیث دی تھی۔ لوگ اسکی حیات میں اس سے روایت کیا کرتے تھے مگر بطور اسناد کے نہیں بلکہ بطور فخر کے روایت کیا کرتے تھے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ کسی خلیفہ نے اتنی طویل مدت تک خلافت نہیں کی اسکی مدت خلافت سینتالیس سال ہو یہ شخص مدت العمر عزت و جلالت کے ساتھ رہا تمام دشمنوں کا اسنے قلع و قمع کر دیا تمام بادشاہوں نے اسکی اطاعت کا اظہار کیا کسی شخص نے اسکے ساتھ سرکشی کی جرأت نہیں کی نہ کسی نے اسپر خروج کیا اگر کسی نے خروج کیا تو اسکی فوراً سرکوبی ہو گئی ہو گئی کوئی مخالف اگر اسکا اٹھا تو فوراً دفع ہو گیا اگر کسی شخص نے اسکے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تو فوراً اسکو خداوند جل مجدہٗ نے تباہ و برباد کر دیا۔ یہ اپنے دادا کی طرح مصالح ملک میں شدید الاہتمام تھا اسکا اقبال نہایت زبردست تھا۔ رعایا کے ہر ایک امور خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب سے خبردار تھا۔ اسکے اخبار نویس یا پرچہ نگار تمام شہروں میں موجود تھے جو روزانہ تمام بادشاہوں کی خفیہ اور ظاہر باتیں اسکو لکھکر بھیجا کرتے تھے اسکو نہایت لطیف حیلے اور غضب کی چالیں یاد تھیں سیاسی اور پولٹیکل چالیں ایسی بیڈھب چلتا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی نہ کوئی شخص سمجھ سکتا تھا دو دشمن بادشاہوں میں دوستی کرا دیتا تھا اور اُن کو خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ دو دوست بادشاہوں میں عداوت ڈلوا دیتا تھا اور اُنہیں پتہ بھی نہ چلتا تھا۔

جب بادشاہ مازندران کا ایلچی بغداد میں آیا تو اُسکا خفیہ نویس اسکی شبینہ افعال و اعمال کا پرچہ ہر صبح کو خلیفہ کے حضور میں پہونچا دیتا تھا یہ دیکھ کر ایلچی نے اپنے تمام کاروبار نہایت احتیاط سے پوشیدہ کرنے شروع کر دیئے مگر جتنا اسنے زیادہ پوشیدگی میں اہتمام کیا اتنا ہی الناصر نے اور بھی زیادہ اسپر اظہار کیا۔ ایک دن رات کو ایلچی نے چور دروازے سے ایک عورت کو بلوایا رات بھر

اسکو اپنے پاس رکھا صبح کو اسکی بھی اطلاع پہونچ گئی اور حسب معمول یہ پرچہ چسپاں ہوگیا اس میں یہانتک درج تھا کہ ان دونوں نے رات کو جو لحاف اوڑھا تھا اسپر ہاتھی کی تصویر بنی ہوئی تھی یہ دیکھکر ایلچی نہایت متحیر ہوا اور بغداد سے چلا گیا اسکو کامل یقین ہوگیا کہ خلیفہ علم غیب جانتا ہے کیونکہ فرقہ امامیہ کا اعتقاد ہے کہ امام معصوم حاملہ کے بطن کا حال کہ اس میں لڑکا ہے یا لڑکی اور دیوار کے پرلی طرف کی کیفیت تک کا عالم ہوتا ہے خوارزم شاہ کا ایلچی ایک خفیہ خط جو سربمہر تھا لیکر آیا اور الناصر نے فوراً کہدیا کہ خط کی ضرورت نہیں مجھے معلوم ہے جو خط کا مضمون ہے تم واپس چلے جاؤ وہیں جواب پہنچ جاویگا اسکو یقین ہوگیا کہ یہ عالم الغیب ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ لوگوں میں عام خیال تھا کہ الناصر کے جن تابع ہیں جسوقت خوارزم شاہ خراسان اور ماوراء النہر آیا اور اُسنے وہاں لوگوں پر ظلم وتعدی کی اور بڑے بڑے بادشاہوں سے اطاعت کرائی لوگوں میں لوٹ مار کی اپنے مقبوضہ ممالک سے بنی عباس کا خطبہ موقوف کرادیا بغداد کے ارادے سے نکلا اور ہمدان پہونچا تو بیس روز تک برابر اُسکے اوپر بغیر موسم کے برف پڑتی رہی جسکی وجہ سے وہ آگے نہ بڑھ سکا اُسکے بعض خواص اور ساتھیوں نے کہا کہ چونکہ آپ خلیفہ پر حملہ کے قصد سے نکلے تھے اس لئے یہ غضب الہٰی آپ پر نازل ہوا ہے اسی اثناء میں اُسے خبر پہونچی کہ ترکی متفق ہوکر اُسکے ممالک اور دارالسلطنت پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور ان کو یہ جرأت محض اس وجہ سے ہوئی ہے کہ آپ دارالسلطنت سے بہت دور ہیں۔ یہ سنکر شاہ خوارزم کو واپس لوٹنا پڑا اور الناصر بفال وجلال کے اُسکے شر سے محفوظ رہا۔

الناصر اس طبیعت کا آدمی تھا کہ اگر کسی کو کچھ دیتا تھا تو پیٹ بھر کر اور مارتا تھا تو نہایت بیدردی کے ساتھ۔ اکثر اتنا دے بیٹھتا تھا کہ خود خالی ہاتھ رہ جاتا تھا۔ ایک شخص الناصر اللہ کے واسطے ہندوستان سے ایک طوطا لیکر چلا جو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتا تھا جب وہ بغداد پہنچ چکا تو رات کو طوطا مرا ہوا پایا صبح کو یہ شخص نہایت حیران و پریشان ہوا اتنے میں خلیفہ کا ایک خادم آیا اور اُس نے اُس سے وہ طوطا طلب کیا وہ رو پڑا اور کہا کہ وہ تو رات کو مر گیا۔ خادم نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے کہ وہ مر چکا لا مرا ہوا ہی دیدے اور یہ بتلا کہ تجھے خلیفہ سے کتنے انعام کی توقع تھی اُسنے کہا کہ پانچسو دینار کی اُمید کر کے چلا تھا۔ خادم نے پانچسو دینار کھول کر رکھدئے اور کہا یہ لے خلیفہ نے تجھے عنایت کئے ہیں۔ جس وقت سے تو ہندوستان سے اسے لیکر چلا تھا اُسی وقت سے خلیفہ کو تیری خبر تھی۔

جب صدر جہاں بغداد آئے تو اُنکے ہمراہ بہت سے فقہاء بھی موجود تھے اُن میں سے ایک فقیہہ کے پاس نہایت نفیس گھوڑا تھا جب اپنے گھر یعنی سمر قند سے چلنے لگے تو اُن کی بیوی نے اُن سے یہ کہا کہ تم اِس گھوڑے کو یہیں چھوڑ جاؤ ایسا نہ ہو کہ کوئی بغداد میں اسے خوبصورت دیکھکر چھین لے اس فقیہہ نے جواب دیا کہ اور تو اور مجھ سے خلیفہ تک بھی یہ گھوڑا لینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ الناصر کو اسکی اسکے آنے سے پہلے ہی خبر پہنچ چکی تھی۔ اسنے اپنے ویرچی کو حکم دیا کہ جس وقت وہ فقیہہ بغداد میں داخل ہو فوراً اسکو مار کر وہ گھوڑا چھین لیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس وقت یہ فقیہہ بغداد میں آیا گھوڑا چھین لیا گیا۔ بیچارے نے بہتیری چیخ پکار اور ہر جگہ فریاد کی مگر کون سنتا تھا جب صدر جہاں حج کر کے واپس جانے لگے تو اُن کو نیز اُن کے ہمراہیوں کو بارگاہ خلافت سے خلعت و انعام دیا گیا۔ ان حضرت فقیہہ صاحب کو بھی خلعت ملا جس میں اُن کو وہی گھوڑا اور اسکے ساتھ ساز اور طوق طلائی بھی شامل تھا دیتے وقت اُن سے کہا گیا کہ خلیفہ کو تو تمہارے گھوڑے لینے کی جرأت نہیں تھی مگر اُسکے ایک ادنیٰ غلام نے اسکو چھین لیا یہ سنکر فقیہہ بہت سٹ پٹایا اور غش کھا کر گر پڑا اور خلیفہ کی کرامات کا قائل ہو گیا۔

الموفق عبد اللطیف کہتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں الناصر کی ہیبت اور خوف بیٹھ گیا تھا اس سے اہل ہند اور اہل مصر اتنا ہی ڈرتے تھے جتنے اہل بغداد اسنے ہیبت خلافت کو جو معتصم کے بعد مرچکی تھی دوبارہ زندہ کر دیا تھا اور پھر اسکی موت کے ساتھ وہ ہیبت مر گئی بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہ جیسے بادشاہ مصر اور شام جس وقت الناصر کا ذکر کیا کرتے تھے تو اپنی خلوت گاہوں میں اُسکی ہیبت اور جلال کی وجہ سے نہایت دھیمی اور پست آواز سے باتیں کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک سوداگر جسکے پاس دمیاط کی چادریں تھیں اور جن پر طلائی کام تھا بغداد میں آیا چنگی والوں نے اس سے محصول طلب کیا مگر اسنے انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں جسپر محصول عائد ہوتا ہو چنگی والوں نے اسکے سامان کے اعداد اور انکی رنگتیں اور قسمیں بیان کرنا شروع کیں مگر وہ پھر بھی انکار کرتا رہا آخر اس سے بارگاہِ خلافت کی ہدایت کے موافق کہا گیا کہ کیا تو نے اپنے فلاں ترکی غلام کو دمیاط میں فلاں قصور کیوجہ سے خفیہ قتل نہیں کیا تھا اور اُسکو فلاں جگہ نہیں دفن کر رکھا اور اسکی آجتک کسی کو خبر نہیں ہوئی یہ سنکر وہ حیران ہو گیا کیونکہ اسکی سوائے اسکے کسی کو خبر نہیں تھی اور محصول ادا کر دیا۔

ابن نجار کہتے ہیں کہ الناصر کے پاس سلاطین آیا کرتے تھے اور اسکی اطاعت قبول کر لیا

کرتے تھے جو شخص اسکا مخالف ہوا وہ بیحد ذلیل ہوا سرکش اور نافرمان شخصوں کو نہایت ذلت اٹھانا پڑی۔ متکبروں اور سرکشوں کو اُسکی تلوار نے سرنگوں کردیا اسکے دشمنوں کا بیڑا ٹھر اگیا اسکی فتح اس قدر ہوئی کہ اسکا ملک تمام بنی عباس سے وسیع ہوگیا تھا حتیٰ کہ اُسکے نام کا خطبہ چین اور اسپین کے بھی بیت سے شہروں میں پڑھا گیا یہ خلیفہ خلفاء بنی عباس کے تمام خلفاء میں شدید تھا۔ اسکی ہیبت سے پہاڑ بھی کانپتے تھے۔ نہایت خوش خلق خوبصورت ہاتھ پیر کا مضبوط فصیح اللسان شخص تھا اسکے فراین اور کلمات علم ادب کے بہت اچھے ذخیرے ہیں اسکا زمانہ روشن جبیں اور طرہ تاج فخر تھا۔

ابن وصل کہتے ہیں کہ الناصر نہایت ذہین چالاک شجاع۔ صاحب فکر صائب الرائے عقل رسا پولٹیکل چالیں چلنے والا شخص تھا۔ اسکے جاسوس اور مخبر عراق بلکہ تمام اکناف عالم میں چھوٹے ہوئے تھے جو اسے جزئیات تک کی اطلاع دیا کرتے تھے حتیٰ کہ ایک شخص کا ذکر ہے کہ اُس نے بغداد میں چند آدمیوں کی دعوت کردی اور اتفاقاً ضیافتیوں سے قبل اپنے ہاتھ دھولئے اسکی خبر بھی مخبر نے الناصر تک پہنچادی الناصر نے اسکو تنبیہ کی کہ مہانوں سے پہلے اپنے ہاتھ دہونا سوء ادبی ہے وہ یہ سُنکر سخت حیران ہوگیا۔ ابن وصل کہتے ہیں کہ باوجود ان سب باتوں کے الناصر اپنی رعایا کے حق میں اچھا نہ تھا ظلم کی طرف بہت مائل تھا حتیٰ کہ اکثر آدمی اُسکے مقبوضہ ممالک سے ترک وطن کرگئے اور اُسنے اُنکا مال اور ملک ضبط کرلیا اسکے افعال کچھ متضاد تھے کبھی کچھ اور کبھی کچھ اپنے آباد اجداد کے خلاف عقیدہ رکھتا تھا اور اُسکا میلان مذہب امامیہ کی طرف تھا ایک روز ابن جوزی سے سوال کر بیٹھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص افضل ہے وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریح کرنے پر تو قادر نہ ہو سکے اور گول مول جواب دیدیا کہ وہ کہ انکی بیٹی ان کے نکاح میں تھی (یہ الفاظ ذو معنی ہیں یہ بھی معنی ہیں کہ جسکی بیٹی حضرت کے نکاح میں تھی یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور یہی ان کا مقصد تھا اور یہ بھی معنی ہیں کہ حضرت کی بیٹی جن کے نکاح میں تھی یعنی حضرت علی وہ ذو معنی الفاظ ابن جوزی کے یہ ہیں۔ من کانت ابنتہ ابنتہ اس کا اُردو میں ترجمہ ذو معنی مجھے ان الفاظ سے جو میں نے کیا ہے بہتر نہیں ملا یعنی وہ کہ اُن کی بیٹی اُن کے نکاح میں تھی اگر اس ترجمہ سے بہتر کوئی ذو معنی ترجمہ مل سکے تو اصلاح کا ہر شخص مجاز ہے۔ مترجم)

ابن کثیر کہتے ہیں کہ الناصر کی سیرت بہت زیادہ خراب تھی اُسکے رسوم اور ٹیکسوں کی وجہ سے عراق بالکل تباہ ہوگیا تھا لوگوں کا مال اور ان کی املاک خالصہ میں شامل کرلیتا تھا اگر کوئی خود ہی

فعل کرتا تھا تو اسکے برعکس بھی ضرور ہی کرتا تھا۔ اسکی یہ مثال تھی کہ اول کبوتر کے بندوق مارتا تھا اور پھر ناراض ہوتا تھا کہ یہ کیوں مر گیا۔

الموفق عبداللطیف کہتے ہیں کہ اسے وسط ایام خلافت میں تحصیل حدیث شریف کا شوق ہوا اور اُسنے دور دور سے محدثین کو بلا بلا کر حدیث سنی اور ان سے اجازت حاصل کی پھر اپنی طرف سے اکثر بادشاہوں اور علمار کو اجازتِ روایت دی۔ ایک کتاب میں ستر احادیث جمع کر کے حلب بھیجدی جسکو وہاں لوگوں نے خوب سنا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ الناصر نے بہت سے اعیانِ علمار کو اجازت احادیث دی تھی جن میں ابن سکینہ ابن احضر ابن سنجار ابن الدمغانی قابل ذکر ہیں۔

ابو المظفر کہتے ہیں کہ ابن جوزی وغیرہ نے لکھا ہے کہ آخر عمر میں الناصر کی نظر کم ہوگئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ بالکل جاتی رہی تھی مگر رعایا میں سے کسی کو بلکہ خود اسکے وزیر اور گھر والوں کو بھی مطلقًا اسکی خبر نہیں تھی اُسنے اپنی ایک کنیزک کو اپنے خط کی مشق کرا رکھی تھی جو بالکل الناصر کے خط کے موافق لکھتی تھی اُس سے یہ حکم احکام لکھوایا کرتا تھا کسی کو شناخت نہیں ہوتی تھی کہ یہ خلیفہ کا لکھا ہوا نہیں ہے

شمس الدین جزری کہتے ہیں کہ الناصر اپنے پینے کے پانی میں بہت زیادہ احتیاط کرتا تھا بغداد سے سات فرسخ کے فاصلہ سے اسکا پانی آیا کرتا تھا جسکو سات دن تک ایک ایک جوش دیا جاتا تھا پھر سات جوش کے بعد سات دن تک برتنوں میں بھروا کر رکھدیا جاتا تھا تب کہیں الناصر اسکو پیتا تھا۔ ایک مرتبہ کوئی خواب آور دوا پانی میں ملا کر پی اسکے پینے کے بعد پیشاب کے راستہ سے ایک کنکری نکلی جسکی وجہ سے اسکا ذکر شق ہوگیا اور اُسکے صدمہ سے یکشنبہ سلخ رمضان ۶۲۲ھ کو انتقال کر گیا۔

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ سلطان صلاح الدین کا خطاب الملک الناصر تھا ۵۷۰ھ میں اسکو الناصر نے سخت تنبیہ کی کہ تم نے باوجود اسکے کہ تم جانتے ہو کہ ہمارا خطاب الناصر الدین اللہ ہی اپنا خطاب الملک الناصر رکھ لیا۔

۵۸۰ھ میں الناصر الدین اللہ نے احکام جاری کئے کہ جو شخص مشہد امام موسیٰ کاظم میں پناہ لے وہ مامون ہو بازپرس نہ کیجائے اکثر مجرم وہاں پہنچنے لگے جسکی وجہ سے سخت مفاسد پیدا ہو گئے۔

۵۸۱ھ میں علت کے اندر ایک ایسا لڑکا پیدا ہوا جسکی پیشانی ایک بالشت چار انگل کی تھی اور جسکے ایک ہی کان تھا۔

اسی سال یہ اطلاع پہونچی کہ بلاد مغرب میں الناصر کا خطبہ شروع ہو گیا۔

۵۸۲ھ میں ساتوں ستارے برج میزان میں جمع ہو گئے اسپر منجموں نے حکم لگایا کہ جمادی الآخر

کی نویں رات کو سخت آندھی آوے گی جس سے تمام شہر کے مسمار ہونیکا اندیشہ ہی لوگوں نے یہ سُنکر گڑھے کھود کھودکر انہیں رہنے کا ارادہ کرلیا کھانا اور پانی بھی اُن گڑھوں میں لیگئے اور نہایت تشویش کے ساتھ اس رات کو انتظار کرنے لگے جسکے متعلق کہا گیا تھا کہ قوم عاد کی سی آندھی آویگی لیکن اس رات اتنی بھی ہوا نہ چلی کہ چراغ ہی گل کرے۔ اُسپر شعراء کو موقعہ مل گیا اور انہوں نے منجموں کی اپنے اشعار میں خوب ہی مٹی پلید کی چنانچہ ابو الغنائم محمد بن المعلم کہتا ہے (ترجمہ اشعار) کوئی ابو الفضل سے ذرا جاکر کہدے کہ جمادی الآخر گذر کر رجب بھی آگیا نہ کوئی اُنکے قول کے مطابق آندھی آئی نہ زلزلہ نہ کوئی دُمدار ستارہ نکلا۔ نہ آفتاب ہی چھپا۔ نہ اسکے کان سے کوئی شعلہ نکلا۔ یہ مخلوق سماوی پر ایسا حکم لگاتے ہیں جو اُنپر کبھی نہ گذرا ہوگا۔ بس منجموں کا جھوٹ ظاہر ہوگیا اور اُنہوں نے سچ ہی کب بولا تھا جو اب سچ ہوتا۔

۵۸۳ھ میں یہ بات تعجبات سے ہوئی کہ اس سال کی پہلی تاریخ ہفتہ کے پہلے دن (یعنی شنبہ) واقع ہوئی اسی روز سال شمسی کی پہلی تاریخ اور سال فارسی کی بھی پہلی ہی تاریخ تھی اور شمس و قمر دونوں پہلے ہی برج میں تھے۔

اس سال مسلمانوں کو بیحد فتوحات ہوئیں سلطان صلاح الدین نے شام کے اکثر شہر جو اہل فرنگ کے قبضہ میں تھے فتح کئے اور سب سے بڑی فتح یہ ہوئی کہ بیت المقدس جو فرنگیوں کے قبضہ میں اکیانوے برس سے چلا آرہا تھا صلاح الدین نے فتح کرلیا۔ فرنگیوں نے جو دیگر آثار قبضہ کر رکھے تھے انکو بھی فتح کرلیا اور بیت المقدس میں کنیسے اُنہوں نے بنالئے تھے انکو گراکر ایک مدرسہ شافعیہ قائم کردیا خداوند تعالیٰ اسکو اسلام کیطرف سے جزائے خیر عنایت کریں۔ قمامہ کو سلطان صلاح الدین نے بدستور حضرت عمرؓ کے اتباع کے موافق قائم رکھا کیونکہ آنجناب نے بھی فتح بیت المقدس کے بعد اسکو بدستور رکھا تھا۔ محمد بن اسعد شاعر نے فتح بیت المقدس کے متعلق ایک قصیدہ لکھا۔

ابن برجان نے الم غلبت الروم کی تفسیر میں بحساب آیت یہ بیان کیا ہی کہ بیت المقدس ۵۸۳ھ تک روم والوں کے قبضہ میں رہیگا پھر وہ مغلوب ہونگے اور مسلمان اُنپر غلبہ پاوینگے اور بیت المقدس فتح کرلیں گے جو پھر (انشاء اللہ العزیز) ابد تک دار الاسلام رہیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ ابن برجان نے یہ جو کچھ تفسیر بیان کی ہو نہایت ہی عجیب ہے ابن برجان فتح بیت المقدس سے پہلے انتقال کرچکے تھے۔

۵۸۹ھ سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ انتقال ہوگیا ایک ایلچی جو انکی زرہ جو انکے

ساتھ رہتی تھی ایک گھوڑا ایک دینار چھتیس درہم لیکر بغداد آیا انہوں نے اُن چیزوں کے علاوہ کوئی چیز ترکہ میں نہیں چھوڑی تھی اُنکے انتقال کے بعد انکا بیٹا عماد الدین عثمان الملک العزیز مصر کا دوسرا بیٹا الملک الافضل نور الدین علی دمشق کا اور تیسرا بیٹا الملک الظاہر غیاث الدین غازی حلب کا بادشاہ مقرر ہوا۔

۵۹۰ھ میں سلطان طغرل بیگ شاہ ابن ارسلان بن طغرل بیگ بن محمد بن ملک شاہ جو خاندان سلجوقیہ کا سب سے آخری بادشاہ تھا مر گیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس خاندان میں کچھ اوپر بیس بادشاہ گذرے ہیں جنمیں سب سے پہلا بادشاہ طغرل بیگ ہے جو خلیفہ القائم بامر اللہ کا ہمعصر تھا۔ ان سب کی مدت سلطنت اکسٹھ سال ہے۔

۵۹۲ھ میں مکہ معظمہ میں کالی آندھی آئی جسکی وجہ سے دنیا میں اندھیرا ہو گیا لوگوں پر سُرخ ریت برسا۔ رکن یمانی سے ایک قطعہ گر گیا۔

اسی سال جیساکہ اوپر بیان ہو چکا ہے خوارزم شاہ نے خلیفہ پر لشکر کشی کی تھی اور پچاس ہزار فوج کے ساتھ دریائے جیحون پر آگیا تھا اور خلیفہ کو لکھا تھا کہ مجھے سلطان کا خطاب دیدیا جائے میں بغداد آیا چاہتا ہوں خلیفہ کو ملوک سلجوقیہ کی طرح میرا ماتحت ہو کر رہنا چاہئے۔ خلیفہ نے خوارزم شاہ کے ایلچی کو بغیر کسی جواب کے واپس کر دیا تھا۔ اور جیساکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں خداوند تعالیٰ جل مجدہٗ نے ناصر کو اُسکے شر سے محفوظ رکھ لیا تھا۔

۵۹۳ھ میں ایک بہت بڑا ستارہ ٹوٹا اور اسکے ٹوٹنے کے ساتھ اس قدر سخت دھماکا ہوا کہ جسکی وجہ سے مکان اور دیواریں ہل گئیں۔ لوگوں نے دُعائیں مانگنی شروع کیں اور خیال کیا کہ قیامت آگئی۔

۵۹۵ھ میں الملک العزیز مصر میں مر گیا اور اُسکی جگہ اسکا بیٹا منصور تخت پر بیٹھا مگر الملک العادل سیف الدین ابو بکر بن ایوب نے اسپر حملہ کر کے اُسکا تاج و تخت سب چھین لیا اور خود قابض ہو گیا۔ ملک العادل کے انتقال کے بعد اُسکا بیٹا ملک الکامل بادشاہ ہوا۔

۵۹۶ھ میں دریائے نیل کا پانی اُتر گیا اور تیرہ گز تک پانی اندر کی طرف ہو گیا اسکی وجہ سے اتنا سخت قحط پڑا کہ لوگوں نے مردار اور چمڑے کھانے شروع کر دئے اور کھلم کھلا کھانے لگے اس قحط کے متعلق عجیب عجیب روایات ہیں لوگوں نے بھوک کے مارے یہاں تک کیا کہ مردوں کو قبروں سے اکھاڑ اکھاڑ کر کھا گئے مصر بالکل تباہ ہو گیا۔ بھوک کے مارے اتنے آدمی مر گئے کہ جس طرف قدم یا آنکھ پڑتی تھی تو مُردوں ہی پر پڑتی تھی یا کوئی شخص جان کندنی کی حالت میں دکھائی دیتا تھا

اور بس اور گاؤں والے تو تمام کے تمام ہی مر گئے تھے اگر مسافر کسی گاؤں میں کو گذرتا تھا تو کہیں آگ جلتی نظر نہ آتی تھی۔ گھروں کے دروازے کھلے کے کھلے رہ گئے تھے اور انمیں مردے پڑے ہوئے نظر آتے تھے۔ ذہبی نے اس قحط کے متعلق عجیب عجیب واقعات قلمبند کئے ہیں جنکے سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مُردوں سے سڑک پٹی پڑی رہتی تھی ان کا گوشت پرند یا چوپائے کھاتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ لوگوں نے اپنی اولاد بہت تھوڑے داموں میں بیچ ڈالی تھی۔ یہ حالت ۵۹۸ھ تک بدستور قائم رہی۔

۵۹۷ھ میں مصر شام اور جزیرہ میں نہایت سخت زلزلہ آیا جسکی وجہ سے مکان اور قلعے منہدم ہو گئے اور بصرہ کے قریب گاؤں دھنس گئے۔

۵۹۹ھ میں محرم کی چاند رات کو صبح تک اس قدر تارے ٹوٹے کہ ٹڈیوں کیطرح اُڑتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ لوگ سخت پریشان ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں تضرع وزاری شروع کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے بعد پھر ایسا واقعہ کبھی نہیں گذرا تھا۔ آپ کے ظہور کے وقت البتہ ایسا ہوا تھا۔

۶۰۰ ہجری میں اہل فرنگ نے دریائے نیل کے راستے سے رشید پر حملہ کیا شہر پر قبضہ کر کے اُسکو خوب لوٹا اور قتل عام کر کے چلتے بنے۔

۶۰۱ھ میں اہل فرنگ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا رومیوں کو وہاں سے نکالدیا اور خود قابض ہو گئے قبل از اسلام یہ شہر رومیوں کے قبضہ میں تھا ۶۶۰ھ تک یہ شہر فرنگیوں کے قبضہ میں رہا اسکے بعد اسکو پھر رومیوں نے چھڑا لیا۔

اسی سال ایک عورت کے قطیعاء میں ایک عجیب طرح کا لڑکا پیدا ہوا جسکے دو سر دو ہاتھ اور چار پیر تھے مگر وہ زندہ نہیں رہا۔

۶۰۶ھ میں اہل تاتار کا زور شروع ہوا جسکی تفصیل ہم آگے لکھیں گے۔

۶۱۵ھ میں اہل فرنگ نے دمیاط کے برج سلسلہ پر قبضہ کر لیا۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ یہ برج دیارِ مصر کی کنجی تھی وسط نیل میں ایک بہت بڑا برج تھا اسکے شرقی پہلو دمیاط اور غربی پہلو پر جزیرہ واقع تھا اسکے سامنے دو سلسلے تھے ایک سلسلہ نیل سے لیکر دمیاط تک اور دوسرا نیل سے جزیرہ تک چلا جاتا تھا ان دونوں سلسلوں کیوجہ سے جہاز بحر شور سے نہیں آسکتے تھے۔

۶۱۶ھ میں اہل فرنگ نے دمیاط پر بہت سی لڑائیوں اور محاصروں کے بعد قبضہ کر لیا۔

ملک الکامل ان کے مقابلہ سے عاجز ہو گیا تھا تاب مقاومت نہ لاسکا اہل فرنگ نے جامع مسجد کو گرجا بنالیا ملک الکامل نے نیل کے ڈیلٹا پر یعنی جہاں دو دریا جدا ہوتے ہیں ایک شہر آباد کیا جسکا نام اُس نے منصور رکھا اسکی فصیل بنوائی اور اپنے لشکر سمیت وہیں قیام کر لیا۔

اسی سال قاضی القضاۃ رکن الدین ظاہر کو ملک معظم والی دمشق نے ایک بقچہ بھیجا جسمیں ایک زہر آلود قبا تھی اور حکم دیا کہ اسکو پہن کر اجلاس کرے قاضی القضاۃ تاب انکار نہ لاسکے اور اسکو پہن لیا وہاں اُٹھکر گھر چلے گئے اور پھر مر کر ہی باہر قدم نکالا کہتے ہیں کہ اس قبا کیوجہ سے قاضی صاحب کا جگر کٹ کر گر گیا تھا لوگوں نے سخت افسوس کیا اسکے بعد ہی ملک معظم نے شرف بن عنین زاہد کے پاس شراب بھیجی اور حکم دیا کہ اس صبوحی کی تعریف میں کوئی قصیدہ لکھے چنانچہ انہوں نے یہ قصیدہ لکھ کر روانہ کیا (ترجمہ) اے ملک معظم یہ تیری سنت ہمیشہ ہمیشہ ابد تک باقی رہیگی۔ تیرے بعد بادشاہ قاضیوں کو خلعت اور زاہدوں کو تحفہ میں شراب بھیجا کرینگے۔

۶۱۸ھ میں اہل فرنگ سے پھر دمیاط چھین لیا گیا فللہ الحمد۔

۶۲۲ھ میں دار الحدیث الکاملیہ قاہرہ میں قصرین کے پاس بنایا گیا جس کے صدر مدرس ابو الخطاب بن وحیہ مقرر ہوئے۔

مامون کے زمانہ سے لیکر اب تک کعبہ شریف پر سفید ریشمی پردے ڈالے جاتے تھے۔ اب الناصر الدین اللہ نے سبز ریشمی پردے ڈالنے شروع کئے اسکے بعد سیاہ ڈالے جو اب تک مروج ہیں۔

الناصر الدین اللہ کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا۔ حافظ ابو طاہر سلفی ابو الحسن بن الخشا والنحوی۔ کمال البرکات بن الانباری۔ شیخ احمد بن رفاعی زاہد۔ ابن شکوال یونس۔ دبئی یونس شافعی۔ ابو بکر بن طاہر الاحداب نحوی۔ ابو الفضل والد الرافعی۔ ابن ملکون نحوی عبد الحق اشبیلی صاحب الکلام۔ ابو زید السہیلی صاحب روض الانف۔ حافظ ابو موسیٰ المدینی ابن بری اللغوی۔ حافظ ابو بکر حازمی شرف بن ابی عصرون۔ ابو القاسم البخاری العثمانی صاحب جامع الکبیر از کبار حنفیہ۔ نجم الحیوشانی المشہور بالصلاح۔ ابو القاسم بن فیرہ الشاطبی صاحب القصیدہ فخر الدین ابو شجاع محمد بن علی بن شعیب بن الدہان الفرضی جس نے سب سے اول جدول فرائض منبر کی شکل پر تیار کئے۔ برہان۔ مرغینانی صاحب الہدایہ حنفی قاضی خاں صاحب الفتاوی حنفی۔ عبد الرحیم بن جحون زاہد۔ ابو الولید بن رشید صاحب علوم فلسفیہ۔ ابو بکر بن زہر طبیب۔ جمال بن فضلان شافعی۔ قاضی فاضل صاحب الانشاء دار الترسل۔

شہاب طوسی - ابوالفرج بن جوزی - عماد کاتب - ابن عظیمہ مقرئی - حافظ عبدالغنی المقدسی صاحب العمدہ بر کی الطاموسی صاحب الخلاف شمیم حلی - ابوذر خشنی نحوی - امام فخر الدین رازی - ابوالسعادات ابن اثیر صاحب جامع الاصول ونہایۃ الغریب - عماد بن یونس صاحب شرح الوجیز شرف صاحب التنبیہ - حافظ ابوالحسن المفضل - ابو محمد بن حوط اللہ اور ان کے بھائی ابوسلیمان - حافظ عبدالقادر رہاوی - زاہد ابوالحسن بن صباغ لقبنی - وجیہ بن دہان نحوی - تقی الدین بن مقترح - ابوالیمن کندی النحوی - معین حاجری صاحب الکفایہ شافعی - رکن العمیدی صاحب الطریقہ فی الخلاف - ابوالبقاء عکبری صاحب الاعراب - ابن ابی اصیبعہ طبیب - عبدالرحیم بن سمعانی - نجم الدین کبری ابن ابوالسیف یمنی - موفق الدین قدامۃ الحنبلی - فخر الدین بن عساکر و دیگر حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین -

الظاہر بامر اللہ ابونصر

الظاہر بامر اللہ ابونصر محمد بن الناصر الدین اللہ ۵۷۱ھ میں پیدا ہوا اس کے باپ الناصر الدین اللہ نے اسکو ولیعہد بنایا اور اسکے بعد یہ تخت خلافت پر متمکن ہوا -

الظاہر بامر اللہ جس وقت تخت پر بیٹھا تو اسکی عمر باون سال کی تھی ارکان سلطنت نے عرض کیا کہ آپ فتوحات کی طرف توجہ کیوں نہیں فرماتے جواب دیا کہ کھیت سوکھ چکا اب مجھ میں کیا رکھا ہے - عرض کیا گیا خداوند تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دینگے - کہا جو شخص عصر کے بعد دکان کھولکر بیٹھے وہ کیا خاک اُمید رکھ سکتا ہے کہ کچھ کمائیگا اسکے بعد اُسنے رعایا کے ساتھ بہت احسانات کئے تمام ٹیکس معاف کردئے مظالم رد کئے - عطیات بے انتہا کیں (ابوشامہ)

ابو اثیر کہتے ہیں کہ جب الظاہر بامر اللہ خلیفہ ہوا تو اس قدر عدل وانصاف کیا کہ انکے سوا سنت حضرات ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جو عدل وانصاف کے متعلق تھی کسی نے ادا نہیں کی اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بعد ان جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا تو بالکل صحیح اور درست ہے -

اس نے وہ تمام املاک اور اموال جو باپ اور دادا نے منبط کئے تھے یا اپنے کام میں لگائے تھے مستحقین کو واپس کردئے تمام ممالک کے کل ٹیکس معاف کردئے اور یہ حکم دیا کہ جو قدیم میں خراج تھا وہی خراج تمام عراق سے وصول کیا جائے اور بس اور جو کچھ والد صاحب نے

اضافہ کر دیا تھا وہ ترک کر دیا جائے اور یہ رقم ایک بہت بڑی مقدار میں تھی چنانچہ زمانہ خلفاء قدیم میں عراق سے محض دس ہزار دینار وصول ہوتے تھے مگر اسکے باپ نے بڑھا کر اسی ہزار کر دئیے تھے اس سے معافیوں کا خود اندازہ ہوجاتا ہے۔ خلیفہ الظاہر نے معاف کر کے صرف دس ہزار ہی رہنے دئے باقی تمام معاف کر دئے اسکے بعد رعایا کے لوگ پھر آئے اور انہوں نے آکر استغاثہ کیا کہ ہمارے ملکوں کے اکثر درخت سوکھ گئے ہیں خراج میں کچھ اور کمی ہونی چاہیئے اسپر دربار خلافت سے حکم جاری ہوا کہ صرف سبز اور سالم درختوں پر محصول لیا جائے باقی معاف کر دیا جائے اسکے عدل کا اندازہ اس حکایت سے ہوسکتا ہے کہ خزانہ کی ترازو میں نصف قیراط کے قریب کان تھی خزانہ کے اہلکار چیز لیتے وقت ہلکے پلڑے کی طرف تول کر لیتے تھے اور دیتے وقت بھاری پلڑے کی طرف تول کر دیتے تھے یہ اطلاع الظاہر باللہ کو بھی ملی اُس نے وزیر کو ایک تہدید آمیز خط جسکے اول میں چند آیات قرآنی جو کم تولنے والوں کے متعلق آئی ہیں وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ لکھیں اور حکم دیا کہ ہم کو ایسی ایسی اطلاعات ملی ہیں اگر یہ سچ ہیں تو عامل خزانہ کو ہدایت کی جاوے کہ لوگوں کو بلا کر بلا کر اب وزن کر کے پورا کر دیا جائے وزیر نے جواب میں لکھا کہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ خرابی بہت مدت سے چلی آتی ہے جس کا حساب ہم نے لگا کر دیکھا تو پینتیس ۳۵ ہزار دینار ہمیں لوگوں کو دینے پڑینگے (وزیر کا مقصود یہ تھا خلیفہ یہ رقم کثیر سُنکر باز آجاوینگے) لیکن خلیفہ وزیر کو جواب میں لکھا کہ اگر پینتیس کروڑ دینار بھی دینے پڑیں تو ہرج نہیں۔

دوسری حکایت اُسکے عدل کی یہ بیان کرتے ہیں کہ واسط سے ایک دفتر کا افسر آیا جسکے پاس ایک لاکھ دینار موجود تھے جن کو اُس نے ظلم سے پیدا کئے تھے دار الخلافت سے حکم ہوا کہ یہ تمام مال مستحقین کو واپس کر دیا جائے۔

رعایا کے جو لوگ قرضہ کی علت میں گرفتار تھے ان کے متعلق قاضی کے پاس دس ہزار دینار بھیجکر یہ حکم دیا کہ اس رقم سے ان کا قرضہ ادا کر کے ان سب کو رہا کر دیا جائے۔

عید الضحیٰ کی شب کو علماء و صلحاء پر ایک لاکھ دینار تقسیم کر دئے لوگوں نے کہا کہ آپ اتنا خرچ کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا بادشاہ اسکا عشر عشیر بھی نہیں خرچ کرسکتا ذرا سوچ سمجھ کر خرچ کیجیے اسکے جواب میں کہا کہ میں نے شام پڑے دوکان کھولی ہے مجھے اچھی طرح نیکیاں کر لینے دو میری زندگی ہی کتنی باقی ہے اسکے تخت خلافت پر متمکن ہونیکے بعد دفتر خلافت میں ہزاروں کاغذات جو سر بمہر تھے پائے گئے (جنکو الناصر نے اپنے جانشین کیلئے بطور ہدایت کے چھوڑے تھے) اسنے انکو کھولکر بھی نہیں دیکھا

لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ان کو کس لئے نہیں کھولتے جواب دیا کہ کھول کر کیا کرونگا انمیں کسی نہ کسی کی چغلی ہی ہوگی (ابن کثیر)

سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ الظاہر جب خزانہ میں داخل ہوئے تو خادم نے عرض کیا کہ حضور آپ کے باپ کے زمانہ میں یہ بھرا رہتا تھا آپنے جواب دیا آخر میں کیا تدابیر اختیار کروں کہ یہ خزانہ پھر بھرا رہے مجھے تو فی سبیل اللہ خرچ کرنا آتا ہے جمع کرنا سوداگروں کا کام ہے۔

ابن وصل کہتے ہیں الظاہر نے عدل کیا اور ٹیکس معاف کر دیا لوگوں میں نکل کر بیٹھا اسکا باپ اکثر پردے میں رہتا تھا۔

۱۳ رجب المرجب ۶۲۳ھ کو خداوند تعالیٰ اسپر رحم کریں انتقال کر گیا اسکی مدت خلافت نو ماہ چند یوم ہیں۔ اس نے روایت حدیث کی اجازت اپنے والد سے حاصل کی تھی اور اس سے ابو صالح نصر بن عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر جیلانی نے روایت حدیث کی ہے۔

جب اس کا انتقال ہوا تو اس سال چاند گرہن دو مرتبہ ہوا۔ والی موصل نے اسکے انتقال پر تعزیت کا ایک خط ابن اثیر نصر اللہ کے ہاتھ روانہ کیا تھا جس میں آپنے لکھا تھا کہ رات اور دن کیوں نہ آہ و فغاں کریں جبکہ اپنر ایک عظیم حادثہ پیش آیا اور شمس و قمر کو کیوں نہ گہن لگے جبکہ انکا نیسرا ساتھی جاتا رہا اور وہ ہمارے سید ہمارے مولیٰ امام الظاہر امیر المؤمنین تھے جنکی ولایت آخر سال تک رحمۃ اللعالمین تھی۔

المستنصر باللہ ابو جعفر

المستنصر باللہ ابو جعفر منصور بن الظاہر بامر اللہ صفر ۵۸۸ھ میں ترکیہ ام ولد کے شکم سے پیدا ہوا اور اپنے والد کی موت کے بعد رجب المرجب ۶۲۳ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ رعایا میں عدل پھیلایا مقدمات میں انصاف کیا اہل علم و دین کو مقرب بنایا مسجدیں تعمیر کرائیں سرائیں بنوائیں مدارس جاری کئے شفاخانے کھولے دین کو مضبوط کیا دشمنوں کو غارت کیا سنت کی اشاعت کی فتنوں کو روکا لوگوں کو سنت پر چلنے کی تاکید کی جہاد کا بہت اچھا انتظام کیا نصرت اسلام کیلئے فوجیں جمع کیں سرحد کی حفاظت کا بندوبست کیا اکثر قلعے فتح کئے۔

موفق عبد اللطیف کہتے ہیں جب ابو جعفر تخت خلافت پر بیٹھا تو اخلاق حمیدہ اختیار کئے بدعتوں کو مٹایا شعائر دین کو قائم کیا منار اسلام کو مضبوط کیا۔ لوگوں کے دلوں میں اسکی محبت پیدا ہو گئی۔

زبانوں پر اسکی تعریف جاری ہوگئی اسکا عیب جو کوئی دکھلائی نہیں دیتا تھا اسکا دادا الناصر اللہ اسکو اپنی زندگی میں بہت اچھا سمجھتا تھا اور اسکی ہدایت اور عقل اور منکرات کے پرہیز کو دیکھکر اسے قاضی کہا کرتا تھا۔

حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری کہتے ہیں کہ مستنصر نیک کاموں میں بہت زیادہ راغب اور نیکیوں پر بہت مائل تھا اسکے متعلق اسکے بہت سے آثار جمیلہ موجود ہیں اس نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جسکا نام مدرسۃ المستنصریہ رکھا تھا اور اسکے لئے بڑی تنخواہوں پر اہل علم کو بلایا تھا۔

ابن واصل کہتے ہیں کہ مستنصر نے ایک مدرسہ دجلہ کے شرقی کنارہ پر بنوایا تھا اس سے بہتر مدرسہ روئے زمین پر نہیں بنا نہ اس سے زیادہ اہل علم کسی اور مدرسہ کو نصیب ہوئے ہوں گے اسمیں چاروں مذہبوں کے چار مدرس مقرر کئے تھے اس میں اسنے ایک شفاخانہ اور فقہاء کے واسطے ایک باورچی خانہ بنوایا تھا۔ ٹھنڈے پانی کا بھی انتظام تھا اور فقہاء کے لئے مکان۔ چارپائی بستر۔ تیل۔ روشنائی کاغذ وغیرہ کا پورا پورا انتظام تھا ان سامان کے علاوہ فقیہہ کو ہر مہینہ ایک دینار ملا کرتا تھا نیز فقہاء کے لئے حمام بھی بنوائے گئے تھے اور یہ ایک ایسا کام تھا جسکی مثال زمانہ ماسبق میں نہیں ملتی۔ اسکی خدمت میں ایک بہت بڑی فوج تھی جو اسکے باپ داد کو نہیں ملی تھی۔ یہ خود بھی صاحب ہمت عالیہ اور شجیع شخص تھا۔ اقدام عظیم کرتا تھا جسوقت اہل تاتار نے اسکے مقبوضہ ممالک پر فوج کشی کی تو اسکی فوج نے اہل تاتار کے ہوش بگاڑ دیئے جس سے اہل تاتار کو شکست فاش ہوئی اسکے ایک بھائی تھا جسکا نام خفاجی تھا اسمیں اس سے بھی زیادہ دلیری اور شہامت موجود تھی وہ کہا کرتا تھا کہ اگر میں خلیفہ ہو جاؤں تو میں ایک فوج لیکر دریائے جیحون سے عبور کرکے اہل تاتار کی جڑیں اکھاڑ پھینکوں اور انکا تمام مقبوضہ چھین لوں جسوقت مستنصر کا انتقال ہوا تو بدنصیبی کہ دویدار اور شرابی نے اسکی درشتی مزاج کیوجہ سے اُس سے بیعت نہ کی بلکہ مستنصر کے بیٹے ابو احمد سے اُسکے نرم مزاج ہونیکی وجہ سے بیعت کرلی جو نہایت ضعیف الرائے تھا تاکہ کاروبار سلطنت تمام کا تمام ہمارے ہاتھوں میں آجائے جو کچھا اللہ تعالیٰ کو ہلاکت مسلمین سے کرنا مقصود تھا وہ اسکی خلافت میں ہوا مسلمان تباہ ہو گئے اور تاتاریوں کا غلبہ ہوگیا فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ذہبی کہتے ہیں کہ مدرسہ مستنصریہ کا خرچ جس میں اسکی عمارت تعمیر ہوئی تھی ستر ہزار مثقال سے زائد تھا۔ اسکی ابتداء ۶۲۵ھ سے شروع ہوکر ۶۳۱ھ تک رہی اسمیں ایک کتب خانہ قائم کیا گیا تھا جس میں ایک سو ساٹھ کتابیں نہایت نفیس اور عمدہ جمع کی گئی تھیں۔ دو سو اڑتالیس فقہاء چاروں

مذہب کے اسمیں طالب علمی کرتے تھے اور چار درس تھے۔ حدیث۔ نحو۔ طب۔ فرائض کے علیحدہ علیحدہ اساتذہ مقرر تھے۔ ان سب کے کھانے پینے مٹھائی میوون کا پورا پورا انتظام تھا۔ تین سو یتیم بھی اس میں تعلیم پاتے تھے۔ اسکے لئے بے انتہا مال وقف تھا۔ ذہبی نے ان گاؤں اور سراؤں کی تفصیل بھی بیان کی ہے جو اس میں وقف تھے۔ اس مدرسہ کا افتتاح پنجشنبہ ماہ رجب میں ہوا تھا۔ ۶۲۸ھ میں ملک اشرف والی دمشق نے دار الحدیث اشرفیہ کی بنا ڈالی جسکی تکمیل ۶۳۰ھ میں ہوئی۔

۶۳۲ھ میں مستنصر نے چاندی کے درہم مسکوک کرانے کا حکم دیا تاکہ وہ سونے کے چھوٹے ٹکڑے جو اس وقت رائج تھے ان کا بدل ہو جائے وزیر نے تجار اور صرافوں کو بلا کر یہ کہا کہ مولانا امیر المؤمنین نے تمہارے لئے یہ چاندی کے درہم مسکوک کرائے ہیں تاکہ سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی وجہ سے تم لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے وہ رفع ہو جائے اور انکی وجہ سے جو سود کے ساتھ تم حرام کے مرتکب ہوتے تھے اس سے بچ جاؤ یہ سنکر لوگوں نے مستنصر کو بہت دعائیں دیں

۶۳۵ھ میں قاضی شمس الدین احمد الجوئی دمشق میں قاضی مقرر ہوئے یہ سب سے پہلے قاضی ہیں جنہوں نے شہروں میں گواہوں کیلئے ایک خاص مقام مقرر کر دیا ورنہ اس سے پہلے شہادت کے لئے عدالتوں میں جانا پڑتا تھا۔

اسی سال سلطان اخوان الاشرف والی دمشق کا انتقال ہو گیا اور کامل والی مصر کا بھی اسکے دو ماہ بعد انتقال ہو گیا مصر میں کامل کا بیٹا اسکی جگہ بیٹھا جس نے اپنا لقب عادل سلطان مقرر کیا مگر کچھ دنوں کے بعد اسنے خلع کیا اور اسکی جگہ اسکا بھائی الصالح ایوب نجم الدین تخت پر بیٹھا۔

۶۳۷ھ میں شیخ عز الدین بن عبد السلام دمشق کے خطیب مقرر ہوئے انہوں نے ایک خطبہ پڑھا جو اپنی سادگی کیوجہ سے بدعت سے بالکل خالی تھا انہوں نے تمام تکلفات جیسے علم طلائی وغیرہ یکسر موقوف کر دیئے اور ان کی جگہ محض علم سیاہ مقرر کئے ایک مؤذن کے سوا تمام مؤذن موقوف کر دئے۔

اسی سال نور الدین عمر بن علی بن رسول الترکمانی والی یمن کا ایلچی بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کی کہ ملک مسعود بن ملک الکامل کی موت کے بعد نور الدین عمر کو سلطنت عنایت کی جائے چنانچہ ۸۳۵ھ تک اسی کے خاندان میں سلطنت رہی۔

۶۳۹ھ میں الصالح والی مصر نے قصرین کے درمیان ایک مدرسہ اور روضہ کے پاس ایک قلعہ بنوایا مگر اسکے غلاموں نے اس قلعہ کو ۶۵۱ھ میں خراب اور ویران کر دیا۔

۶۴۰ھ بروز جمعہ ۱۰ جمادی الآخر کو مستنصر نے انتقال کیا۔ شعراء نے اسکے بہت سے مرثیے لکھے ہیں جن میں صفی الدین عبداللہ بن جمیل کا مرثیہ نہایت اعلیٰ پیمانہ کا تھا۔

اسکے مناقب میں یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وجیہ قیروانی شاعر نے اسکی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس میں یہ شعر بھی تھا (ترجمہ شعر) اگر تو سقیفہ کے دن ہوتا تو تجھے ہی پرہیزگاروں کا پیشرو اور مقدم سمجھتے۔ یہ شعر سنکر ایک شخص نے کہا تم نے سخت غلطی کھائی سقیفہ کے دن امیر المؤمنین کے جد اعلیٰ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اور باوجود ان کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی پیشرو نہیں مانا گیا یہ سنکر مستنصر نے بھی اسکی تائید کی اور کہا یہ شعر تمہاری گستاخی پر مبنی ہے اسے خلعت وغیرہ کچھ نہیں دیا بلکہ اسے شہر بدر ہونے کا حکم دیا وہ بیچارہ مصر چلا گیا۔

مستنصر کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ امام ابوالقاسم الرافعی۔ جمال المصری ابن معزد النحوی۔ یاقوت الحموی۔ سکاکی صاحب المفتاح۔ حافظ ابوالحسن بن قطان۔ یحییٰ بن معطی صاحب الفیہ فی النحو۔ موفق عبداللطیف بغدادی۔ حافظ ابوبکر ابن نقطہ۔ حافظ عزالدین علی بن اثیر صاحب التاریخ والانساب واسد الغابہ۔ ابن عنین شاعر۔ سیف الآمدی۔ ابن فضلان عمر بن الفارض صاحب التائیہ۔ شہاب الدین سہروردی صاحب عوارف المعارف۔ بہاء بن شداد۔ ابوالعباس عوفی صاحب المولد النبی۔ علامہ ابوالخطاب بن وحیہ۔ ابو عمران کے بھائی۔ حافظ ابوالربیع بن سلیم صاحب الانتصار فی المغازی۔ ابن الشوار شاعر۔ حافظ زکی الدین برزالی۔ جمال الحصری۔ شیخ حنفیہ شمس الجوئی۔ حرانی۔ حافظ ابوعبداللہ النریتی۔ ابوالبرکات ابن المستوفی۔ ضیاء بن اثیر صاحب المثل السائر۔ ابن عربی صاحب الفصوص۔ کمال بن یونس شارح التنبیہ ودیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ

المستعصم باللہ ابواحمد

المستعصم باللہ ابواحمد عبداللہ بن المستنصر باللہ آخر خلفاء عراق ۶۰۹ھ میں ایک ام ولد ہاجر نامی کے بطن سے پیدا ہوا اور اپنے باپ کی موت کے وقت تخت خلافت پر بیٹھا۔

اس نے ابن النجار المؤید الطوسی۔ ابوروح الہروی۔ النجم البادرائی شرف الدمیاطی وغیرہ سے بشد اجازت روایت حدیث حاصل کی۔ دمیاطی نے اسکو چالیس حدیث لکھکر دی تھیں جنکو میں نے انہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی ہیں۔

المستعصم کریم حلیم سلیم الباطن اور دیندار شخص تھا۔
شیخ قطب الدین کہتے ہیں کہ یہ اپنے باپ اور دادا کی طرح متدین اور پابند سنت تھا لیکن اسمیں انکی طرح نہ بیدار مغزی تھی نہ ہوشیاری نہ علو ہمت۔ مستنصر کے ایک بھائی تھا جس کا نام خفاجی تھا اس میں البتہ یہ تمام صفات موجود تھیں شجاعت اور شہامت اسکی مشہور زمانہ تھی وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر خداوند تعالی اجل مجدہٗ نے مجھے خلافت سپرد کردی تو میں دریائے جیحون سے لشکر کے ساتھ عبور کرکے تاتاریوں پر حملہ کرکے جڑیں اکھاڑ کران کے ملک پر تسلط حاصل کرلونگا جب مستنصر کا انتقال ہوا تو دویدار اور شرابی و دیگر ارکان سلطنت نے اسکے خوف کی وجہ سے بیعت نہکی اور مستعصم سے اسکی نرم طبیعت دیکھکر اور یہ سوچکر کہ اسکے زمانہ خلافت میں ہمارا اثر اور اقتدار قائم رہیگا بیعت کرلی مستعصم نے تخت نشینی کے بعد اپنا وزیر موید الدین علقمی رافضی کو بنایا اس کمبخت نے تمام خلافت تباہ کردی اور خلیفہ کو اپنے ہاتھ کی ایک کٹھ پتلی بنالیا در پردہ اہل تاتار سے ملا رہا اور اُن کو اپنی سلطنت کی خفیہ خبریں پہنچاتا رہا اُس نے ان کو عراق آنے کی رائے دی اور بغداد پر قبضہ جانے کیلئے برانگیختہ کیا دولت عباسیہ کی جڑیں کاٹتا رہا اور اس سے مقصود محض یہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں خلافت قائم کردے۔ اگر اہل تاتار کی کوئی خبر یہانتک پہنچتی تو اسکو چھپالیتا اور خلافت کی تمام خبریں ان تک پہنچادیتا۔ آخر اسکا جو کچھ نتیجہ ہوا وہ ہوا۔

۶۴۷ھ میں اہل فرنگ نے دمیاط پر قبضہ کرلیا اور سلطان ملک الصالح بیمار تھا اُسکا انتقال نصف شعبان کو ہوگیا۔ سلطان ملک الصالح کی ایک کنیز ام خلیل موسومہ شجر الدر اس حادثہ سے خوفزدہ ہوگئی اور اس نے ملک الصالح کے لڑکے توران شاہ ملک المعظم کو بلا بھیجا چنانچہ یہ آگیا مگر محرم ۶۴۸ھ کو اسے اسکے باپ کے غلاموں نے قتل کرڈالا اسکے بعد کنیز شجر الدر اور اسکے نائب عزالدین ایبک ترکمانی سے ترکوں نے حلف لیا۔ شجر الدر نے امراء کو خلعت اور عطیات عنایت کئے پھر عزالدین ربیع الآخر میں مستقل سلطان ہوگیا اور اپنا لقب ملک العزیز رکھا مگر لوگ اس سے بیزار ہوگئے اور لشکر نے ملک الاشرف ابن صلاح الدین یوسف بن مسعود الکامل سے جسکی عمر اسوقت آٹھ سال کی تھی حلف لیا اور عزالدین اس کا اتابک یعنی سردار قائم رہا دونوں کے نام کا خطبہ و سکہ شروع ہوگیا اسی سال یعنی ۶۴۸ھ میں اہل فرنگ سے پھر دمیاط چھین لیا گیا۔

۶۵۲ھ میں عدن میں ایک آگ ظاہر ہوئی اس کے شرارے رات کو سمندر کی طرف اڑتے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور دن کو دریا سے دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

اسی سال معز نے ملک الاشرف کا نام اُڑا دیا اور خود مستقل بادشاہ بن گیا۔
۶۵۴ھ میں مدینہ طیبہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ منورہ سے خطوط آئے کہ شب چہار شنبہ ۳ جمادی الآخر کو یہاں گرج کی آواز سنائی دی اور اُسکے بعد سخت زلزلہ آیا یہ زلزلہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد برابر آتا رہا یہ حالت ۵ جمادی الآخر تک رہی اسکے بعد حرہ میں قریظہ بن نصر کے پاس سخت آگ معلوم ہوئی۔ مدینہ طیبہ میں ہم گھروں میں اندر بیٹھے ہوئے تھے ہمیں وہاں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا آگ ہمارے پاس ہی لگ رہی ہو اسکی وجہ سے وادیوں میں وادی شظا تک پانی نکل آیا ہم دیکھ رہے تھے کہ اچانک پہاڑ آگ ہو کر بیٹھ گئے اور اُن سے ایک بڑے قصر کے برابر شرارے اور شعلے نکلتے ہوئے معلوم ہوتے تھے حتیٰ کہ اہلِ مکہ کی آنکھیں اُن شراروں کیوجہ سے چندھیا گئیں لوگ آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف پر حاضر ہوئے اور بہت توبہ استغفار کی۔ یہ حالت مہینہ بھر سے بھی زیادہ دنوں تک رہی۔
ذہبی کہتے ہیں کہ اس آگ کی خبریں متواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں جسمیں شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی یہ وہی آگ تھی جسکی خبر مخبر صادق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ قیامت اُس وقت تک نہیں آنے کی جبتک حجاز سے آگ نہ ظاہر ہو کہ جس سے بصرہ میں اونٹوں کی گردنیں نہ چمک اٹھیں جو لوگ اس زمانہ میں بصرہ کے اندر موجود تھے اُن میں سے اکثر نے بیان کیا ہے کہ رات کے وقت اس آگ کی وجہ سے اونٹوں کی گردنیں اچھی طرح نظر آتی تھیں۔
۶۵۵ھ میں العز ایبک سلطان مصر کو اسکی زوجہ شجر الدر نے قتل کر ڈالا اسکے بعد اُسکا بیٹا الملک المنصور تخت پر بیٹھا۔ انہیں ایام میں تاتاریوں نے ممالک محروسہ خلافت کو اپنا جولانگاہ بنا رکھا تھا اُن کا فتنہ بڑھتا جاتا تھا اور فساد کی آگ زیادہ مشتعل ہوتی تھی خلیفہ اور رعایا اُسکے احوال سے بالکل غافل اور بے پرواہ تھے۔ وزیر علقمی ازالۂ دولت عباسیہ کا حریص ہو رہا تھا اور اُسنے قیام دولت علویہ کا بیڑا اُٹھا رکھا تھا۔ یہ وزیر خفیہ طور پر اہل تاتار سے خط و کتابت کرتا رہتا تھا مستعصم اپنی لذات میں محو تھا دنیا میں جو کچھ ہو رہا تھا مستعصم اس سے بالکل بے خبر تھا اسے اصلاح امور اور مصلحت سے کوئی تعلق نہیں تھا مستعصم کا باپ مستنصر باوجود اپنی کثیر افواج کے اہلِ تاتار سے صلح رکھتا تھا اور اُنکو خوش رکھتا تھا جسوقت مستعصم خلیفہ ہوا تو چونکہ یہ عقل رائے اور تدبیر سے بالکل بے بہرہ تھا۔ کور نمک وزیر نے اکثر فوج کو موقوف کر دینے کا

مشورہ دیا اور یہ رائے دی کہ اہل تاتار کو رشوت دینے اور اُن کا اکرام کرنے سے مطلب حاصل ہوگا چنانچہ مستعصم نے ان سب امور کو قبول کر لیا وزیر نے خفیہ اہل تاتار کو لکھا کہ تم ان شہروں پر قبضہ کر لو اور ان کے لئے سہولتیں بہم پہنچا دیں اور یہ بھی وعدہ لے لیا کہ بغداد میں بادشاہ ہو کر وہ اسے اپنا نائب السلطنت بنالیں۔

مختصر حالات اہل تاتار

موفق عبداللطیف اہل تاتار کے حالات میں لکھتے ہیں کہ اس قوم کی زبان اہل ہند کی زبان سے بہت مشابہ ہے۔ کیونکہ ان کا ملک ہندوستان سے ملا ہوا ہے۔ تاتار اور مکہ معظمہ کے درمیان چار ماہ کا راستہ ہے۔ یہ لوگ ترکوں سے مشابہ ہیں انکے چوڑے چہرے اور چکلے سینے چھوٹے چوتڑ گندمی رنگ ہوتا ہے۔ یہ قوم تیز حرکت اور تیز رائے ہوتے ہیں ان کو غیر ممالک کی خبریں پہنچ جاتی ہیں مگر ان کے ملک کی خبریں کسی کو معلوم نہیں ہوتیں کیونکہ بہت کم کوئی شخص انکے ملک میں جاسوسی کر سکتا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ انکے ملک میں جا کر اجنبی شخص فوراً پہچانا جاتا ہے۔ جس وقت یہ کسی جگہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اپنے مقصود کو چھپائے رکھتے ہیں اور انکا بحالت بے خبری فوراً حملہ کر دیتے ہیں۔ اہل شہر کو اسوقت خبر ہوتی ہے جب وہ اسمیں داخل بھی ہو جاتے ہیں۔ کسی لشکر کو خبر بھی نہیں ہونے پاتی کہ دفعتہً وہ ان کے ہاتھوں میں گرفتار بھی ہو جاتے ہیں اسی لئے لوگوں کو وہ کہیں بھاگنے کا موقعہ نہیں دیتے کہ ان کا راستہ بند کر دیتے ہیں بہت حیلے جانتے ہیں ان کے مردوں کے دوش بدوش ان کی عورتیں بھی جنگ میں لڑتی ہیں۔ شمشیر زنی اور تیر اندازی میں وہ مردوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتیں۔ جس چیز کا انہیں گوشت مل جاتا ہے فوراً کھا لیتے ہیں۔ کسی چیز کا انہیں پرہیز نہیں۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کو بیدریغ قتل کر دیتے ہیں ان کے قتل میں کوئی استثنار نہیں۔ اُن کا مقصود نسل کشی ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ عورتوں اور بچوں تک کو نہیں چھوڑتے۔ ان کا ارادہ دنیا کو تباہ کرنا ہے نہ ملک و مال حاصل کرنا۔ یہاں تک موفق عبداللطیف کا بیان ہے ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ ارض تاتار ملک چین سے ملحق ہے۔ یہ لوگ صحرانشین اور شر و غدر میں مشہور زمانہ۔ ان کے ظہور اور خروج کا یہ سبب ہوا کہ ملک چین اتنا وسیع ملک ہے کہ چند مہینے میں بھی آدمی اس میں پوری طرح دورہ نہیں کر سکتا اس میں چھ ممالک شامل ہیں اور اُن چھ ملکوں کا ایک ہی بادشاہ ہوتا ہے اُس کو

القان اکبر کہتے ہیں جو طمغاج میں رہتا ہے۔ اسکی یہی حیثیت ہوتی ہے جو اسلام میں خلیفۃ المسلمین کی ان چھوٹی ممالک میں سے ایک کا نائب السلطنت دوش خاں تھا جسکا نکاح چنگیز خاں کی پھوپی سے ہوا تھا۔ دوش خاں مر چکا تھا کہ ایک مرتبہ چنگیز خاں اپنی پھوپی سے ملنے کیلئے آیا اسکے ساتھ کشلو خاں بھی تھا اسکی پھوپی نے کشلو خاں سے بیان کیا کہ دوش خاں چونکہ لاولد مر گیا ہے اس لئے یہ مناسب ہے کہ چنگیز خاں اس تخت کو سنبھال لے چنانچہ چنگیز خاں تخت پر بیٹھ گیا اور مغلوں کو اپنے ساتھ ملا لیا پھر القان اکبر کے پاس حسب دستور قدیم تحائف بھیجے مگر القان اکبر کو یہ ناگوار معلوم ہوا کہ وہ میری منظوری کے بغیر تخت پر بیٹھ گیا حالانکہ تتار میں سے آجتک کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا یہ محض چین کے ایک بادیہ نشین تھے۔ یہ سوچکر القان اکبر نے جو گھوڑے چنگیز خاں کے تحائف میں روانہ کئے تھے کٹوا دئے اور ایلچیوں کو قتل کر ڈالا جب اسکی خبر چنگیز خاں اور کشلو خاں کو پہنچی تو انہوں نے آپس میں حلف اٹھایا اور القان اکبر کے خلاف ہتھیار اٹھادئے تمام تاتاری انکے ساتھ آملے اور انکی قوت وجمعیت بہت زیادہ بڑھ گئی القان اکبر جب ان کی قوت اور شر سے واقف ہوا تو بہت گھبرایا لوگوں کو بھیجکر ان کی تالیف قلوب کی کچھ ڈرایا دھمکایا مگر ان باتوں سے کچھ فائدہ نہ ہوا آخر دونوں کا مقابلہ ہوا اور ایک بہت سخت فوج کشی اور مقابلہ آرائی اور کشت وخون کے بعد القان اکبر کو شکست فاش ہوئی اسکے مقبوضات اور ممالک پر چنگیز خاں اور کشلو خاں قابض ہوگئے اور ان کا شر اور بھی زیادہ بڑھ گیا۔ چنگیز خاں اور کشلو خاں ان ممالک مشترکہ پر حکومت کرتے رہے پھر چین کے شہروں میں سے شاقون پر فوج کشی کر دی اور اسکو بھی فتح کر لیا۔ اس اس دوران میں کشلو خاں مر گیا اور اسکی جگہ اسکا بیٹا قائم ہوا مگر چنگیز خاں نے اول تو اپنی تدبیر سے اسکی قوت کو ضعیف کر دیا اور پھر حملہ کر کے اسکو قتل کر ڈالا اور اب چنگیز خاں مستقل بادشاہ ہو گیا تاتاری اول ہی سے اسکے ساتھ تھے اب اور بھی زیادہ مطیع ہو گئے اور چنگیز خاں کو بمنزلہ خدا سمجھنے لگے اور اسکی اطاعت میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنے لگے پھر سب سے پہلے ان کا خروج ۶۰۶ھ میں اپنے ملک سے ممالک ترک اور فرغانہ کی طرف ہوا اور خوارزم شاہ محمد بن تکش والی خراسان پر خروج کیا۔ یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خوارزم شاہ محمد بن تکش بہت سے بادشاہوں سے جنگ کرتا اور ان کے ممالک فتح کرتا ہوا خلیفہ کی طرف چلا تھا مگر بوجہ برف باری اپنے ارادہ میں ناکام رہا تھا جب اس نے تاتاریوں کا رخ اپنی طرف دیکھا تو فرغانہ، شاش، کاسان اور اکثر دوسرے شہروں کو تباہ کر کے ان کے باشندوں کو لیکر سمرقند کی طرف چلا گیا پھر اپنے ہیں

ان کے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر کہیں اور نکل بھاگا۔ تاتاریوں نے ۶۱۶ھ تک مختلف مقامات میں خوب لوٹ مار رکھی۔ آخر چنگیز خاں نے سلطان شاہ خوارزم کو ایک ایلچی معہ چند تحائف کے روانہ کیا۔ اس ایلچی نے خوارزم شاہ سے کہا کہ القان اعظم (چنگیز خاں) نے تم کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ تمہیں میری عظمت شان اور جلالت پوری طرح معلوم ہے اور اپنی حیثیت اور حکومت بھی پوشیدہ نہیں ہیں اپنی اور تمہاری مصالحت میں بہت مصلحتیں دیکھتا ہوں اور اس صلح کو واجبات سے سمجھتا ہوں تم میرے نزدیک میری اولاد سے زیادہ عزیز ہو تم بے فکر رہو تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام چین پر قابض ہوں جہاں لشکر اور گھوڑوں کی کوئی کمی نہیں اس میں چاندی اور سونے کی کانیں بھی موجود ہیں اہل چین کو سب چیز میسر ہونیکے باعث کبھی دوسرے ملک کا دست نگر بھی ہونا نہیں پڑتا۔ اب اگر تم مناسب سمجھو تو مجھ سے عہد دوستی کر لو اور تاجروں کو اپنے مقبوضات میں آمدورفت کی اجازت دیدو۔ خوارزم شاہ نے اسکو تسلیم کر لیا جس سے چنگیز خاں کو بہت خوشی ہوئی۔ عہدنامہ کے بموجب سوداگروں کو آزادی مل گئی بہت دنوں تک یہ دوستی اور عہدنامہ قائم رہا۔ خوارزم شاہ کا خالو ماوراءالنہر کا حاکم تھا جسکے پاس بیس ہزار سوار رہا کرتے تھے اسکے ملک میں جو چین کے سوداگر گذرے تو اسکی نیت بدل گئی اُس نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ جو سوداگر چنگیز خاں کے یہاں آتے ہیں وہ اگرچہ تاجرانہ لباس میں ہوتے ہیں مگر ان کا مقصود جاسوسی کرنا ہوتا ہے۔ اگر تم مجھے اجازت دو تو اُن کی نگرانی کی جایا کرے۔ خوارزم شاہ نے بطور احتیاط کے اُسکو لکھدیا مگر اُس نے اُن کو گرفتار کر کے اُن کا مال چھین لیا۔ جب چنگیز خاں کو اس کی اطلاع ملی تو فوراً چنگیز خاں کا ایلچی خوارزم شاہ کے پاس یہ خبر لایا کہ تو نے اول تاجروں کو آزادی دی اور پھر غدر کر دیا۔ غدر ہر حال میں بُرا ہے اور پھر جبکہ مسلمانوں کے بادشاہ سے صادر ہو تو بہت ہی زیادہ قبیح ہے اگر تجھے اس فعل کی جو تیرے خالو نے کیا ہے کوئی اطلاع نہیں اور اُس نے یہ کام تیری مرضی کے بغیر کیا ہے تو اُسکو میرے سپرد کر دے ورنہ میری تلواریں تجھے وہ کچھ دکھلادیں گی جنکو تو اچھی طرح جانتا ہے یہ سنکر خوارزم شاہ کے ہوش اُڑ گئے اور ایسا رعب چھایا کہ عقل جاتی رہی مگر خود کو بتکلف دلیر بنا کر ایلچیوں کو قتل کر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے ایک قطرہ خون کے عوض میں مسلمانوں کے خون کے دریا بہہ گئے پھر چنگیز خاں اُسکی طرف بڑھا اور یہ سراسیمہ دریائے جیحون عبور کر کے نیشاپور پہنچا وہاں سے تاتاریوں کے رعب سے پھر برج ہمدان میں چلا گیا۔ آخر تاتاریوں نے اُسے گھیر لیا اور اُسکے تمام ساتھی ایک

ایک کر کے مار دیئے گئے خوارزم شاہ تن تنہا جان بچا کر نکل گیا اور دریا عبور کر کے جزیرہ میں پہونچا وہاں اُسے ذات الجنب کا مرض ہوا اور بے چارہ تن تنہا بے یار و مددگار وہیں مر گیا جو لبستر وغیرہ اُسکے ساتھ تھا وہی اُس کا کفن ہوا اطُسی کفن میں ۶۱۷ھ میں دفن کر دیا گیا اُسکے تمام ممالک محروسہ تاتاریوں کے قبضہ میں آ گئے۔

سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ تاتاریوں کا سب سے اول ظہور ۶۱۵ھ میں ماوراء النہر میں ہوا بخارا اور سمرقند پر قبضہ کیا اور ان کے شہروں کے رہنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس کے بعد خوارزم شاہ کا محاصرہ کیا پھر نہر سے عبور کیا خراسان کو خوارزم شاہ پہلے ہی تباہ و برباد کر چکا تھا رہا سہا چنگیز خاں نے لوٹ لیا جب اہل خراسان کے پاس کچھ نہ رہا تو انہیں بیدریغ قتل کرنا شروع کر دیا آخر چنگیز خاں یہ قتل و غارت کرتا ہوا اسی سال ہمدان اور قزوین تک پہنچ گیا۔

ابن اثیر اپنی تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ حادثۂ تاتار حوادث عظمی اور مصائب کبریٰ میں سے ہے جسکی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ خلائق کو ایسا مصیبت کا سامنا کبھی نہیں ہوا خاصکر مسلمانوں کو تو ایسے حادثۂ جانکاہ سے کبھی سروکار نہیں ہوا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب سے خداوند تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے ابتک ایسی بلا میں خلق اللہ گرفتار نہیں ہوئی تو یہ بالکل صحیح ہے تواریخ اسکی مثال دکھلانے سے بالکل عاری ہے۔

اہل تواریخ بخت نصر کے ظلم کو جو اس نے بیت المقدس میں بنی اسرائیل کے ساتھ روا رکھا تھا سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں مگر اس ملعون (چنگیز خاں) نے جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کیا اُسکے مقابلہ میں بخت نصر کا ظلم عشر عشیر بھی نہیں ہے بیت المقدس کے واقعہ اور بنو اسرائیل کو کچھ ان واقعات سے نسبت نہیں ہے جو مسلمانوں پر انہیں کے ممالک میں اس ملعون کے ہاتھ سے پیش آئے نہ بنی اسرائیل اُسوقت اتنے قتل ہوئے تھے جتنے مسلمان اسکے ہاتھ سے قتل ہوئے یہ حادثہ ایک آگ تھی جسکے شرارے بھڑک رہے تھے اور جسکا ضرر عام تھا اہل تاتار ایک ایسے بادل تھے جنکو ہوا بہت تیزی کے ساتھ اُڑائے پھرتی تھی یہ چین سے نکلے ترکستان کے شہروں میں جلیے کاشغر۔ شاغرق کو تباہ کیا۔ بخارا سمرقند پہنچے انہیں لوٹا ظلم کیا ان میں سے پھر کچھ خراسان گئے وہاں کی ہلاکت۔ تخریب۔ قتل بربادی سے فارغ ہوئے، رے اور ہمدان سے بھی یہی سلوک کرتے حدود عراق پر پہنچے یہاں سے آذربائیجان کا قصد کیا اُسے اور اُسکے نواحی کو خراب کر ڈالا اور ان تمام ملکوں کو ایک ہی سال میں خاک سیاہ کیا اور ساری آفات ایک ہی سال میں توڑ دیں جسکی

مثال بہت کم ملتی ہے کہ ایک ہی سال میں کسی قوم نے اتنی فتوحات کی ہوں آذر بائیجان سے نکلے تو دربند شروان جا پہنچے اور اسکو برباد کر دیا پھر وہاں سے لان اور لکز گئے اور ان کو خاک سیاہ کر دیا۔ بہت سوں کو قتل اور اکثر کو قید کر لیا۔ یہاں سے قفجان کی طرف رخ کیا تو وہاں کے باشندوں کو جو اکثر ترک تھے قتل کر ڈالا یہاں جو رہ گئے تھے وہ قتل ہو گئے اور جو بھاگ نکلے تھے وہ بچ گئے۔ اور اہل تاتار ان کے ملک پر قابض ہو گئے۔ اہل تاتار کا ایک حصہ ان کے علاوہ غزنی سجستان اور کرمان کی طرف گیا اور وہاں اس سے بھی زیادہ ظلم ڈھایا گیا جسکی نظیر صفحۂ تاریخ پر نہیں مل سکتی۔ اسکندر رومی جو دُنیا کے اکثر حصہ پر قابض و متصرف ہو گیا تھا وہ بھی اس تیزی کے ساتھ ترقی نہیں کر سکا تھا کیونکہ اسکی فتوحات میں اسے کم از کم دس سال کا عرصہ لگا تھا اور اس فتوحات کے باوجود اُسنے قتل و غارت اپنا مقصود نہیں بنایا تھا۔ اُس نے کسی کو قتل کیا تھا اور جہاں سختی کے بغیر کام نکلا وہاں میان سے تلوار تک نہیں نکالی تھی۔ برخلاف اسکے ان ملعونوں نے اکثر معمورۂ زمین کو ایک سال میں فتح کر لیا اور ان میں اپنا رعب وداب قائم کر دیا ایسا کوئی شہر نہیں بچا کہ جس میں ہر شخص ان کے خوف سے نہ کانپتا ہو سب سے زیادہ لُطف یہ ہے کہ ان کو نہ مدد کی ضرورت تھی نہ رسد کی محض قوت بالموت اور بہت کم خوراک کے محتاج تھے اور وہ خود ان کے پاس موجود تھی کیونکہ بھیڑ بکریاں بیل گھوڑے ان کے ساتھ تھے جو ان کی خوراک کے لئے کافی ذخیرہ تھا انہیں کا گوشت کھا کر پیٹ بھر لیتے تھے ان کے گھوڑے اپنی ٹاپوں اور سموں سے زمین کھود گھاس کی جڑیں نکال کر اپنا پیٹ بھر لیتے تھے دانہ کا نوان کے گھوڑوں نے کبھی نام بھی نہیں سُنا تھا۔ باقی رہا ان لوگوں کا مذہب اسکا یہ حال تھا کہ آفتاب کو اسکے طلوع کے وقت سجدہ کر لیتے تھے اور بس۔ ان کے یہاں کوئی چیز حرام نہیں تھی۔ تمام جانور بلکہ انسان تک بھی ان کے یہاں حلال تھا۔ نکاح کا جھگڑا بھی انکے ہاں بالکل نہیں تھا ایک عورت کئی کئی مردوں کے لئے کافی ہوتی تھی۔

۶۵۶ھ میں ایک لاکھ فوج ان لٹیروں کی بسر کردگی ہلاکو خاں بغداد پر چڑھ آئی خلیفہ کی افواج نے ان کا مقابلہ کیا مگر افسوس کہ اسے شکست کھائی اور کمبخت غارتگر تاتاری ۱۰ محرم کو بغداد میں داخل ہو گئے لعنتی وزیر خلیفہ مستعصم کو ان سے صلح کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ آپ سپہ سالار افواج تاتار سے چل کر ملئے میں اس سے صلح کے متعلق گفت و شنید کر رہا ہوں۔ نمک حرام وزیر یہ کہکر اول خود گیا اور اپنے لئے امان لیکر اور عہد و پیمان کر کے پھر خلیفہ مستعصم کے پاس آیا اور کہا کہ بادشاہ تاتار اپنی بیٹی کی شادی آپ کے بیٹے امیر ابو بکر کے ساتھ کرنا چاہتا ہے اور اسکی خواہش ہے کہ آپ کو اسی طرح

منصب خلافت پر قائم رکھے جس طرح آنجناب کے بزرگوں کو سلاطین سلجوق نے رکھا تھا اور وہ خود بحیثیت نائب السلطنت سلجوقیوں کی طرح بننا چاہتا ہے کہ سیاہ وسفید کا مالک وہ خود ہو سکے بعدہ اپنی تمام افواج لیکر واپس چلا جائیگا بہتر ہے کہ اگر آپ اسکو بخوشی اور بطیب خاطر منظور کرلیں کیونکہ اسکے علاوہ کوئی تدبیر مسلمانوں کے خون بچانے کی نہیں ہے اس کے بعد آپ کو اختیار ہے آپ جو کچھ چاہیں گے وہ کرسکیں گے مگر اب یہی مصلحت ہے کہ آپ ہلاکو خاں کے پاس تشریف لے چلیں یہ سنکر خلیفہ مستعصم تمام اعیان کو لیکر ہلاکو خاں کے پاس چلا اور ایک خیمہ میں جاکر سب کے ساتھ بیٹھ گیا سب سے پہلے وزیر ہلاکو خاں کے پاس پہنچا اور اس نے وہاں جاکر سب سے اول علماء وفقہاء کو شرائط طے کرنے کی غرض سے بلوایا جس وقت یہ حضرات وہاں پہنچے فوراً انکی گردنیں ماردی گئیں اس کے بعد اسی طرح ایک ایک طائفہ اور جماعت کو بلوا کر قتل کراتا رہا جب تمام علماء۔ امراء۔ حجاج اور اعیان سلطنت ختم ہوچکے تو راستہ صاف ہوگیا تلواریں میان سے نکلیں اور خون کا دریا لہریں مارنے لگا چالیس روز متواتر تاتاریوں کی تلوار میان سے باہر رہی کئی لاکھ آدمی قتل ہوئے جو لوگ کنوئیں یا نامعلوم جگہوں میں چھپ گئے وہ بچ گئے ورنہ تمام تلوار کے گھاٹ اتار دئے گئے بیچارہ مصیبت زدہ ٹھوکریں اور لاتیں کھاتا کھاتا مر گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ذہبی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں بیچارے مستعصم کو دفن ہونا بھی نصیب نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ اسکی بہت سی اولاد اور رشتہ دار جیسے چچا تائے وغیرہ بھی قتل ہوئے اور بعض قید کرلئے گئے۔ تاتاریوں کی مسلمانوں کے لئے یہ ایسی بلا تھی کہ اس سے پہلے کبھی مسلمانوں کو دیکھنا نصیب نہیں ہوئی تھی۔ نامراد وزیر بھی اپنی مرادوں میں کامیاب نہ ہوا۔ اسنے بھی تاتاریوں کے ہاتھوں خوب ذلت اٹھائی۔ اس واقعہ کے بعد زیادہ دنوں تک وہ زندہ بھی نہیں رہا بلکہ موت نے اسکی بھی جلدی ہی خبر لیلی۔ شعراء نے بغداد کے بہت سے مرثئے لکھے ہیں سبط تعاویذی کا یہ شعر لوگوں کی زبان پر بطور تمثیل کے زبان زد عوام ہوگیا (ترجمہ شعر) بغداد اور اہل بغداد تباہ ہوگئے۔ ان کے گھروں کو وزیر نے خراب کردیا۔ ایک دوسرا شاعر کہتا ہے (ترجمہ شعر) اے اسلامی قوت نوحہ کر اور مستعصم پر جو گذرا ہے اسکی غمگینی کر کے۔ وزارت نے تجھے تباہ کردیا اسی وزارت نے تجھے تباہ کردیا۔ اسی وزارت نے جو پہلے ابن فرات کے ہاتھ میں تھی اور اب علقم کے ہاتھ میں ہے۔ جو خطبہ بغداد میں پڑھا گیا اس کو خطیب نے ان الفاظ میں شروع کیا۔ تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے مضبوط عمارتوں کو منہدم کردیا اور اسکے شہر کے رہنے والوں کے واسطے فنا کی

حکم جاری کر دیا اور اب تک بھی تلوار میان میں نہیں پہنچی۔

تقی الدین ابن ابی البسرہ کا بغداد کی تباہی کے متعلق ایک مشہور قصیدہ ہے وہ کہتا ہے (ترجمہ) جو شخص بغداد کی خبروں پر آنسو بہاتا ہے اُس سے کہہ دو کہ تو کیوں کھڑا ہے احباب تو سب چلے گئے ایک دوسرے سے ملاقات کرنیوالوں سے کہہ دو کہ یہ نہ دعویٰ کریں کہ ہم تم پر فدا ہوں۔ اس اُجڑے ہوئے گھر کے مقابلہ میں جنگل کی کیا حقیقت ہے تاج خلافت اور بڑے گھروں کی نشانیاں رہ گئی ہیں تباہی نے ان کو کہنہ جنگل بنا دیا ہے بلا کے آنے سے محض گھروں کے نشان باقی رہ گئے ہیں اور آنسوؤں سے گھروں کے آثار پر آثار باقی ہیں۔ اے میرے دل کی آگ جو لڑائی سے مشتعل ہوئی ہے بھڑک۔ تباہی کی ہوا نے تجھے اور بھی بھڑکا دیا ہے۔ بغداد کے اونچے اونچے منبروں پر صلیب بلند ہو گئی ہے اور اب وہ قابض ہیں جو زنار کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اکثر شہروں پر ترکوں نے قبضہ جما لیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے ان کے واسطے پردوں پر پردے پڑے ہوئے تھے بہت سے بدریہ (محلہ بغداد) کے گھروں میں گھن لگ گیا' ان میں ایک بھی لوٹ کے نہیں آیا۔ بہت سے خزانے لوٹ کی وجہ سے بکھر گئے اور اُن پر کفار نے قبضہ کر لیا میں نے آواز دی تو معلوم ہوا کہ قیدیوں کو جلاد کھینچتے ہیں اور ذلیل کرنے والوں کی طرف لئے جا رہے ہیں۔

جب ہلاکو خلیفہ اور اہلِ بغداد کے قتل سے فارغ ہوا تو عراق میں اپنے نائب قائم کئے۔ ابن علقمی نے بہت منت ساجت کی کہ کوئی علوی خلیفہ مقرر کیا جائے مگر ایک نہ چلی بلکہ تاتاریوں نے اُسے کتے کی طرح دھتکار دیا۔ ایک ادنیٰ غلام کی طرح یہ اُن کے ساتھ رہا اور مر گیا خداوند جل جلالہٗ نہ اس کمبخت پر رحم کریں نہ اس نمک حرام کے گناہ معاف فرمائیں۔

اسکے بعد ہلاکو نے ناصر صاحب دمشق کو یہ خط لکھا کہ سلطان ملک ناصر طال بقائہٗ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب ہم عراق کی طرف متوجہ ہوئے تو اُن کی فوجوں نے ہمارا مقابلہ کیا مگر ہم نے اُن سب کو خدائی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر ہمارے پاس شہر کے رئیس آئے اور بہ سبب دو نفسوں کی ہلاکت کے نہ بول سکے اس لئے وہ بھی سزائے موت کے مستحق ہوئے۔ پھر اہلِ شہر ہماری خدمت میں حاضر ہوئے اور ہماری عبودیت کا دم بھرا مگر ہم نے اُن سے کچھ سوالات کئے تو اُنہوں نے جھوٹ بولا لہٰذا وہ عدم آباد کو پہنچا دیئے گئے۔ ان کا جھوٹ ہم پر ظاہر ہو گیا تھا اُنہوں نے اپنے کئے کی سزا پائی اے بادشاہ تو بھی ہماری اطاعت کر اور اس بات کا دل میں خیال تک نہ لا کہ ہمارے قبضہ میں بچانے والے قلعے اور شمشیر زن آدمی ہیں۔ ہمیں معتبر ذریعہ سے خبر ملی ہے کہ بقیۃ السیف لوگوں نے

تیرے یہاں جاکر پناہ لی ہے حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے کہ وہ ہم سے بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ ہم بحر و بر کے مالک ہیں۔ یہی بہتر ہے کہ اس خط کے دیکھتے ہی شام کے تمام قلعے مسمار کر دئیے جائیں۔ والسلام

اسکے بعد پھر ایک دوسرا خط لکھا کہ بخدمت ملک الناصر طال عمرہٗ۔ اما بعد واضح ہو کہ ہم نے بغداد کو فتح کر لیا ہے اس ملک کی بیخ کنی کر دی ہے وہاں کے رہنے والوں نے مال دینے میں بخل کیا اور یہ سمجھا تھا کہ ہمارا ملک اسی طرح اسی حال میں رہیگا اب ہر جگہ اسی کا ذکر ہے اور اس بدر کامل کو گھن لگ گیا ہے (ترجمہ شعر) جب کوئی کام کمال کو پہنچ جاتا ہے تو زوال شروع ہو جاتا ہے۔ جب لوگ یہ کہیں کہ یہ پورا ہو گیا تو زوال کی توقع رکھنی چاہئیے۔ اب ہم ہلاکت اور بربادی کو اپنے ساتھ لیکر آگے بڑھنے والے ہیں لہذا تم کو چاہئیے کہ تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے نفسوں کو بھلا دیا اور خدا نے بھی ان کو بھلا دیا جو کچھ تمہارا ارادہ ہے فوراً ظاہر کرو خواہ وہ نرمی سے ہو یا سختی سے۔ تم تمام دنیا کے بادشاہ کی دعوت قبول کرو تاکہ ہمارے شر سے امن پاؤ اور ہمارے انعام و احسان سے مالا مال ہو جاؤ۔ تم اپنے مال اور آدمیوں سے بخل نہ کرو۔ ہمارے ایلچیوں کو جلدی رخصت کر دو۔ زیادہ نہ ٹھیراؤ۔ والسلام

پھر ایک تیسرا خط لکھا تمہیں معلوم ہو کہ ہم اللہ کے لشکر ہیں وہ ہمارے ہی ذریعہ سے گنہگاروں ظالموں، متکبروں سے انتقام لیتا ہے۔ ہم جو کرتے ہیں وہ اللہ ہی کے حکم سے کرتے ہیں اگر ہمیں کبھی غصہ آجاتا ہے تو ہم لوگوں کی حالتیں دگرگوں کر دیتے ہیں۔ اگر ہم سے کوئی سیدھی طرح پیش آتا ہے تو اُس کو اُسی حالت پر قائم رکھتے ہیں ہم نے شہروں کو ہلاک اور خدا کے بندوں کو قتل و غارت کر ڈالا ہم نے عورتوں اور بچوں پر بھی رحم نہیں کھایا۔ اے باقیماندہ لوگو! تمہارے ساتھ بھی یہی ہونیوالا ہے اور اے غافلو! تم بھی اس راستہ پر چلنے والے ہو۔ ہمارا لشکر بربادی کرنیوالا ہے رحم کرنیوالا نہیں۔ ہمارا مقصود انتقام ہے ملک گیری نہیں۔ ہمارے یہاں ظلم نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا عدل و انصاف ہمارے ملکوں میں مشہور ہے۔ ہماری تلوار کے سامنے سے کوئی نہیں بھاگ سکتا۔ (ترجمہ شعر) ہم سے کوئی بھاگ کر کہاں جائیگا۔ کیونکہ بحر و بر میں ہماری ہی سلطنت ہے۔ ہماری ہیبت سے دنیا کانپ اُٹھی۔ ہمارے قبضہ میں امراء اور خلفاء آگئے۔

اب ہم تمہاری طرف بڑھے چلے آرہے ہیں تم بھاگو ہم تمہارا تعاقب کرینگے (ترجمہ شعر) میری رات عنقریب جان لیگی کہ کون کس دین کیساتھ معاملہ کرتا ہے اور کونسا قرض خواہ اپنے قرض کا تقاضا کرتا ہے۔

ہم نے شہروں کو برباد۔ بچوں کو یتیم اور بڈھوں کو قتل کر دیا ہے اور انہیں عذاب کا مزا چکھا دیا ہے

ہم نے اُن کے بڑوں کو ذلیل اور امیروں کو قید کر دیا ہے۔ کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ ہم سے بچ کر بھاگ نکلو گے یا چھوٹ جاؤ گے اور تھوڑی ہی مدت میں تم یہ سب کچھ جان لو گے اور جو تم کو ڈر رہا ہے وہ بہت جلد تم پر ظاہر ہو جاوے گا۔

۶۵۷ھ شروع ہوا اور اسوقت دُنیا خلیفہ سے خالی تھی اب اہلِ تاتار شہر آمد کی طرف بڑھے ان ایام میں والی مصر المنصور علی بن معز تھا جو لڑکا ہی تھا اسکا اتابک امیر سیف الدین قطن المعزی تھا جو اسکے باپ کا غلام تھا۔ اُس سے الصاحب کمال الدین عدیمی نے اہلِ تاتار کے مقابلہ میں مدد مانگی امیر سیف الدین نے امراء اور اعیان سلطنت کو جمع کیا۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام بھی تشریف لائے آپ سے فتویٰ دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا کہ جب کوئی دشمن حملہ آور ہو تو تمام دنیا پر اُسکا مقابلہ واجب ہو جاتا ہے ایسے موقع پر رعایا سے جنگ کی تیاری کے لئے بشرطیکہ بیت المال خالی ہو جائے جو کچھ لیا جائے جائز ہے اس کام کے لئے اعلیٰ درجہ کی اور بیش بہا چیزوں کو صرف گھوڑے اور ہتھیار کے علاوہ فروخت کر دیا جائے اس میں تم لوگ اور عام رعایا برابر ہیں اور بشرطیکہ فوج کے پاس اموال و آلات فاخرہ نہ موجود ہوں تو عام لوگوں سے مال لینے میں کچھ حرج نہیں۔

چند روز کے بعد امیر سیف الدین قطن نے علماء سے یہ بیان کیا کہ بادشاہ وقت بچہ ہے اور وقت نہایت نازک ہے اسکے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ کوئی شجاع اور جری بادشاہ جو جہاد کر سکے تخت نشین ہو چنانچہ امیر سیف الدین قطن بادشاہ ہوا اور اسکا لقب الملک المظفر مقرر ہوا۔

اب ۶۵۸ھ شروع ہو گیا اور اب تک کوئی خلیفہ مقرر نہیں ہوا۔ تاتاری فرات عبور کر آئے اور اُنہوں نے حلب میں خوب قتل و غارت کیا پھر دمشق پہنچے ادھر ماہ شعبان میں اہلِ تاتار کے مقابلہ کے لئے مصری لشکر بڑھا اور فوج کے ہمراہ خود الملک المظفر بھی چلا سپہ سالار فوج رکن الدین بیبرس بندقداری تھا۔ تاتاری اسوقت نہر جالوت پر تھے۔ جمعہ ۱۵ رمضان ۶۵۸ھ کو یہ لشکر بھی یلغار کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا اور ایک گھمسان کی لڑائی کے بعد تاتاریوں کو شکست فاش اور مسلمانوں کو فتح ہوئی (و للہ الحمد) بہت سے تاتاری قتل ہوئے اور جو باقی بچے وہ دُم دبا کر بھاگے اور لوٹ لئے گئے۔ المظفر دمشق رہ گیا تھا اس فتح کی خوشخبری اسکے پاس پہنچائی گئی لوگ خوشی کے مارے اُچھلنے لگے اور مظفر کو بہت دعائیں دیں اور اس سے بہت محبت کرنے لگے۔ رکن الدین بیبرس نے تاتاریوں کا تعاقب کیا اور جب تک وہ حلب وغیرہ سے نہیں نکال دئے گئے پیچھا نہیں چھوڑا۔

سلطان مظفر نے رکن الدین بیبرس کو اس فتح کے عوض میں حلب دیدینے کا وعدہ کیا تھا مگر اب

کام نکال لینے کے بعد نیت بدل گئی بیبرس کو بھی اسکی خبر پہنچ گئی جس سے کبیدگی کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا مظفر حلب کی طرف اس نیت سے چلا کہ تاتاریوں کا جو کچھ اثر باقی ہو اُسکو دور کر دیا جائے مگر راستہ میں اسے اطلاع ملی کہ بیبرس مجھ سے کبیدہ خاطر ہے اور میرے خلاف کچھ کارروائی کرنیوالا ہے یہ سنکر وہ مصر کی طرف لوٹا اور خفیہ خفیہ بیبرس کے خلاف سازشیں کرنے لگا بیبرس بھی مصر پہنچ گیا اور دونوں (مظفر اور بیبرس) اپنے اپنے دوستوں سے مشورے کرنے لگے آخر بیبرس نے امراء کو اپنے ساتھ متفق کر کے ۱۷ ذوالقعدہ ۶۵۸ھ کو مظفر کو قتل کر ڈالا اور خود اپنا لقب الملک القاہر مقرر کر کے تخت پر بیٹھ گیا مظفر نے اپنے دوران حکومت میں جو کچھ مظالم کئے تھے انکا استیصال کیا اپنا وزیر زین الملت والدین ابن زبیر کو مقرر کیا۔ ایک روز موقع دیکھکر وزیر نے القاہر سے کہا کہ جس بادشاہ نے اپنا لقب القاہر مقرر کیا اُس نے کبھی فلاح نہیں پائی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آپ اپنا لقب بدل دیں۔ دیکھئے القاہر بن المعتضد نے یہ لقب اختیار کیا تھا چند روز کے بعد معزول ہوا آنکھیں نکلوا ڈالی گئیں والی موصل نے اپنا لقب القاہر رکھا تھا اُس کو زہر دیدیا گیا۔ یہ سنکر سلطان نے اپنا لقب قاہر سے ظاہر کر دیا۔

۶۵۹ھ آیا۔ دنیا میں اب بھی کوئی خلیفہ نہیں تھا۔ جب تک کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ آخر ساڑھے تین برس انقطاع خلافت کے بعد مصر میں مستنصر کی خلافت قائم ہوئی جسکا ذکر ہم ابھی بیان کرینگے۔

مستعصم کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا۔ حافظ تقی الدین صریقینی۔ حافظ ابوالقاسم بن الطیلسان۔ شمس الائمہ الکروی ایک جلیل القدر حنفی۔ تقی الدین بن صلاح۔ علم السخاوی۔ حافظ محب الدین بن بخار مورخ بغداد۔ منتخب الدین شارح لمفصل۔ ابن یعیش النحوی۔ ابوالحجاج الاقصری زاہد۔ ابوعلی شلوبینی النحوی۔ ابن بیطار صاحب الفردات۔ امام علامہ جلال الدین بن الحاجب امام مالکیہ۔ ابوالحسن بن الدباج النحوی قفطی صاحب تاریخ النحاۃ افضل الدین الخونجی صاحب المنطق ازوی۔ حافظ یوسف بن خلیل۔ بہاء بنت الحمیری جمال بن عمرون النحوی۔ الرضی الصاغانی اللغوی صاحب العباب وغیرہ۔ کمال عبدالواحد الزملکانی صاحب المعانی والبیان واعجاز القرآن شمس خسرو شاہی۔ مجد بن تیمیہ۔ یوسف سبط ابن جوزی صاحب الراۃ الزمان۔ ابن باطیش شافعی نجم بادرائی ابن ابی الفصل المرسی صاحب التفسیر و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فصل

وہ حضرات جن کا انتقال مدت انقطاع خلافت میں ہوا۔ الزکی عبدالعظیم المنذری شیخ ابوالحسن شاذلی شیخ الطائفہ شاذلیہ۔ شعبہ المغربی فارسی۔ شارح الشاطبیہ۔ سعدالدین بن عبدالعزیز شاعر صرصری شاعر۔ ابن الابار مورخ اندلس (اسپین) و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المستنصر باللہ احمد

المستنصر باللہ احمد ابوالقاسم الظاہر بامر اللہ ابو نصر محمد بن ناصر الدین اللہ احمد۔

شیخ قطب الدین فرماتے ہیں کہ المستنصر باللہ بغداد میں قید تھا جب فتنۂ تاتار رونما ہوا تو یہ اسی دار و گیر میں قید سے چھوٹ کر غرب عراق کی طرف بھاگ کر چلا گیا جب الملک الظاہر بیبرس سلطان ہوا تو وہ ماہ رجب میں بنی مہارش کے دس آدمیوں کو بطور وفد کے اپنے ہمراہ لیکر سلطان کے پاس آیا سلطان مع قضاۃ اور اعیان سلطنت کے اسکی پیشقدمی کے لئے نکلا اور اُسکو قاہرہ میں لے آیا قاضی القضاۃ تاج الدین بن بنت الاغر نے اس کا نسب ثابت کیا اور ۱۳ رجب ۶۵۹ھ کو سب سے اول سلطان نے اسکے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی۔ اسکے بعد قاضی القضاۃ تاج الدین اور اسکے بعد شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے بیعت کی پھر معززین اور ارکان سلطنت نے اپنے مراتب کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے بیعت کرلی۔ سکوں پر خلیفہ المستنصر کا نام مسکوک کرا دیا گیا اور اُسکے نام کا خطبہ شروع ہوگیا اس کا لقب اسکے بھائی کے لقب پر المستنصر مقرر ہوگیا۔ لوگ اس واقعہ سے بیحد خوش ہوئے۔

المستنصر جمعہ کے روز جلوس کے ہمراہ سوار ہوکر جامع مسجد میں آیا اور وہاں پر سر منبر اُس نے ایک برجستہ خطبہ پڑھا جس میں اُسنے اول بنی عباس کی فضیلت اور ان کا شرف بیان کیا اور اُسکے بعد سلطان اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کی اور پھر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد حسب رسم قدیم خلیفہ المستنصر نے سلطان کو خلعت عطا کیا۔ قاہرہ کے باہر ایک خیمہ نصب کیا گیا اور دوشنبہ ۴ شعبان ۶۵۹ھ کو خلیفہ المستنصر باللہ مع سلطان کے سوار ہوکر خیمہ کی طرف گیا۔ قضاۃ۔ امراء۔ وزیر بھی حاضر ہوئے خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے سلطان کو خلعت اور طوق پہنایا منبر بچھا اور اُس پر فخرالدین بن لقمان نے کھڑے ہوکر خلیفہ کا فرمان سُنایا۔ سلطان خلعت لیکر سوار ہوکر چلا اور اُسکے

مصاحب اپنے سروں پر سوار کر کے لے چلے اُمراء پیدل ساتھ ہوئے قاہرہ کی زینت کی گئی تھی بہ تمام باب نصر سے قاہرہ میں داخل ہوئے۔

سلطان نے خلیفہ کے لئے ایک اتابک۔ چوبدار۔ باورچی۔ خزانچی۔ حاجب اور کاتب خط مقرر کئے۔ خزانہ اور تمام ملک اسکے قبضہ میں دیدئے سو گھوڑے تیس خچر دس قطار اونٹ وغیرہ اُس کے اصطبل میں بھجوا دئے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ کسی کو سوائے اس مستنصر اور مقتفی کے اپنے بھتیجے کے بعد خلافت نہیں پہنچی امیر شمس الدین اقوش والی حلب نے الحاکم بامر اللہ کا خطاب مقرر کر کے خلافت کا دعوے کیا اور اپنی خلافت حلب میں قائم کر دی سکوں اور خطبوں میں اپنا نام جاری کر دیا۔

کچھ دنوں کے بعد خلیفہ المستنصر نے عراق جانیکا ارادہ کیا سلطان اسکو دمشق تک پہنچانے کے لئے گیا سلطان نے دمشق میں خلیفہ اور والی موصل کی اولاد کو بطور زاد راہ ایک لاکھ دینار اور چھیاسٹھ ہزار درہم دئے۔ خلیفہ المستنصر مع بادشاہان شرق والیان موصل وسنجار وجزیرہ حلب کی طرف چلا والی حلب بھی اپنی خلافت ترک کر کے اسکی اطاعت میں آگیا اور بہت عجز وانکساری کی خلیفہ آگے چلا اور حدیثہ فتح کر لیا مگر تاتاریوں کا لشکر یہاں پہنچ گیا اور تاتاریوں سے مقابلہ اور مقاتلہ ہو گیا اسمیں اکثر مسلمان شہید ہوئے اور خلیفہ مستنصر گم ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ شہید ہو گیا اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے بعض کہتے ہیں کہ کسی طرف بھاگ گیا اور پھر پتہ نہیں چلا۔ یہ واقعہ ۳ محرم ۶۶۰ھ میں واقع ہوا اس حساب سے اسکی مدت خلافت صرف چھ ماہ ہے اسکے بعد الحاکم جس نے حلب میں دعویٰ خلافت کا کیا تھا اسی لقب الحاکم بامر اللہ سے تخت خلافت پر بیٹھا۔

الحاکم بامر اللہ ابو العباس

الحاکم بامر اللہ ابو العباس احمد ابن ابی علی الحسن القبی ابن علی ابن ابی بکر بن خلیفہ المسترشد باللہ بن المستظہر باللہ۔

بغداد کے ہنگامہ اور لوٹ مار کے وقت یہ چھپکر بچ گیا تھا۔ پھر بغداد سے ایک جماعت کے ہمراہ حسین بن فلاح امیر بنی خفاجہ کے پاس چلا گیا اور اسکے پاس کچھ مدت رہ کر عربوں کے ساتھ دمشق پہنچا یہاں امیر عیسیٰ بن مہنا کے پاس کچھ دنوں رہا یہاں سے اسکو الناصر والی دمشق نے بلا بھیجا مگر ابھی یہ چلا بھی نہیں تھا کہ اس اثناء میں اچانک تاتاریوں نے حملہ کر دیا۔ جب الملک المظفر دمشق میں

لڑائی سے فارغ ہو کر آیا تو امیر فلیح بغدادی کے ہاتھ پھر اسے دمشق میں بلایا گیا لوگ اسپر مجتمع ہو گئے اور اس سے بیعت کر لی۔ امراء عرب کی ایک جماعت بھی اس کی ساتھی ہو گئی۔ انکی معیت میں حاکم عانہ۔ حدیثہ۔ ہیت۔ انبار کو فتح کیا پھر تاتاریوں سے لڑا اور ان پر فتح پائی پھر اسکو علاءالدین طیبرس نائب دمشق کا خط پہنچا کہ الملک الظاہر آپ کو بلاتے ہیں یہ ماہ صفر میں دمشق پہنچا اور دمشق سے اسکو نائب دمشق علاءالدین طبرس نے سلطان الملک الظاہر کے پاس بھیج دیا مگر اسکے جانے کے تین روز پہلے قاہرہ میں مستنصر سے بیعت ہو چکی تھی اسلئے یہ ڈرا کہ کہیں قید نہ کر لیا جاؤں یہ سوچکر یہ حلب کی طرف لوٹ گیا۔ حلب میں والی حلب اور رؤساء حلب نے اس سے بیعت کر لی۔ بیعت کرنیوالوں میں عبدالحلیم بن تیمیہ بھی تھے ایک گروہ کثیر جمع ہو گیا۔ حاکم نے عانہ کا قصد کیا جب مستنصر عانہ پہنچا تو حاکم نے مستنصر کی اطاعت قبول کر لی اور اس کا فرمانبردار ہو گیا جب مستنصر تاتاریوں کی جنگ میں گم ہو گیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں تو حاکم رحبہ عیسیٰ بن مہنا کے پاس پہنچا یہاں سے اسکو الملک الظاہر بیبرس نے بلا بھیجا حاکم مع اپنے بیٹوں اور ایک جماعت کے قاہرہ آ گیا ملک الظاہر نے اسکی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اس سے خلافت پر بیعت کر لی (اسکو خلافت ایسی مبارک اور راس آئی کہ چالیس سال خلافت کی) الملک الظاہر نے اسکو قلعہ کے ایک بہت بڑے برج میں اتارا۔ حاکم نے یہاں چند مرتبہ خطبہ پڑھا۔

شیخ قطب الدین کہتے ہیں کہ ثبوت نسب کے بعد جمعرات ۸ محرم ۶۶۱ھ کو سلطان نے ایک مجلس عام منعقد کی حاکم بامر اللہ سوار ہو کر قلعۃ الجبل کے ایوان کبیر میں پہنچا سلطان کے ساتھ بیٹھا سلطان نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور بیعت کی خلیفہ نے سلطان کو خلعت عطا کیا اسکے بعد لوگوں نے یکے بعد دیگرے اپنے مراتب کے موافق بیعت کی اگلے روز چونکہ جمعہ تھا اس کے لئے حاکم نے منبر پر خطبہ پڑھا حمد و صلوٰۃ کے بعد جہاد اور امامت کا بیان کیا۔ حرمت خلافت کی جو ہتک ہوئی تھی اسکو یاد دلایا پھر کہا کہ یہ سلطان الملک الظاہر باوجود قلت افواج کے امامت کی مدد کیواسطے اٹھا کفار کی فوجوں کو بھگا دیا اور انکے ملکوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا خطبہ میں خدا کی تعریف ان لفظوں میں کی تھی کہ اس خدا کی تعریف ہے جس نے آل عباس کے لئے ایک مددگار بنا دیا خطبہ کے بعد یہ نیچے آیا اور اسکی بیعت کا اعلان ہو گیا۔

اسی سال اور اس کے بعد بہت سے تاتاری مسلمان ہو ہو کر آنے لگے اور مستامن ہو کر

ممالک اسلام میں سکونت اختیار کرلی یہاں اُن کے وظیفے اور معذیے مقرر کردئے گئے اور اس طرح سے اُن کا شر کم ہونا شروع ہوگیا۔

سنہ ۶۶۲ھ میں مدرسہ ظاہریہ قصرین میں بنکر تیار ہوگیا۔ تدریس فقہ شافعیہ کے لئے اُس میں تقی بن زرین ار تدریس حدیث کے لئے شرف دمیاطی مقرر ہوئے۔ اسی سال مصر میں ایک سخت زلزلہ آیا۔

سنہ ۶۶۴ھ میں سلطان المسلمین ابو عبداللہ بن الاحمر بادشاہ اسپین کو فرنگیوں پر فتح ہوئی اور تیس شہر جو ان کے قبضہ میں تھے چھین لئے گئے منجملہ ان شہروں کے اسبیلیہ اور مرسیہ بھی تھے۔

اسی سال قاہرہ کے مختلف مقامات میں آگ لگی۔ اسی سال سلطان نے بحر اشمون کو کھدوایا اور اس کام میں خود بہ نفس نفیس حصہ لیا اور امراء کو بھی کام میں اپنے ساتھ رکھا۔

اسی سال تاتاریوں کا سردار ہلاکو مر گیا اور اسکے بعد اسکا بیٹا ابغا بادشاہ ہوا۔

اسی سال سلطان نے اپنے بیٹے ملک السعید کو جسکی عمر اس وقت چار سال کی تھی ولیعہد بنایا اور جلوس کے ساتھ اسکو قلعۃ الجبل سے سوار کرکے نکالا اور خود سلطان باب سر سے باب سلسلہ تک اس کا غاشیہ اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر چلا پھر وہاں سے قاہرہ کی طرف لوٹے ملک السعید سوار تھا اور تمام امراء جلوس کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔

اسی سال دیار مصر میں ہر مذہب کے چار قاضی از سر نو مقرر کئے گئے (یعنی ہر مذہب کا ایک) اس کا سبب یہ ہوا کہ قاضی تاج الدین ابن بنت الاعز نے بہت سے احکام نافذ نہیں کئے تھے اور اکثر باتیں ٹال رکھی تھیں پھر دمشق میں بھی ایسا ہی کیا گیا۔

اسی سال رمضان شریف میں سلطان نے خلیفہ کو پردہ میں رکھا اور لوگوں کو خلیفہ کے پاس آنے سے روک دیا کیونکہ بہت سے لوگ شہر میں جاکر لایعنی باتیں اڑایا کرتے تھے۔

سنہ ۶۶۵ھ میں سلطان نے حسنیہ میں جامع مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ سنہ ۶۶۷ھ میں جو وقت وہ بنکر تیار ہوگئی تو اس میں حنفی طبیب مقرر کیا گیا۔

سنہ ۶۷۴ھ میں سلطان نے نوبہ اور دنقلہ پر فوج کشی کی چنانچہ دونوں کو فتح کیا نوبہ کے بادشاہ کو گرفتار کرکے سلطان ملک الظاہر کے سامنے پیش کیا گیا اور اہل دنقلہ پر جزیہ مقرر کیا گیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ سب سے اول سنہ ۳۱ھ میں نوبہ پر عبداللہ بن ابی سرح نے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کیا تھا مگر آپ فتح نہ کرسکے تھے بلکہ صلح کرکے واپس آگئے تھے۔ پھر ہشام کے زمانہ

ہیں فوج کشی کی گئی مگر یہ بھی فتح نہیں ہوئی تھی اسکے بعد منصور بھی لڑا تھا مگر اسکا نتیجہ بھی بے سود رہا تھا۔ پھر نکن زنگی۔ کافور اخشیدی۔ ناصر الدولہ بن حمدان نے یکے بعد دیگرے پھر توران شاہ برادر سلطان صلاح الدین نے ۵۶۷ھ میں اسپر حملہ کیا مگر تمام ناکام رہے۔ اب اس سال فتح ہوگیا ابن عبدالظاہر نے اسپر ایک قصیدہ لکھا جس میں ایک شعر یہ بھی ہے (ترجمہ شعر) یہ ایسی فتح ہوئی کہ کبھی نہیں سنی گئی تھی۔ نہ آنکھوں نے دیکھی نہ لوگوں نے بیان کی تھی۔

محرم ۶۷۶ھ میں سلطان ملک الظاہر کا انتقال ہوگیا اسکے قائم مقام اس کا بیٹا ملک السعید جسکی عمر اس وقت ۱۰ سال کی تھی ہوا۔

اسی سال تقی بن زرین مصر اور قاہرہ دونوں کے قاضی مقرر ہوئے اس سے پہلے مصر اور قاہرہ کا علٰحدہ علٰحدہ قاضی ہوا کرتا تھا اسکے بعد قضاء مصر کبھی کبھی قضائے قاہرہ سے علٰحدہ نہیں ہوئی۔

۶۷۸ھ میں ملک السعید سلطنت سے معزول کر دیا گیا اور کرک جاکر اسی سال انتقال کر گیا اسکی جگہ اسکا بھائی بدرالدین شلامش ہفت سالہ مصر میں سلطان بنایا گیا اسکا لقب ملک العادل مقرر ہوا۔ امیر سیف الدین قلاودن (قلاوون) اسکا اتابک ہوا سکوں پر ایک طرف ملک العادل اور دوسری طرف امیر سیف الدین کا نام مسکوک ہوا خطبہ میں دونوں کا نام شروع ہوگیا مگر رجب میں بلا کسی نزع کے شلامش سلطنت سے علٰحدہ کر دیا گیا اور قلاودن خود مستقل بادشاہ بلقب الملک المنصور ہوگیا۔

۶۸۰ھ میں دیار مصر میں عرفہ کے روز بڑے بڑے اولے پڑے اور بجلی گری۔

۶۸۰ھ میں تاتاری لشکر شام پہنچا اور وہاں سخت اضطراب پیدا کردیا سلطان ان سے لڑنے کے لئے چلا مقابلہ ہوا اور گھمسان لڑائی ہوئی مگر الحمدللہ کہ فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانہ میں طرابلس فتح ہوچکا تھا تا ۵۰۳ھ میں نصاریٰ کے قبضہ میں چلا گیا تھا اور جب سے ابتک برابر انکے قبضہ میں چلا آرہا تھا ۶۸۸ھ میں سلطان نے اسکو بزور شمشیر چھین لیا۔ تاج ابن اثیر نے والی یمن کو اس فتح کی بشارت میں ایک خط لکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ رومی زبان میں طرابلس کے معنی تین قلعے کے ہیں۔

ذوقعدہ ۶۸۹ھ میں سلطان قلاودن کا انتقال ہوگیا اسکے بجائے اسکا بیٹا الملک الاشرف صلاح الدین خلیل سلطان ہوا۔ خلیفہ جو ابتک گمنامی میں تھا حتیٰ کہ سلطان نے اپنے بیٹے کی

ولیعہدی کے وقت بھی نہیں بلایا تھا ظاہر ہونے لگا چنانچہ جمعہ میں خلیفہ نے خطبہ پڑھا۔ اور اس میں ملک الاشرف کا سلطان ہونا تسلیم کیا خطبہ کے بعد قاضی القضاۃ بدر الدین ابن جماعۃ نے نماز پڑھائی خلیفہ نے پھر دوسری مرتبہ خطبہ پڑھا اور جہاد کا ذکر کر کے بغداد یاد دلا کر اسپر قبضہ کرنیکی تحریص دلائی۔

سنہ ۶۹۱ھ میں سلطان نے قلعہ الروم کا جاکر محاصرہ کیا۔

سنہ ۶۹۳ھ میں سلطان قتل ہوگیا اور اس کا بھائی محمد بن منصور اسکی جگہ تخت پر بیٹھا جس کا الملک الناصر لقب مقرر ہوا تخت نشینی کے وقت اسکی عمر نو سال کی تھی مگر محرم ۶۹۴ھ میں اس سے خلع ہوگیا اور کتبغا المنصور بہ لقب ملک العادل تخت پر بیٹھا۔

اسی سال غازان بن ارغون بن ابغا ابن ہلاکو بادشاہ تاتار مسلمان ہوگیا لوگ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اسکے لشکر میں بھی اسلام پھیل گیا۔

سنہ ۶۹۶ھ میں چونکہ سلطان ملک العادل دمشق گیا ہوا تھا لاجین نے زبردستی ماہ صفر میں تخت سلطنت دبالیا۔ تمام امراء سے لاجین نے حلف اطاعت اٹھوایا اور کسی شخص کو مخالفت کی جرأت نہ ہوئی۔ لاجین نے اپنا لقب الملک المنصور مقرر کیا خلیفہ بھی حسب رسم قدیم خلعت عطا کیا۔ ملک العادل سرحد کی طرف بھاگ گیا جمادی الآخر ۶۹۸ھ میں لاجین قتل کردیا گیا اور ملک الناصر محمد بن منصور قلاوون جو اسوقت معزول ہوکر کرک میں جا پڑا تھا پھر بادشاہ ہوگیا خلیفہ نے اسے بھی خلعت عطا کیا۔ الملک العادل نائب سلطنت ہوکر حمات میں چلا گیا اور مرتے دم یعنی سنہ ۷۰۲ھ تک وہیں اور اسی حیثیت میں رہا۔

۱۸ جمادی الاول شب جمعہ سنہ ۷۰۱ھ میں خلیفہ الحاکم کا انتقال ہوگیا خداوند تعالیٰ اسپر رحم فرماویں عصر کے وقت قلعہ کے نیچے سوق خیل میں اسکے جنازہ کی نماز ادا کی گئی اہل دولت اور اعیان سلطنت اسکے جنازہ کی نماز میں شریک ہونے کے لئے پاپیادہ آئے تھے سیدہ نفیسہ کے قریب اس کو دفن کیا۔ سب سے اول اس جگہ یہی خلیفہ دفن ہوا ہے اس وقت سے ابتک اسکے خاندان کا مدفن یہیں چلا آتا ہے۔

خلیفہ الحاکم نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے ابو الربیع سلیمان کو ولیعہد بنایا تھا۔

حاکم کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام۔ علم اللورقی ابو القاسم قباری زاہد۔ زین خالد النابلسی۔ حافظ ابوبکر بن سدی۔ امام ابو شامہ تاج بن بنت الاعز

ابوالحسن بن عدلان - مجد الدین بن دقیق العید - ابوالحسن بن عصفور نحوی - کمال بن سلار الاربلی - عبدالرحیم بن یونس صاحب التعجیز - قرطبی صاحب التفسیر و تذکرہ - شیخ جمال الدین بن مالک اور ان کے صاحبزادے بدرالدین - نصیر طوسی سردار فلسفیان - خاتمۃ القتار - تاج بن السباعی خازن المستنصریہ - برہان بن جماعت - نجم الکاتبی المنطقی شیخ محی الدین النووی - صدر سلیمان امام حنفیہ - تاج بن میسر المورخ - کواشی مفسر - تقی بن رزین - ابن خلکان صاحب وفیات الاعیان - ابن ایاز نحوی - عبدالحلیم بن تیمیہ - ابن جوان - ناصرالدین بن منیر - نجم بن بارزی - برہان النسفی صاحب التصانیف علم الکلام - رضی شاطبی لغوی - جمال شریشی - نفیسی شیخ الاطباء - ابوالحسین بن ربیع النحوی اصبہانی شارح المحصول - عفیف تلمسانی شاعر جو ملحد مشہور تھا - تاج بن انصر کاح - زین بن مرحل - شمس الجونی - عزالفاروقی - محب الطبری - تقی بنت الاعز - رضی قسطنطینی - بہار بن نحاس نحوی - یاقوت مستعصمی صاحب المنسوب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ -

المستکفی باللہ ابوالربیع

المستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان بن الحاکم بامراللہ نصف محرم ۶۸۴ھ میں پیدا ہوا - اپنے باپ کے زمانہ خلافت میں جمادی الاول ۷۰۱ھ میں ولیعہد مقرر ہوا - بلاد مصر و شام میں اسکا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا - بشارت جمیع اقطار اور ممالک اسلامیہ میں بھیجدی گئی -

خاندان خلافت کبش میں رہا کرتا تھا - سلطان نے اُن کو قلعہ میں بلا لیا اور اُن کو الگ اُس میں ایک مکان دیدیا -

۷۰۲ھ میں تاتاریوں نے شام پر حملہ کیا سلطان اور خلیفہ دونوں مقابلے کے لئے نکلے فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی اہلِ تاتار بیحد قتل ہوئے اور جو بچے بھاگ گئے -

اسی سال مصر و شام میں ایک بہت بڑا زلزلہ آیا مکانوں کے نیچے اکثر آدمی دبکر مر گئے -

۷۰۳ھ میں امیر بیبرس الجاشنکیر منصوری نے جامع مسجد حاکم میں وظیفے اور درس و تدریس جاری کیا جتنا حصہ اسکا زلزلہ میں منہدم ہو گیا تھا اُسکو پھر تعمیر کرایا - چار قاضی مقرر کئے - دو مدرس فقہ کے اور سعدالدین حارثی علم حدیث کے اُستاد اور ابوحیان علم نحو کے مقرر کئے -

ماہ رمضان ۷۰۸ھ میں سلطان الملک الناصر محمد بن قلادون حج کے لئے مصر سے چلا علماء کی جماعت اسے رخصت کرنے کی غرض سے ساتھ ہوئی اور کچھ دور جاکر لوٹ آئی جب سلطان

کرک پہنچ کر سکے لئے یہاں ایک پل بنایا گیا جسوقت سلطان پل کے مین وسط میں پہنچا تو پل گر گیا جو لوگ پہلے گذر چکے تھے وہ بچ گئے۔ سلطان کے گھوڑے نے ایک جست بھری اور اُسے بچالیا جو آدمی قریب پچاس کے پیچھے تھے وہ گرے جن میں سے چار کا انتقال ہو گیا چوٹ اکثر کے آئی۔ سلطان کرک ہی میں ٹھیر گیا اور دیار مصر میں خود ہی نے یہ اطلاع بھیجدی کہ میں نے سلطنت سے دست کشی اختیار کر لی ہے۔ قضاۃ مصر اور شام نے علی الترتیب المذکورہ بعد از ثبوت ۱۳ شوال ۷۰۸ھ کو رکن الدولہ بیبرس الجاشنکیر سے بیعت کی اسکا لقب الملک المظفر مقرر ہوا خلیفہ نے الملک المظفر رکن الدولہ کو خلعت سیاہ اور عامہ مدور عطا کیا۔ فرمان شاہی اطلس کے کیسہ میں بند ہو کر شام روانہ کیا گیا وہاں جس وقت کھول کر پڑھا گیا تو فرمان کی ابتداء ان لفظوں میں تھی اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (یہ قرآن شریف کی آیت ہے جو حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں مرقوم ہے حضرت سلیمان نے بلقیس کو انہیں لفظوں سے خط شروع کیا تھا خلیفہ سلیمان بن حاکم نے بھی تبرکاً انہیں لفظوں سے شروع کیا ہے۔ مترجم)

رجب ۷۰۹ھ میں الملک الناصر نے پھر سلطنت کا دعویٰ کیا امراء کی ایک جماعت نے اُس کی اعانت کی چنانچہ شعبان میں یہ دمشق میں داخل ہو گیا عید الفطر کے روز مصر پہنچکر قلعہ پر چڑھ آیا۔ مظفر اپنے ساتھیوں کو لیکر پہلے ہی بھاگ چکا تھا بالآخر پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔ علاء الوداعی نے الناصر کی اعادۂ سلطنت پر قصیدہ لکھا (ترجمہ) الملک الناصر کی دولت اپنے تخت کی طرف پھر لوٹ آئی جیسا کہ سلیمان پھر تخت پر آ گیا (یہ شعر بھی اپنی معنوی حیثیت سے عجیب واقع ہوا ہے یعنی جسطرح سلیمان پھر تخت پر لوٹ آیا۔ یہ کنایہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہ گویا خلیفہ سلمان حضرت سلیمان علیہ السلام کی جگہ آ گئے۔ مترجم)

اسی سال وزیر نے ذمیوں کے واسطے سفید عامہ باندھنے کے متعلق کہا حالانکہ اُنہوں نے سات لاکھ دینار جزیہ بھی دیدیا تھا شیخ تقی الدین بن تیمیہ نے وزیر کی اس بارے میں سخت مخالفت کی اور اس بات کو نہ چلنے دیا (وللہ الحمد)

اسی سال تاتاریوں کے بادشاہ خربندہ نے اپنی سلطنت کی حدود میں مذہب روافض کا رواج دیا خطیبوں کو حکم دیا کہ خطبوں میں سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی اہل بیت اور اولاد کے کسی کا ذکر نہ کیا کریں چنانچہ اسکے مرنے تک یعنی ۷۱۶ھ تک یہی رہا۔ اسکے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ابو سعید بادشاہ ہوا۔ اس نے نہایت عدل پھیلایا۔ سنت کو قائم کیا اول شیخین

پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا نام خطبوں میں جاری کیا بہت سے فتنے دب گئے (وللہ الحمد) یہ بادشاہ ملوک تاتار میں سب سے اچھا ہوا ہے اور اس کا طریقہ تمام بادشاہوں کے طریقوں سے اچھا رہا اسکی موت یعنی ۷۱۶ھ تک یہی طریقہ رہا یہ پابند سنت تھا اپنے مرنے کے بعد اقبال بھی اپنے ساتھ لے گیا اسکے بعد سلطنت تاتار میں بہت رخنے پڑ گئے۔

۷۱۷ھ میں دریائے نیل میں اتنی طغیانی آئی کہ کبھی سننے میں بھی نہیں آئی تھی بہت سی بستیاں اور آدمی ڈوب گئے۔

۷۱۸ھ میں بھی دریائے نیل برابر چڑھا رہا اور ساڑھے تین مہینے برابر پانی کھڑا رہا اس کا نقصان اس کے نفع سے بہت زیادہ تھا۔

۷۲۰ھ میں مکہ معظمہ کی مسجد حرام اور اسکے دروازوں کی تعمیر کی گئی۔

سنہ ۷۲۰ھ میں سب سے اول مدرسہ صالحیہ کے ایوان شافعیہ میں جمعہ قائم کیا گیا۔

اس سال قوصون نے جس جامع مسجد کی بنا باب زویلہ کے باہر رکھی تھی تیار ہو گئی سلطان اور اعیان سلطنت تمام جمع ہوئے قاضی القضاۃ جلال الدین قزوینی اول اسوقت خطیب مقرر ہوئے پھر فخر الدین بن شکر مستقل خطیب مقرر ہوئے

۷۳۳ھ میں سلطان نے بندوق چلانے علماء ترسلی اور منجموں سے رجوع لانیکو منع کر دیا۔

اسی سال سلطان نے کعبہ شریف کا دروازہ آبنوس کا بنوایا اور اُسپر سونے کے پترے چڑھوائے جن کا وزن پینتیس ہزار تین سو چھیالیس مثقال تھا۔ باب عتیق جس پر والی یمن کا نام کندہ تھا اکھاڑ دیا گیا اس کے تختے بنو شیبہ میں منگا لئے گئے۔

۷۳۶ھ میں خلیفہ اور سلطان کی آپس میں چل گئی سلطان نے خلیفہ کو پہلے مدت کے برج میں نظر بند رکھا اور لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے بند کر دیا پھر ماہ ذوالحجہ ۷۳۸ھ میں اسکو مع اُسکی اولاد اور متعلقین کے قوص بھیج دیا اور اُن کے لئے کافی تنخواہ مقرر کر دی یہ کنبہ قریب سو آدمیوں کے تھا فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ آخر خلیفہ مستکفی نے اسی حالت قید میں پچاس سال کی عمر کے تجاوز سے شعبان سنہ ۷۴۰ھ میں انتقال کیا اور اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔

ابن حجر اپنی کتاب الدرر میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ مستکفی فاضل۔ سخی۔ نہایت خوشخط شجاع شخص تھا چوگان کھیلنے اور بندوق کے نشانہ لگانے میں اُستاد مانا جاتا تھا علماء اور ادباء کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا اُن کی نہایت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ اسکی مدت خلافت میں حتی کہ زمانہ نظربندی اور قیام

قوص میں بھی برابر اُسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا رہا اول اول خلیفہ اور سلطان کی آپس میں بیحد محبت تھی سیر و تفریح کے لئے دونوں ساتھ ہی نکلا کرتے تھے۔ چوگان بھی دونوں ساتھ ہی کھیلتے تھے آپس میں بھائیوں کی طرح رہا کرتے تھے تنازعہ کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز سلطان کے سامنے خلیفہ کا ایک خط پیش کیا گیا جس میں خلیفہ نے کسی کو یہ تحریر کیا تھا کہ میں سلطان کو مجلس شرع شریف میں کسی معاملہ کی وجہ سے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ دیکھ کر سلطان بگڑ گیا اور قوص بھیجدینے اور تنخواہ مقرر کر دینے کی نوبت پہنچ گئی۔

ابن فضل اللہ کتاب السالک کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ مستکفی بہمہ صفت موصوف اور خصوصًا نرمی میں زیادہ مشہور تھا۔

مستکفی کے زمانہ خلافت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ قاضی القضاۃ تقی الدین بن دقیق السعید۔ شیخ زین الدین الفارقی شیخ الشافعیہ و شیخ دار الحدیث جو بعد الوفات نووی کے اس عہدہ پر مقرر ہوئے تھے اور ان کے مرنے کے بعد صدر الدین بن وکیل مقرر ہوئے۔ شرف الفزاری صدر بن زریر بن حاسب۔ حافظ شرف الدین دمیاطی۔ ضیاء الطوسی شارح حاوی شمس السروجی شارح ہدایہ امام نجم الدین بن الرفعہ امام شافعیہ۔ حافظ سعد الدین حارثی۔ فخر النوری محدث مکہ معظمہ۔ رشید بن المعلم از کبار علماء حنفیہ۔ اربوی۔ صدر بن وکیل شیخ شافعیہ۔ کمال بن شمس شی تاج التبریزی۔ فخر بن بنت ابی سعد شمس بن ابی العز شیخ حنفیہ۔ رضی طبری امام مکہ معظمہ۔ صفی ابو التستار۔ محمود ازموی۔ شیخ نور الدین بکری۔ علاء بن عطار شاگرد امام نووی۔ شمس اصفہانی صاحب التفسیر و شرح مختصر ابن حاجب و شرح تجرید وغیرہ۔ تقی الصائغ المقری قاریوں کے آخری شیخ۔ شہاب محمود شیخ صناعۃ الانشاء۔ جمال بن مطہر شیخ الشیعہ۔ کمال بن قاضی شہبہ۔ نجم القمولی صاحب الجواہر والبحر۔ کمال بن زملکانی۔ شیخ تقی الدین بن تیمیہ۔ ابن جبارہ شیخ الشاطبیہ۔ نجم البارسی شارح التنبیہ۔ برہان الفزاری شیخ شافعیہ علاء القونوی شارح الحاوی۔ فخر الترکمانی حنفی شارح جامع کبیر۔ الملک المؤید صاحب حماۃ جن کی بہت سی تصانیف ہیں۔ منجملہ ان کے ایک نظم الحاوی ہے شیخ یاقوت العرشی شاگرد شیخ ابو العباس مرسی برہان جعبری۔ بدر بن جماعہ۔ تاج بن فاکہانی فتح بن سید الناس۔ قطب حلبی۔ زین کنانی۔ قاضی محی الدین ابن فضل اللہ۔ رکن بن قویع۔ زین بن مرحل۔ شرف بن بارزی۔ جلال قزوینی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ

الواثق باللہ ابراہیم

الواثق باللہ ابراہیم بن ولیعہد المستمسک باللہ عبداللہ محمد بن الحاکم بامر اللہ ابوالعباس احمد ہے اسکے دادا الحاکم نے اپنے بیٹے محمد کو المستمسک باللہ کا خطاب دیکر ولیعہد بنایا تھا مگر المستمسک کا انتقال اپنے باپ کے سامنے ہی ہوگیا اس لئے حاکم نے اس ابراہیم اپنے پوتے کو ولیعہد کر دیا حاکم کو یہ گمان تھا کہ اسمیں خلافت کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی مگر بعد اُسے خود تجربہ ہوگیا کہ وہ اس کام کیلئے غیر صالح ہے کیونکہ یہ کھیل کود میں نہایت منہمک کمینوں سے صحبت رکھنے والا تھا۔ حاکم نے جب یہ دیکھا کہ اسکی اصلاح ناممکن امر ہے اس لئے حاکم نے اسے ولیعہدی سے معزول کر کے اسکی جگہ اپنے دوسرے بیٹے المستکفی ابراہیم کے چچا کو ولیعہد بنا دیا اسپر ابراہیم نے یہ حرکت کی خلیفہ اور سلطان جو آپس میں بھائیوں کی طرح رہا کرتے تھے اُن میں تفرقہ ڈلوا دیا اسکا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ دنیا پر ظاہر ہے۔

جب مستکفی کی موت کا وقت آیا تو اس نے مرتے وقت وہیں قوص میں اپنے بیٹے احمد کو ولیعہد بنایا مگر سلطان نے اسکی طرف ذرہ برابر بھی توجہ نہ کی بلکہ اس ابراہیم نے بیعت کر لی اور اس کا لقب الواثق باللہ مقرر کر دیا۔ جب سلطان کی موت کا وقت آیا تو سلطان بھی اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوا اور آخر کم محرم ۷۴۲ھ کو ابراہیم کو معزول کر کے ولیعہد احمد کو الحاکم بامر اللہ کا خطاب دیکر خلیفہ مقرر کر دیا۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ بہت سے لوگ ابراہیم کی شکایت لیکر سلطان کے پاس گئے اور اُسکی بدخلقی اور بداعمالی کی شکایتیں کیں مگر سلطان نے ایک نہ سنی اور اُس سے بیعت کر لی۔ عام لوگوں نے اسے المستعلی باللہ کا خطاب دیا۔

ابن فضل اللہ مسالک میں کہتے ہیں کہ واثق باللہ ابراہیم کو اُسکے دادا نے یہ خیال کر کے شاید اس میں خلافت کی صلاحیت آجائے یا یہ داعی خلافت کی آواز کو سن سکے ولیعہد مقرر کر دیا تھا مگر وہ بجائے نیک اور صالح ہو نیکے جوان ہو کر بدنام کنندہ نیکو نامے چند ہوا۔ جوانی میں اور زیادہ بدکار بن گیا۔ ہمیشہ لایعنی اور بے فائدہ کام کیا کرتا تھا رذیلوں میں اسکی جوانی تھی بُرے کاموں پر فخر کرتا تھا بداعمالی کو اپنی زینت اور اسکو نیک کام سمجھتا تھا۔ کبوتر باز بٹیر باز اور مرغے لڑانے والا تھا اور بہت سے افعال اس طرح کے کیا کرتا تھا کہ جن سے مروت جاتی

رہتی ہے اور وقار اٹھ جاتا ہے۔ بدمعاملہ تھا لوگوں سے چیز خرید کر قیمت نہیں دیتا تھا حرام طریقہ پر آتا خود بھی کھاتا اور اپنے عیال کو بھی کھلاتا تھا جب مستکفی کی موت کا وقت آیا تھا انہیں ماجزی کی عنایت سے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہی سلطان کے غصہ کی آگ خلیفہ پر بھڑک رہی تھی اور سلطان کے غضب کا سمندر موجیں مار رہا تھا اس نے واثق کو جو عقل سے کورا اور بیہوش شخص تھا بلا با یہ مع احمد کہ جس کو اسکے دادا نے ولیعہد بنایا تھا حاضر کیا گیا سلطان نے کسی شبہ کی وجہ سے عہدۂ خلافت احمد کے سر سے اتار کر واثق کے سر منڈھ دیا اور اگرچہ اس کی ولیعہدی کا نسخ پہلے ہی ہو چکا تھا مگر سلطان نے اسکا مطلق خیال نہ کیا قاضی القضاۃ ابو عمر بن جماعت نے سلطان کی رائے کی مخالفت کی مگر کچھ نہ ہو سکا آخر اسپر قرار پایا کہ خطبوں میں واثق کا نام نہ لیا جایا کرے بلکہ بجائے دونوں کے نام کے خطبوں میں محض سلطان کا نام پکارا جایا کرے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مستکفی کی موت کے ساتھ خطبوں میں سے خلفاء کا نام بھی مٹ گیا اور دہا میں محض سلطان کا نام باقی رہ گیا گویا یہ آخری خلفاء بنی عباس تھا۔ لوگوں نے اس شعلہ کو مٹا دیا اور ایک تیز تلوار کو نیام میں کر دیا یہ حالت سلطان کے بستر مرگ پر پہنچنے تک رہی جب موت نے سلطان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اُسکی آنکھ کھلی اور یہ اپنے کئے پر پچھتایا اور جس کے متعلق خلیفہ کی وصیت تھی اس طرف خلافت پہنچانے پر متوجہ ہوا حق اسپر ظاہر ہو گیا اور اپنی وعدہ خلافی پر پشیمان اور نادم ہوا۔ بے توقف ابراہیم کو معزول کیا اور حق حقدار کو پہنچ گیا۔ ابراہیم بھیڑ کے لباس میں بھیڑیا۔ شریفوں کے لباس میں پاجی۔ لئیم شمیم کی شکل میں متوسم تھا۔ اللہ اللہ کہاں وہ واثق کہ جس کا رعب دلوں میں سرایت کر گیا تھا اور اُسکی ہیبت نے مشرق و مغرب میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ سچ ہے کرگس سونڈھ کی طرح ڈاڑھی بڑھا کر ہاتھی نہیں بن سکتا اور بلی زیادہ پھول کر شیر نہیں ہو سکتی۔ اب واثق ہاتھ پہ ہاتھ رکھکر بیٹھ گیا اور اپنی بے عزتی کے ساتھ خاندان کا نام بھی ڈبو دیا۔ سچ ہے جو شخص کسی کو ذلیل کرتا ہے وہ خود ذلیل ہوتا ہے۔ انتہی کلام ابن فضل اللہ۔

الحاکم بامر اللہ ابو العباس

الحاکم بامر اللہ ابو العباس احمد بن المستکفی۔

تو میں المستکفی الحاکم بامر اللہ کے باپ کا جب انتقال ہونے لگا تو اُس نے الحاکم کو ولیعہد مقرر کیا لیکن سلطان الملک الناصر نے اسپر اسکے بھتیجے ابراہیم کو ترجیح دی اور چونکہ ابراہیم کی

سیرت بہت زیادہ قبیح تھی اس لئے قاضی عزالدین بن جماعۃ نے اسکی مخالفت میں بہت زیادہ کوشش کی مگر اس کی کوشش بالکل نہ چلی اور سلطان نے ابراہیم سے ہی بیعت کرلی۔ آخر الملک الناصر اپنی موت کے وقت اسپر بہت پچھتایا اور اُمراء کو وصیت کی کہ ابراہیم کو معزول کرکے احمد سے بیعت کرلی جائے۔ چنانچہ الناصر کے انتقال کے بعد جب المنصور ابوبکر بن الناصر بادشاہ ہوا تو اُس نے پنجشنبہ ۱۱ ذوالحجہ ۷۴۱ھ میں ایک مجلس منعقد کی۔ ابراہیم اور ولیعہد الحاکم کو بھی بلایا قاضیوں سے دریافت کیا گیا کہ شرعاً خلافت کا مستحق کون شخص ہے قاضی عزالدین بن جماعت نے کہا کہ خلیفہ المستکفی نے شہر قوص میں اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے احمد کو ولیعہد بنایا تھا اور اسپر خلیفہ نے شہر قوص کے چالیس عادل گواہوں کو شاہد بنایا تھا اور اس کا ثبوت میرے نائب قاضی قوص کے سامنے گذر چکا تھا اور پھر میرے روبرو بھی اس کا ثبوت ہو چکا ہے۔ سلطان نے یہ سُنکر فوراً ابراہیم سے خلع اور احمد سے بیعت کرلی اور اسکے دادا کے اوپر ہی اسکا لقب الحاکم بامر اللہ مقرر کردیا۔

ابن فضل اللہ مسالک میں لکھتے ہیں کہ الحاکم بامر اللہ ہمارے زمانہ کا امام اور ہمارے مالک کا بادشاہ ہے اُس نے دشمنوں کو غیظ اور دوستوں کو فیض پہنچایا تمام امور کو بخوبی انجام دیا اسکی طرف سب کی نظر محبت سے اُٹھنے لگیں رسوم خلافت کو از سرنو زندہ کیا اسکی مخالفت کی کسی کو جراُت نہیں ہوتی تھی۔ اپنے آباؤ اجداد کے قدم بقدم چلا جو غفلت والوں سے محو ہو چکی تھی اُسکو پھر زندہ کیا اور اپنی اولاد کے واسطے راستہ صاف کرگیا اپنے خاندان کی پریشانیوں کو مبدل بہ اطمینان کردیا۔ جو کچھ بے اطمینانیں پیدا ہو گئی تھیں اُن کو مٹادیا منبروں پر اسکے نام کے خطبوں کا اجراء ہوگیا تمام مملکت اسلام میں اس کا اعتبار بڑھ گیا۔

ابن فضل اللہ فرماتے ہیں کہ الحاکم کے لئے ایک مبایعت نامہ لکھا گیا تھا جسکے اندر تمام حالات مشرح طور سے لکھے گئے تھے اور جس میں ہر طرح کا ذکر کیا گیا تھا اور جسکی ابتداء قرآن شریف کے ان لفظوں سے کی گئی تھی۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ الخ۔

(ابن فضل اللہ کا وہ مبایعت نامہ پورا مصنف نے نقل کیا ہے جو قریب سات صفحوں کے ہے وہ اپنی بلاغت و فصاحت اور زینت الفاظ سے کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ اُردو خواں حضرات تو درکنار عربی علم بھی کم ہی مستفید ہو سکتے ہیں اس لئے اسکا ترجمہ ترک کردیا گیا۔ مترجم)

ابن حجر درر میں لکھتے ہیں کہ اول اس کا لقب المستنصر مقرر ہوا تھا مگر بعد میں الحاکم قرار ہوگیا۔

شیخ زین الدین عراقی کہتے ہیں کہ الحاکم نے بعض متاخرین سے حدیث سماعت کی تھی

الحاکم کا انتقال نصف ۷۵۳ھ میں مرض طاعون کے اندر ہو گیا۔

اس کے زمانہ خلافت اور ایام ولایت میں حسب ذیل واقعات ظہور پذیر ہوئے۔

سلطان منصور اپنے فساد اور شر انگیزی کی وجہ سے معزول کر دیا گیا کہتے ہیں کہ اسکی بدکاری کی انتہا اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اُس نے اپنے باپ کی بیویوں کو بھی نہیں چھوڑا معزولی کے بعد وہ قوص بھیجا گیا اور وہیں قتل ہو گیا۔ درحقیقت یہ اللہ جل جلالہ کی طرف سے اس بدکاری کا بدلہ تھا جو اسکے باپ نے خلیفہ المستکفی کے ساتھ کی تھی کیونکہ یہ عادت اللہ ہمیشہ سے جاری رہی ہے کہ جس نے آل عباس کو کوئی ایذا یا تکلیف پہنچائی اُسکو بھی فوراً اس کا بدلہ مل گیا۔

منصور کے خلع کے بعد اُسکا بھائی الملک الاشرف کجک بادشاہ ہوا مگر اسی سال تخت سے اُتار دیا گیا اسکے بعد اس کا بھائی احمد تخت نشین ہوا جس نے اپنا لقب الناصر مقرر کیا۔ قاضی شام شیخ تقی الدین سبکی نے سلطان اور خلیفہ میں مبایعت کرائی۔

۷۴۳ھ میں الناصر احمد بھی معزول ہو گیا اُسکی جگہ اسکا بھائی اسماعیل بلقب صالح سلطان مقرر ہوا۔

۷۴۶ھ میں صالح کا انتقال ہو گیا خلیفہ نے اُسکے بھائی شعبان کو الکامل کا خطاب دیکر بادشاہ بنا دیا۔

۷۴۷ھ میں الکامل قتل ہو گیا اور اس کا بھائی حاجی بلقب المظفر تخت نشین ہوا۔

۷۴۸ھ میں مظفر بھی معزول کر دیا گیا اسکی جگہ اسکا بھائی حسن بلقب الناصر سلطان ہو گیا۔

۷۴۹ھ میں ایسا طاعون پھیلا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں سُنا گیا تھا۔

۷۵۲ھ میں حسن الناصر بھی معزول ہو گیا اور اس کا بھائی صالح بادشاہ ہوا الملک الصالح لقب مقرر ہوا یہ آٹھواں شخص تھا جو اولاد الناصر محمد بن قلادون سے بادشاہ ہوا تھا شیخو اسکا اتابک تھا مسالک میں لکھا ہے کہ سب سے اول مصر میں بھی اتابک الامیر الکبیر کے لقب سے ملقب ہوا ہے۔

الحاکم کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے وفات پائی۔ حافظ ابوالحجاج المزی۔ تاج عبدالباقی یمنی۔ شمس بن عبدالہادی۔ ابوحیان۔ ابن الوردی۔ ابن اللبان۔ ابن عدلان۔ ذہبی۔ ابن فضل اللہ۔ ابن قیم جوزی۔ فخر المصری شیخ شافعیہ بالشام تاج المراکشی و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المعتضد باللہ ابوالفتح

المعتضد باللہ ابوالفتح ابوبکر بن المستکفی۔

۷۵۳ھ میں اسکے بھائی کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس سے بیعت کی یہ نیک اور متواضع اہل علم کو دوست رکھنے والا شخص تھا۔ جمادی الاولیٰ ۷۶۳ھ میں اس دنیا ردنی سے انتقال کرگیا۔

اس کے عہد خلافت کے واقعات حسب ذیل ہیں۔

۷۵۴ھ میں بقول ابن کثیر وغیرہ طرابلس میں ایک لڑکی تھی جس کا نام نفیسہ تھا۔ یکے بعد دیگرے تین مردوں سے اسکا نکاح ہوا مگر کوئی اسپر قادر نہ ہوسکا لوگوں کا گمان تھا کہ اُسے رتق کی بیماری ہے رتق عورتوں کی ایک بیماری ہوتی ہے کہ فرج کے منہ پر ایک زیادتی پیدا ہوجاتی ہے جسکی وجہ سے ادخال ذکر ناممکن ہوجاتا ہے مترجم جب اس لڑکی کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو اسکے پستان غائب ہوگئے اور فرج سے کچھ تھوڑا تھوڑا گوشت ابھرنا شروع ہوگیا حتیٰ کہ وہ بقدر ایک انگشت کے ہوگیا اور انثیین بھی نمودار ہوگئے۔

۷۵۵ھ میں الملک الصالح کا خلع ہوا اور الناصر حسن پھر بادشاہ ہوگیا۔

۷۵۶ھ میں پیسے دینار کے برابر سکوک کرائے گئے اور اسی کے وزن کے برابر بنوائے ایک درہم کے چوبیس پیسے مقرر ہوئے اس سے پہلے ایک درہم کے ڈیڑھ رطل پیسے آتے تھے انہیں نئے پیسوں سے نقرئی داموں کا حساب کرکے شیخو اور صرغتمش کے حکم سے ارباب وظائف کی تنخواہیں ملتی تھیں۔

۷۶۲ھ میں الناصر حسن قتل ہوگیا اور اس کا بھتیجا محمد بن المظفر تخت پر بیٹھا۔

معتضد کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔ شیخ تقی الدین سبکی۔ سمین صاحب الاعراب۔ قوام الاتقانی۔ بہاء بن عقیل۔ صلاح العلائی۔ جمال بن ہشام۔ حافظ مغلطائی۔ ابوامامہ بن النقاش و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المتوکل علی اللہ ابوعبداللہ

المتوکل علی اللہ ابوعبد محمد بن المعتضد والد خلفاء العصر۔

یہ اوّل ولیعہد تھا اپنے والد کے انتقال کے بعد جمادی الاولیٰ ۷۶۳ھ میں تخت خلافت پر

بیٹھا اسکی مدت خلافت پینتالیس برس ہیں اور اسی میں وہ زمانہ بھی شامل ہے جس میں معزول اور قید رہا ہے جس کا ذکر ہم عنقریب ہی کرینگے اس نے اپنے پیچھے بہت اولاد چھوڑی کہتے ہیں کہ اسکے سو بچے پیدا ہوئے کچھ پورے ہوئے کچھ اسقاط حمل ہوگیا۔ اکثر بڑے ہوکر مرے بعض بچپن میں انتقال کر گئے۔ اُن میں سے پانچ اولاد کو خلافت پہنچی جسکی نظیر دوسرے خلفاء میں نہیں ملتی جنہیں خلافت پہنچی اُن کے نام حسب ذیل ہیں المستعین العباس۔ المعتضد داؤد۔ المستکفی سلیمان۔ القائم حمزہ۔ المستنجد یوسف۔ اسکی اولاد میں سے اب ایک موسیٰ باقی ہے جو بالکل ابراہیم بن المستکفی کے مشابہ ہے بنی عباس میں اسوقت جسقدر لوگ موجود ہیں وہ اسی متوکل کی اولاد میں سے ہیں خداوند تعالیٰ اُن میں برکت عنایت فرمائیں اور اُنکی نسل بڑھائیں۔

اُسکے زمانہ کے واقعات حسب ذیل ہیں:۔

۷۶۴ھ میں المنصور محمد کا خلع ہوا اور شعبان بن حسین بن الناصر بن محمد بن قلادون سلطان ہوا جسکا لقب اشرف رکھا گیا۔

۷۷۳ھ میں سلطان کا حکم ہوا کہ تمام شرفاء سبز عمامے باندھا کریں تاکہ وہ دوسرے لوگوں سے الگ پہچانے جایا کریں یہ ایک نئی بات تھی۔ عبداللہ بن جابر الاعمیٰ نحوی شارح الفیہ جو الاعمیٰ والبصیر کے لقب سے مشہور ہیں انہوں نے اس علامت کے متعلق کہا ہے کہ (ترجمہ) ابناء رسول علیہ السلام کے واسطے انہوں نے ایک علامت مقرر کی ہے حالانکہ علامت اُس چیز کی ہونی چاہئے جو مشہور نہ ہو۔ ان کے چہروں پر نور نبوت کا چمکنا سبز کپڑوں سے مستغنی کرتا ہے۔

اسی سال طاغی تیمور لنگ نے خروج کیا جس نے شہروں کو تباہ لوگوں کو ہلاک کردیا۔ خدا کی زمین پر بہت ہی فساد پھیلایا حتیٰ کہ خداوند تعالیٰ نے اس اشقی کو ۸۰۷ھ میں اٹھالیا۔

اس شخص تیمور لنگ کی اصل یہ ہے کہ یہ ایک دہقان کا لڑکا تھا۔ چوری۔ رہزنی شروع کی پھر صاحب خیل السلطان کی خدمت میں چلا گیا اور اُسکے مرنے کے بعد خود اُسکی جگہ دبا بیٹھا اور رفتہ رفتہ اتنی ترقی کی کہ تواریخ میں قیامت تک اس کا نام چلا جائیگا۔

کسی شخص سے دریافت کیا گیا کہ تیمور لنگ کا خروج اول کس سال میں ہوا تھا اُسنے جواب دیا کہ سال عذاب میں کیونکہ ابجد کے حساب سے لفظ عذاب کے عدد ۷۷۳ نکلتے ہیں۔

رمضان ۷۷۳ھ میں سلطان کے قلعہ کے سامنے درس بخاری شروع ہوا حافظ زین الدین عراقی اول قاری مقرر ہوئے پھر شہاب الدین عریانی بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔

۷۷۵ھ میں دمشق میں سخت قحط پڑا

۷۷۸ھ میں اشرف شعبان قتل ہوگیا اور اسکے بجائے اسکا بیٹا علی بہ لقب المنصور بادشاہ ہوا۔ اس کے قتل اور المنصور کی تخت نشینی کا واقعہ اس طرح ہوا کہ اشرف شعبان معہ خلیفہ اور قضات اور امراء کے حج کو چلا راستہ میں سے امراء چھپکر قاہرہ واپس بھاگ آئے اور خلیفہ بھی چلا آیا تمام لوگوں کا یہ ارادہ ہوا کہ خلیفہ کو مصر کا بادشاہ بنا دیا جائے مگر خلیفہ نے اس سے انکار کر دیا۔ انہوں نے ابن اشرف کو تخت پر بٹھلا دیا۔ اشرف یہ سنکر کہیں چھپ گیا لیکن دوبارہ میں گرفتار کر کے گلا گھونٹ کر مار دیا گیا۔

اسی سال آفتاب و ماہتاب کو پورا گہن لگا۔ شعبان کی چودہ تاریخ کو جب چاند نکلا تو گہن لگا ہوا اور ۲۸ شعبان کو آفتاب میں گہن لگا۔

۴ ربیع الاول ۷۷۹ھ میں ایبک البدری (اتابک العساکر) نے زکریا ابن ابراہیم بن المستمسک بن خلیفہ الحاکم کو بلا کر خلعت دیدیا اور خلیفہ بنا دیا حالانکہ نہ کسی نے اس سے بیعت کی نہ اس پر اجماع ہوا۔ زکریا بن ابراہیم کو المستعصم کا خطاب دیدیا اور متوکل کو قوص جانیکا حکم نافذ کر دیا۔ اس عزل و نصب کا سبب وہ کینہ تھا جو اشرف کے قتل کے وقت اتابک کے دلمیں خلیفہ کی طرف سے پیدا ہوگیا تھا خلیفہ قوص چلا گیا اور اگلے ہی روز واپس آگیا اور آخر ۲۰ ربیع الاول کو خلیفہ ہوگیا المستعصم محض پندرہ روز خلیفہ رہ کر پھر معزول کر دیا گیا۔

جو خلفاء مصر میں رہے ان میں متوکل چھٹا خلیفہ تھا اس کا بھی خلع ہوا۔ یہ عجیب اتفاق ہوتا ہے جس پر ہم شروع کتاب میں بحث کر چکے ہیں۔

۷۸۰ھ میں حلب سے خبر پہنچی کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے بیہودہ بکنا شروع کیا امام صاحب نے نیت نہ توڑی بلکہ نماز پوری کر کے جب سلام پھیرا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس بیہودہ بکنے والے کی صورت سور کی سی ہوگئی ہے اور وہ جنگل کی طرف بھاگا چلا جا رہا ہے۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر بڑا تعجب کیا۔

صفر ۷۸۳ھ میں منصور کا انتقال ہوگیا اور اسکی جگہ اسکا بھائی حاجی بن الاشرف مقرر ہوا اور اسکا لقب الصالح قرار پایا۔

رمضان شریف ۷۸۴ھ میں الصالح کا خلع اور برقوق بادشاہ ہوا اسکا لقب الظاہر مقرر ہوا یہ خاندان جراکسہ کا سب سے پہلا بادشاہ ہے۔

رجب ۷۸۵ھ میں برقوق چرکس نے خلیفہ المتوکل کو پکڑ کر خلع کرکے قلعۃ الجبل میں قید کر دیا۔ اور محمد بن ابراہیم ابن المستمسک بن الحاکم کو الواثق باللہ کا خطاب دیکر بیعت کرلی۔ محمد بن ابراہیم خلیفہ رہا حتی کہ چہار شنبہ ۱۹ شوال ۷۸۸ھ میں اسکا انتقال ہوگیا۔ لوگوں نے برقوق سے خلیفہ المتوکل کی بحالی کے متعلق عرض کیا مگر اُس نے نامنظور کر دیا اور اُسکے بھائی عمر زکریا کو بلا کر المستعصم باللہ کا خطاب دیکر خلیفہ بنا دیا ۷۹۱ھ تک یہ خلیفہ رہا آخر برقوق اپنے کیے پر نادم ہوا اور متوکل کو قید سے نکال کر پھر اُسے خلیفہ کر دیا۔ زکریا معزول ہوکر گھر بیٹھ گیا اور وہیں اُسکا انتقال ہوگیا المتوکل مرتے دم تک خلیفہ رہا۔

اسی سال جمادی الآخر میں الصالح حاجی پھر سلطنت پر لوٹ آیا اور اپنا لقب بالملک المنصور رکھ لیا۔ برقوق کرک میں قید کر دیا گیا۔

اسی سال مؤذنوں نے ایک نئی بدعت ایجاد کی یعنی اذان کے الصلوٰۃ والتسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اضافہ کر دیا یہ بالکل ایک نئی بات تھی مؤذنوں کو یہ حکم محتسب نجم الدین الطنبدی نے دیا تھا۔

صفر ۷۹۲ھ میں برقوق قید سے رہا ہوکر پھر بادشاہ ہوگیا اور مرتے دم تک یعنی شوال ۸۰۱ھ تک بادشاہ رہا اسکے بعد اس کا بیٹا فرج سلطان ہوا اور اُس نے اپنا لقب الناصر رکھا۔ ربیع الاول ۸۰۸ھ کو معزول کر دیا گیا اور اُسکی جگہ اُسکے بھائی عبد العزیز کو المنصور کا خطاب دیکر تخت پر بٹھلا دیا۔ ۳ جمادی الآخر کو وہ بھی معزول کر دیا گیا اور پھر دوبارہ الناصر سلطان ہوگیا۔

اسی سال یعنی شب سہ شنبہ ۱۸ رجب ۸۰۸ھ کو خلیفہ المتوکل انتقال ہوگیا۔

اس کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا شمس بن مفلح عالم حنبلی۔ صلاح الصفدی۔ شہاب بن نقیب۔ محب ناظر الجیش۔ شریف الحسینی الحافظ۔ قطب تحتانی۔ قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعۃ۔ تاج بن سبکی۔ ان کے بھائی شیخ بہاء الدین۔ جمال اسنوی۔ صائغ حنفی۔ جمال بن نباتہ۔ عفیف یافعی۔ جمال شرلشی۔ شرف بن قاضی جبل۔ سراج الہندی۔ ابن ابی حجلہ۔ حافظ تقی الدین بن رافع۔ حافظ عماد الدین بن کثیر۔ عبادی نحوی۔ بہاء ابن البقاء سبکی۔ شمس بن خطیب بیرود۔ عماد حسبانی۔ بدر بن حبیب۔ ضیاء القرمی۔ شہاب الاذرعی۔ شیخ اکمل الدین۔ شیخ سعد الدین تفتازانی۔ بدر الزرکشی۔ سراج ابن ملقن۔ سراج بلقینی۔ حافظ زین الدین

عراقی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الواثق باللہ عمر

الواثق باللہ عمر بن ابراہیم بن ولیعہد المستمسک بن الحاکم متوکل کے خلع کے بعد رجب ۷۸۵ھ میں لوگوں نے اس سے بیعت اور چہارشنبہ ۱۹ شوال ۷۸۸ھ تک خلیفہ رہ کر انتقال کر گیا۔

المستعصم باللہ زکریا

المستعصم باللہ زکریا بن ابراہیم بن المستمسک۔ اس سے اسکے بھائی الواثق کے مرنے کے بعد بیعت ہوئی اور ۷۹۱ھ میں معزول کر دیا۔ مرتے وقت تک معزول رہا اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے متوکل پھر خلیفہ بنا دیا گیا۔

المستعین باللہ ابو الفضل

المستعین باللہ ابو الفضل العباس بن المتوکل اسکی والدہ ایک ترکی ام ولد بائی خاتون نامی تھی رجب ۸۰۸ھ میں متوکل کے انتقال کے بعد اس سے بیعت کی گئی ان ایام میں الملک الناصر فرج سلطان تھا۔

جب الناصر شیخ سے لڑنے کے لئے نکلا اور ہزیمت کھا کر قتل ہو گیا تو محرم ۸۱۵ھ میں خلافت پھر مستنزاد ہو کر بحیثیت سلطان بھی خلیفہ سے بیعت کی گئی۔ خلیفہ نے اس بیعت کو بجواز توثیق اور عہد و پیمان از امراء قبول فرمایا اسکے بعد امراء کے جلوس میں مصر آیا اور وہ بیت عزل میں تصرف کیا سکوں پر اسکا نام مسکوک ہو گیا۔ لقب اس نے بدستور رکھا کوئی تغیر و تبدل نہ کیا۔

شیخ الاسلام ابن حجر نے اسکے متعلق ایک بہت بڑا مشہور قصیدہ لکھا جس کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں (ترجمہ) ہم میں بہ سبب مستعین عباس عادل کے ملک کی بنیاد استوار ہو گئی اولاد عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از مدت بسیار کے اجلاس فرمایا۔ ۲ ربیع الآخر سہ شنبہ کا دن بہت مبارک ہے کہ اس میں خوشی برستی ہے۔ اسی دن عہدی زمانہ امین ملمون عیب سے خالی طاہر انفاس تخت پر بیٹھا۔ اے آقا تیرا غلام امیدوار بنکر آیا ہی اگر قبول

کرے تو نا امیدی اس کے پاس نہ پھٹکے۔

جب مستعین مصر میں آیا تو قلعہ میں ٹھیرا۔ شیخ الاصطبل بھی قلعہ میں ہی رہا۔ دیا لمصر کی تدبیر ملکت شیخ الاصطبل کے سپرد کردی اور اسکو نظام الملک کا خطاب عنایت کیا۔ امراء کو جب اپنی خدمات سے فرصت ہوتی تو وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اس نے رفتہ رفتہ تمام کام اپنے ہاتھ میں لینے شروع کردئے حتیٰ کہ فرامین وغیرہ کی خبر خلیفہ تک کو نہ ہوتی اور محض اُسکے حکم سے نافذ ہو جاتے تھے خلیفہ کو اس سے سخت وحشت اور قلق ہوا اور بہت زیادہ طبیعت گھبرائی۔ آخر شیخ الاصطبل نے خلیفہ سے درخواست کی کہ سلطنت اُسکے سپرد کردیجائے جیسا کہ ہمیشہ سے دستور چلا آتا ہی خلیفہ نے اسکو اس شرط پر قبول کرلیا کہ وہ قلعہ چھوڑ کر اپنے گھر سکونت اختیار کرلے۔ شیخ نے اس شرط کو قبول نہ کیا اور بہ جبر سلطان بن گیا اور المؤید خطاب رکھ لیا صاف اور صریح طور پر خلیفہ سے خلع کر کے اُسکے بھائی داؤد سے بیعت کرلی۔ مستعین بیچارہ مع اپنے اہل وعیال کے قلعہ سے اپنے گھر چلا آیا۔ شیخ نے حکم نافذ کیا کہ کوئی شخص مستعین سے نہ مل سکے جب یہ اطلاع نوروز نائب شام کو ملی تو اُس نے قاضیوں اور علماء کو جمع کر کے اسکے متعلق فتویٰ دریافت کیا انہوں نے مؤید کے خلاف فتویٰ دیا اور اس کی خلافت کو غلط ٹھیرایا اسپر نوروز نے مؤید سے جنگ کی تیاری شروع کردی۔ اور مؤید بھی ۸۱۷ھ میں اس سے جنگ کے لئے نکلا مستعین اسکندریہ چلا گیا اور وہاں پکڑ کر قید کیا گیا جب ططر بادشاہ ہوا تو اُس کو رہا کر کے قاہرہ میں آجانے کی اجازت دیدی گئی مگر اُس نے اسکندریہ ہی کو اپنا وطن بنالیا اور اسے اسکندریہ ہی پسند آگیا وہاں اس نے تجارت سے بہت سا مال پیدا کیا۔ آخر وہیں جمادی الآخر ۸۳۳ھ میں بمرض طاعون اس کا انتقال ہوگیا۔

اس کے زمانہ کے عجیب واقعات یہ ہیں۔

۸۱۲ھ میں اول دن دریائے نیل اس قدر نیچے اُتر گیا کہ جسکی کوئی انتہا نہ تھی پھر اڑدہی اتنا چڑھ آیا کہ معمول سے بائیس گز اوپر آگیا۔

۸۱۳ھ میں غیاث الدین اعظم شاہ بن اسکندر یہ شاہ بادشاہ ہند نے خلیفہ کو بہت سا مال اور تحفے روانہ کئے اور بارگاہ خلافت سے خطاب وغیرہ کی درخواست کی نیز سلطان کے لئے بھی تحائف روانہ کئے۔

مستعین کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا۔ الموفق الناشری شاعر یمن

نصر اللہ بغدادی عالم حنبلی شمس المیدنحوی۔ شہاب الحبانی۔ شہاب الناشری فقیہ یمن۔ ابن البہائم صاحب الفرائض والحساب۔ ابن الضعیف شاعر یمن۔ محب بن شحنہ عالم حنفیہ والد قاضی العسکر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المعتضد باللہ ابو الفتح

المعتضد باللہ ابو الفتح داؤد بن المتوکل ایک ترکی ام ولد کزل نامی سے پیدا ہوا اور اپنے بھائی کو معزولی کے بعد ۸۱۶ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس وقت سلطنت پر سلطان الموید قابض تھا سلطان نے محرم ۸۲۴ھ میں انتقال کیا اور اسکی جگہ اس کا بیٹا احمد بہ لقب المظفر تخت سلطنت پر قابض ہو ططر اس کا ناظم مقرر ہوا مگر شعبان میں ططر نے اسے گرفتار کر لیا۔ ططر کو سلطنت عنایت کر دی اور اس کا لقب الظاہر مقرر کر دیا ططر اسی سال ذوالحجہ میں انتقال کر گیا اسکی جگہ اسکا بیٹا محمد بہ لقب الصالح سلطان مقرر ہوا اور اسکی نظامت برسبائی کو سپرد ہوئی۔ برسبائی نے حملہ کر کے الصالح کو تخت سے اتار دیا اور خلیفہ نے برسبائی کو ربیع الآخر ۸۲۵ھ میں سلطان بنا دیا یہ حالت سلطنت میں ہی ذوالحجہ ۸۴۱ھ کو انتقال کر گیا اسکی جگہ اس کا بیٹا یوسف بہ لقب العزیز بادشاہ مقرر ہو جقمق اس کا ناظم بنا جقمق نے عزیز سے ۸۴۲ھ میں سلطنت چھین لی اور خلیفہ نے اسکو الظاہر کا لقب دیکر سلطان بنا دیا۔ خلیفہ نے اسی سلطان کے زمانہ میں انتقال کیا۔

معتضد سردار خلفاء نجیب۔ زکی عقیل ہوشیار شخص تھا علماء و فضلاء کی صحبت اختیار کرتا تھا ان سے فائدہ حاصل کرتا اور ما حضر میں انکو شریک رکھتا بے انتہا سخی تھا۔ یکشنبہ ۴ ربیع الاول ۸۴۵ھ میں انتقال کیا۔ اسکی عمر قریب ستر سال کی تھی۔ یہ ابن حجر کی تحقیق ہے مگر مجھ سے خود اسکے بھتیجے نے بیان کیا کہ اسکی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی ہے۔

اسکے زمانہ میں عجیب واقعات جو ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:۔

۸۱۶ھ میں صدر الدین بن آدمی کو عہدہ قضا کے ساتھ محتسب کا بھی عہدہ دیا گیا یہ پہلا شخص ہے جسے دونوں عہدوں کے جامع ہونیکا فخر حاصل ہے۔

۸۱۹ھ میں عہدہ محتسب منکلی بغا کے سپرد کیا گیا ترکوں میں یہ اول شخص ہے جو اس عہدے پر مامور ہوا۔

اسی سال مصر میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں آسمانوں پر گیا وہاں خدا کو دیکھا اور اس سے ہمکلام ہوا۔ بہت سے عوام اس کے معتقد ہو گئے ایک مجلس منعقد کر کے اسکو اس دعوے سے توبہ کرنے کیلئے کہا گیا مگر اس نے توبہ سے انکار کر دیا۔ اس پر فتویٰ لیا گیا مالکی نے حکم دیا کہ اگر دو شخص اس کے فتور عقل کی گواہی نہ دیں تو اس کو قتل کر دیا جائے اطباء نے مشاہدہ کے بعد یہ کہا کہ یہ شخص مختل العقل ہے ہوش درست نہیں اس لئے اسکو پاگل خانے میں بھیج دیا جائے۔

۸۲۱ھ میں ایک بھینس نے ایک عجیب قسم کا بچہ دیا جو صنعت خداوندی کا ایک عجیب نمونہ تھا جس کے دو سر دو گردنیں چار اگلے ہاتھ کمر کی دو ریڑھ کی ہڈیاں۔ ایک پاخانہ کی جگہ دو پچھلے پیر ایک پیشاب کی جگہ زنانی دو دُمیں تھیں۔

۸۲۲ھ میں ارزنکان میں ایک سخت زلزلہ آیا جسکی وجہ سے اکثر آدمی مر گئے۔

اسی سال المدرسۃ المؤید بنکر تیار ہو گیا اسکے مدرس شیخ شمس الدین بن دیری مقرر ہوئے درس سلطان کے سامنے ہی شروع ہوا۔ سلطان کے بیٹے ابراہیم نے شیخ کا مصلیٰ خود اپنے ہاتھ سے بچھایا۔

۸۲۳ھ میں شہر غزہ میں ایک اونٹ حلال کیا گیا تو اس کا گوشت اس طرح چمکتا تھا جیسے چراغ چمکتا ہے۔ اس میں سے تھوڑا سا کتے کو ڈالا تو اس نے بھی اسے نہ کھایا۔

۸۲۴ھ میں دریائے نیل اپنے پورے منتہا تک چڑھ آیا جس کی وجہ سے بہت سی زراعت غرق ہو گئی۔

۸۲۵ھ میں فاطمہ بنت قاضی جلال الدین بلقینی کے ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس میں مرد و عورت دونوں کی علامات موجود تھیں۔ ہتھیلیوں میں اور ایک ایک ہاتھ زائد تھا سر میں دو سینگ بیل جیسے تھے یہ فوراً ہی مر گیا۔

اسی سال قاہرہ میں ایک خفیف زلزلہ آیا اور دریائے نیل زیادہ ہو گیا۔

معتضد کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا:۔

شہاب بن حجہ فقیہہ شام۔ برہان بن رفاعہ ادیب۔ زین ابوبکر المراغی فقیہہ و محدث مدینہ شریف۔ حسام الابیوردی۔ جمال بن ظہیر حافظ مکہ مجد شیرازی صاحب قاموس۔ خلف التحریری مالکی شمس بن خبانی از کبار ائمہ احناف۔ ابوہریرہ بن نقاش۔ دانوغی۔ اُستاد عز الدین بن جماعہ۔ ابن ہشام عجمی۔ صلاح اقفہسی۔ شہاب الغزی شافعی۔ جلال بلقینی۔ برہان بیجوری۔ ولی عراقی۔

شمس بن مدیری۔ شرف قیانی۔ علاء بن علی۔ بدر بن دمامینی۔ تقی الحصینی۔ شارح ابن شجاع، ہجری۔ سراج قاری الہدایہ۔ نجم بن حجی۔ بدر البشتکی۔ شمس البرماوی۔ شمس الشطنوفی۔ تقی الفاسی۔ زین القمنی۔ نظام یحییٰ سیرانی۔ قرا یعقوب الرومی۔ شرف بن مفلح حنبلی۔ شمس بن قشیری۔ ابن جزری شیخ القراءۃ۔ ابن خطیب الدہشتہ۔ شہاب الاشبیلی۔ زین التفہنی۔ بدر المقدسی۔ شرف بن مقری عالم یمن صاحب عنوان اشرف۔ تقی بن حجہ شاعر۔ جلال المرشدی نحوی مکہ۔ جام شیرازی شاگرد شریف۔ جمال بن خیاط عالم یمن۔ بوصیری محدث۔ شہاب بن عمرہ۔ علاء البخاری۔ شمس البساطی۔ جمال گازرونی عالم طیبہ۔ محب البغدادی حنبلی۔ شمس بن عمار و دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ

المستکفی باللہ ابو الربیع

المستکفی باللہ ابو الربیع سلیمان بن المتوکل اپنے بھائی المعتضد باللہ کے زمانہ میں ولیعہد ہوا میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تولیت نامہ لکھا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

یہ عہد نامہ ہے جو میں ابو الربیع کے نفس شریف کے واسطے لکھتا ہوں خداوند تعالیٰ اجل شانہ اسکی حفاظت کرے اور برائیوں سے بچائے اور اسکی رعایت کرے ہمارے سردار مولا و مولیٰ الشریف طاہر امام الاعظمیۃ عباسیہ نبویہ معتضدیہ امیر المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد وارث خلفاء راشدین المعتضد باللہ تعالیٰ ابو الفتح داؤد خداوند تعالیٰ اسکے وجود سے دین کو غلبہ اور مسلمانوں اور اسلام کو نفع پہنچائے میں نے یہ دستاویز اپنے برادر خورد کے حق میں لکھی ہے جو اعلیٰ اعلم مولوی اصلی حسبی نسبی حکمی سیدی ابو الربیع سلیمان المستکفی باللہ ہے خلافت معظمہ کے ساتھ خداوند تعالیٰ اسکی شان بلند کریں اور اسکو خلیفہ کے ساتھ مسلمانوں کا امام بنائیں۔ یہ عہد شرعی معتبر برضا و رغبت خود مسلمانوں کی نصیحت کے لئے لکھا ہے تاکہ لوگ اسپر مطلع ہوکر جو چیزان پر از قبیلۂ مراعات مسلمین اور مصالح مؤمنین واجب ہے اسکو پورا کریں۔ اور سلطنت خلفاء راشدین اور ائمہ مہدیین کی اقتدا کریں۔ یہ تربیت نامہ اُس وقت لکھا گیا اور معرض وجود میں لایا گیا جب المستکفی باللہ ابو الربیع کے دین اور نیکی۔ عدالت۔ کفایت اہلیت اور استحقاق کو پوری طرح سمجھ لیا گیا ہے اور اس کی حالت اور پوشیدہ باتوں کو اچھی طرح جانچ لیا گیا ہے اور یہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ اللہ کے دین میں نہایت ثقہ اور معتبر شخص ہے اسکے اندر کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی استحقاق کے منافی ہو اہل حل وعقد کے معاملات پر اسکو پوری واقفیت حاصل کرنے کا ملکہ ہے اسی لئے ان لوگوں پر شفقت کرنے کی غرض سے اور خود

بری الذمہ ہونے کیواسطے اور حقدار کو حق پہنچانے کیلئے اس دستاویز کے لکھنے میں سبقت کی گئی تاکہ عندالحاجت جو لوگ اسکو دیکھیں یا سُنیں وہ اسکی تعمیل کریں اور اسکی اطاعت کو اپنا فرض منصبی شمار کریں لوگوں کو اس کی اطاعت کے لئے بلائیں۔ یہ دستاویز امیرالمؤمنین المعتضد باللہ کی موجودگی اور اذان سے لکھی گئی اور سیدی المستکفی ابوالربیع سلیمان نے اسپر قبول شرعی کیا۔ فقط

المستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان خلفاء میں نہایت صالح ہوا ہے۔ یہ صالح۔ دیندار۔ عابد بہت عبادت کرنیوالا۔ قرآن شریف کی تلاوت کرنے والا۔ خاموش۔ لوگوں کے جرائم سے چشم پوشی کرنے والا۔ بااخلاق شخص تھا۔ اسکے متعلق معتضد اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنے بھائی سلیمان سے کبھی گناہ کبیرہ ہوتے نہیں دیکھا۔ الملک الظاہر اس کا بیحد معتقد تھا اور اسکا حق پہچانتا تھا میرے والد ماجد اسکے امام تھے مستکفی ان کا بہت ادب اور لحاظ کرتا تھا۔ اُن کو ہمیشہ اپنا مخدوم سمجھتا رہا اور میں نے تو اُسی کے گھر میں پرورش پائی اور اُسی کی تربیت میں اتنا بڑا ہوا ہوں۔ اسکی اولاد بھی نہایت دیندار عابد نیکی کی طرف مائل ہے۔ میرا گمان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اولاد کے بعد کسی خلیفہ کی اولاد اتنی عابد زاہد ہوئی ہوگی جیسے خلیفہ مستکفی کی اولاد ہے۔

مستکفی بروز جمعہ سلخ ذی الحجہ ۸۵۴ھ میں بعمر تریسٹھ سال انتقال کر گیا میرے والد ماجد بھی خلیفہ المستکفی کے بعد زیادہ دنوں زندہ نہ رہے اور اُنہوں نے مستکفی کے چالیس روز بعد انتقال فرمایا۔ سلطان ان کے جنازہ کے ساتھ قبر تک گیا اور جنازہ کو خود کندھا دیا۔

مستکفی کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا۔ تقی المقریزی۔ شیخ عبادہ ابن کمیل شاعر۔ وفائی۔ قایانی۔ شیخ الاسلام ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

القائم بامر اللہ ابوالبقاء

القائم بامر اللہ ابوالبقاء حمزہ بن المتوکل۔ اس سے اس کے بھائی مستکفی کے بعد بیعت کی گئی مستکفی نے اسے یا کسی اور کو ولیعہد نہیں بنایا تھا۔

القائم تیز طبیعت اور دوہرے بدن کا آدمی تھا۔ بخلاف اپنے دوسرے بھائیوں کے باجبروت شخص تھا۔

۸۵۷ھ کے شروع میں الملک الظاہر جقمق کا انتقال ہو گیا اور اُسکی جگہ اُس کا بیٹا عثمان بہ لقب

المنصور جانشین ہوا مگر ڈیڑھ ہی مہینہ سلطنت کرنے پایا تھا کہ اینال نے اُسپر حملہ کرکے قید کر دیا خلیفہ نے اینال کو ربیع الاول میں اشرف کا خطاب دیکر سلطان بنادیا۔ چند روز کے بعد ایک لشکر کشی کے متعلق سلطان اور خلیفہ میں اَن بَن ہو گئی جس کی وجہ سے جمادی الاول ۸۵۹ھ میں اس نے خلیفہ کو معزول کر کے اسکندریہ میں بھیجدیا اور اسکی موت آنے تک یعنی ۸۶۳ھ تک اسکو قید رکھا جب یہ قید کے ساتھ قید ہستی سے بھی چھوٹ گیا تو اس کو اسکے بھائی مستعین کے پاس دفن کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان دونوں بھائیوں کا خلع ہوا اور دونوں اسکندریہ میں ہی قید ہوئے اور پاس ہی دفن کئے گئے۔

القائم بامر اللہ کے زمانہ میں حسب ذیل علماء نے انتقال فرمایا۔ میرے والد ماجد مرحوم اور علاء قلقشندی رحمہا اللہ تعالیٰ۔

المستنجد باللہ خلیفۃ العصر ابو المحاسن

المستنجد باللہ خلیفۃ العصر ابو المحاسن یوسف بن المتوکل اپنے بھائی کے خلع کے بعد تخت خلافت پر آیا ان دنوں اشرف اینال تخت سلطنت پر تھا جو ۸۶۵ھ میں انتقال کر گیا۔ اسکے بعد اس کا بیٹا احمد سلطان ہوا جس نے اپنا لقب المؤید اختیار کیا مگر خشقدم نے اسپر حملہ کیا اور ماہ رمضان شریف میں اسی سال اسے قید کر لیا اور خود اپنا لقب الظاہر مقرر کر کے سلطان ہو گیا۔ ربیع الاول ۸۷۲ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اسکی جگہ بلبائی الظاہر کا لقب اختیار کر کے مقرر ہوا مگر دو ماہ کے بعد اسپر فوج نے حملہ کر کے اسے تخت سے اُتار دیا اور اسکی جگہ سلطان العصر قایتبائی بہ لقب اشرف سلطان ہوا۔ اس نے اچھی طرح سلطنت پر قبضہ کیا اور نہایت شان و شوکت تیزی اور چالاکی کے ساتھ سلطنت کرنی شروع کی۔ الناصر محمد بن قلاوون کے عہد سلطنت سے ابتک کوئی ایسا سلطان نہیں ہوا تھا چنانچہ مصر سے فرات تک آنے بہت تھوڑے لشکر کے ساتھ بے خوف و خطر سفر کیا۔ اسکی خوش اخلاقی اور سیرت جمیلہ اس بات سے اچھی طرح واضح ہے کہ اس نے مصر میں کسی صاحب وظیفہ و بنیہ کو مثل قاضی مشائخ مدرسین کو مقرر نہیں کیا مگر یہ کہ موجودہ لوگوں کی اصلاح اور انہیں کا وظیفہ مقرر رکھا کسی قاضی اور شیخ کو مال کی عوض میں مقرر نہیں کیا۔

الظاہر خشقدم جب سلطان مقرر ہوا تھا تو اس سے حاتم نائب شام ملنے کے واسطے آیا تھا جب الظاہر کو اسکے آنیکی خبر ہوئی تو اس سے خلیفہ اور چاروں قاضیوں اور لشکر کو قلعہ میں آنے کے متعلق کہا اور نائب شام کو کچھ شرائط طے کرنے کے بعد لوٹا دیا قاضیوں اور لشکر کو بھی ان کے مقامات کو واپس کر دیا خلیفہ قلعہ میں ہی ٹھہر گیا اور الظاہر اُسے اُسکے مکان پر واپس نہ کر سکا اور آخر عمر تک وہیں رہا۔ ۱۴ محرم الحرام ۸۸۳ھ میں دو سال مرض فالج میں مبتلا رہ کر انتقال کر گیا۔ قلعہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مدفن خلفاء میں مشہد نفیسی کے پاس دفن کر دیا گیا۔ اس وقت اسکی عمر نوے برس یا اس سے کچھ زائد تھی۔

المتوکل علی اللہ ابو العز

المتوکل علی اللہ ابو العز عبد العزیز بن یعقوب بن المتوکل علی اللہ جندی کی بیٹی حاج نامی کے بطن سے ۸۱۹ھ میں پیدا ہوا۔ اسکے والد کو خلافت نہیں پہنچی تھی یہ خود جب جوان ہوا تو اپنے خصائل جمیلہ اور مناقب حمیدہ۔ تواضع حسن سیرت۔ خندہ پیشانی اور کثرت ادب کے باعث مقبول اور خاص و عام کا محبوب و مشارٌ الیہ ہو گیا۔

یہ علم دوست اور علم میں مشغول اور منہمک تھا۔ میرے والد ماجد وغیرہ سے علم حاصل کیا تھا۔ اسکے چچا المستکفی نے اپنی لڑکی کے ساتھ اسکی شادی کی تھی اس سے ایک لڑکا نہایت صالح پیدا ہوا جو خود ہاشمی اور ہاشمیہ کی اولاد ہے۔

جب اسکے چچا المستنجد کے مرض نے طول کھینچا تو اس کو ولیعہد بنا دیا گیا اور جس وقت اس نے وفات پائی تو لوگوں نے ۱۶ محرم ۸۸۴ھ میں پیر کے روز سلطان قضاۃ اور اعیان سلطنت کی موجودگی میں اس سے بیعت کی اول اس نے المستعین باللہ لقب اختیار کرنا چاہا پھر مستعین اور متوکل میں تردد اور غور و فکر کیا مگر آخر رائے یہی قرار پائی کہ المتوکل ہی مقرر کیا جائے چنانچہ یہی خطاب مقرر ہوا۔ بیعت کے بعد قلعہ سے یہ اپنے مکان پر سوار ہو گیا۔ قضاۃ مصاحب اور اعیان سلطنت جلو میں تھے پھر شام کو مکان سے قلعہ میں لوٹ آیا اور جس طرح مستنجد قلعہ میں رہتا تھا یہ بھی رہنے لگا۔

اسی سال سلطان ملک الاشرف حج کے لئے حجاز کی طرف چلا اس سے پہلے کسی سلطان نے سو برس سے حج نہیں کیا تھا حج سے پہلے مدینہ شریف میں زیارت کے لئے گیا اور وہاں

چھ ہزار دینار خرچ کئے پھر مکہ معظمہ میں آیا اور پانچ ہزار دینار خرچ کئے۔ یہاں مدرسہ میں قیام کیا اور مناسک حج کر کے واپس لوٹا۔ جب شہر میں داخل ہوا تو اسکے آنے کی خوشی میں کئی روز تک زینت اور چراغاں کیا گیا۔

۸۰۵ھ میں مصر سے لشکر نے بہ سرکردگی دوادار عراق پر خروج کیا ادھر سے یعقوب بن حسن چلا راہی کے قریب مقابلہ ہوا۔ مصریوں کو ہزیمت ہوئی بہت سے مصری مارے گئے۔ باقی قید ہو گئے۔ دوادار بھی قیدیوں میں شامل تھا جو قتل کر دیا گیا یہ لڑائی نصف آخر رمضان میں واقع ہوئی۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ قاضی حنفیہ شمس الدین اور مشالمی اور اس دوادار کی آپس میں سخت رنجش تھی ایک دوسرے کے زوال کا خواستگار رہتا تھا۔ جس روز دوادار فرات کے کنارہ پر قتل ہوا اسی روز قاضی شمس الدین کا بھی مصر میں انتقال ہو گیا۔

۸۰۶ھ کے ۱۰ محرم کو سخت زلزلہ آیا جس کی وجہ سے پہاڑ زمین بیابان سب پانی کیطرح حرکت کرنے لگے۔ مگر الحمد للہ بہت تھوڑی دیر یہ حالت رہ کر سکون ہو گیا اس زلزلہ کی وجہ سے مدرسہ صالحیہ کی چھت قاضی القضاۃ شرف الدین بن عید پر آگری جس کی وجہ سے آپ کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اسی سال ماہ ربیع الاول میں ایک شخص خاکی نامی ہندوستان سے مصر میں آیا اس کا دعویٰ تھا کہ میری عمر ڈھائی سو سال کی ہے۔ میں اس سے خود جا کر ملا وہ ایک تنومند آدمی تھا تمام ڈاڑھی سیاہ تھی عقل کسی طرح باور نہیں کرتی تھی کہ اسکی عمر ستر سال کی ہو گی چہ جائیکہ زیادہ کی ہو اس نے کہا کہ میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں حج کیا تھا پھر میں اپنے وطن ہندوستان چلا گیا۔ بغداد پر تاتاریوں کا حملہ سنکر سلطان حسن کے زمانہ میں قبل از بناء مدرسہ پھر میں مصر میں آیا۔ میری رائے میں جو کچھ اس نے بیان کیا وہ جھوٹا تھا۔ کیونکہ کوئی بات جو اس کے دعوے کی صحت اور وضاحت کرتی اُسنے بیان نہیں کی۔

اسی سال سلطان محمد بن عثمان ملک الروم کے انتقال کی خبر پہنچی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے دونوں لڑکوں میں بادشاہت کے اوپر خوب جنگ و جدل ہوا۔ ایک ان میں غالب ہو کر بادشاہ بن گیا اور دوسرا مغلوب ہو کر مصر چلا آیا۔ سلطان مصر نے اسکا بیحد اکرام کیا اور اس کو اپنا مہمان رکھا۔ پھر وہ شام ہوتا ہوا فریضہ حج ادا کرنے کے لئے حجاز کی طرف چلا گیا۔

شوال میں مدینہ منورہ سے خطوط پہنچے کہ ۱۳ رمضان المبارک کو مسجد کے ماذنہ پر بجلی گری جس کی وجہ سے ماذنہ، مسجد شریف کی چھت، خزانہ اور کتابیں جل گئیں۔ سوائے دیواروں کے کچھ باقی نہیں رہا جو ایک ہولناک واقعہ ہے۔

چہار شنبہ سلخ محرم الحرام ۹۰۳ھ کو خلیفہ متوکل علی اللہ کا انتقال ہو گیا اور اپنے بیٹے یعقوب کو المستمسک باللہ کا خطاب دیکر ولیعہد بنایا گیا۔

یہ آخری حال ہے جو میں اس تاریخ میں لکھتا ہوں۔

میں نے اس کتاب کی تصنیف میں حوادثات تاریخ ذہبی سے اخذ کیا ہے جس میں ۷۰۰ھ تک کے حالات مندرج ہیں۔ پھر تاریخ ابن کثیر سے جس میں ۷۳۸ھ تک کے واقعات قلمبند ہیں۔ پھر مسالک سے جس میں ۷۷۳ھ تک کے حالات موجود ہیں۔ پھر انباء الغمر مصنفہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ سے لئے ہیں جس میں ۸۵۰ھ تک کے واقعات لکھے ہیں۔

حوادث کے علاوہ حسب ذیل تواریخوں سے اقتباس کیا گیا ہے۔ تاریخ بغداد مصنفہ خطیب (دس جلدیں) تاریخ دمشق مصنفہ ابن عساکر (ستاون جلدیں) اوراق مصنفہ صولی (سات جلدیں) طیوریات (تین جلدیں) حلیہ ابو نعیم (سات جلدیں) مجالسہ مصنفہ دینوری۔ کامل مصنفہ مبرد (دو جلدیں) امالی ثعلب (ایک جلد) و دیگر کتب تواریخ وغیرہ۔

فصل

دولت امویہ میں جو اسپین میں قائم ہوئی

سب سے پہلے یہاں کا بادشاہ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان ہے جب یہ ۱۳۸ھ میں اسپین بھاگ کر گیا تو یہاں اس سے خلافت پر بیعت کی گئی۔ صاحب علم اور عادل شخص تھا۔ ربیع الآخر ۱۷۲ھ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اسکا بیٹا ہشام ابوالولید تخت نشین ہوا جس نے صفر ۱۸۰ھ میں انتقال کیا۔ ہشام کے بعد اس کا بیٹا الحاکم ابوالمظفر بہ لقب المرتضیٰ تخت پر بیٹھا اور ذی الحجہ ۲۰۶ھ میں مر گیا۔ اس کا جانشین اسکا بیٹا عبدالرحمٰن ہوا۔ یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے بنی امیہ کی سلطنت کو اسپین میں مضبوط کیا اور اسکی جڑیں قائم کر دیں۔ خلافت کی بزرگی اسپین میں جاری کی۔ اس کے زمانہ میں اسپین کے اندر

لباس میں زینت کی گئی۔ درہم مسکوک کرائے گئے اس سے پہلے یہاں دار الضرب (ٹکسال) نہیں تھا بلکہ اہل مشرق اپنے یہاں سے جو درہم لاتے تھے وہ ہی یہاں چلا کرتے تھے۔ اُس نے دار الضرب قائم کیا۔ یہ اپنی جبروت اور سطوت میں ولید بن عبدالملک کے مشابہ تھا اور کتب فلسفیہ رائج کرنے میں مامون عباسی کے مثل تھا اسی نے اسپین میں سب سے اول فلسفہ داخل کیا۔ ۲۳۹ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اسکی جگہ اس کا لڑکا محمد تخت نشین ہوا جو صفر ۲۳۷ھ میں فوت ہوا۔ اسکے بعد اسپین میں اس کا بیٹا المنذر بادشاہ ہوا۔ اور اس نے ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔ زاں بعد اس کا بھائی عبداللہ تخت نشین ہوا یہ خلفائے اندلس میں از روئے علم اور دین کے سب سے بہتر تھا۔ ربیع الاول ۳۰۰ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اسکی جگہ عبدالرحمٰن بن محمد بہ لقب الناصر تخت نشین ہوا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اندلس کو خلافت کا لقب دیا۔ اور امیر المؤمنین کے نام سے پکارا گیا۔ اسکی وجہ ہوئی تھی کہ جب مقتدر کے زمانہ میں خلافت عباسیہ کمزور ہو گئی تو اُس نے خلافت کا دعویٰ کر کے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کر لیا۔ اس سے پہلے تمام بادشاہانِ اسپین محض امیر کے لفظ سے یاد کئے جاتے تھے۔ رمضان ۳۵۰ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اور اسکی جگہ اُس کا بیٹا الحکم المستنصر بادشاہ ہوا جو صفر ۳۶۶ھ میں مر گیا۔ اس کے بعد اسکا بیٹا ہشام المؤید تخت پر بیٹھا ۳۹۹ھ میں اس کا خلع ہوا اور قید کر دیا گیا۔ اسکی جگہ محمد ہشام بن عبدالجبار بن الناصر عبدالرحمٰن بہ لقب المہدی تخت پر بیٹھا ابھی چھ مہینہ ہی سلطنت کی تھی کہ اسپر اسکے بھتیجے ہشام بن سلیمان بن الناصر عبدالرحمٰن نے خروج کر دیا اور وہ بادشاہ ہو گیا۔ اُس نے اپنا لقب الرشید مقرر کیا۔ اس پر اس کا چچا چڑھ آیا اور اُسکو قتل کر کے خود بادشاہ ہو گیا۔ رعایا نے متفق ہو کر اسکا خلع کر دیا یہ کہیں چھپ گیا مگر آخر تلاش کے بعد قتل کر دیا گیا۔ لوگوں نے ہشام مقتول کے بھتیجے سلیمان بن حکم المستنصر سے بیعت کر لی اور المستعین اُس کا لقب مقرر کر دیا پھر خود لوگوں نے اس کے ساتھ مقابلہ کر کے اسے ۴۰۶ھ میں قید کر دیا اور عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن الناصر کو المرتضیٰ کا خطاب دیکر اس سے بیعت کر لی اور یہ بھی آخر سال میں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد دولت امویہ مردہ ہو گئی اور حکومت علویہ حسنیہ قائم ہو گئی۔ حکومت علویہ کا بادشاہ الناصر علی بن حمود ۴۰۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ اور ذوالقعدہ ۴۰۸ھ میں قتل ہو گیا اسکی جگہ اس کا بھائی المامون القاسم بادشاہ ہوا اور ۴۱۲ھ میں اس کا خلع ہو گیا اسکے خلع کے بعد اسکا بھتیجا یحییٰ

بن الناصر علی بن حمود یہ لقب المستعلی بادشاہ ہوا اور ایک سال سات ماہ کے بعد قتل ہو گیا۔ دولت امویہ اب پھر لوٹ آئی اور المستظہر عبد الرحمٰن بن ہشام بن عبد الجبار اموی بادشاہ ہوا۔ مگر پچاس روز کے بعد قتل کر دیا گیا اور محمد بن عبد الرحمٰن بن عبید اللہ بن الناصر عبد الرحمٰن بہ لقب المستکفی تخت نشین ہوا۔ ایک سال چار ماہ کے بعد اس کا خلع ہوا۔ اور اسکی جگہ ہشام بن محمد بن عبد الملک بن الناصر عبد الرحمٰن بہ لقب المعتد بادشاہ ہوا۔ کچھ دنوں بعد اس کا بھی خلع ہوا اور قید کر دیا گیا۔ ۴۲۰ھ کچھ زائد ہجری میں یہ قید میں مر گیا اور اسی کی موت کے ساتھ حکومت امویہ بھی اسپین میں مر گئی۔

فصل

دولت خبیثہ عبیدیہ میں

جس شخص نے اس حکومت کو سب سے اول مغرب میں قائم کیا وہ المہدی عبید اللہ ہے اس نے اس حکومت کی بنیاد ۲۹۶ھ میں ڈالی اور خود ۳۲۲ھ میں مر گیا اسکے بعد اس کا بیٹا القائم باللہ محمد جانشین ہوا۔ ۳۳۴ھ میں یہ بھی مر گیا اسکے قائم مقام اسکا بیٹا المنصور اسمٰعیل تخت نشین ہوا جو ۳۴۱ھ میں مر گیا۔ پھر اس کا بیٹا المعز الدین اللہ سعد بادشاہ ہوا جو ۳۶۲ھ میں قاہرہ میں داخل ہوا اور ۳۶۵ھ میں مر گیا اس کی جگہ اس کا جانشین اس کا لڑکا العزیز بنزار قائم ہوا ۳۸۶ھ میں مر گیا اس کے بعد اسکا بیٹا الحاکم بامر اللہ منصور تخت نشین ہوا جو ۴۱۱ھ میں قتل کر دیا گیا۔ پھر اسکا لڑکا الظاہر لاعزاز الدین اللہ علی سلطنت پر قائم ہوا۔ ۴۲۷ھ میں یہ بھی مر گیا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا المستنصر محمد تخت سلطنت پر قابض ہوا جو ۴۸۷ھ میں فوت ہو گیا۔ اس حساب سے اس نے چار ماہ ساٹھ سال حکومت کی ذہبی کہتے ہیں کہ میری رائے میں کسی خلیفہ یا بادشاہ اسلام نے اتنی مدت تک حکومت نہیں کی اس کے بعد اس کا بیٹا المستعلی باللہ احمد قائم ہوا جو ۴۹۵ھ میں مر گیا۔ بعدہٗ اس کا بیٹا الامر باحکام اللہ منصور بعمر پانچ سال بادشاہ ہوا۔ ۵۲۴ھ میں بغیر کوئی اولاد چھوڑے قتل کر دیا گیا۔ اسکے بعد اسکے چچا کا لڑکا الحافظ الدین اللہ عبد المجید ابن محمد المستنصر قائم ہوا ۵۴۴ھ میں یہ بھی مر گیا۔ اسکی جگہ اس کا بیٹا الظافر باللہ اسماعیل قائم ہوا جو ۵۴۹ھ میں قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا الفائز بنصر اللہ عیسیٰ تخت نشین ہوا اور یہ بھی ۵۵۵ھ میں مر گیا۔ سلطنت پر اب العاضد الدین اللہ عبداللہ بن یوسف ابن الحافظ الدین اللہ قائم ہوا۔ ۵۶۷ھ میں اس کا خلع ہوا اور اسی سال مر گیا۔ اب مصر میں دعوت عباسیہ قائم ہو گئی اور دولت عبیدیہ کا خاتمہ ہو گیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ عبیدیہ کے چودہ بادشاہ ہوئے جو بہ تکلف خلیفہ بنے کسی نے از خود ان کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔

فصل

حکومت بنی طباطبا العلویہ الحسنیہ میں

اس حکومت کی بنیاد ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم طباطبا نے جمادی الاول ۱۹۹ھ میں قائم کی اور اسی زمانہ میں الہادی یحییٰ بن الحسین بن قاسم بن طباطبا نے یمن میں حکومت قائم کی اور امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ ذوالحجہ ۲۹۸ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اسکی جگہ اس کا بیٹا المرتضیٰ محمد تخت پر بیٹھا جو ۳۲۰ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی الناصر احمد تخت پر قائم ہوا۔ اس کا انتقال ۳۲۲ھ میں ہو گیا۔ اسکے بجائے اس کا بیٹا المنتخب الحسین تخت پر آیا اور ۳۲۹ھ میں مر گیا۔ ان بعد اس کا بھائی القاسم تخت نشین ہوا۔ ماہ شوال ۳۴۰ھ میں یہ قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کا بھائی الہادی محمد اسکے بعد الرشید العباس بیٹھا۔ اور اسکے بعد انکی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

فصل

دولت طبرستانیہ کے بیان میں

اس حکومت پر چھ آدمی برسر اقتدار رہے۔ اول تین بنی الحسن سے اور ان کے بعد تین بنی الحسین سے۔ ہشام الداعی الی الحق حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسین بن زید بن جواد بن حسن بن حسین بن حضرت علیؓ بن ابی طالب نے ۲۵۰ھ میں رے اور دیلم میں حکومت

قائم کی اسکے بعد اسکا بھائی القائم بالحق محمد جانشین ہوا اور ۲۸۹ھ میں قتل ہوا اسکے بعد اسکا دوست المہدی الحسن بن زید القائم بالحق بر سر حکومت آیا اور اسکے بعد (مصنف نے اس سے آگے سفیدی چھوڑ دی ہے اور کچھ بیان نہیں کیا۔ مترجم)

فائدہ۔ ابن حاتم نے اپنی تفسیر میں بروایت عبداللہ عمرو بن عاص روایت کی ہے کہ جس وقت سے دنیا کتم عدم سے ظہور میں آئی ہے اسوقت سے دنیا میں کوئی نہ کوئی حادثہ ہر صدی کے شروع میں ضرور واقع ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سب سے پہلی صدی ہجری میں فتنہ حجاج ظہور میں آیا دوسری صدی میں خلیفہ مامون کا فتنہ اٹھا یعنی وہ اپنے بھائی امین سے لڑا جسمیں بغداد کے محاسن پر پانی پھر گیا۔ اہل بغداد تباہ ہوئے امین قتل ہوا۔ پھر اُسنے لوگوں کو خلق قرآن میں آزمایا۔ یہ اس اُمت میں سب سے بڑا فتنہ اور بدعت کے اعتبار سے سب سے پہلی بدعت ہے۔ اس سے پہلے کبھی خلیفہ نے کسی کو کسی بدعت کیطرف نہیں بلایا تھا تیسری صدی ہجری میں قرملی کا خروج ہوا۔ اُسکے بعد مقتدر کا فتنہ اُٹھا جبکہ اُسکا خلع کیا گیا اور ابن معتز سے بیعت کی گئی۔ اسکے بعد مقتدر ثانی پھر خلیفہ ہوا۔ قاضی ذبح ہوا۔ اکثر علماء قتل ہوئے اس سے پہلے اسلام میں کوئی قاضی قتل نہیں ہوا تھا۔ اسکے بعد تفریق کلمہ کا فتنہ متغلبین کا غلبہ جو شہروں پر اب تک چلا آتا ہے ہوا منجملہ اُن کے دولت عبیدیہ کا قائم ہونا تجھے اتنا ہی اشارہ کافی ہے کہ لوگوں نے فساد کفر علماء کا قتل صلحاء کو ذبح کرایا چوتھی صدی ہجری میں الحاکم کا فتنہ جو شیطان الرجیم کے اشارے سے تھا۔ نہ خداوند کریم کے حکم سے۔ اسپر خود اسکے افعال شاہد ہیں پانچویں صدی ہجری میں شام اور بیت المقدس کا فرنگیوں کے پاس چلا جانا چھٹی صدی ہجری میں سخت قحط کا پڑنا جسکی نظیر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے بعد کہیں نہیں ملتی نیز تاتاریوں کی آمد کی ابتداء ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں کا فتنہ عظمیٰ کہ جسکی مثال کہیں نہیں ملتی جس میں مسلمانوں کے خون کے دریا بہہ گئے آٹھویں صدی ہجری میں فتنہ تمر لنگ کہ جسکے فتنہ عظیم کے سامنے فتنہ تتار بھی ہیچ ہوگیا میں خداوند تعالیٰ جل مجدہ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ ہمیں نویں صدی ہجری کے فتنہ کو نہ دکھلائیے اور اس سے پہلے ہی بطفیل اپنے حبیب ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے جوار رحمت میں لے لیجئے۔ آمین آمین یارب العالمین۔

تمت

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

مؤلفہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

بیان الامراء

ترجمہ اردو

تاریخ الخلفاء

مترجمہ مولانا مولوی شبیر احمد صاحب

ناشر

محمد عبد المنان غفرلہ

مکتبہ تھانوی دفتر رسالہ الابقاء متصل مسافر خانہ بندر روڈ کراچی

(انٹرنیشنل پریس کراچی)

قیمت